لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۲۱)

بیشک تمہاری رہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے

حَیَاتُ اَفْضَلِ الرُّسُلِ ﷺ

(المعروف)

سیرت مصطفیٰ

جس میں آبادیٔ مکہ مکرمہ، عرب کی حالت، خاندانی شرافت وطہارت، آبائے کرام، ولادت باسعادت، میلاد شریف، قبل از بعثت وبعد از بعثت کے مکی حالات، مدنی زندگی کے احوال، وصال شریف، حیات النبی، ازواج مطہرات، اولاد پاک، شمائل واخلاق، فضائل وخصائص، حسن وجمال، نورانیت معجزات، حقوق النبی ﷺ کے انواع وغیرہ کا تفصیلی تحقیقی مدلل جامع بیان ہے۔

تالیف

ابوعاصم غلام حسین ماتریدی

ناشر: امیر الحجاج حاجی شمشیر احمد صاحب برنلے یوکے

نام کتاب .... سیرت مصطفیٰ ﷺ

تالیف .... ابوعاصم غلام حسین ماتریدی

بحسن اہتمام .... الاستاذ قاری غلام مصطفیٰ

کمپوزنگ .... حلیمہ سعدیہ، محمد عبداللہ، محمد مجتبیٰ

سن اشاعت   ربیع الاول ۱۴۳۹ھ   ۲۰۱۷ء

ملنے کے پتے

ادارہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ پاکستان

مکتبۃ المرتضیٰ، مصطفیٰ منزل ۸۵، بی بلاک کشمیر کالونی جہلم

مکتبہ مجددیہ جامعۃ النور اسٹن اندر لائن مانچسٹر، یوکے

مکتبۃ المصطفیٰ کیسل سٹریٹ پرائر فیلڈ

فہرست مضامین

تبصرہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ (گجرانوالہ) کا عظیم الشان تبصرہ از جناب علامہ محمد نعیم اللہ خاں قادری

حَیَاتُ اَفْضَلِ الرُّسُلِ المعروف بہ سیرتِ مصطفیٰ

علامہ ابو عاصم غلام حسین ماتریدی کی سیرت کے موضوع پر معرکۃ الآراء تالیف ہے۔ سیرت نگاروں میں جگہ پانا سعادتِ عظمیٰ ہے۔ یوں تو سیرت کے موضوع پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں کتب موجود ہیں لیکن اختصار اور جامعیت کے ساتھ سیرت کے جملہ پہلوؤں پر محیط کتب ہی مقبولِ عام اور شہرت دوام حاصل کئے ہوئے ہیں۔ ماتریدی صاحب کی یہ کتاب بھی ان میں جگہ بنالینے کی اہل ہے۔ اس کتاب کے ٹائیٹل پیچ پر لکھا ہے: جس میں آبادیٔ مکہ مکرمہ، عرب کی حالت، خاندانی شرافت وطہارت، آبائے کرام، والادتِ باسعادت، میلاد شریف، قبل از بعثت وبعد از بعثت کے مکی حالات، مدنی زندگی کے احوال، وصال شریف، حیات النبی، ازواجِ مطہرات، اولادِ پاک، شمائک واخلاق، فضائل وخصائص، حسن وجمال، نورانیت، معجزات، حقوق النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انواع وغیرہ کا تفصیلی، تحقیقی، مدلل، جامع بیان ہے۔

ماتریدی صاحب نے اپنی اس جامع تالیف کو تیرہ ابواب میں تقسیم کر کے سمندرِ سیرت کو کوزۂ تحقیق میں سمیٹنے کی کامیاب کوشش کی ہے اور آخر میں ماخذ ومراجع میں ۱۹۸ کتبِ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشناس کروایا ہے۔ کتاب کے صفحات پر جگہ جگہ حوالہ جات آپ کی عرق ریزی کے روشن مینار ہیں۔

تفسیر، سیرت، فضائل، تذکرہ، شروح اور عقائد کے موضوع پر آپ کی جملہ کتب آپ کے اعلیٰ تحقیقی ذوق کی علمبردار ہیں۔ آپ نے خود کو ہمہ وقت تصنیف وتالیف میں مصروف رکھ کے اہلسنت کو گرانقدر علمی وتحقیقی کتب سے نوازا ہے۔ مطبوعہ کتب کے علاوہ جنوں کتب تکمیل کے مراحل میں ہیں۔

کتاب کے تیرہ ابواب میں آپ نے جامعیت کے ساتھ دلائل وبراہین کا تجزیہ کیا ہے، کسی بھی موضوع پر تشنگی کا احساس نہیں ہوتا۔ خوبصورت ادبی تحریر نے اس کے ظاہری حسن کے ساتھ مل کے اس کی اثر انگیزی کو بڑھا دیا ہے۔ جگہ جگہ عربی، فارسی، اردو، پنجابی اشعار آپ کے اعلیٰ ادبی ذوق کے آئینہ دار ہیں۔

جس طرح ایک گلدستے میں رنگا رنگ پھول ایک حسنِ جاذبیت اور طلب پیدا کر رہے ہوتے ہیں، اسی طرح ماتریدی صاحب نے کتاب میں تحقیقی انداز، تاریخ تسلسل، الفاظ واشعار کی برجستگی، شمائل واخلاق کے پُراثر واقعات، معجزات وخصائص کی رنگارنگی سے ایک حسین وجمیل گلدستہ سیرت النبی علیہ التحیۃ والثناء تالیف فرما کے آقائے نامدار کی خوشنودی

اوراپنی اُخروی نجات کا سامان کیا ہے۔

امیر الحجاج حاجی شمشیر احمد صاحب (برنلے، یوکے) بھی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ جنہیں حضور سرورِ کونین، فخر موجودات، سید العالمین ﷺ کی سیرت پر اس علمی شاہکار کو منصۂ شہود پر لانے کی سعادتِ عظمیٰ حاصل ہوئی۔ اللہ عزوجل ماتریدی صاحب کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی دارین کی خوشیوں، نعمتوں سے مالا مال فرمائے، آپ کے ذوق وشوق اورعقیدت ومحبت میں حسن ونکھار لائے۔

اہل علم حضرات اولین فرصت میں اس عظیم کاوش کو فوراً حاصل کریں۔ (صفحات ۸۱۱)

(تبصرہ نگار: جناب محمد نعیم اللہ خاں قادری) ۹؍۱۴۳۹ھ ۲۰۱۸ء

دیباچہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، سرور کائنات، آفتاب نبوت، محسن انسانیت، سید دوعالم، حبیب رب کائنات، نبی مکرم، رسول معظم ابوالقاسم، محمد مصطفی، احمد مجتبیٰ ﷺ کی حیات طیبہ وسیرت مبارکہ کا ایک ایک پہلو عظمت توحید وحقانیت اسلام کی گواہی دیتا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی اکرم ﷺ کی حیات مقدسہ وسیرت طیبہ کی قسم فرمائی ہے لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ (سورۃ الحجر ۷۲)۔ ترجمہ: اے حبیب آپ ﷺ کی مبارک زندگی کی قسم یہ اپنی طاقت کے نشہ میں مست ہیں اور بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (سورہ یونس ۱۶)۔ ترجمہ: بیشک میں اس اعلان حق سے پہلے تم میں اپنی عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

آپ کی حیات طیبہ قبل بعثت عمدہ نمونہ تھی ایمانت داری صداقت کا پیکر تھے اس لئے اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے وصالِ اقدس تک گوشوں کا ذکر اور آپ ﷺ کی ذات مقدس وصفات عالیہ، عبادات ومعاملات، فضائل ومعجزات، احوال وارشادات وغیرہ کا جامع بیان سیرت کہلاتا ہے۔ اور دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے نبی اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ سے واقف ہونا ہر فرد کے لئے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو ساری انسانیت کے لئے کامل نمونہ بنایا اور زندگی کے ہر مرحلہ میں کامیابی کے لئے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کو مشعلِ راہ بتلایا اور آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورۃ النساء ۸۰)۔ ترجمہ: جس نے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کی بالیقیں اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی ادا کو شریعت بنادیا کیونکہ آپ ﷺ پاکیزہ چیزوں کو حلال فرماتے اور ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ (سورۃ الاعراف ۱۵۷)۔ ترجمہ: اور وہ (نبی کریم ﷺ) پاک چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام۔

حضور اکرم ﷺ کی اطاعت واتباع کرنے والے ابدی سعادتوں کے مستحق اور رب العالمین کی بارگاہ میں محبوب ہیں

(سیرت النبی ۲۳، ۲۴)۔حیات مصطفی ﷺ اہل ایمان کے لئے اسوہ حسنہ (اچھانمونہ) ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب ۲۱)۔ترجمہ: البتہ تحقیق تمہارے لئے اللہ کے رسول میں اچھانمونہ ہے (کہ تم ان کے نقش قدم پر چلو)۔اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے لئے (سیدنا) محمد ﷺ کی ذات میں عمدہ نمونہ ہے۔اور ایسی خصلتیں ہیں اور ایسی سنن صالحہ ہیں جو واجب الاتباع ہیں (تبیان القرآن، ج۹ص ۳۹۷)۔آپ ﷺ کی زندگی کا ہر دور عمدہ نمونہ اور واجب الاتباع ہے۔

امام ماتریدی فرماتے ہیں فَالْوَاجِبُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَتَأَسَّوْا بِهِ (تاویلات اھل السنۃ، ج۸ص ۳۶۸)۔تو تم پر آپ ﷺ کی پیروی کرنا واجب ہے۔

علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں هٰذِهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ أَصْلٌ كَبِيرٌ فِي التَّأَسِّي بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي أَقْوَالِهِ وَأَفْعَالِهِ وَأَحْوَالِهِ وَلِهٰذَا أَمَرَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ بِالتَّأَسِّي بِالنَّبِيِّ ﷺ (تفسیر ابن کثیر، ج۵ ص۱۰۷)۔یہ آیت اس امر پر بڑی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے کل اقوال، افعال، احوال میں اقتداء، پیروی اور تابعداری کے لائق ہیں۔رسول کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اور حیات مقدسہ سمجھے بغیر آپ ﷺ کی اتباع کیسے کی جا سکتی ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو پڑھا اور سمجھا جائے۔فرائض اور واجبات کی آدائیگی کے بعد سب سے بہترین باعثِ سکون قلبی اور موجب نجات عمل قرآن مجید کی تلاوت اور رسول کریم ﷺ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرنا ہے۔اس میں دین، دنیا اور آخرت کی سب بھلائیاں ہیں اور یہ دونوں ہدایت کے سرچشمہ ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ کے دائرہ میں چند تاریخی واقعات وسوانح ہی نہیں آتے بلکہ قرآن مجید کی ساری تعلیمات ہے جس میں عقائد، معاملات، عبادات، سیاسیات، اخلاقیات اور زندگی گزارنے کے تمام طریقے داخل ہیں۔

علماءکرام نے ان موضوعات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور بعض علماء نے ان تمام چیزوں کو ایک کتاب میں بھی جمع کرنے کی سعی مشکور فرمائی ہے (اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر رحمتیں نازل فرمائے۔آمین)۔سب سے زیادہ جامع سیرت کی جو کتابیں ہیں ان میں **الروض الانف شرح سیرت ابن ھشام السیرت النبویۃ لابن کثیر، سبل الھدی والرشاد**، الزرقانی، شرح المواھب لدنیہ روضۃ الاحباب اور مدارج نبوت وغیرہ ہیں۔ان تالیفات کے بعد بھی سیرت کی بہت سی کتابیں ہر زبان میں لکھی گئی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو کی تحقیقی وتفصیلی

گفتگو کی گئی ہے۔ان کی موجودگی میں مجھ جیسے فقیر بے نوا، ناتواں انسان کی کیا حیثیت ہے کہ وہ رحمت دو عالم ﷺ کی سیرت لکھ سکے۔اظہار عقیدت اور حصول ثواب کے سواء کچھ بھی اضافہ نہیں ہو سکتا۔اور میں تو ہرگز اس قابل نہیں ہوں کہ نبی ﷺ کی شان میں کچھ تحریر کروں۔میری عقل، میرا علم، میری استعداد نہایت کمزور ہے۔بس صرف رسول ﷺ کی محبت کی چنگاری دل میں دھکتی رہتی ہے جو مجھے اس کوچہ محبت میں کھینچ لائی۔اس لئے عقیدت ومحبت کا ایک گلدستہ بنا کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرنے کی سعی اس امید پر کی ہے کہ یہ تحفہ منیفہ میری نجات کا ذریعہ بن جائے۔

گو قابل سرکار نہیں تحفہ ہمارا　　　شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

حالات وواقعات کو بڑے اختصار سے لکھا ہے۔اور یہ کتاب مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے:

باب۱: مکہ معظّمہ کی آبادی کا آغاز اور عربوں کی گمراہی باب ۲: آپ ﷺ کے خاندان کی شرافت وطہارت باب ۳: بعثت سے قبل کے حالات۔باب ۴: بعثت سے لے کر ہجرت تک کے واقعات۔باب ۵: ہجرت کا بیان۔باب ۶: مدنی دس سالہ دور کے واقعات۔باب ۷: وصال شریف کے بیان میں۔باب ۸: ازواج مطہرات واولاد پاک۔باب ۹: شمائل واخلاق۔باب ۱۰: فضائل مصطفی ﷺ۔باب ۱۱: دلائل نبوت (معجزات) محمدی ﷺ۔باب ۱۲: خصائص الرسول ﷺ۔باب ۱۳: حقوق النبی ﷺ۔ راقم الحروف نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ کوئی غلطی نہ رہ جائے تاہم غلطیوں کا باقی رہنا ممکن ہے۔اور مجھے اپنی بے بضاعتی وکم علمی کا پورا پورا احساس ہے۔اور امید ہے کہ قارئین کرام بھی میری لغزشوں سے درگزر فرمائیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ ہم سب کی دنیا اور آخرت بہتر فرمائے۔اور اس نیک کام میں تعاون کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہر طرح کی سلامتی عطاء فرمائے۔اور ہمیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے اس نیک کام میں معاونت کرنے والوں کی دنیا وآخرت بہتر فرمائے۔آمِيْن يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ بِجَاهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ۔

فقیر بے نوا طالب دعا غلام حسین عاصم حنفی ماتریدی

مصطفی منزل ۸۵ بی بلاک کشمیر کالونی جہلم۔حال ۸ کاسل سٹریٹ برائر فیلڈ برطانیہ یوکے

۴ ماہ رمضان ۱۴۳۵ھ ۳ جولائی ۲۰۱۴ء (نظر ثانی) ربیع الاول ۱۴۳۹ھ دسمبر ۲۰۱۷ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب اول: مکہ مکرمہ کی آبادی کا آغاز اور عربوں کی حالت

آج سے تقریباً چار ہزار سال قبل مکہ مکرمہ ایک نہایت ویران جنگل تھا اور وحشت ناک خطہ تھا۔ بے آب وگیاہ ریگستان تھا جہاں نہ کوئی درخت تھا اور نہ کوئی پانی کا چشمہ۔ مکہ کی زمین قابل زراعت نہ تھی۔ قافلے آجاتے تھے مگر وہاں کوئی سکونت اختیار نہیں کرتا تھا۔ جب خدا تعالیٰ نے چاہا کہ مکہ معظّمہ کی وادی آباد ہوجائے اور ایک بے مثال شہر بن جائے تو اس کی آبادی کا سبب یہ پیدا فرمایا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام، جن کا آبائی وطن ملک عراق کا شہر بابل تھا، آپ علیہ السلام اسی شہر میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خدا تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور شرک و بت پرستی سے روکا مگر آپ علیہ السلام کی قوم آپ علیہ السلام کی دشمن ہوگئی اور انہوں نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو بت شکنی کی وجہ سے آگ میں ڈال دیا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو نجات دے دی (یہ تفصیلی تذکرہ قرآن کریم میں سورہ بقرہ اور دیگر سورتوں میں بیان کیا گیا ہے)۔ تو پھر حضرت ابراھیم علیہ السلام اَپنے وطن سے ہجرت کر کے مختلف مقامات پر دعوت اسلام فرماتے ہوئے ملک شام چلے گئے۔ وہاں جا کر آپ علیہ السلام نے رب کریم سے نیک بیٹے کے لیئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور آپ علیہ السلام کو حضرت ھاجرہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمایا۔

پھر حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی زوجہ محترمہ حضرت ھاجرہ رضی اللہ عنہا اور اَپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ملک شام سے لا کر وہاں چھوڑ دیا جہاں اب خانہ کعبہ اور آب زم زم کا چشمہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے کمر بندھ بنانا سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے سیکھا ہے۔ انہوں نے کمر بند (پیٹی) بنایا تا کہ اَپنے نشانات کو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے چھپالیں۔

پھر انہیں اور ان کے بیٹے کو حضرت ابراھیم علیہ السلام لے کر آئے اور وہ انہیں دودھ پلاتی تھیں۔ تو ان دونوں کو مسجد کے اوپر کے حصہ میں زمزم کے پاس کعبہ کے قریب ایک درخت کے پاس بٹھا دیا اور ان کے پاس ایک چمڑے کے تھیلے میں

کھجوریں اور مشکیزہ میں پانی رکھ دیا اور اس وقت مکہ میں نہ کوئی آدمی تھا اور نہ کوئی پانی۔

اس کے بعد حضرت ابراھیم علیہ السلام لوٹ کر چلے گئے تو اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے کہا اے ابراھیم کہاں جا رہے ہو اور ہمیں اس جنگل میں کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہو جہاں نہ کوئی آدمی ہے نہ کچھ؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے یہ الفاظ دہرائے مگر حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ان کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ پھر حضرت ھاجرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا اللہ نے آپ علیہ السلام کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ حضرت ھاجرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو اب اللہ ہمیں برباد نہیں کرے گا۔ پھر وہ واپس چلی آئیں۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا: حضرت ابراھیم علیہ السلام وہاں سے چلے گئے حتی کہ وہ مقام ثنیہ (پہاڑ) کے پاس پہنچے جہاں سے وہ انہیں دیکھ نہ سکتے تھے۔ تو انہوں نے اپنا منہ خانہ کعبہ کی طرف کر کے ان کلمات سے دعا کی رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۔ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ (سورہ ابراھیم ۳۷)۔

ترجمہ: اے ہمارے رب میں نے بعض اولاد کو بے آب وگیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک۔ اے ہمارے رب تا کہ وہ نماز کو قائم رکھیں تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں اور ان کو پھلوں سے روزی دے تا کہ وہ شکر ادا کریں (یعنی یہ پوری آیت یشکرون تک پڑھی)۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ انہیں دودھ پلاتی تھیں اور اس مشکیزہ کا پانی پیتی تھیں۔ جب وہ پانی ختم ہوگیا تو انہیں اور ان کے بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سخت پیاس لگی۔ وہ اس بچہ کو دیکھنے لگیں کہ وہ پیاس کے مارے تڑپ رہا ہے اور ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ وہ اس منظر کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکیں اور انہوں نے اَپنے قریب جو اس جگہ کے متصل تھا کوہ صفا کو دیکھا۔

وہ صفا پر کھڑی ہوگئیں اور جنگل کی طرف منہ کر کے دیکھنے لگیں کہ کوئی نظر آتا ہے یا نہیں تو ان کو کوئی نظر نہ آیا جس سے پانی مانگیں۔ پھر وہ صفا سے اتریں۔ جب وہ نشیب میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھا کر ایسے دوڑیں جیسے کوئی مصیبت زدہ آدمی دوڑتا ہے حتی کہ وہ کوہ مروہ پر آ کر کھڑی ہوگئیں کہ کوئی نظر آتا ہے یا نہیں۔ تو انہیں کوئی نظر نہ آیا۔ اسی طرح انہوں نے سات بار کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسی لئے لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

جب وہ آخری دفعہ کوہ مروہ پر چڑھیں تو انہوں نے ایک آواز سنی۔تو خود ہی کہنے لگیں ذرا ٹھہر کر سننا چاہیے تو انہوں نے کان لگایا، پھر آواز سنی۔ پھر کہنے لگیں اے شخص تو نے آواز تو سنا دی۔کاش کہ تیرے پاس فریادرس بھی ہو تو آپ علیہ السلام نے ایک فرشتہ کو مقام زمزم میں دیکھا۔

چشمہ زمزم کا جاری ہونا: اس فرشتہ نے اپنی ایڑی ماری یا اپنا پر مارا حتی کہ پانی نکل آیا۔حضرت ھاجرہ رضی اللہ عنہا اسے روک کر حوض کی شکل میں لانے لگیں اور ہاتھ سے ادھر اُدھر کرنے لگیں اور چلو بھر کر اپنی مشک میں ڈالنے لگیں۔ان کے چلو بھرنے کے بعد پانی زمین سے ابلنے لگا۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے۔اگر وہ زمزم کو نہ روکتی بلکہ چھوڑ دیتیں یا فرمایا چلو بھر بھر کر نہ ڈالتیں تو زمزم ایک ہمیشہ رواں رہنے والا چشمہ ہوتا۔پھر فرمایا کہ انہوں نے پانی پیا اور بچہ کو بھی پلایا۔پھر ان سے فرشتہ نے کہا کہ تم اپنی ہلاکت کا خوف نہ کرو کیونکہ یہاں بیت اللہ ہوگا جس کی تعمیر یہ لڑکا اور اس کے والد کریں گے اور اللہ تعالیٰ اَپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔اس وقت بیت اللہ زمین سے ٹیلہ کی طرح اونچا تھا۔سیلاب آتے تھے تو اس کے دائیں بائیں کٹ جاتے تھے۔

قبیلہ جرھم کی آمد: حضرت ھاجرہ رضی اللہ عنہا اسی طرح رہتی تھیں یہاں تک کہ قبیلہ جرھم کے چند افراد ان کی طرف سے گزرے یا یہ فرمایا کہ جرھم کے کچھ لوگ کدا کے راستہ سے واپس آرہے تھے تو وہ مکہ کے نشیب میں اترے۔انہوں نے کچھ پرندوں کو ہوا میں چکر لگاتے ہوئے دیکھا۔تو انہوں نے کہا بے شک یہ پرندے پانی پر چکر لگا رہے ہیں حالانکہ ہمارا زمانہ اس وادی میں گذرا تو اس میں پانی نہ تھا۔انہوں نے ایک یا دو آدمیوں کو بھیجا تو انہوں نے پانی دیکھ لیا۔واپس آکر انہوں نے سب کو پانی ملنے کی اطلاع دی۔وہ سب لوگ ادھر آنے لگے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پانی کے پاس موجود تھیں۔ان لوگوں نے کہا کیا تم اجازت دیتی ہو کہ ہم تمہارے پاس قیام کریں؟ انہوں نے کہا اجازت ہے مگر پانی پر کوئی حق نہ ہوگا۔انہوں نے یہ شرط منظور کر لی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے اسے غنیمت سمجھا۔ وہ انسانوں سے اُنس رکھتی تھیں۔تو وہ لوگ مقیم ہوئے اور انہوں نے اَپنے اہل وعیال کو پیغام بھیج کر وہاں بلا لیا انہوں نے

بھی وہاں قیام کیا حتی کہ ان کے پاس چند خاندان آباد ہو گئے اور وہ بچہ بڑا ہونے لگا اور انہوں نے بنو جرھم سے عربی سیکھ لی اور خود ان کی حالت بھی معلوم کر لی۔جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بالغ ہوئے تو انہوں نے اَپنے قبیلہ کی ایک عورت عمارہ بنت سعد سے نکاح کر لیا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا مکہ معظّمہ تشریف لانا: جب حضرت ھاجرہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں ان کو حجر (حطیم) میں دفن کیا گیا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام اَپنے چھوڑے ہوؤں کو دیکھنے کے لئے اسماعیل علیہ السلام کے بعد تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا۔ان کی بیوی سے معلوم کیا تو اس نے کہا کہ وہ ہمارے لیئے خوراک تلاش کرنے گئے ہیں۔

پھر حضرت ابرھیم علیہ السلام نے اس سے حالات معلوم کیئے تو اس عورت نے کہا ہمارے حالات اچھے نہیں اور ہم بڑی تنگی اور پریشانی میں ہیں, گویا انہوں نے ابراھیم علیہ السلام سے شکوہ کیا۔ابرھیم علیہ السلام نے کہا کہ تم اَپنے شوہر کو میرا اسلام دینا اور کہنا کہ وہ اَپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔جب اسماعیل علیہ السلام واپس آئے گویا انہوں نے انس کے آثار پائے تو کہا کیا تمہارے پاس کوئی آدمی آیا تھا؟ بیوی نے کہا ہاں ایسا ایسا ایک بوڑھا آیا تھا اس نے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتا دیا اور پھر اس نے نے ہمارے حالات سے دریافت کیا تو میں نے بتا دیا کہ ہم تنگی اور تکلیف میں ہیں۔اسماعیل علیہ السلام نے کہا انہوں نے کچھ پیغام دیا ہے؟ کہا ہاں مجھ کو حکم دیا تھا کہ تمہیں ان کا سلام پہنچا دوں اور وہ کہتے تھے کہ تم اَپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے تمہیں جدا کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا تم اَپنے گھر چلی جاؤ۔پھر انہوں نے اس کو طلاق دے دیا اور قبیلہ جرھم کی ایک دوسری عورت سامہ سے نکاح کیا۔کچھ مدت کے بعد ابراھیم علیہ السلام پھر آئے اور اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا ان کی بیوی کے پاس گئے اور اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا وہ ہمارے لیئے خوراک تلاش کرنے گئے ہیں ابراھیم علیہ السلام نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے اور ان سے بسر اوقات معلوم کی۔اس نے کہا ہم اچھی حالت اور فراخی میں ہیں اور اللہ کی تعریف کی۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہاری غذا کیا ہے تو انہوں نے کہا پانی۔حضرت ابراھیم علیہ السلام نے دعا

کی کہ اے اللہ ان کے لیئے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس وقت وہاں غلہ نہیں ہوتا تھا اگر غلہ ہوتا تو اس میں بھی ان کے لیئے دعا کرتے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کوئی شخص مکہ کے سوا کسی اور جگہ گوشت اور پانی پر گذارہ نہیں کرسکتا تھا۔ صرف گوشت اور پانی مزاج کے موافق نہیں آسکتا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کہا جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان کو میرا اسلام دینا اور یہ حکم دینا کہ اَپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو انہوں نے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ بیوی نے کہا ایک بزرگ خوبصورت پاکیزہ سیرت آئے تھے اور انہوں نے مجھ سے آپ علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تھا تو میں نے بتادیا پھر مجھ سے ہماری بسر اوقات کے متعلق پوچھا تھا تو میں نے بتادیا کہ ہم بڑی اچھی حالت میں ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ وہ تمہیں کوئی حکم دے گئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ وہ آپ علیہ السلام کو سلام کہہ گئے اور کہا کہ اَپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ سے تم مراد ہو گویا انہوں نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنی زوجیت مین رکھوں۔

تعمیر خانہ کعبہ اور دعا مانگنا: حضرت ابراھیم علیہ السلام کچھ مدت کے بعد پھر آئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زمزم کے قریب ایک درخت کے سائے میں بیٹھے دیکھا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو ان کی طرف بڑھے اور دونوں نے ایسا معاملہ کیا جیسے والد لڑکے سے اور لڑکا والد سے کرتا ہے۔ (ایک دوسرے کو بڑی محبت کے ساتھ ملے)۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کہا اے اسماعیل اللہ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا گیا ہے انہوں نے عرض کیا کہ آپ اَپنے حکم کے مطابق عمل کیجیئے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام بولے کیا تم میرا ہاتھ بٹاؤ گے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا ہاں میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں بیت اللہ بنانے کا حکم دیا ہے اسی دوران آپ علیہ السلام نے ایک اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے اردگرد ان دونوں نے کعبہ کی دیواریں بلند کیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراھیم علیہ السلام تعمیر کرتے تھے حتیٰ کہ جب دیواریں اونچی ہوگئیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر اٹھالائے (کھڑے ہونے کے لیئے) حضرت اسماعیل علیہ السلام نے وہ پتھر حضرت ابراھیم علیہ السلام کے لیئے رکھ دیا حضرت ابراھیم علیہ

السلام اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام انہیں پتھر دیتے تھے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورۃ البقرہ ۱۲۷) اور دونوں یہ دعا کرتے تھے کہ اے پروردگار ہم سے یہ کام قبول فرما بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔ پھر دونوں تعمیر میں لگے رہے اور کعبہ کے اردگرد طواف کر کے یہ کہتے جاتے اے ہمارے رب ہم سے یہ کام قبول فرما بیشک تو سننے والا جاننے والا ہے (بخاری کتاب الانبیاء)

حضرت اسماعیل علیہ السلام: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (سورہ مریم ۵۴،۵۵)۔ ترجمہ: اور ذکر کیجئے کتاب میں اسمٰعیل کا بے شک وہ وعدہ کے سچے تھے اور رسول (اور) نبی تھے اور وہ حکم کیا کرتے تھے اَپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا اور اَپنے رب کے نزدیک بڑے پسندیدہ تھے۔

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسماعیلؑ کو نبی اور رسول فرمایا ہے تو ان دونوں کے درمیان نسبت تساوی ہے كُلُّ رَسُوْلٍ نَبِيٌّ اور كُلُّ نَبِيٍّ رَسُوْلٌ (نبراس) (نبی اور رسول میں کیا فرق ہے اس کے علاوہ تین اور مذہب ہیں) حضرت اسماعیل علیہ السلام ان لوگوں کی طرف نبی اور رسول تھے جو آپ علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھے۔

اور اس وقت قبیلہ جرھم اور قبیلہ عمالقہ پورے عرب میں پایا جاتا تھا اور ان کو دعوت اسلام فرماتے تھے۔

صحابہ اور ائمہ کے صحیح قول کے مطابق حضرت اسماعیل، ہی ذبیح اللہ تھے۔ اور حضرت اسماعیل، حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے تھے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ عدنان اور حضرت اسماعیل کے درمیان کتنی پشتیں تھیں اس میں متعدد اقوال ہیں۔ اور سیرت کی اکثر کتابوں میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کا سلسلہ نسب شریف جناب عدنان تک ہی بیان کیا گیا ہے جیسا کہ امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ مگر سیرت ابن ھشام میں ابوبکر محمد بن اسحاق (متوفی ۱۸۱ھ) کے حوالہ سے حضرت عبداللہ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک تمام اباء کرام کے اسماء لکھے ہیں۔ عدنان سے حضرت اسماعیل بن ابراھیم تک پھر حضرت ابراھیم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک اور حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت اٰدم علیہ السلام تک اختلاف ہے۔ اور اس میں کمی زیادتی بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا (سورہ فرقان ۳۸)۔ اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں یعنی بہت سی امتیں اور پشتیں ہیں (واللہ اعلم)۔

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماعیل رحمہ اللہ وبرکاتہ ایک سوتیس برس کی عمر میں فوت ہوئے تو ان کو حضرت ہاجرہ کے ساتھ حجر (حطیم) میں دفن کیا گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایک بیٹی تھی جن کا نام نسمہ تھا اور وہ عیصو (عیص) بن حضرت اسحٰق کے نکاح میں تھیں (الروض الانف)

عربوں کی گمراہی اور بت پرستی: آپ ﷺ کی بعثت سے قبل ساری انسانیت جہالت اور بربادی کے راستے پر چل رہی تھی اور گمراہی میں غرق تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ (سورہ آل عمران ۱۶۴، سورہ جمعہ ۲)۔ ترجمہ: اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت مشرکین ان خداؤں کو پوجا کرتے تھے، جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکڑی، پتھر، سونے، چاندی وغیرہ سے بنائے ہوئے تھے، ان میں سے کچھ مؤنث (عورتوں کی شکل پر) تھے اور کچھ مذکر (مردوں کی شکل پر)۔

عمرو بن لوحی نے بت پرستی کا رواج ڈالا: آپ ﷺ کی بعثت سے تین سو برس قبل عمرو بن لحی نے دین ابراہیمی کو تبدیل کیا اور بت پرستی کو رواج دیا۔ جس کی وجہ سے لوگ بت پرستی میں مبتلا ہوئے۔ اس سے قبل لوگ دین ابراہیم پر تھے پھر ان میں کفر وشرک کی بیماری پیدا ہوئی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ بنو خزاعہ تقریباً تین سال یا بقول بعض مورخین پانچ سو سال تک خانہ کعبہ کے متولی رہے ان کے سردار عمرو بن لُحَی کی وجہ سے حجاز میں بت پرستی کی لعنت شروع ہوئی جبکہ اس سے پہلے بت پرستی کا نام ونشان تک نہ تھا عربوں میں بت پرستی کا رواج عمرو بن لحی نے ڈالا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رَاَيۡتُ عَمۡرَو بۡنَ عَامِرٍ الۡخُزَاعِيَّ (اَیۡ عَمۡرَو بۡنَ لُحَيٍّ) يَجُرُّ قُصۡبَهٗ فِي النَّارِ، كَانَ اَوَّلُ مَنۡ سَيَّبَ السَّوَائِبَ۔ میں نے عمرو بن لحی خزاعی کو جہنم کی آگ میں دیکھا، وہ اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے تھے (کہ بتوں کے نام لے کر ذبح کرتے تھے)۔

(صحیح البخاری المناقب باب قصۃ خزاعۃ حدیث: ۳۵۲۱، صحیح المسلم باب النار حدیث ۲۸۵۶)۔ اور کفار نے بہت سے بت بنا لیئے تھے لات، عزیٰ، مناۃ، ھُبُل، ذوالخلصہ، اساف، نائلہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى، وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى (سورۃ نجم ۱۹، ۲۰)۔ ترجمہ: تم مجھے

لات عزیٰ کی خبر دو اور تیسری دیوی منوٰۃ جو گھٹیا ہے۔ اور بیت اللہ شریف بھی بتوں سے محفوظ نہیں تھا۔

حضرت مجاہد بیان رحمہ اللہ کرتے ہیں مجھے میرے غلام نے بتایا کہ اس کے گھر والوں نے اسے ایک پیالہ دے کر اپنے باطل معبودوں کے پاس بھیجا۔ اس پیالے میں مکھن اور دودھ تھا۔ وہ غلام کہتا ہے ان معبودوں کے خوف کی وجہ سے میں نے وہ مکھن نہیں کھایا۔ وہ مزید بیان کرتا ہے۔ اسی دوران ایک کتا وہاں آیا اور اس نے وہ مکھن کھا لیا اور دودھ پی لیا اور پھر اس بت کے اوپر پیشاب بھی کر دیا۔ (روای کہتے ہیں) وہ بت اساف اور نائلہ تھے (سنن دارمی)۔

ہارون (نامی راوی) بیان کرتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص سفر پر روانہ ہوتا تو وہ اپنے ساتھ چار پتھر لے جاتا تھا جن میں سے تین پتھر چولہے کے طور پر استعمال کرنے کے لیے ہوتے تھے اور چوتھے کی وہ عبادت کرتا تھا (زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھنے والا شخص) اپنے کتے کی پرورش کرتا تھا اور اپنی اولاد یعنی بیٹیوں کو دفن کر دیتا تھا۔ ابورجاء بیان کرتے ہیں زمانہ جاہلیت میں ہمارا یہ حال تھا کہ جب ہم کسی خوبصورت پتھر کے پاس پہنچتے تو ہم اس کی عبادت کرنے لگتے تھے اور اگر ہمیں کوئی پتھر نہ ملتا تو ہم ریت کا ایک ٹیلہ بنا لیتے اور پھر زیادہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی کو لا کر اس ٹیلے پر کھڑا کرتے۔ ہم اس اونٹنی کا دودھ اس ٹیلے پر دوہ لیتے اور پھر اسے سیراب کرتے پھر جب تک ہم اس مقام پر رہتے اس کی عبادت کرتے (مقدمہ سنن دارمی)۔

عیسائی خدا کو ایک ماننے کے باوجود خدا کا ایک بیٹا (عیسیٰ علیہ السلام کو) مانتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی روح القدس کو بھی خدائی میں حصہ دار بناتے تھے۔ یہودی بھی ایک خدا کا دعوی کرتے تھے مگر ان کا خدا بھی ایک بیٹے (عُزَیر) تھا۔ ان کے علاوہ مجوسی آگ کی اور صابئی ستاروں کو پوجا کرتے تھے۔ فرشتوں اور جنوں کو خدا مانتے، گویا کہ عالمگیر بت پرستی پائی جاتی تھی۔ شراب خوری، بدکاری، قمار بازی، سودخوری، چوری، سفاکی و بے رحمی، لوٹ مار اور لوگ جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور کفر کے ہر طرف اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ معمولی معمولی باتوں پر لڑتے، اور ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے، اوہام پرستی، کہانت جیسے کاموں میں مشغول رہتے۔ ساری دنیا فسق و فجور اور فساد کی تصویر بنی ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِى النَّاسِ لِيُذِيۡقَهُمۡ بَعۡضَ الَّذِىۡ عَمِلُوۡا لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ (سورہ روم ۴۱)۔ ترجمہ: خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا۔ تاکہ خدا ان کو ان کے بعض عملوں کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (سورہ آل عمران ۱۰۳)۔ترجمہ: اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت (جو اس نے) تم پر فرمائی جب کہ تم تھے (آپس میں ایک دوسرے کے) دشمن پس اس نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں تو تم بن گئے اس کے احسان سے بھائی بھائی، اور تم (کھڑے) تھے دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تو اس نے بچا لیا تمہیں اس (میں گرنے) سے، یونہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیتیں تا کہ تم ہدایت پر ثابت رہو۔

بیٹیوں کی پیدائش پر ناخوش ہوتے تھے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ۔ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (سورہ نحل ۵۸،۵۹)۔ترجمہ: اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم و غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ اس عار کے باعث جس کی اسے بشارت دی گئی لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ (سوچتا ہے) کیا اپنی توہین کے باوجود اسے باقی رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے؟ آگاہ رہو! بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (سورۃ الزخرف ۱۷)۔ترجمہ: اور جب ان میں سے کسی کو اس (بیٹی کی پیدائش) کی بشارت دی جاتی ہے جس کی اس نے رحمن کے لیے مثال بیان کی تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے جبکہ وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔

بیٹیوں کو زندہ در گور کر دینا: بیٹیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے اسی لئے قیامت کے دن زندہ در گور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ۔ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (سورہ تکویر ۸،۹)۔ترجمہ: اور جب زندہ در گور کی گئی بچی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی۔ حضرت وضین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! ہم جاہلیت میں مبتلا لوگ تھے اور بتوں کے پجاری تھے۔

ہم اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ میری ایک بیٹی تھی جب وہ کچھ بڑی ہوئی تو جب بھی میں اسے بلاتا تو وہ میرے بلانے پر خوش ہوتی تھی۔ ایک دن میں نے اسے بلایا وہ میرے پیچھے آئی میں چلتا ہوا اپنے گھر کے کنویں کے پاس آ گیا جو زیادہ دور نہیں تھا۔ میں نے اس بچی کا ہاتھ پکڑا اور اسے کنویں میں پھینک دیا اس نے مجھ سے آخری بات یہ کہی اے ابا جان! اے ابا جان! (روای کہتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونے لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے حضرات میں سے ایک صاحب نے اس شخص سے کہا تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غمگین کر دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صاحب سے کہا رہنے دیں۔ اس نے وہ بات دریافت کی ہے جسے اہم سمجھا ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے کہا اپنی بات میرے سامنے دوبارہ بیان کرو۔ اس شخص نے دوبارہ بیان کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونے لگے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک پر گرنے لگے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں جو کام کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں درگزر کر دیا ہے۔ اب تم نئے سرے عمل کا آغاز کرو (سنن دارمی)

اولاد کو قتل کرنا اور عورتوں سے ظالمانہ سلوک کرنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ (سورہ انعام ۱۵۱)۔ترجمہ: اور تم اپنی اولاد کو تنگدستی کے (ڈر سے قتل نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (سورہ بنی اسرائیل ۳۱)

ترجمہ: اور تم اپنی اولاد کو غریبی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ لوگ عورتوں کو کوئی عزت نہ دیتے بلکہ جانوروں کی طرح ان سے سلوک کرتے تھے۔ اور ان کو وراثت سے محروم کر دیتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ عورتوں کے حق میں فرماتا ہے لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (سورہ نساء ۷)۔ترجمہ: مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار اس ترکہ سے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر ہے۔ جب عورت کا شوہر مر جاتا تو اس کا بیٹا اسے نکاح کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيْلًا (سورہ نساء ۲۲)۔ترجمہ: اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو گزرا وہ بیشک بے حیائی اور غضب

کا کام ہے اور بہت برا راہ ہے۔ اور اسی طرح بعض چیزوں کو حلال قرار دیتے اور بعض کو حرام۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (سورۃ النحل ۱۱۶)۔ ترجمہ: اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔

مشرکین کی جہالت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم عربوں کی جاہلیت سے آگاہی حاصل کرنا چاہو تو سورۃ انعام کی آیت ۱۳۰ کے بعد آیات پڑھو۔ ان آیات میں عربوں کی بت پرستی اور معاشرے میں اس کے مہلک اثرات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ عربوں میں دین ابراہیمی کی چند باتیں ہی باقی رہ گئیں تھیں، مثلاً: بیت اللہ کی تعظیم طواف، حج، عمرہ، وقوف عرفات و مزدلفہ اور حرم میں قربانی کے جانور بھیجنا وغیرہ، اگرچہ ان عبادات میں بھی وہ اپنی طرف سے بہت سی بدعات ملا چکے تھے، مثلاً بنو کنانہ اور قریش حج و عمرہ میں لبیک یوں کہتے: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ۔ حاضر ہوں اے اللہ! تیرے حضور حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک جو تیرا اپنا ہے۔ تو اس کا اور اس کی تمام مملوکہ اشیاء کا مالک ہے۔

اور مشرکین کے کئی فرقے تھے، فرقہ معطلہ، فرقہ دھریہ، آخرت کا منکر، رسالت کا منکر، تناسخ کے قائل، آتش پرست بتوں کے نام پر جانور ذبح کرتے (اللہ کے بجائے بتوں کا نام لے کر ذبح کرتے تھے)۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (سورہ مائدہ ۳)۔ ترجمہ: وہ جانور بھی حرام ہیں جو بتوں کے نام پر ذبح کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (سورہ انعام ۱۲۱)۔ ترجمہ: اس جانور کا گوشت مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ اور بتوں کا قرب حاصل کرنے کے لئے کھانے پینے کی چیزوں اور اپنی کھیتی اور چوپائے کی پیداوار کا ایک حصہ بتوں کے لیے خاص کر دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کی جہالت کا ذکر یوں فرماتا ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (سورۃ الانعام ۱۳۶)

ترجمہ: اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے ان میں اسے ایک حصہ دار ٹھہرایا تو بولے یہ اللہ کا ہے ان خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا تو وہ جو ان کے شریکوں کا ہے وہ تو خدا کو نہیں پہنچتا اور جو خدا کا ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچتا ہے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

بتوں کے تقرب کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ مشرکین کھیتی اور چوپائے کے اندر مختلف قسم کی نذریں مانتے تھے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کفار کی جاہلانہ رسومات کا قرآن مجید میں اس طرح ذکر فرماتا ہے وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (سورۃ الانعام ۱۳۸)۔ ترجمہ: اور بولے یہ مویشی اور یہ کھیتی روکی ہوئی ہے اسے وہی کھائے جسے ہم چاہیں اپنے جھوٹے خیال سے اور کچھ مویشی ہیں جن پر چڑھنا حرام ٹھہرایا اور کچھ مویشی کے ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے، یہ سب اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ عنقریب وہ انہیں بدلے دے گا ان کے افتراؤں کا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (سورۃ الانعام ۱۳۹)۔ ترجمہ: اور بولے جو ان مویشیوں کے شکموں میں ہے وہ نرا ہمارے مردوں کے لئے اور حرام ہے ہماری بیویوں پر، اور اگر وہ مرا ہوا (پیدا) ہو تو پھر وہ سب (مرد و زن) اس میں حصہ دار ہیں۔ اللہ جلدی بدلہ دے گا انہیں ان کے اس بیان کا۔ بے شک وہ حکمت والا، علم والا ہے۔

مشرکین اپنی طرف سے بعض جانوروں کو حرام قرار دے دیتے تھے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کا رد فرماتا ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (سورۃ المائدہ ۱۰۳)۔

ترجمہ: اللہ نے جانوروں میں کوئی بحیرہ نہیں بنایا اور نہ سائبہ وصیلہ اور نہ حامی مگر یہ کافر جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان تراشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان جانوروں کو حرام نہیں کیا مشرکین نے بحیرہ سائبہ وصیلہ حامی حرام ٹھہرائے اور ان کو اپنے بتوں کے لئے نام زد کیا اور ان سے نفع حاصل کرنے کو حرام قرار دیا اور یہ محض اللہ تعالیٰ پر افترا ہے۔

مشرکین اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے: مشرکین بت پرستی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ** (سورہ عنکبوت ۶۱)۔ ترجمہ: اور بلاشبہ اگر آپ ﷺ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے تخلیق کیا اور شمس وقمر کو کس نے مسخر کیا؟ تو وہ ضرور یہی کہیں گے اللہ نے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ** (سورہ عنکبوت ۶۳)۔ ترجمہ: اور البتہ اگر آپ ﷺ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمان پانی نازل کیا، پھر کس نے زمین کو اس کی موت (ویرانی) کے بعد زندہ کیا تو وہ ضرور یہی کہیں گے اللہ نے۔ اور مشرکین تقرب کے لئے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے **مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى** (سورۃ الزمر ۳)۔ ترجمہ: ہم ان کی عبادت محض اس لیے کر رہے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے بتوں کی بیچارگی کا رد فرماتا ہے **وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ** (سورہ یونس ۱۸)۔ ترجمہ: یہ مشرکین اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نفع پہنچا سکیں نہ نقصان اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ مشرکین کی خرابیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ خدا تعالیٰ کی ذات وصفات میں تشبیہ کے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ کو جسمانی جان کر اس کے لئے حقیقۃً جسم اور مکان اور اعضا ثابت کرتے تھے اور اس کے لئے متناہی قدرت وطاقت مانتے تھے کہ وہ آسمان وزمین پیدا کر کے تھک گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ رد فرماتا ہے **وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ** (سورۃ ق ۳۸)۔ ترجمہ: ہم نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں اور ہمیں تھکن نے چھوا تک نہیں۔

مؤحدین وحنفاء: اس جاہلیت کے دور میں دین ابراہیمی پر چلنے والے لوگوں کا ایک گروہ تھا جن کو موحدین کہتے

ہیں۔ اور وہ نبی کریم ﷺ کے منتظر تھے ان کی تعداد زیادہ نہیں تھی ان میں بعض کے نام یہ ہیں (۱) زید بن عمرو بن نفیل۔ (۲) قُس بن ساعدالایادی، (۳) عامر عدوانی، (۴) قیس بن عاصم تمیمی، (۵) عفیف بن مکرب، (۶) ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی، (۷) امیہ بن ابی صلت بن عوف ثقفی، (۸) لبید بن ربیعہ عامر کلابی جعفر وغیرہ تھے۔ اور سب مؤحدین وحنفاء کے امام محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ تھے۔

بعثت رسول ﷺ کی حکمت اور ضرورت: اور رسولوں کے بھیجنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہیں کہ ہمارے پاس کوئی پیغام حق دینے والا نہیں آیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا** (سورۃ النساء ۱۶۵)۔ ترجمہ: (بھیجے ہم نے یہ سارے) خوشخبری دینے کے لئے اور ڈرانے کے لئے تا کہ نہ رہے لوگوں کے لئے اللہ کے ہاں کوئی عذر رسولوں کے (آنے) کے بعد اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک کہ اس قوم میں رسول بھیج کر اتمام حجت نہ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا** (سورۃ الاسراء ۱۵)۔ ترجمہ: اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ** (سورہ طہ ۱۳۴)۔ ترجمہ: کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف رسول ہم اس کی پیروی کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا** (سورہ قصص ۵۹)۔ ترجمہ: اور آپ ﷺ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں جب تک ان بستیوں کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۔ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۔ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ** (سورہ بینہ ۱ تا ۳)۔ ترجمہ: جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک وہ کفر سے باز رہنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل نہ آتی پڑھتے ہیں جن میں مستحکم آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔ اب آنے والے ابواب میں (انشاءاللہ) ھادیٔ برحق حضرت محمد مصطفی، احمد مجتبیٰ ﷺ کا ذکر خیر نہایت محبت بھرے اور سادہ انداز میں کیا جاتا ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ أُنِيبُ۔

باب دوم: آپ ﷺ کے خاندان کی شرافت وطہارت

قریش کی فضیلت: فِهْر بن مالک کا لقب قریش ہے اور قبیلہ قریش کے بہت سے مناقب بیان کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کے بارے میں ایک سورت نازل فرمائی ہے۔ لَمْ يُذْكَرْ فِيهَا أَحَدٌ غَيْرُهُمْ لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ اس میں ان کے سوا کسی اور کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور وہ سورۃ لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ. إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ. فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ (سورۃ القریش) ترجمہ: اس لئے کہ قریش کو میل دلایا ان کے جھاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں میل دلایا تو انہیں چاہیئے بندگی کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں ایک بڑے خوف سے اَمان بخشا۔

اس وقت ساری دنیا میں بدامنی پائی جاتی تھی اور کھانے پینے کی اشیاں میسر نہیں ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے قریش پر احسان فرمایا۔ اور اسی احسان کا ذکر اس سورۂ مبارکہ میں کیا جاتا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (سورہ القصص ۵۷)۔ ترجمہ: کیا ہم نے بسا نہیں دیا انہیں حرم میں جو امن والا ہے۔ کچے چلے آتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے پھل رزق ہے ہماری طرف سے۔ لیکن ان کی اکثریت کچھ نہیں جانتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (سورہ العنکبوت ۶۸)۔ ترجمہ: اور کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرمت والی زمین پناہ بنائی اور ان کے آس پاس والے لوگ اچک لئے جاتے ہیں۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے مکہ اور اہل مکہ کے لئے امن وسلامتی اور روزی کی متعدد دعائیں فرمائی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاوں کو قبول فرمایا۔ اور انہیں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا گیا۔

اور خاندان قریش کے علاوہ کسی خاندان کا نام قرآن میں نہیں آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو قریش کی زبان میں

اتارا ہے۔ اس لئے یہ ان کی شرف اور بزرگی کی دلیل ہے۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد جب مسئلہ خلافت پر بحث چلی تو مہاجرین نے کہا کہ ہم سے خلیفہ ہوگا اور انصار نے کہا کہ ہم میں سے خلیفہ ہوگا تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بطور استدلال یہ حدیث پیش کی اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ کہ خلیفہ قریش میں سے ہوگا۔ مسند امام احمد میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام اور خلیفہ قریش سے ہوں گے تو اس وقت اختلاف ختم ہوگیا تو حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ مان لیا اور اس لئے اسی طرح دوسرے خلفاء بھی قریش ہی سے تھے۔ حضرت عمر فاروق حضرت عثمان قریشی تھے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ قریشی ہاشمی مطلبی تھے۔

طہارت نسب شریف ﷺ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (سورہ انعام ۱۲۴)۔ ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔ کہ کون منصب نبوت اور رسالت کے لائق وقابل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (سورہ توبہ ۱۲۸)۔ ترجمہ: بےشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت ہی خواہش مند ہے تمہاری بھلائی کا مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے (جمال القرآن)۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے نسب شریف کی بزرگی اور تشریف آوری کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت میں أَنفَسِكُمْ کو فا کے زبر سے پڑھا ہے اور فرمایا أَنَا أَنفَسُكُمْ نَسَبًا وَصِهْرًا وَحَسَبًا. لَيْسَ فِي آبَائِي مِنْ لَدُنْ آدَمَ سِفَاحٌ كُلُّنَا نِكَاحٌ (مواھب لدنیہ) کہ میں تم سے حسب ونسب اور سسرالی رشتہ کے لحاظ سے بہتر اور زیادہ نفیس ہوں، کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے باپ داداؤں تک جو سلسلہ نسب ہے ان میں کوئی بدکار نہیں ہوا ہم سب نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے ماں باپ کبھی بھی جاہلیت کے طریقے پر ایک دوسرے سے نہیں ملے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل فرمایا جو صاف ستھرے اور مہذب تھے۔ جب بھی دو شاخیں بنیں ان میں سے سب سے بہتر شاخ میں (پیدا)

ہوا(المواھب للدنیۃ)۔

وَلَا شَكَّ اَنَّ شَرَفَ النَّسَبِ و طهارۃ المولد من شروط النبوۃ (نور الیقین، ص ۱۴)۔اور بے شک نسب کی بزرگی ولادت کی پاکیزگی نبوت کی شرطوں میں سے ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ مِنْهُ (بخاری) کہ میں اولاد آدم میں بہترین گروہ میں بھیجا گیا ہوں یکے بعد دیگر گروہ حتی کہ میں اس گروہ سے ظاہر ہوا جس میں پہلے سے تھا۔قرون قرن کی جمع ہے اس کے معنی اہل زمانہ کے ہیں اَهْلُ كُلِّ زَمَانٍ (حاشیہ شفاء)۔یعنی آپ اچھے خاندان والوں میں سے ہیں۔

قرنا فقرنا: یعنی یہ فضیلت اور شرافت یکے بعد دیگرے ہر قرن (زمانہ) کے لوگوں میں منتقل ہوتی رہی ہے یہاں تک کہ میں اس قرن (زمانہ) والوں میں ہوا جس میں ہوا۔

یہ حدیث آپ ﷺ کی فضیلت تمام بنی آدم (انسانوں) پر اور آپ ﷺ کی امت کی فضیلت تمام امتوں پر ثابت کر رہی ہے۔

علامہ مظہر الدین زیدانی (متوفی ۷۲۷ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے وفی الحدیث دلیل علی تفضیل النبی ﷺ علی غیرہ من الخلق وعلی تفضیل امتہ علی سائر الامم السابقۃ لاتباعھم ایاہ ﷺ والمراد بالبعث تقلبہ فی اصلاب آبائہ ابا فابا کانتقالہ من نابت بالنون ابن اسماعیل ثم من النضر بن کنانۃ ثم من قریش بن النضر ثم من من عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم (المفاتیح فی شرح المصابیح، ج۶ ص ۸۴)۔وللہ در القائل:

كَمْ مِنْ اَبٍ قَدْ عَلَا بِابْنٍ ذُوِيْ شَرَفٍ   كَمَا عَلَا بِرَسُوْلِ اللهِ عَدْنَانُ

بہت سے باپ ہیں جنہوں نے بیٹے کے سبب سے شرف کی بلندیوں کو حاصل کیا جیسے عدنان نے رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے بلندی پائی (شرح شفاء، ج۱ ص ۲۰۵)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اِنَّ اللهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ

هَاشِمٍ (مسلم)۔کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل میں سے بنی کنانہ کو چنا اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا اور قریش میں سے بنی ھاشم کو چنا اور مجھ کو بنی ھاشم میں سے چنا۔کہ میں ان سب سے برگزیدہ ہوں۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللهَ اصْطَفٰى مِنْ وَلَدِ وُلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ (جامع ترمذی ابواب المناقب، ج۲ ص ۲۰۱)۔اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام کی اولاد سے میں سے اسماعیلؑ کو برگزیدہ کیا۔(یہاں لفظ ولد واو کے زبر اور لام کی زبر سے اور وُلْد واو کے پیش اور لام کی جزم سے بھی پڑھا جاتا ہے مراد اولاد) کہ اللہ نے حضرت ابراھیم کی اولاد سے اسماعیل علیہ السلام کو چن لیا، حضرت ابراھیم علیہ السلام کے تیرہ (۱۳) بیٹے تھے ان سب میں سے افضل حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول تھے، آپ علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کے متعدد مقامات میں آیا ہے۔ان کو اللہ تعالیٰ نے بنی جرہم اور عمالیق کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجا تھا۔اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان میں سے نابت جو تھے ان کی اولاد پورے عرب میں پھیلی تھی۔اور مختلف مقامات پر آباد ہو گئے تھے۔اور جناب عدنان حضرت اسماعیل کے بڑے بیٹے نابت کی اولاد سے تھے (سیرۃ ابن ھشام) بعض نے کہا ہے کہ حضرت اسماعیل کے دوسرے بیٹے قیدار کی اولاد سے عدنان تھے۔(اسوۃ الرسول، ج۱ ص ۴۸۹، ارض القرآن)۔پہلا قول زیادہ مشہور ہے پھر اسماعیل علیہ السلام کے بعد آپ کے بڑے بیٹے نابت خانہ کعبہ کے متولی بنے۔ نابت کی وفات کے بعد قبیلہ جرہم کے لوگ تولیت کعبہ پر قابض ہو گئے جب انہوں نے ظلم کئے تو چند قبیلوں نے مل کر ان کو مکہ سے نکال دیا، جاتے وقت یہ لوگ کعبہ کا خزانہ زم زم میں ڈال کر زمزم کو بند کر کے اور اس کا نشان مٹا کر چلے گئے تھے پھر کعبہ کی تولیت بنو خزاعہ کے قبضہ میں آ گئی تقریبا تین چار سو سال تک یہ لوگ اس مقدس گھر کے متولی رہے۔ اس زمانہ میں خانہ کعبہ پورا بت خانہ بن گیا تھا۔پھر قصی بن کلاب نے خزاعی سے تولیت لے لی پھر کعبہ کی تولیت اسی خاندان میں رہی۔نبی کریم ﷺ کی ولادت کے زمانہ میں جناب عبد المطلب سب قریش کے سردار اور کعبہ شریف کے متولی تھے۔

نسب نبوی شریف: (سیدنا) اَبُو الْقَاسِمِ مُحَمَّدٌ (ﷺ) بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ

عَبۡدِ مَنَافِ بۡنِ قُصَیِّ بۡنِ کِلَابِ بۡنِ مُرَّۃَ بۡنِ کَعۡبِ بۡنِ لُؤَیِّ بۡنِ غَالِبِ بۡنِ فِھۡرِ بۡنِ مَالِكِ بۡنِ النَّضۡرِ بۡنِ کِنَانَۃَ بۡنِ خُزَیۡمَۃَ بۡنِ مُدۡرِکَۃَ بۡنِ اِلۡیَاسَ بۡنِ مُضَرَ بۡنِ نِزَارِ بۡنِ مَعَدِّ بۡنِ عَدۡنَانِ (بخاری کتاب مناقب الانصار باب مبعث النبی)۔

ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا اَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ عَبۡدُ اللّٰہِ اِبۡنُ عَبۡدِ الۡمُطَّلِبِ (ترمذی) کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔

نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد کا ذکر: نبی کریم ﷺ کے جن آباؤ اجداد اور اسلاف کا ذکر اس نسب نامہ شریف میں کیا گیا ہے ان کا مختصر سا تعارف صاحب روضۃ الاحباب کی تحریر کردہ ترتیب کے مطابق پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت اسماعیلؑ کے بارہ (۱۲) بیٹے تھے اُن میں سے قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اور بہت پھیلی۔ ان کی اولاد میں سے عدنان تھے۔ علامہ سُہیلی نے الروض الانف میں بہت سے تاریخی حوالوں اور شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ عدنان سے لے کر حضرت اسماعیل تک کئی پشتوں کا فاصلہ ہے (سیرت النبی)۔ بعض دیگر حضرات نے لکھا ہے کہ عدنان حضرت اسماعیل کے بیٹے نابت کی اولاد سے ہیں نہ کہ قیدار کی اولاد سے۔ سیرت سرورِ عالم میں ہے کہ عدنان حضرت اسماعیل کے بڑے بیٹے نابت کی اولاد سے تھا (ج ۲ ص ۷۴) واللہ اعلم۔ بہر حال یہ یقینی بات ہے کہ جناب عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اولاد سے تھے۔

علامہ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں لکن لا خلاف بین اھل النسب وغیرھم من علماء اھل الکتاب ان عدنان من ولد اسماعیل نبی اللہ وھو الذبیح علی الصحیح من قول الصحابۃ والائمۃ واسماعیل بن ابراھیم خلیل الرحمن علیہ افضل الصلاۃ والسلام وقد اختلف فی کم اب بینھما علی اقوال (الفصول فی سیرۃ الرسول ۸۷)۔ کہ اہل علم کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

علامہ محمد زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ فرماتے ہیں ان عدنان اول من وضع انصاب الحرم واول من کسا الکعبۃ (زرقانی، ج ۱ ص ۱۵۰)۔ کہ عدنان وہ پہلا شخص ہے جس نے حرم کے نشان لگائے تھے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا تھا۔

عدنان کی اولاد: معد، عک، حارث اور مذہب عدنان کے بیٹے تھے۔ اور عدنان کے نام پر عدن شہر آباد ہوا۔ جناب عدنان کس زمانہ میں ہوئے ہیں؟ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔

عدنان: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ اول عمارہ بنت سعد بن اسامہ بن اکیل خاندان عمالقہ سے تھیں ان کو حضرت ابراھیم علیہ السلام کے حکم سے ناشکری کی بنا پر طلاق دے دی تھی پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سیدہ بنت مضاض بن عمرو جرھمی سے نکاح کیا تھا (تاریخ ابن خلدون)۔ بعض نے لکھا ہے کہ ان کا نام ھالہ بنت حارث بنت مضاض بن عمرو جرھمی تھا۔ بعض نے آسیہ بنت مضاض بھی کیا ہے۔ واللہ اعلم

معدُ بن عدنان: یہ عدنان کے بیٹے تھے۔ اور معد کو معد اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے خلاف جنگ و جدال کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جس کے ساتھ بھی جنگ آزما ہوئے ہمیشہ کامیاب و کامران واپس لوٹتے۔

علامہ محمد بن عبدالباقی مَعَدّ کی وجہ تسمیہ کے متعلق لکھتے ہیں لِاَنَّہٗ کَانَ صَاحِبُ الۡحُرُوۡبِ وَ الۡغَارَاتِ عَلٰی بَنِیۡ اِسۡرَائِیۡلَ وَلَمۡ یُحَارِبۡ اَحَدًا، لَّیَرۡجِعُ بِالنَّصۡرِ وَالظَّفۡرِ وَ کُنۡیَتُہٗ اَبُوۡ قَضَاعَۃِ وَقِیۡلَ اَبُوۡ نَزَارٍ (زرقانی، ج ۱ ص ۱۵۰) کیونکہ وہ بہت جنگ کرنے والے اور بنی اسرائیل پر غارت کرتے تھے اور انہوں نے کسی سے جنگ نہیں کی البتہ وہ مدد اور کامیابی کے ساتھ لوٹتے تھے۔ اور ان کی کنیت ابو قضاعہ تھی اور کہا گیا ابو نزار تھی۔ اور مَعَد کے چار بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں قضاعہ، نزار، قُنص اور آیاد۔

نزار بن معد: ان کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے مضر کہا جاتا ہے سب سے پہلے انہوں نے شعر کہنے شروع کئے کیونکہ ان کی آواز بہت اچھی تھی۔ آپ کی والدہ سودہ بنت عک ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ حبیبہ بنتِ عک ہے۔ آپ بہت خوبصورت ہونے کے علاوہ بڑے خوش آواز تھے اور بہت خوش حال بھی تھے اور حدی خواں بھی تھے اسی لئے آپ کو پہلا حدی خواں کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ربیعہ اور مضر کو برا مت کہو کیونکہ وہ دونوں مومن تھے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ مضر کو برا مت کہو کیونکہ وہ دونوں مؤمن تھے اور وہ حضرت اسماعیل کے دین پر تھے۔ اور مضر کے دو بیٹے تھے الیاس اور عیلان۔

لفظ مُضَرُ میم کی پیش اور صاد کی زبر کے ساتھ غیر منصرف ہے۔ ایک تو اس میں علم ہے اور دوسرا عدل۔

ابوعبیدہ بکری کہتے ہیں کہ مضر کی قبر روحاءَ کے مقام پر ہے اور زیارت گاہ ہے۔ روحاء کا مقام مدینے سے دورات کی مسافت پر ہے (سیرت حلبیہ)۔ ان کا اصلی نام عمرو تھا اور ان کی ابوالیاس کنیت تھی۔ مضر اُن کا لقب تھا۔ مضر ماضر سے مشتق ہے جسکے معنی ترشی کے ہیں۔ اور ترشی آپ کو بہت مرغوب تھی اس لئے مضر کے نام سے مشہور ہوئے (زرقانی)۔

مضر بن نزار: یہ مَعدّ کے بیٹے تھے جب ان کی ولادت ہوئی اور ان کے والد نے دونوں آنکھوں کے درمیان وہ نورِ نبوت چمکتا دیکھا جو پشت در پشت نقل ہوتا چلا آ رہا تھا تو ان کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ آپ نے کثیر تعداد میں اونٹ جمع کر کے پر تکلف دعوت وطعام کا اہتمام کیا جس پر بہت زیادہ پیسہ خرچ ہوا۔ اس کے باوجود کہا کہ جو اللہ نے مجھ پر انعام کیا ہے اس کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی نہیں۔ اسی وجہ سے اس مولود مسعود کا نام نزار مشہور ہو گیا (سبل الھدی)۔

نزار کی اولاد: ربیعہ مضر اور انمار ہے۔ اور آپ کی کنیت ابوایاد ہے یا ابوربیعہ ہے۔ آپ اپنی قوم میں فرید العصر تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ معانہ بنتِ موشم ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ان پر آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب میں شریک ہوتے ہیں (سیرت حلبیہ)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں قال ابو الفرج الاصبھانی سمی بذلك لانه كان فريد عصره (فتح الباری، ص ۱۳۱)۔ ابوفرج اصبحانی نے کہا اس کا نام نزار اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ وہ اَپنے زمانہ میں یکتا تھے۔ مدینہ منورہ کے قریب مقام ذات الجیش میں ان کی قبر ہے (سیرۃ المصطفیٰ، زرقانی)۔

الیاس بن مضر: لفظ الیاس دونوں طرح پڑھنے کی روآیتیں ہیں یعنی اِلیاس اور اَلیاس۔ یہ قبائل عرب کے سربراہ اور سردار تھے۔ اہلِ عرب انہیں سید العشیر ہ کے لقب سے ملقب کیا کرتے تھے۔ جملہ فیصلہ طلب امور ان کی خدمت میں پیش کئے جاتے۔ سب سے پہلے قربانی کا جانور لے کر بیت اللہ شریف جانے والے یہی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے لَا تَسُبُّوا الْاِلْیَاسَ فَاِنَّہٗ کَانَ مُومِنًا وَّ کَانَ فِی الْعَرَبِ مِثْلَ لُقْمَانِ الْحَکِیْمِ فِیْ قَوْمِہٖ (السیرت النبویہ)۔ الیاس کو بُرا بھلا مت کہو وہ مومن تھے۔ اہل عرب میں ان کی مثال ایسی تھی جیسے لقمان اپنی قوم میں تھے۔ آپ کے حکیمانہ کلام سے ایک نمونہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں مَنْ یَّزْرَعْ خَیْرًا یَحْصُدْ غِبْطَۃً مَنْ یَّزْرَعْ شَرًّا یَحْصُدْ نَدَامَۃً۔ جو خیر کو بوتا ہے وہ خوشی کی فصل کاٹتا ہے جو برائی کو بوتا ہے وہ ندامت کی فصل کاٹتا ہے (سبل الھدٰی)۔

الیاس کے بیٹے مدرکہ اور طابخہ قصعہ ہیں۔ ان کی والدہ خذف بنتِ عمران بن الحاف بن قضاءَ ہیں۔ مُضر کے نسب دان بیان کرتے ہیں کہ خزاعہ عمرو بن لحیِ بن قمعہ بن الیاس کی اولاد سے ہیں۔ لیکن ابن کثیر لکھتے ہیں کہ عمرو بن لحی ان میں سے ایک فرد ہے قبیلہ کا مورث اعلیٰ نہیں اور یہ خزاعہ حمیر قبیلہ سے ہے (سیرت ابن کثیر)۔

مدرکہ بن الیاس: ان کا نام عمرو ہے۔ ابن اسحاق نے عامر ذکر کیا ہے ان کے بھائی کا نام طابخہ ہے انہوں نے شکار کیا وہ گوشت پکا رہے تھے کہ ان کے اونٹ بھاگ گئے۔ عامر ان کی تلاش میں نکلے تو انہیں پالیا اور دوسرا بھائی گوشت پکاتا رہا، جب گھر گئے تو اَپنے والد سے واقع ذکر کیا، تو والد نے عامر سے کہا تم مدرکہ ہو ان کے بھائی سے کہ تم طابحہ ہو۔ پھر دونوں اسی ناموں سے مشہور ہو گئے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مدرکہ کے دو بیٹے خزیمہ اور ہزئیل ہیں ان کی والدہ قضاعی خاتون ہے۔ مدرکہ میم کی پیش را کی زیر اور کاف کی زبر سے ہے۔ اور آخر ھا مبالغہ کی ہے: بہت پانیوالا ادراک کرنیوالا۔ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور ادراک سے منقول ہے۔ یہ ان کا لقب ہر قسم کی عزت باعث فخر کی باتیں حاصل کرنے کی وجہ سے دیا گیا ہے جو ان کے آباء میں تھیں۔ اور ان میں نورِ مصطفی ظاہر اًروشن تھا اور ان کا نام عمر ہے جمہور کے نزدیک یہی زیادہ صحیح ہے۔

خُزَیْمَۃُ بن مدرکہ: یہ خَزْیمَۃ کی تصغیر ہے اس کا واحد خزم ہے اور خزم وہ درخت ہے جس کی کھال سے رسیاں بنائی جاتی ہیں۔ یہ بڑے فضائل اور مکارم اخلاق کے مالک تھے اور ان کی وفات ملتِ ابراھیمی پر ہوئی۔ خزیمہ کے بیٹوں کے نام کنانہ، اسد اور ہون تھے اور بقولِ طبری عامر، حارث، نضیر، غنم، سعد، عوف، جرول، حران اور غزوان (سیرت ابن کثیر)۔ ان کی والدہ کا نام سلمٰی بنتِ اسلم تھا۔ ان کے سگے بھائی کا نام ھذیل تھا ماں کی طرف سے بھی ایک بھائی تھا جسکا نام تغلب بن حلوان تھا۔ قَالَ اِبْنِ عَبَّاس مَاتَ خُزَیْمَۃُ عَلٰی مِلَّتِ اِبْرَاھِیْمِ (زرقانی ج ۱ ص ۱۴۷) حضرت ابنِ عباس نے فرمایا کہ حزیمہ ملت ابراھیمی پر فوت ہوئے تھے۔

کنانہ بن خزیمہ: کنانہ تیروں کے ترکش کو کہتے ہیں جو چمڑے سے بنایا جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابوالنضر ہے اور آپ کی والدہ عوانہ بنتِ سعد بن قیس ہیں۔ جس طرح ترکش تیروں کو اَپنے اندر چھپا لیتا ہے اسی طرح انہوں نے بھی

اپنی ساری قوم کو اپنے جود و کرم کے دامن میں چھپالیا تھا۔اس لئے ان کا یہ نام مشہور ہوا (سبل الھدیٰ)۔عرب میں بڑے جلیل القدر سمجھے جاتے تھے۔ان کے علم وفضل کی وجہ سے دور دراز سے لوگ مستقل ان کی زیارت کے لئے سفر کر کے آتے تھے (سیرۃ المصطفیٰ، زرقانی)۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ کنانہ کو چن لیا تھا۔کنانہ بذاتِ خود بڑی شان والے تھے اور لوگ ان کی فضیلت و بزرگی کی وجہ سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور ان کا احترام کرتے تھے (زرقانی) کنانہ کی اولاد نضر، مالک (ملک) عبد مناۃ اور ملکان ہے۔بعض نے لکھا ہے کہ عمر جشی اور عامر بھی کنانہ کے بیٹے ہیں۔ان کے جو اقوال نقل کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اکثر ظاہری صورت باطن کے خلاف ہوتی ہے جو اپنے حسن کی وجہ سے دھوکہ دیتی ہے لیکن ان کے نتائج کی برائی معلوم ہو جاتی ہے اس لئے ظاہری صورت سے بچو اور حقیقت کی تلاش کرو (سیرت حلبیہ)۔

نَضۡرَ بن کنانہ: ان کا نام قیس تھا اور یہ بہت خوبصورت تھے اس لئے انہیں نضر کہتے ہیں۔نضر کا معنی سرخ سونا ہے۔ان کی والدہ برّہ بنت مراد بن طابخہ یاس بن مضر ہے۔نضر کی کنیت ابو یخلد ہے۔ابن ھشام کا بیان ہے کہ نضر ہی قریش ہے۔جو ان کی اولاد سے ہے وہ قریشی ہے اور جو ان کی اولاد میں سے نہیں وہ قریشی نہیں ہے۔

مالک بن نضر: ان کی کنیت ابوالحارث ہے اور والدہ عاتکہ بنت غزوان ہے۔بعض نے لکھا ہے کہ عاتکہ نام تھا اور عکرشہ لقب تھا۔مالک کے بیٹے فِہر ہیں اور ان کی والدہ کا نام جذلہ بنتِ حارث بن مضاض ہے۔دوسرے بیٹے کا نام حرب ہے اور اس کی اولاد مطیبین کہلائی (رحمۃ اللعالمین) سُمِّيَ مَلِكًا لِاَنَّهٗ كَانَ مَلِكُ الْعَرَبِ (زرقانی)۔ان کا نام مالک اس لئے ہے کہ یہ عرب کے بادشاہ تھے۔

فِهر بن مالک: قریش فہر کا نام یا لقب ہے۔محققین کہتے ہیں کہ قریش دراصل المضر کے پوتے اور مالک بن النضر کے بیٹے فہر کا لقب تھا (سیرت سرورِ عالم، ص ۷۹، ج ۲)۔فہر کا نام قریش ہے اور قریش کی نسبت ان ہی کی طرف ہوتی ہے اور جو ان سے اوپر ہیں وہ کنانی ہیں قریشی نہیں صحیح قول کے مطابق (مواہب لدنیہ)۔صاحب حدائق الانوار (ص ۸۹) پر رقمطراز ہیں وَبُطُوْنُ قُرَيْشٍ هُمْ وُلْدُ نَضْرِ بْنِ كِنَانَةَ وَهُمْ قَوْمُهُ الَّذِيْنَ شَرَّفَهُمُ اللّٰهُ بِهٖ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ (سورہ زخرف ۴۳) کہ بطون قریش نضر بن کنانہ ہیں اور یہ رسول

اللہ ﷺ کا خاندان ہے جس کو اپنے اس قول میں شرف بخشا اور بیشک وہ (قرآن مجید) شرف ہے تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے۔

غالب بن فہر: ان کی کنیت ابوتیم ہے ان کی والدہ لیلی بنتِ حارث بن تمیم بن سعد بن ھذیل بن مدرکہ ہیں۔ان کے بیٹے لُوئَ اور تیم ہیں (سیرت ابن کثیر) اور بنوتیم قبیلہ کے جدِّ اعلیٰ یہی تیم ہیں جو غالب کے بیٹے تھے۔

لُؤَیَّ بن غالب: لُوَیّ لَائِیٌّ کی تصغیر ہے۔جنگلی بیل کو لائی کہتے ہیں۔ابن درید نے کہا کہ یہ لواء جیش سے ماخوذ ہے۔لُؤَیّ کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور بغیر ہمزہ کے بھی یعنی واؤ پر زبر کے ساتھ (لُوَیّ) اس کی تصغیر کے سبب اختلاف ہے (سیرت حلبیہ) اکثر کے نزدیک ہمزہ پڑھا جاتا ہے۔آپ کی والدہ عاتکہ بنت مخلد بن نصر بن کنانہ ہے۔کہا گیا ہے کہ آپ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمرو بن ربعیہ خزاعیہ ہے وَ كَانَ لُؤَيَّ حَلِيْمًا حَكِيْمًا نطق بالحكمة (سبل الھدی)۔لوی کو اللہ تعالیٰ نے علم اور حکمت کی صفات سے نوازا تھا۔بچپن میں ہی ایسے جملے آپ کی زبان سے نکلتے تھے جو ضرب المثل بن جایا کرتے تھے۔

لوی کے بیٹوں کے نام کعب، عامر، سامہ اور عوف تھے اور بقول ابن ھشام ان کے بیٹے حارث، سعد اور خزیمہ بھی تھے (سیرت ابن کثیر)۔

کعب بن لوی: یہ نام اس لئے ہے کہ وہ اپنی قوم پر بہت رحم دل تھے۔اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم میں بلند مقام رکھتے تھے اور ان میں صاحبِ شرافت تھے۔جیسے کعب کا مقام دوسرے قدم سے بلند ہے اسی طرح بلند مرتبہ تھے۔وہ بہت بڑے خطیب اور فصیح تھے (تفہیم البخاری) امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ کعب بن لُوَیّ کے تین بیٹے تھے جن کا نام مُرہ، عدی اور ھصیص تھا (سیرت ابن کثیر)۔یہ نبی کریم ﷺ کے اجداد کرام میں کعب بڑی ممتاز شخصیت تھی۔جمعہ کو اپنے قبیلہ قریش کو جمع کرتے اور خطاب فرماتے۔آپ کے خطابات میں سے ایک خطبہ سبل الھدیٰ میں منقول ہے جو بڑے بڑے اہم نصائح پر مشتمل ہے اور بعض نصائح سیرت حلبیہ میں منقول ہیں۔

مرہ بن کعب: مرہ کا معنی کڑوہ پن ہے اور یہ تُمَّہ کا وصف ہے اس لئے آپ کا نام رکھا گیا ہے کہ یہ نام قوت وشدت سے منقول ہے۔آپ کی والدہ مخشبہ بنتِ سفیان بن محارب بن فہر ہے اور مُرہ کے تین بیٹے تھے کلاب، تیم اور یقظہ جو

کہ مختلف بیویوں سے تھے (سیرت ابن کثیر) کتاب رحمۃ اللعالمین میں مخذوم بھی ایک بیٹے کا نام مذکور ہے۔ مُرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چھٹی پشت میں دادا ہیں اور امام مالک رضی اللہ عنہ کا اور نبی کریم ﷺ کا نسب شریف مُرہ پر جا کر ان سے مل جاتا ہے (سیرت حلبیہ)۔

کِلاب بن مرہ: ان کا نام حکیم ہے۔ انہیں شکار کرنے کا بہت شوق تھا۔ اکثر وہ کتوں سے شکار کیا کرتے تھے۔ اسی لئے ان کا لقب کلاب ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عروہ تھا۔ ان کی والدہ ہند بنت سریر بن ثعلبہ بن حارث بن فہر تھیں (عمدۃ القاری)۔ اور ان کی کنیت ابوزہرہ تھی۔ حضرت سیدہ آمنہ کے یہ تیسرے دادا تھے۔ اور یہاں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کا نسب جمع ہوجاتا ہے۔ جناب کلاب کے دو لڑکے تھے قُصیٌ اور زہرہ اور ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنتِ سعد بن دیل جدری تھا (سیرت ابن کثیر)۔ کلاب کلب کی جمع ہے۔ **واما من الکلاب جمع کلب لانہم یریدون الکثرۃ** (سبل الھدی ج ۱ ص ۲۷۶) اور یا کلاب کلب کی جمع ہے اس لئے کہ مراد کثرت لیتے ہیں۔

قُصیٌ بن کلاب: ان کا نام زید تھا۔ قصی قاص کی تصغیر ہے۔ ان کا یہ نام اس لئے تھا کہ وہ اپنی قوم سے دور چلے گئے اور اَپنے مادرزاد بھائی کے ساتھ بنی عذرہ میں رہنے لگے تھے۔ کیونکہ ان کی والدہ نے ان کے والد کی وفات کے بعد ربیعہ بن حزام بن عذرہ سے شادی کر لی تھی۔ وہ انہیں اَپنے علاقہ میں لے گئے تھے جبکہ ان کا بیٹا چھوٹا تھا۔ اس لئے ان کا نام قُصیٌ رکھا تھا پھر وہ مکہ مکرمہ واپس آ گئے جبکہ وہ بڑے ہو گئے تھے۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت سعد بن سیل بن حمالہ ہیں۔ قصی مکہ کے بزرگ تھے اور مکہ کی بھاگ ڈوران کے ہاتھ میں تھی جبکہ وہ قوم کے سردار تھے۔ سب لوگ ان کی اطاعت کرتے تھے۔ انہوں نے جھگڑے نمٹائے اور لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کرنے کے لئے ایک محل تیار کیا تھا جس کا نام دارالندوہ تھا۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کو حجون میں دفن کیا گیا۔ آپ قبیلۂ قریش کے سردار تھے اور قبیلہ قریش کے لوگوں کو جمع کرنے والے تھے اور بڑے بڑے مناصب آپ کے ہاتھ میں تھے۔ قصّی کے بیٹوں کے نام یہ ہیں: **عبد مناف، عبد الدار، عبد العزی** اور دو لڑکیاں تھیں: تخمد اور برہ اور ان کی والدہ حبّی بنت حلیل بن حبشیہ خزاعی تھی (ابن کثیر)۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ان کا نام یزید تھا اور ان کو

مجمع بھی کہا جاتا ہے (سیرت حلبیہ)۔

عبد مناف بن قصی: آپ کا نام مغیرہ اور کنیت ابو عبد شمس تھی۔ آپ بہت خوبصورت تھے اسی لئے **قَمَرَ الْبَطْحَا،** بطحا کا چاند کہا جاتا تھا۔ ابن ھشام کا بیان ہے کہ آپ کے بیٹے ھاشم، عبد شمس اور مطلب تھے اور ان کی والدہ عاتکہ بنت مرہ بن ہلال تھیں۔ نوفل ابوعمرو ابوعبیدہ کی والدہ واقدہ بنت عامر بن عبد تھیں اور آپ کی چھ بیٹیاں تھیں۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے چوتھے دادا تھے اور امام شافعی کے نویں دادا (سیرت حلبیہ)۔

ھاشم بن عبد مناف: رحمۃ للعلمین ﷺ کے دوسرے جدامجد ھاشم ہیں۔ آپ کا نام عمرو ہے اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ قحط سالی میں ثرید گوشت سے ملا کر لوگوں کو کھلایا کرتے تھے۔ آپ عبدالمناف کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ابن جریر نے ذکر کیا کہ ھاشم اور عبدالشّمس جڑواں بھائی تھے۔ جب ھاشم شکمِ مادر سے باہر آئے تو ان کا پاؤں عبدالشّمس کے سر کے ساتھ ملا ہوا تھا اور خون بہنے کے ساتھ ان کا پاؤں بھائی کے سر سے جدا ہوا۔ لوگوں نے اس سے یہ سمجھا کہ ان کی اولاد میں خون ریزی ہوگی۔ ہاشم غزہ میں فوت ہوئے تھے۔

اور جناب ہاشم بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ غرباء ومساکین اور مسافروں کے لئے ہر وقت آپ کا دسترخوان بچھا رہتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کا نور ان کی پیشانی پر ہر وقت چمکتا رہتا تھا اور جو عالم انہیں دیکھتا وہ ان کے ہاتھ چومتا اور ہر چیز ان کی تعظیم کرتی تھی۔ قبائل عرب اور وفود ان کی خدمت ہر صبح حاضر ہوتے اور یہ تمنا کرتے کہ ہماری لڑکیاں ان کی زوجیت میں آئیں۔ حتیٰ کہ ہرقل بادشاہِ روم نے کہا کہ ایک میری بیٹی ہے کہ کسی عورت نے اس جیسی حسینہ نہیں جنی اس کے ساتھ شادی کر لیں۔ مگر ھاشم نے انکار کر دیا (زرقانی ج ۱ ص ۱۳۸)۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بنی عبد مناف میں سے سب سے پہلے انہوں نے وفات پائی اور اس وقت عمر ۲۰ یا ۲۵ برس تھی (زرقانی)۔

ہاشم کی اولاد: ہاشم کے چار بیٹے تھے۔ عبدالمطلب (شیبہ) اسد، ابوصیفی اور نضلہ اور چار بیٹیاں تھیں جنکے نام شفاء، خالدہ، ضعیفہ، رقیہ، حیّہ، حنّہ اور یہ اولاد مختلف بیویوں سے تھیں (سیرت ابن کثیر، رحمۃ اللعالمین)۔ جناب ہاشم کی ایک بیوی بنی قضاعہ سے تھی۔ فضلہ بن ہاشم اور شفاء بنت ہاشم اسی بیوی سے تھیں۔ ان کی دوسری بیوی بنی مازن سے تھیں جس سے خالدہ بنت ہاشم اور ضعیفہ بنت ہاشم پیدا ہوئیں۔ تیسری بیوی بنو خزاعہ سے تھی جس سے اسد بن ہاشم پیدا ہوا۔ چوتھی

بیوی مدینے کی ہند بنت عمرو بن ثعلبہ خزرجیہ تھی جس سے ایک بیٹی حیہ پیدا ہوئی اور ایک بیٹا ابو صیفی۔ پانچویں بیوی بھی مدینہ کے ایک اور خزرجی خاندان بنی النجار میں سے تھیں جن کا نام سلمٰی بنت عمرو تھا۔ یہی عبدالمطلب اور ان کی ایک بیٹی رقیہ کی ماں تھیں۔ اسی طرح پہلے ہی سے رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری اہل مدینہ سے قائم ہو چکی تھی۔ (سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۸۷)۔ معلوم ہوا کہ جناب ہاشم کی جو دو بیویاں تھیں وہ مدینہ منورہ کے خزرجی اور نجاریہ خاندان سے تھیں۔

عبدالمطلب بن ھاشم: حضرت عبدالمطلب کا نام شیبہ ہے سر میں طبعی طور پر کچھ بال سفید تھے سُمِّيَ شَيْبَةَ لِاَنَّهُ وَلَدَ وَفِيْ رَاسِهِ شَيْبَةٌ ان کا نام اس لئے شیبہ رکھا گیا تھا کیونکہ جب وہ پیدا ہوئے تو ان کے سر میں سفید بال تھے (فتح الباری)۔ اور بعض کہتے ہیں شیبۃ الحمد سخاوت کی وجہ سے کہا جاتا تھا۔ ابو الحارث کنیت تھی۔ عبدالمطلب کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ کے والد گرامی ھاشم نے بغرض تجارت شام جاتے ہوئے مدینہ منورہ میں عمرو بن زید بن لبید بن حرام بن حراش بن حندق بن عدی بن نجار خزرجی نجاری رئیس قوم کے ہاں قیام کیا۔ ان کی بیٹی سلمٰی ان کو بھلی لگی اور پسند آئی تو اس کے والد عمرو سے رشتہ طلب کیا تو والد نے اس شرط پر شادی کر دی کہ بیٹی کا قیام ہمارے ہاں رہے گا۔
شام سے واپسی پر اپنے ہمراہ مکہ لے آئے پھر شام جاتے ہوئے سلمٰی بنت عمرو کو جو حاملہ تھی والد کے پاس چھوڑ گئے اور خود شام چلے گئے اور وہاں غزہ میں فوت ہو گئے۔ سلمٰی بنت عمرو کے ہاں بچہ پیدا ہوا جسکا نام شیبہ تجویز ہوا۔ اپنے ننھال کے ہاں سات سال رہے پھر ان کے چچا مطلب بن عبد مناف چپکے سے ماں کی اجازت کے بغیر بعض کہتے ہیں اجازت کے ساتھ مکہ لے آئے۔ لوگوں نے مطلب بن عبد مناف کے ہمراہ بچہ کو سواری پر دیکھا تو پوچھا یہ کون ہے؟ تو اس نے کہا عبدی، میرا غلام، لوگ مطلب بن عبد مناف کو مبارکباد دینے لگے اور اس لڑکے کو عبدالمطلب کہنے لگے اور یہی نام مشہور ہو گیا۔ عبدالمطلب بڑے امیر کبیر اور قوم کے رئیس تھے (سیرت ابن کثیر)۔
جرھم کے عہد قدیم سے چاہِ زمزم جناب عبدالمطلب کی کدھائی سے از سر نو جاری ہوا۔ اصحاب فیل کا واقعہ بھی آپ ہی کے دور میں پیش آیا تھا جس کا ذکر سورہ فیل میں ہے۔

واقعہ اصحاب فیل: اصحاب فیل کے واقعہ کے پچپن (۵۵) دنوں کے بعد نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت

ہوئی، اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت اصحاب فیل کے سال میں ہوئی تھی۔ اصحاب فیل کا ذکر سورۃ الفیل میں کیا گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ۔ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ۔ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ۔ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ۔ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ (سورۃ الفیل)۔ ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا آپ کے رب نے کیا سلوک کیا ہاتھی والوں سے؟ کیا ان کا داؤ نہیں کر دیا گمراہی میں (بے کار) اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے وہ ان پر کنکریاں پھینکتے تھے پتھر کی۔ پس ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا۔
(اس سورۂ مبارکہ میں) رَبُّکَ (آپ کا رب)، کے لفظ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ عظیم واقعہ آپ کی نبوت کی بنیاد ہے اور اس کے ظاہر کرنے کا مقصد آپ کی رسالت کی پائیداری ہے۔ گویا ربوبیت الٰہی نے جو کہ آپ کی طرف متوجہ ہے، اور آسمان کی طرف یہ غیبی امداد اُتاری لہٰذا جب آپ کو فتح مکہ معظّمہ کے لیے لشکر کشی کا اتفاق ہوا تو غیب سے کوئی ممانعت اور رکاوٹ پیش نہ آئی (تفسیر عزیزی)۔
اور یہ واقعہ آپ ﷺ کی ولادت و نبوت کی علامت میں سے تھا۔ اس میں اس طرف اشارہ تھا کہ اللہ کے عبادت کے گھر کی بے حرمتی کرنا اس کے قہر و غضب اور تباہی کا سبب ہے۔ تو جو اس کے دین اور اس کے نبی کی بے حرمتی کرے گا وہ بھی اسی طرح عذاب الٰہی کا مستحق ہوگا۔ اس لئے اس قصہ میں یاد دلایا ہے تاکہ عبرت حاصل کریں اور نبی ﷺ کا انکار نہ کریں اور جو رسول اللہ ﷺ کی توہین کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا۔ اور اس کا نام و نشان مٹا دے۔ چنانچہ علامہ مقریزی لکھتے ہیں وَرَدَّ اللّٰهُ بِبَرْكَتِهٖ اَصْحَابَ الْفِيْلِ عَنْ مَكَّةَ وَمَنَعَهُمْ مِنْ تَخْرِيْبِ الْبَيْتِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلَ حَجَّهُ اَحَدَ اَرْكَانِ الْاَسْلَامِ تَحْقِيْقًا لِشَرِيْعَتِهٖ وَتَاْيِيْدًا لِدَعْوَتِهٖ (امتاع الاسماع ج ۴ ص ۳۲)۔
اور محدث جمال الدین شیرازی متوفی ۹۳۰ھ لکھتے ہیں حضرت حق تعالیٰ ببرکت مقدم وی بلیۂ اصحاب فیل را از مکہ واہالی انجا دفع فرمود و جملۂ علما این معنی را داخل علامات نبوت آنحضرت ﷺ داشتہ اند (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۵۱)۔
جس طرح طلوع آفتاب سے قبل روشنی اور شعاعیں ظاہر ہوتیں ہیں تو اسی طرح آفتاب نبوت کی ولادت پاک سے قبل

کچھ ایسی علامت کا ظہور ہونے لگا تھا جس کی وجہ سے اہل بصیرت جاننے لگے کہ آخِرُ الزَّمَان نبی ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔اور اسی وجہ سے ہاتھی والوں کو ہلاک کر دیا گیا۔

عبدالمطلب کی اولاد: آپ کو حق تعالیٰ نے کثیر اولاد عطا فرمائی تھی جو مختلف بیویوں میں سے تھی۔بعض کہتے ہیں کہ پندرہ بیٹے تھے اور بعض بارہ بتاتے ہیں، اور بعض نے گیارہ بیٹے، اور بعض نے دس بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ان کے نام یہ ہیں: (۱) حارث، (۲) زبیر، (۳) ابولہب (۴) مقوم (۵) ضرار (۶) ابوطالب (۷) حمزہ (۸) عبداللہ (۹) عباس (۱۰) حجل۔(۱۱) مغیرہ، (۱۲) قثم، (۱۳) غیداق، (۱۴) مصعب (۱۵) عبدالکعبہ (غایۃ السول، نور العیون، رحمۃ للعلمین)۔بعض نے دس ہی کا ذکر کیا ہے اور یہی زیادہ مشہور رہے اور چھ بیٹیاں تھی ام حکیم بیضا، امیمہ، آروی، برّہ، صفیہ، عاتکہ۔ بعض نے لکھا ہے کہ عبدالمطلب کے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اور ان میں سے صرف حمزہ اور عباس اور صفیہ تین مشرف باسلام ہوئے (سرور المخزون، سیرت ابن ہشام)۔مؤرخ واقدی نے ذکر کیا کہ عبدالمطلب سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے آٹھ سال بعد فوت ہوئے جبکہ ان کی عمر اسی (۸۰) برس تھی۔کہا گیا ہے کہ عبدالمطلب کی عمر ایک سو دس سال دس ماہ تھی۔ابن ہشام نے ایک سو بیس سال بیان کی ہے اور آپ کو حجون (مکہ کے قبرستان) میں دفن کیا گیا (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۱۵)۔

عبدالمطلب کی نذر: عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دس بیٹے عطا فرمائے تو میں ایک بیٹے کی راہ خدا میں قربانی دوں گا۔چنانچہ جب تمنا پوری ہوئی تو ایفاء عہد کیلئے قرعہ اندازی کی گئی ہر بار قرعہ اندازی پر حضرت عبد اللہ کا نام آتا تھا۔مگر اس کے ساتھ آپ کی جان کو بچانے کیلئے ہر طرف سے رشتدار کوشش کرتے تھے۔آخر ان کے بدلہ میں سو اونٹ کی قربانی دی گئی اور آپ بچ گئے۔حضرت اسماعیل کے عوض دنبہ کی قربانی قبول ہوئی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے عوض سو (۱۰۰) اونٹوں کی قربانی دی گئی تھی۔اس میں بھی آپ کی فضیلت اور شرف کی دلیل ہے۔

آپ حسن و جمال میں باکمال تھے۔نور محمدی ﷺ کی وجہ سے بہت سی عورتوں نے یہ خواہش کی کہ ہمیں ان کی زوجیت کا شرف حاصل ہو۔مگر نور محمدی کی دولتِ خاص حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کو ملنی تھی۔سو آخر وہ دولت حضرت آمنہ بنت وھب بن عبدمناف بن قصی زہرہ کو نصیب ہوئی۔ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (سورہ انعام ۱۲۴)۔ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے جہاں وہ رسالت رکھے۔

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب: سید عالم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہؓ اپنے والد عبدالمطلب کے چھوٹے فرزند تھے۔ذبیح ثانی (جن پر سو اونٹ قربان کئے گئے تھے) بقول امام زہری قریش کے حسین و جمیل اشخاص میں سے تھے (سیرت ابن کثیر)۔آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔حضرت عبداللہ، ابوطالب کے حقیقی بھائی تھے (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۴۱۳)۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام نامی اسمِ گرامی میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔اختلاف اس میں ہے کہ آپ فوت کب ہوئے تھے؟ بعض نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے قبل وفات پا گئے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کے بعد فوت ہوئے تھے (فتح الباری، ج ۹، ص ۲۰۶)۔

حضرت عبداللہ کے بھائیوں کی تعداد میں اختلاف ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان ہوا ہے۔اور آپ کی چھ بہنیں تھیں۔

جناب عبدالمطلب نے اللہ کی توفیق سے اپنے فرزند کا نام عبداللہ رکھا اور یہ نام اللہ کو محبوب ہے۔حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب ناموں سے زیادہ پسندیدہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں (سیرت حلبیہ)

والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا نسب شریف: حضرت محمد ﷺ بن سیدہ آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زھرۃ بن کلاب بن مرہ۔حضرت آمنہ کا نسب شریف رسول اللہ ﷺ کے جد امجد (یعنی کلاب بن مرہ) میں جا کر مل جاتا ہے۔

علامہ محمد ابن اسحاق لکھتے ہیں فَرَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَشْرَفُ وَلَدِ اٰدَمَ حَسَبًا وَّاَفْضَلُھُمْ نَسَبًا مِنْ قِبَلِ اَبِیْہِ وَاُمِّہٖ (السیرۃ النبویۃ) کہ رسول اللہ ﷺ تمام اولاد آدم میں حسب (عزت و کردار اور عمل) کے اعتبار سے سب سے اشرف اور اپنے والد اور والدہ کی طرف سے نسب کے لحاظ سے سب سے افضل ہیں۔نبی کریم ﷺ سب عرب کے اشراف و سردار تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ حسب و نسب کے اعتبار سے قریش کی سب عورتوں سے افضل تھیں۔بلکہ ساری دنیا کی عورتوں سے افضل۔

وَ کَمْ مِنْ اَبٍ قَدْ عَلَا بِابْنٍ ذَوِیْ شَرَفٍ — کَمَا عَلَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَدْنَان

اور بہت سے باپ ہیں کہ بیٹے کی وجہ سے شرف کی رفعت پر بلند کیا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے عدنان کو بلندی اور شرف حاصل ہوا۔

دنیا میں کوئی ایسا شخص اور کوئی بادشاہ بھی نہیں ہوا اور نہ ہوگا جس کا شجرۂ نسب اس طرح تواریخ کے اوراق میں محفوظ ہو جس طرح کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ کا شجرہ نسب تواریخ کے اوراق میں محفوظ ہے بلکہ مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔
دراصل بات یہ ہے کہ جس کو ذات رسول ﷺ سے نسبت ہوگئی اس کا نام روشن ہوگیا اور نبی مکرم ﷺ کی نسبت سے ہی اس کو شرف اور بزرگی حاصل ہوئی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے،

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے — بے نور تھا خرد کا ستارہ تیرے بغیر

حضرت عبداللہ کا نکاح: جناب عبدالمطلب حضرت عبداللہ کو وھب بن عبدمناف بن زھرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب کے پاس لے گئے۔ جو بنی زھرہ کے سردار اور نسب وشرف میں بزرگ مانے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت آمنہ خاتون کی شادی حضرت عبداللہ سے کردی۔ اور حضرت سیدہ آمنہ قریش کی سب عورتوں سے نسب وحسب، اور ہر اعتبار سے افضل تھیں۔

شکم اطہر میں جلوہ گری کی برکتیں: عقد نکاح کے بعد تین دن وہاں قیام کیا اور وہاں ہی حضرت سیدہ آمنہ پہلے ہی ہفتہ میں نور محمدی کی امانت دار بن گئی تھیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، جاننا چاہیے کہ استقرار حمل نطفہ زکیہ مصطفوی وابداع ذرۂ محمدیہ در صدف رحم آمنہ رضی اللہ عنہا قول اصح کے بموجب ایام حج کے درمیانی تشریق کے دنوں میں شب جمعہ میں ہوا تھا۔ اسی بنا پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شب جمعہ، لیلۃ القدر سے افضل ہے اس لئے کہ اس رات سارے جہان اور تمام مسلمانوں پر ہر قسم کی خیر و برکت اور سعادت و کرامت جس قدر نازل ہوئی اتنی قیامت تک کسی رات میں نہ ہوگی۔ بلکہ تا ابد کبھی نازل نہ ہوگی۔ اور اگر اس لحاظ سے میلاد شریف کی رات کو شب قدر سے افضل جانیں تو یقینا یہ رات اس کی مستحق ہے جیسا کہ علماء اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح کی ہے (مدارج النبوۃ)۔ ایک روایت میں ہے کہ قریش ان

ایام میں نہایت تنگی اور سخت قحط سالی میں مبتلا تھے کہ یک لخت زمین سبز ہونے لگی اور درخت پھل دار ہوگئے۔ اس سال کا نام قریش نے سَنَۃُ الْفَتْحِ وَالْاِبْتِہَاجِ رکھا۔ یعنی کامیابی اور مسرت وشادمانی کا سال۔

حضرت عبداللہ کی وفات: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی (سورۃ الضحیٰ ۶)

ترجمہ: کیا اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم پھر (اپنی آغوشِ رحمت میں) جگہ دی؟

جب رسول اللہ ﷺ شکم مادر میں جلوہ گر ہوئے تو ابھی دو ماہ کے تھے۔ کہ حضرت عبداللہ کو ان کے والد بزرگوار جناب عبدالمطلب نے مدینہ منورہ کھجوریں لانے کے لیے بھیجا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ قریش کے قافلہ میں شام کی طرف تجارت کیلئے تشریف لے گئے تھے اور واپسی پر مدینہ منورہ میں ایک ماہ بیمار رہنے کے بعد وفات پا گئے جبکہ آپ کی عمر پچیس برس تھی۔ بعض مؤرخین تیس برس کا ذکر کرتے ہیں۔

امام محمد بن مسلم بن عبداللہ شہاب الذھری متوفی لکھتے ہیں ثُمَّ بَعَثَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ الْمُطَّلِبِ یَمْتَارُ لَہٗ تَمْرًا مِنْ یَثْرِبَ فَتُوُفِّیَ عَبْدُ اللّٰہِ بِہَا وَوَلَدَتْ اٰمِنَۃُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَکَانَ فِیْ حِجْرِ الْمُطَّلِبِ (المغازی النبویۃ ۳۹)۔ اور امام ذھبی لکھتے ہیں وَدُفِنَ دَارُ النَّابِغَۃِ اَحَدُ بَنِیْ النَّجَّارِ (السیرۃ النبویۃ ج۱ ص۴۱) کہ آپ کو دار نابغہ میں دفن کیا گیا یہ بنی نجار کے ایک شخص کا گھر تھا۔ اور بعض کہتے ہیں اس کو دار تابعہ کہتے ہیں وَدُفِنَ فِیْ دَارِ التَّابِعَۃِ وَقِیْلَ دُفِنَ بِالْاَبْوَاءِ (مواھب) اور آپ کو دار تابعہ میں دفن کیا گیا۔ اور کہا گیا کہ ابواء میں دفن کیا گیا تھا (پہلی بات زیادہ صحیح ہے، اہل ذوق اس گھر اور جو اس میں قبر شریف تھی اس کی زیارت کیا کرتے تھے اور اب یہ جگہ مسجد نبوی میں آگئی ہے۔ ۱۹۷۸ء میں جب مسجد کی توسیع کی گئی تھی تو آپ کے جسد پاک کو وہاں سے نکال کر جنت البقیع میں دفن کیا گیا تھا)۔

جب حضرت عبداللہ کے ساتھیوں کا قافلہ واپس پہنچا تو عبدالمطلب نے ان سے اپنے بیٹے کے متعلق پوچھا، انہوں نے بتلایا کہ ہم نے ان کو بیماری کی حالت میں ان کے ننہال میں چھوڑ دیا تھا۔ عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو مکہ مکرمہ لانے کے لئے حارث یا زبیر کو جو عبداللہ کے بھائی تھے مدینے بھیجے وہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ کا انتقال ہو چکا ہے اور ان کو وہیں دفن کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے واپس آکر جناب عبدالمطلب کو عبداللہ کے فوت ہونے کی خبر دی تو یہ خبر سن کر سخت غمگین ہوئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران ۱۸۵)۔ ترجمہ: ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو۔

حضرت سیدہ آمنہ کا غم: اور جب حضرت سیدہ آمنہ نے سنا کہ حضرت عبداللہ وفات پا گئے ہیں تو انتہائی افسوس کرتے ہوئے یہ چند اشعار پڑھے

عَفَا جَانِبُ الْبَطْحَاءِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ   جَاوَرَ اللَّحْدَ خَارِجًا فِي الْغَائِمِ

بنو ہاشم سے وادی بطحاء کا کنارہ خالی ہو گیا، وہ ایسی قبر میں چلے گئے جو اُن کے گھر والوں سے دور ہے

دَعَتْهُ الْمَنَايَا دَعْوَةً فَأَجَابَهَا   وَمَا تَرَكَتْ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمٍ

موت نے ان کو بلایا تو انہوں نے قبول کیا اور موت نے اس ہاشمی نوجوان جیسا کوئی نہیں چھوڑا

عَشِيَّةَ رَاحُوْا يَحْمِلُوْنَ سَرِيْرَهُ   تَعَاوَرُهُ أَصْحَابُهُ فِي التَّزَاحُمِ

جس رات وہ ان کی چارپائی اٹھائے جا رہے تھے تو بھیڑ کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے مشکل سے پکڑتے تھے۔

وَإِنْ تَكُ غَالَتْهُ الْمَنَايَا وَرَيْبُهَا   فَقَدْ كَانَ مُعْطَاءً كَثِيْرًا التَّرَاحُمِ

اگرچہ موت اور اس کے حادثات نے ان کو غفلت میں آ لیا لیکن وہ بہت زیادہ عطیات دینے والے اور بہت زیادہ رحم کرنے والے تھے۔

(مواہب لدنیہ، سیرت دحلانیہ، سیرت الدمیاطی)

حضرت عبداللہ کی میراث: حضرت عبداللہ نے ایک باندی حضرت ام ایمن جن کا نام برکتہ تھا، پانچ اونٹ اور بکریوں کا گلا ترکہ میں چھوڑا جن کے وارث رسول اللہ ﷺ ہوئے حضرت ام ایمن بَرَکَتَہ حضور ﷺ کو اپنی گود میں اٹھایا کرتی تھیں اور بہت محبت کرتی تھیں۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں كَانَتْ أُمُّ أَيْمَنَ وَاسْمُهَا بَرَكَةُ تَحْضُنُهُ وَكَانَ قَدْ وَرِثَهَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ أَبِيْهِ فَلَمَّا كَبُرَ أَعْتَقَهَا وَزَوَّجَهَا مَوْلَاهُ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَوَلَدَتْ لَهُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (سیرت ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۴)۔ کہ ام ایمن بھی خدمت گار تھیں اور ان کا نام برکتہ تھا وہ آپ کو اٹھایا کرتی تھیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے والد کی طرف سے ترکہ میں ملی تھیں تو جب آپ بڑے ہوئے ان کو آزاد کر دیا

اور ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیا تو ان سے اسامہ بن زید پیدا ہوئے۔

شکم اطہر میں جلوہ افروز ہونا: سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب نبی ﷺ حضرت آمنہ کے شکم پاک میں جلوہ افروز ہوئے، تو سیدہ آمنہ بیان فرماتی ہیں، کہ میرے پاس خواب میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے سیدہ آمنہ تم رسول ﷺ کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو، جو سردار عالم ہیں جب وہ زمین پر قدم رنجہ فرمائیں تو یہ الفاظ کہنا أُعِيْذُهُ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ، یعنی میں اس مولود مسعود کو ذات واحد کی پناہ میں دیتی ہوں تا کہ ہر حاسد کے شر سے محفوظ رہے، اور ان کا نام محمد رکھنا۔ حضرت سیدہ آمنہ خاتون نے ایام حمل شریف میں ایک خواب دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا ہے جس کی روشنی میں ان کو شام اور بصری کے محل دکھائی دیئے اور ولادت کے وقت بیداری کی حالت میں بھی نور دیکھا تھا۔

علامہ سید میر جمال الدین عطاء اللہ محدث شیرازی متوفی ۹۳۰ھ لکھتے ہیں و اتفاق است اہل سیر و تواریخ را کہ مدت حمل ان سرور نہ ماہ تمام بودنے کم و بیش (روضۃ الاحباب)۔

نیز لکھتے ہیں کفار حرمت کے مہینوں میں تقدیم و تاخیر کرتے تھے اس سال کا حج ماہ ذوالحجہ کے بجائے دوسرے مہینے میں تھا اس حساب سے ولادت کا ماہ ذوالحجہ حقیقتاً جمادی الثانیہ تھا۔ تب ہی بارہ ربیع الاول میں نو ماہ پورے ہوتے ہیں: حج شاں در جمادی الاخری واقع شدہ باشد و حینئذ داوزدہم ماہ ربیع الاول نو ماہ تمام تواند بود از علوقہ نطفہ محمدیہ کہ در ایام حج واقع شدہ (روضۃ الاحباب)

ابوزکریا یحیٰ بن عائذ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اطہر میں پورے نو مہینے تشریف فرما رہے۔ اس دوران حضرت آمنہ کو سر پیٹ میں کبھی درد اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی جو عام حاملہ عورتوں کو تکلیفیں ہوتی ہیں آپ فرماتی تھیں اللہ کی قسم میں نے اس سے بڑھ کر ہلکا اور زیادہ بابرکت حمل نہیں دیکھا جب حمل مبارک کو دو ماہ گزر گئے تو حضرت عبداللہ (کا مدینہ منورہ میں) انتقال ہو گیا (زرقانی ج ۱ ص ۲۰۴)۔

باب سوم: بعثت سے قبل کے حالات

صبح نور و تاریخ ولادت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ إِذَا سَجٰى (سورہ الضحیٰ ۱، ۲) ترجمہ: قسم ہے روز

روشن کی اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے۔ بعض مفسرین کے نزدیک الضحیٰ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا روز سعید ہے (تفسیر عزیزی)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (سورہ بلد)۔ ترجمہ: میں قسم فرماتا ہوں اس شہر کی کہ آپ اس میں تشریف فرما ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی قسم فرمائی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے ہیں۔

امام محمد بن اسحاق، حضرت قیس بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں وُلِدْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفِيْلِ فَنَحْنُ لِدَتَانِ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام)۔ کہ میں (قیس) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھاتھی کے سال پیدا ہوئے اور ہم ایک ہی سال میں پیدا ہوئے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بنی یعمر بن لیث کے بھائی قَبَاثِ بْنَ اَشْيَمُ سے پوچھا اَاَنْتَ اَكْبَرُ اَمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کیا تمہاری عمر زیادہ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی؟ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَكْبَرُ مِنِّيْ مجھ سے (مرتبہ میں) بڑے ہیں وَاَنَا اَقْدَمُ مِنْهُ اور میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں (یہ انتہائی ادب کا لحاظ ہے) اور میں نے ہاتھی کی لید سبز رنگ میں بدلی ہوئی دیکھی ہے (جامع ترمذی ج ۲ باب ماجاء فی میلاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابواب المناقب)۔ واقعہ اصحاب فیل کے تقریباً پچپن دنوں کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ وَوُلِدَ سَيِّدُنَا وَنَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْاِثْنَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةٍ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِيْلِ قِيْلَ بَعْدَ الْفِيْلِ بِخَمْسِيْنَ يَوْمًا (عیون الاثر)۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت شہر مکہ شریف میں دار ابی طالب شعب بنی ھاشم میں صبح صادق کے وقت بروز پیر ۱۲ ربیع الاول بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء عام الفیل (ہاتھی والوں کے سال) ہوئی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وُلِدْتُ فِيْهِ وَاُنْزِلَ عَلَيَّ (رواہ مسلم)۔ اسی دن میری پیدائش ہوئی ہے اور اسی دن مجھ پر قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا۔

دوسری روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وَذَاكَ يَوْمَ وُلِدْتُ فِيْهِ وَاُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ (مسلم کتاب الصیام)۔ فرمایا یہ دن میں اس میں پیدا ہوا ہوں اور اسی میں مجھ پر قرآن اتارا گیا۔ معلوم ہوا یعنی پیر کے دن دو نعمتیں عطا

ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت، اور قرآن کریم کا نزول۔ اس لئے اس دن بطور شکرانہ روزہ رکھا جاتا ہے۔

علامہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفِيْلِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ الثَّانِيْ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ وَفِيْهِ بُعِثَ وَفِيْهِ عُرِجَ بِهٖ اِلَى السَّمَاءِ، وَفِيْهِ هاجر وَفِيْهِ مَاتَ، وَهٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ (البدایۃ والنہایۃ، ج ۲ ص ۲۸۲)۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام الفیل میں بروز سوموار ۱۲ ربیع الاول میں پیدا ہوئے اسی روز مبعوث ہوئے، اسی روز معراج ہوئی اسی روز ہجرت کی اور اسی روز (۲ ربیع الاول) وصال ہوا۔ جمہور کے نزدیک یہ تاریخ مشہور ہے۔ معلوم ہوا کہ سوموار کے دن بہت سے اہم واقعات رونماہ ہوئے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ عظیم الشان واقع نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ہے۔

صاحب سیرت خاتم الانبیاء لکھتے ہیں کہ مشہور قول بارہویں تاریخ کا ہے یہاں تک کہ ابن البزار نے اس پر اجماع نقل کر دیا اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے اور محمود پاشا فلکی مصری نے جونویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہوسکتا کہ جمہور کی مخالفت اس کی بناء پر کی جائے (حاشیہ سیرت خاتم الانبیاء ص ۲۷)۔

علامہ محمود شاکر مصری متوفی ۱۹۹۷ء لکھتے ہیں کہ وَلَمَّا تَمَّتْ مُدَّةُ الْحَمْلِ وَلَدَ فِي الثَّانِي عَشَرَ مِن رَبِيْعِ الْاَوَّل (التاریخ الاسلامی ج ۲ ص ۳۴)۔ اور جب مدت حمل شریف کی تکمیل ہوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔

ولادت کے عجائب وغرائب: اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت شریف کا واقع ایک عظیم الشان تاریخی انقلاب تھا جس کی وجہ سے نور و تاریکی حق و باطل کفر و اسلام و عدل و ظلم اور عدم و وجود میں فرق کیا گیا ہے۔ آپ کی ولادت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر بے شمار عجائب وغرائب کا ظہور اور فیوض و برکات کا بھی نزول ہوا۔ جن کو اکثر علماء نے اپنی اپنی تالیف میں نقل کیا ہے۔

شیخ عبداللہ نجدی لکھتے ہیں کہ جس رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اس میں کسری کے محل میں زلزلہ آ گیا اور چودہ کنگرے اس محل کے گر گئے۔ ایران کے آتش کدے کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار سے جل رہی تھی اور کبھی

نہیں بجھی تھی۔ بحیرہ ساوہ (دریا) خشک ہوگیا اور پھر جاری نہ ہوسکا۔ چودہ کنگرے گرنے میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ان کنگروں کی تعداد کے مطابق مرد، عورتیں حکمرانی کریں گے۔ تو چار سالوں میں ایران کے دس حکمرانوں نے حکومت کی اور باقی نے خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک حکمرانی کی (مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۲)۔

شیخ شرف الدین سعدی شرازی (متوفی ۶۹۱ھ) فرماتے ہیں:

چو صیتش در افواہِ دنیا فتاد — تزلزل در ایوانِ کسریٰ فتاد
بلا قامتِ لات بشکست خرد — باعزازِ دیں آب عزیٰ ببرد
نہ از لات وعزیٰ برآورد گرد — کہ توریت وانجیل منسوخ کرد

جب آپ ﷺ کی ولادت کا شہرا دنیا کے منہ میں پڑا کسریٰ کے محل میں زلزلہ آگیا
لا کے ذریعہ لات کا قد چور چور کردیا دین کی عزت کے ذریعہ عزیٰ کی آبرو ختم کردی
نہ صرف لات اور عزیٰ کی دھول اڑائی بلکہ تورات اور انجیل کو منسوخ کردیا

ولادت نبوی ﷺ کے عجائب میں سے یہ بات بھی ہے کہ شہاب (ستاروں) کے ذریعہ آسمان کی حفاظت کی گئی اور وہاں تک شیطان کی رسائی ختم ہوگی۔ اور شیاطین کو وہاں کان لگا کر فرشتوں کی باتیں سننے سے منع کردیا گیا (مواہب مع زرقانی ج ۱ ص ۲۲۹)۔

ولادت کے وقت نور کا ظہور: نبی کریم ﷺ کی ولادت کے وقت نور کا ظہور ہوا۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ مکرمہ حضرت فاطمہ بنت عبداللہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت پاک کے وقت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھیں تو اس وقت میں نے یہ دیکھا کہ تمام گھر نور سے بھر گیا اور دیکھا کہ آسمان کے ستارے جھکے آتے ہیں یہاں تک کہ مجھ کو یہ گمان ہوا کہ یہ ستارے مجھ پر آگریں گے (فتح الباری ج ۶، ص ۴۵۵، شفاء ج ۱) ستاروں کے جھکنے میں کیا حکمت تھی اس کے متعلق ملا علی قاری فرماتے ہیں ای دنوھا تبرکا بحضرتہ (شرح شفاء ج ۱ ص ۷۴۹)۔ یعنی حصول برکت کی خاطر آپ کی ولادت کے وقت قریب تر آرہے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت شفاء کا بیان ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی میرے ہاتھوں پر ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کو چھیک آئی۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) فرمایا۔ اس

وقت میں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا رَحِمَكَ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے)۔ وَاَضَاءَ لِيْ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلٰى قُصُوْرِ الرُّوْمِ (شفاء) اور میرے لئے روشن ہوا جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے یہاں تک کہ میں نے ملک روم کے محلات دیکھ لئے۔ اس میں اس طرف اشارہ تھا کہ جلدی یہ مقامات نور نبوت سے روشن ہوں گے ظلم وکفر کی تاریکی دور ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (سورہ مائدہ ۱۵)۔ ترجمہ: بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور کتاب روشن۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا اور بیشک ہم نے آپ کو چمکا دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔

حافظ ابن رجب کی کتاب لطائف المعارف میں مذکور ہے حضرت کعب اخبار نے ذکر کیا ہے کہ پہلی کتابوں میں مذکور ہے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی، مقام مدینہ ہوگا، اور دار الحکومت ملک شام ہوگا۔ اور آپ کے شام میں بیت المقدس کی طرف اسراء میں بھی یہی حکمت کارفرما ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے بھی شام کی طرف ہجرت کی اور عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی اتریں گے۔ محشر کے میدان کی بھی یہی سرزمین ہوگی (لطائف المعارف)

شیطان آہ و پکار: رحمت دو عالم کی ولادت باسعادت کے وقت شیطان لعین کے سوا ساری کائنات کو خوشی ہوئی۔ امام القاسم عبدالرحمن السہیلی حافظ بَقِيِّ بْنِ مَخْلَدٍ کی تفسیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں اِنَّ اِبْلِيْسَ رَنَّ اَرْبَعَ رَنَّاتٍ حِيْنَ لُعِنَ وَحِيْنَ اُهْبِطَ وَحِيْنَ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحِيْنَ اُنْزِلَتِ الْفَاتِحَةُ (الروض الانف، سیرت ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۲)۔ کہ ابلیس چار بار چلا کر رویا جب اس پر لعنت پڑی، اور جب آسمان سے دھتکارا گیا، اور جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی اور جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔

عبدالمطلب کا تشکر: اور جب عبدالمطلب کو رسول اللہ ﷺ کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی گئی تو آپ نے جلدی دیدار کرنے کے بعد خانہ کعبہ میں جا کر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتے یوں کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَعْطَانِيْ — هٰذَا الْغُلَامُ الطَّيِّبُ الْاَرْدَانِ

سب تعریف ہے اس ذات کی جس نے مجھے یہ پاکیزہ بچہ عطا کیا ہے۔

قَدْ سَادَ فِي الْمَهْدِ فِيْ الْغِلْمَان　　اُعِيْذُ بِالْبَيْتِ ذِيْ الْاَرْكَانِ

وہ گہوارے میں ہی سب بچوں سے فائق ہے۔ میں اسے بیت اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

حَتّٰی يَكُوْنَ بُلْغَةُ الْفُتْيَان　　حَتّٰی اَرَاهُ بَالَغَ الْبُنْيَانِ

تا کہ وہ نوجوانوں کی کفآیت کرنے والا ہوجائے اور میں اس کوتوانا اور طاقتور دیکھوں۔

اُعِيْزُهُ مِنْ كُلِّ ذِيْ شَنَانِ　　مِنْ حَاسِدٍ مُضْطَرِبِ الْعَنَانِ

میں اس سے پناہ مانگتا ہوں ہر دشمن سے اور ہر پریشان حاسد سے۔

ذِيْ هِمَّةٍ لَيْسَ لَهُ عَيْنَانِ　　حَتّٰی اَرَاهُ رَافِعَ اللِّسَانِ

ہر بوڑھے پھونس سے جس کی بینائی نہ ہوتا کہ میں اسے دیکھوں۔

اَنْتَ الَّذِيْ سَمَّيْتَ الْقُرَان　　فِيْ كُتُبٍ ثَابِتَةِ الْمَثَانِيْ

تو وہ محترم ہے جس کا نام قرآن میں ہے اور بار بار تلاوت شدہ کتابوں میں

اَحْمَدُ مَكْتُوْبٌ عَلَی اللِّسَان　　احمد جو زبانوں پر تحریر ہے۔

(دلائل النبوت للبیہقی سیرت ابن کثیر ص ۲۰۸ ج ۱)

ذکر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: میلاد کا معنی پیدا ہونے کا وقت، جائے ولادت (فروض اللغات) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش اور ولادت و باسعادت کے واقعات کا بیان کرنا اور اس پر خوشی مسرت کا اظہار کرنا میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا جزء اولین ہے اور سیرت کا ایک حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (سورہ یونس ۵۸)۔ ترجمہ: فرما دیجے کہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت کے ملنے پر چاہیے کہ لوگ خوشی کریں۔ وہ بہتر ہے اس مال و دولت سے جس کو وہ جمع کرتے ہیں۔

کسی کو بھی لفظ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے، اس لئے کہ صحاح ستہ کی معتبر و مستند کتاب جامع ترمذی شریف میں امام ابو عیسیٰ محمد ترمذی علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر ایک باب باندھا ہے چنانچہ لکھتے ہیں بَابُ مَا جَاءَ فِيْ

مِيْلَادِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ باب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے بیان میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت ابو ھریرہ سے روایت ہے کہ صحابہ اکرام نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (رواہ الترمذی) کب ثابت ہوئی آپ کے لئے نبوت فرمایا اس حال میں کہ ادم روح اور بدن کے درمیان تھے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِيْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰی وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَأَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ (شرح السنۃ ج ۱۳ ص ۲۰۸) کہ میں اللہ تعالیٰ کے یہاں خاتم النبیین (نبیوں کو ختم کرنے والا) مقرر تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی گوندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے۔ میں تمہیں اَپنے امر کی ابتدا بتا تا ہوں کہ میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (سورہ البقرہ ۱۲۹)۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ (سورہ الصّف ۶)۔ اور میں اپنی والدہ کا وہ نظارہ اور مشاہدہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا۔ کہ ان کے سامنے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے ان کیلئے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے تھے (مطلب یہ ہے کہ دنیا میں میری شہرت کا ذریعہ یہ چیزیں ہوئیں)

علامہ مظہر الدین الزیدانی متوفی ۷۲۷ھ اس کی شرح میں فرماتے ہیں وذلك النور عبارة عن نبوته صلی اللہ علیہ وسلم، و كيف لا وقد اضاءت نبوته ما بين المشرق والمغرب واضمحل بها ظلمة الكفر والضلالة۔ المفاتیح فی شرح المصابیح ج ۶ ص ۱۰۵)۔ یہ نور جو ظاہر ہوا آپ کی نبوت سے عبارت ہے کیوں نہ ہو تحقیق آپ کی نبوت کے نور سے مشرق اور مغرب اور اس کے درمیان کی چیزیں (نور اسلام) روشن ہوگئیں۔ اور نور نبوت سے کفر اور گمہر ای کی تاریکی ختم ہوگی، مٹ گئی، نیست و نابود ہوگئی۔

شیخ امام احمد قسطلانی علیہ الرحمۃ صاحب مواھب لدنیہ فرماتے ہیں، کہ اہل اسلام ہمیشہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے

موقع پر محفلیں بپا کرتے ہیں، دعوتیں دیتے ہیں، صدقے کرتے ہیں، خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور آپ کی ولادت کے واقعات بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ خود ان لوگوں پر بھی اپنی رحمت کی بارش برساتا ہے اور یہ بات لوگوں کے تجربے میں آئی ہے کہ ان کا وہ سال امن وامان سے گذرتا ہے اور تمام مقاصد اور خواہشات باحسن وجوہ پوری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو رسول اکرم ﷺ کے ماہ ولادت کی راتوں کے دوران میں بطور عید کی خوشی منائے (المواھب اللدنیہ، انوار محمدیہ)۔

امام قطب الدین مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَكَيْفَ لَا يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِلَيْلَةٍ ظَهَرَ فِيْهَا اَشْرَفُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَكَيْفَ لَا يَجْعَلُوْنَهَا عِيْدًا مِنْ اَكْبَرِ اَعْيَادِهِمْ (الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام ص ۲۹۸)۔ اور کیوں کر ایمان دار شب ولادت میں خوشی نہ کریں جس میں تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار پیدا ہوئے اور کیوں نہ شب ولادت کو اپنی تمام عیدوں سے بڑی عید بنائیں۔

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی خواجہ حسام الدین احمد کے مکتوب کے جواب میں فرماتے ہیں آپ کے خط میں مولود خوانی کے متعلق درج تھا، سو اس کا جواب یہ ہے کہ مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کی جائے اور نبی ﷺ کی نعت اور منقبت کے قصدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے ناجائز تو یہ ہے کہ قرآن کے حروف میں تغییر وتحریف کردی جائے اور قصیدے پڑھنے میں راگ اور موسیقی کے قواعد کی رعآیت و پابندی کی جائے اور تالیاں بجائی جائیں اگر اس طرح پڑھیں کہ کلمات قرآن میں تبدیلی واقع نہ ہو اور قصیدے پڑھنے میں شرائط موسیقی کا لحاظ نہ ہو اور غرض صحیح کے تحت پڑھے جائیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں (مکتوبات دفتر سوم ص ۲۸۴، مکتوب نمبر ۷۲)۔

مفتی محمد عنائت احمد کاکوروی صاحب علم الصیغہ لکھتے ہیں، ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ کو آپ ﷺ کے سبب سے شرف عظیم حاصل ہوا۔ حرمین شرفین اور اکثر بلاد اسلام میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مجتمع کر کے ذکر مولود شریف کرتے ہیں اور کثرت درود پڑھتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ سو یہ امر موجب برکات عظیمہ ہے اور سبب ہے ازدیاد محبت کا ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کے۔ بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد شریف میں ہوتی ہے اور مکہ معظّمہ میں مکان ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوتی ہے (تواریخ حبیب اللہ ص ۱۵)۔

اور اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فیوض الحرمین میں جواز لکھا ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۵)۔

میلاد کے جلسوں اور محفلوں میں روایات صحیحہ کی روشنی میں ولادت بسعادت سیرت، حسن، اخلاق اور اسوۂ حسنہ کا ذکر زیادہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ حصول تعلیم کے مواقع ہوتے ہیں۔

عقیقہ اور ختنہ کرنا: آپ ﷺ کے ختنہ کے بارے میں چار قول ہیں۔ ۱) آپ ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے جو اعزاز و کرامت عطا کی ہے اس کی ایک صورت یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ بے ناف پیدا ہوا ہوں اور میری شرمگاہ کو کسی نے نہیں دیکھا (مواھب لدنیہ بحوالہ المختارہ)۔

۲) آپ ﷺ کا ختنہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں ہوا

۳) حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا ختنہ کیا جبکہ آپ ﷺ کے دل کو دھویا گیا (مواھب لدنیہ مختصرا)۔

۴) آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب نے پیدائش کے ساتویں دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ختنہ کیا تھا، اور دعوت کا اہتمام بھی کیا اور آپ کا نام محمد رکھا۔ امام الذھبی لکھتے ہیں کہ حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ خَتَنَ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ سَابِعِهٖ وَصَنَعَ لَهٗ مَادُبَةً وَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا (سیر اعلام النبلا، ج ۱ ص ۳۰) کہ بیشک عبد المطلب نے ساتویں دن نبی ﷺ کا ختنہ کیا اور ان کے لئے ایک دعوت کا اہتمام بھی کیا اور آپ کا نام محمد رکھا۔ علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اِنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ خَتَنَ النَّبِيَّ يَوْمَ سَابِعِهٖ وَجَعَلَ لَهٗ مَادُبَةً (الولوٴ المکنون ج ۱ ص ۶۷ الاستیعاب ج ۱ ص ۱۵۱) کہ عبد المطلب نے نبی علیہ السلام کا ساتویں دن ختنہ کیا اور اس کے لئے ایک دعوت کا اہتمام کیا۔

مفسر محدث مؤرخ حافظ عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں ایک اور روایت میں ہے کہ عبد المطلب نے نبی ﷺ کی ولادت کے ساتویں روز جانور ذبح کر کے تمام قریش کی دعوت کی اور دعوت کھا کر لوگوں نے عبد المطلب سے تعجب سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ نام چھوڑ کر یہ نام محمد کیوں رکھا۔ فرمایا میں چاہتا ہوں تا کہ میرا بیٹا دنیا میں بڑھ

کرستائش اورتعریف کاشیان شان قرار دیا جائے (سیرت ابن کثیر)

وَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ السَّابِعُ مِنْ وِلَادَتِهٖ خَتَنَهٗ عَبْدُ الْمُطَّلَبِ عَلٰى عَادَةِ الْعَرَبِ وَعَقَّ عَنْهُ بِكَبْشٍ وَجَعَلَ لَهٗ مَأْدُبَةً وَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا (البدایۃ والنہایۃ ج ا ص ۲۶۹)

صحیح یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ختنہ عبدالمطلب نے پیدائش کے ساتویں دن اہل عرب کی عادت کے مطابق کیا تھا، دیگر روایات ہے ضعیفہ ہے۔ واللہ اعلم۔

کنیت اوراسم شریف: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پہلے بیٹے کا نام حضرت قاسم تھا، ان ہی کے نام پر ابوالقاسم کنیت رکھی گئی اور جب حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے شکم سے پیدا ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابوابراہیم فرمائی (روضۃ الاحباب ج ا ص ۳۶)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار میں تھے تو ایک مرد نے کہا یَا اَبَا الْقَاسِم اے (ابو القاسم)۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر دیکھا (اس شخص نے کہا میری مراد آپ نہیں تھے)۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا نام رکھا کرو اور میری کنیت نہ رکھا کرو (بخاری کتاب المناقب)۔ یعنی میرا نام محمد احمد رکھو اور میری کنیت ابوالقاسم نہ رکھو۔ بلانے والا کون تھا؟ نام معلوم نہیں ہوسکا کوئی یہودی ہوگا۔ محققین کے نزدیک ابوالقاسم کنیت رکھنے کی ممانعت آپ کی ظاہری حیات میں تھی کہ کوئی آپ کو تکلیف نہ دے۔ آپ کی وفات کے بعد ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز ہے۔

اسم محمد کی وجہ تسمیہ: علامہ احمد ابن حجر مکی لکھتے ہیں سَمَّاهُ جَدُّهٗ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بِاِلْهَامٍ مِّنَ اللّٰهِ بِذٰلِكَ رَجَاءً اَنْ يَّحْمَدَهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَقَدْ حَقَّقَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَجَاءَهٗ (اشرف الوسائل ص ۱۵۳)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جناب عبدالمطلب نے اپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اللہ کی طرف سے الھام کے طور پر رکھا یہ امید کرتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آسمان اور زمین والے تعریف کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی امید کو ثابت کردیا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب سے پوچھا گیا کہ آپ نے اَپنے پوتے کا کیا نام رکھا ہے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ انہوں نے کہا کہ تم نے اس کا ایسا نام کیوں رکھا ہے جو تمہارے آباو واجداد اور تمہارے قبیلے میں سے کسی کا بھی نام نہیں۔ کہنے لگے کہ میری خواہش ہے کہ تمام اہل عالم اس بچے کی تعریف کریں۔ یہ اس خواب کے سلسلے میں تھا جو

حضرت عبدالمطلب نے دیکھا تھا کہ انہوں نے دیکھا چاندی کی زنجیران کی پیٹھ سے نکلی اس کا ایک سرا آسمان پر ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں تھا پھر وہ زنجیر لوٹ آئی گویا وہ ایک درخت تھا جس کے پتے نورانی تھے اتنے میں تمام اہل مشرق ومغرب اس سے لٹک گئے اور اس خواب کی یہ تعبیر کی گئی کہ ان کی پشت سے ایک بچہ پیدا ہوگا کہ اہل مغرب و مشرق اس کی پیروی کریں گے اور زمین وآسمان کی مخلوق ان کی مدح کرے گی اس لئے آپ کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا گیا نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ حضرت آمنہ کو بھی فرشتے نے کہا تھا کہ آپ کی شکم میں اس قوم کا سردار ہے جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد (فداہ امی وابی) رکھنا (انوار محمدیہ، الریاض الانیقہ، اشرف الوسائل الی فھم الشمائل ص ۱۵۳) پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نام محمد رکھا گیا۔

اسم محمد کی عظمت: لفظ محمد اسم مفعول کا صیغہ از باب تفعیل حمد سے مشتق ہے۔ حمد کا معنی تعریف کرنا۔ فَالْمُحَمَّدُ فِي اللُّغَةِ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْمَدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ (التعلیق الصبیح ج ا ص ۷۰) تو محمد کا معنی لغت میں ہے کہ وہ ذات جس کی بار بار تعریف کی جائے اھل لغت کہتے ہیں کہ اچھی عادات وحصال کی جامع ہستی کو محمد کہتے ہیں۔ تو محمد کا لغت میں معنی ہے وہ ذات جن کی بار بار متواتر تعریف کی جائے اور بار بار تعریف ہوتی رہے۔

علامہ نورالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اسم محمد کا معنی یوں بیان کرتے ہیں ستودہ شدہ بستائش خداوملائکہ وبزبان ہمہ انبیاء اَز آدم تا عیسیٰ علیہ السلام از کمال صفات حمیدہ واخلاق جمیلہ وفضائل جلیلہ (تیسیر القاری ج ۳ ص ۵۰۵)۔ کہ آپ خدا تعالیٰ اور فرشتوں کے تعریف کیے ہوئے ہیں اور تمام نبیوں نے اپنی زبانوں کے ساتھ حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک صفات حمیدہ اخلاق جمیلہ اور فضائل جلیلہ کے کمال سے تعریفیں کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (سورۃ الضحیٰ ۴)۔ ترجمہ: اور ہر پچھلی حالت پہلی حالت سے بہتر ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرمایا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (سورۃ انشراح ۴)۔ ترجمہ: اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بلند کردیا ہے۔

محدث شہیر علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری لکھتے ہیں کہ آحادیث میں آپ کے اسماء کے جو بیان ہوئے ہیں ان میں اسم ''محمد'' کو احمد پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ ''محمد'' ''احمد'' سے زیادہ ظاہر اور زیادہ مشہور ہے بلکہ ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ مخلوق کو پیدا

کرنے سے دو ہزار سال پہلے آپ کا نام محمد رکھا گیا ہے۔ اور کعبؓ اخبار نے روایت کیا کہ عرش کے پائے پر سات آسمانوں جنت کے محلات اور بالا خانوں پر حوروں کے سینوں پر جنت کے درختوں پر اور درختوں کے پتوں پر سدرۃ المنتہیٰ اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان ''محمد'' لکھا ہوا ہے اس نام کو تمام ناموں پر فضیلت ہے (جمع الفضائل صفحہ ۲۲۷)۔

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں وَسَيَحْمَدُهُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ فِي الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ تَحْتَ اللِّوَاءِ الْمَمْدُوْدِ (مرقاۃ، ج نمبر ۱۱، صفحہ ۱۷)۔ اور عنقریب آپ کی تعریف اگلے اور پچھلے قیامت کے دن مقام محمود میں لٹکائے (اٹھائے ہوئے) ہوئے علم کے نیچے کریں گے مخلوقات کی پیدائش سے پہلے بھی آپ کی تعریف ہوتی رہی اور جب سے مخلوق پیدا ہوئی ہے آپ کی تعریف ہوتی رہی ہے اور ہوتی ہے اور قیامت تک نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ آپ ہی کی تعریف ہوتی رہے گی اسی لئے آپ کا نام محمد ہے یہ نام پاک ہی آپ کی نعت شریف ہے۔ حضرت مولانا جامی کیا خوب فرماتے ہیں

چوں نام ایں است نام آور چہ باشد — مکرم تر بود از ھر چہ باشد

جب یہ نام اتنی شان وعظمت والا ہے تو نام والے محبوب کس قدر بلند شان والے ہوں گے۔

جب کوئی اسم محمد ﷺ لے گا تو اس کے منہ سے گویا تعریف ہی نکلے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قریش کی گالیوں اور ان کی لعنت کو مجھ سے کس طرح پھیر دیتا ہے وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمم کو لعنت کرتے ہیں اور میں تو محمد ہوں (بڑی خوبیوں والا ہوں)۔ مذمم کا معنی وہ شخص جس کی برائی اور مذمت کی جائے اور قریش مکہ اپنے بغض وعناد کی وجہ سے آپ ﷺ کو محمد کہنے کی بجائے مذمم کہا کرتے ہیں اور آپ کی شان میں بدزبانی کیا کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا وہ مذمم کو نشانہ بناتے ہیں۔ میں مذمم نہیں بلکہ محمد ﷺ ہوں کیونکہ آپ ﷺ حسن وجمال اور کمال والے اور بے عیب ہیں اس لئے آپ کا نام محمد ہے۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ احمد تھے اور اس کے بعد محمد ہوئے کیونکہ پہلی کتابوں میں آپ کا نام احمد تھا اور قرآن مجید میں آپ کا نام محمد ہے اور آپ ﷺ نے لوگوں میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اسی طرح آپ آخرت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور اس کے بعد شفاعت کریں گے اور آپ سے سن کر لوگ اللہ کی حمد کریں گے۔ آپ سورۃ الحمد، الواء حمد (حمد کے جھنڈے) اور مقام محمود کے ساتھ مخصوص ہیں کھانے پینے و دعا اور سفر سے واپسی کے بعد شروع کی گئی ہے آپ کی امت کا نام حمادین رکھا گیا ہے اور آپ کے لئے حمد کے تمام معنی اور اقسام جمع کئے

گئے ہیں (شرح مسلم ج نمبر ۶ صفحہ ۸۱۳ بحوالہ فتح الباری)

یعنی ساری مخلوق سے پہلے آپ ﷺ نے رب کائنات کی بہت تعریف کی اس لئے آپ ﷺ پہلے احمد ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف فرمائی اس بناء پر آپ ﷺ محمد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو محمد کہہ کر خود تعریف فرمائی ہے یہ نام مخلوقات میں سے کسی نے نہیں رکھا بلکہ رب کائنات نے رکھا ہے اسی لئے سب سے پیارا سب ناموں کا سردار ہے۔

قبل از ولادت کسی کو اپنے بیٹے کا نام محمد رکھنے کی توفیق نہ ملی: ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سے پہلے کسی شخص کا نام محمد ﷺ نہیں رکھا گیا تھا کیونکہ خدا تعالیٰ اس نام کی حفاظت کرنا چاہتا تھا جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا کہ ان سے پہلے اس نام کا کوئی آدمی نہیں گذرا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا (سورہ مریم ۷)۔ ترجمہ: ان سے پہلے ہم نے یہ نام نہیں رکھا۔ البتہ جب آپ ﷺ کی ولادت سعادت کا زمانہ قریب آیا اور اہل کتاب نے آپ ﷺ کے قرب زمانہ ولادت کی بشارت دی تو کچھ لوگوں نے اپنے بچوں کا نام محمد رکھا کہ شاید ان میں سے کوئی نبی ہو۔ ان کی تعداد (۱۵) پندرہ بیان کی گئی ہے۔ اور نہ ان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ کسی نے ان کے بارہ میں کہا کہ فلاں معاذ اللہ نبی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (سورۃ الانعام ۱۲۴)۔ ترجمہ: اور اللہ ہی خوب جانتا ہے اس نے کس کو رسول بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (سورۃ الجمعہ ۴)۔ ترجمہ: اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے (جمع الوسائل جلد نمبر ۲۔ انوار محمدیہ سیرت محمدیہ) جن بچوں کے نام محمد رکھے گئے۔ ان کی تعداد پانچ بیان کی جاتی ہے بعض نے کہا ان کی تعداد پندرہ تھی۔ جب یہ لوگ اس نام سے موسوم ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یوں حفاظت فرمائی کہ ان میں سے کوئی شخص نبوت کا مدعی نہیں ہوا اور نہ ان میں سے کسی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا یہ اس نام کی بزرگی ہے اس طرح اسم احمد بھی کسی کا نام آپ ﷺ سے پہلے نہیں رکھا گیا اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی حفاظت فرمائی (الشفاء)۔

یہی شان اسم احمد کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس نام کی کئی سو سال پہلے خبر دی۔ لیکن آپ کی ولادت سے پہلے کسی نے احمد نام نہیں رکھا تھا (مستعذب الاخبار)

اَیَّامِ رَضَاعَت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ (سورہ بقرہ ۲۳۳)۔ ترجمہ: اور مائیں اَپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَحَرَّمْنَا عَلَیْہِ الْمَرَاضِعَ (سورہ قصص ۱۲)۔ ترجمہ: اور ہم نے پہلے ہی سب دایاں اس پر حرام کردی تھیں۔ اللہ تعالیٰ جن عورتوں کو منتخب فرماتا ہے انہیں ہی نبیوں کو دودھ پلانے کی سعادت نصیب فرماتا ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آٹھ عورتوں نے دودھ پلایا تھا۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن خواتین نے دودھ پلایا تھا وہ تین ہیں: (۱ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ، (۲) حضرت ثویبہ، (۳) حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔ ان کے علاوہ کسی عورت کا آپ نے دودھ نہیں پیا ہے۔ واللہ اعلم۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ولادت باسعادت کے بعد سب سے اول حضرت سیدہ آمنہ نے اپنا دودھ پلایا تھا۔ محدث شرازی علامہ سید جمال حسینی لکھتے ہیں: سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا اور بعد سات دن کے ابولہب کی باندی ثوبیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا۔ ان کا لڑکا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دودھ شریک تھا مسروح تھا اس واسطہ (ثوبیہ) سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، ابوسلمہ مخزومی، عبداللہ بن جحش اسعدی رضاعی بھائی ہوئے۔

(روضۃ الاحباب)

علامہ محمد یوسف صالحی متوفی ۹۴۱ھ فرماتے ہیں اَلْاُوْلٰی اُمُّہٗ ﷺ اَرْضَعَتْہُ سَبْعَۃَ اَیَّامٍ ذَکَرَ ذٰلِکَ جَمَاعَۃٌ (سبل الھدی والرشاد ج۱ ص ۳۷۵)۔ کہ سب سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو سات دن دودھ پلایا تھا۔ اس کا ذکر علماء کی ایک جماعت نے کیا ہے۔

اوراس کے بعد ابولہب کی باندی ثوبیہ نے بھی دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی فَاَرْضَعَتْہُ اَیَّامًا حَتّٰی قَدِمَتْ حَلِیْمَۃ (سبل الھدی ج۱ ص ۳۱۵) تو آپ کو ثوبیہ نے چند دن دودھ پلایا۔ یہاں تک کہ حلیمہ لینے کے لئے آ گئیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں جس شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی ثوبیہ نے ابولہب کو بشارت پہنچائی کہ تمہارے بھائی حضرت عبداللہ کے گھر فرزند پیدا ہوا ہے ابولہب نے اس مژدہ پر اس کو آزاد کر کے حکم دیا کہ جاؤ دودھ پلاؤ (مدارج النبوت)

حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں ثوبیہ ابولہب کی لونڈی تھی، جسے ابولہب نے اَزاد کردیا تھا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

دودھ پلایا تھا، جب ابولہب مرگیا تو اسے اہل خانہ میں سے کسی نے خواب میں برے حال میں دیکھ کر کہا تو کن حالات سے دوچار ہے اس نے جواب دیا تم سے جدا ہونے کے بعد میں خیر و خوشحالی سے محروم ہوں۔ مگر ثوبیہ کے اَزاد کرنے کے باعث میں اس میں سے یعنی انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے درمیان میں (جو گھڑا ہے) سے پلایا جاتا ہوں۔ امام عبدالرحمٰن سہیلی وغیرہ کا بیان ہے کہ اس (ابولہب) کے بھائی حضرت عباس کو خواب آیا تھا اور یہ خواب ابولہب کی وفات (بعد از بدر) کے ایک سال بعد آیا تھا اور اس خواب میں یہ بھی بیان ہے کہ سوموار کے دن کے موافق مجھ سے عذاب میں تخفیف ہوجاتی ہے۔ کیونکہ جب ثوبیہ نے بھتیجے محمد بن عبداللہ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو اس نے ثوبیہ کو فوراً ابشارت کی وجہ سے اَزاد کردیا تھا بنابریں اس کو عذاب میں تخفیف ہوئی۔ (البدایۃ والنھایۃ، ج ۲ ص ۲۹۶، البخاری کتاب النکاح)۔ مفتی سعید احمد پالنپوری محدث دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں: فائدہ: ابولہب ذرا سا خوش ہوا تھا تو اس کو ذرا سا فائدہ پہنچا، اور ابوطالب زندگی بھر مددگار رہے تو ان کو بہت فائدہ پہنچا، صرف آگ کے چپل پہنائے جائیں گے جس سے ان کا بھیجا کھولے گا۔ اور علماء نے اس سے یہ بات سمجھی ہے کہ کافر کا عذاب اعمال صالحہ کی وجہ سے ہلکا کیا جائے گا۔ (تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۱۴۰)۔ یہ تخفیف عذاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے۔ عام مسلئہ تخفیف نہیں ہے۔

اس میں اختلاف کیا گیا ہے کہ حضرت ثویبہ اسلمیہ کو ابولہب نے خوشخبری سنتے ہی ازاد کردیا تھا یا اس کو بعد میں آزادی ملی تھی۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ بعد میں ازادی دی گئی تھی۔ سیرت مغلطائی کے ص ۱۱۲ پر ہے اعتقھا بعد ما ھاجر النبی ﷺ۔ ثویبہ کو ابولہب نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت کے بعد آزاد کیا تھا۔ اور حافظ شرف الدین عبدالمؤمن الدمیاطی (متوفی ۷۰۵ھ) لکھتے ہیں کان ﷺ یصلھا وھو بمکۃ وکانت خدیجۃ تکرمھا وھی یومئذ مملوکۃ وطلبت الیٰ ابی لھب ان تبتعھا لتعتقھا فأبی ابو لھب فلما ھاجر رسول اللہ ﷺ الی المدینۃ اعتقھا ابو لھب۔ وکان رسول اللہ ﷺ یبعث الیھا بصلۃ وکسوۃ حتی جاءہ خبرھا انھا توفیت سنۃ سبع مرجعۃ من خیبر۔ فقال ما فعل ابنھا مسروح فقیل مات قبلھا ولم یبق من قرابتھا احد (السیرۃ النبویۃ، ص ۳۳)۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ صلہ رحمی فرماتے تھے جبکہ آپ مکہ میں تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان کی تکریم کیا

کرتی تھیں۔اوروہ ان دنوں میں مملوکہ (باندی) تھیں۔اور ابولہب سے مطالبہ کیا کہ تم اس کوفروخت کروتا کہ ان کو آزاد کیا جائے تو ابولہب نے انکار کر دیا۔تو جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی (اس کے بعد) ثویبہ کو ابو لہب نے آزاد کر دیا۔رسول اللہ ﷺ حضرت ثویبہ کو نقدی اور کپڑے بھیجتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو خبر پہنچی کہ وہ ۷ھ میں فوت ہوگئی ہیں۔بعض نے لکھا ہے کہ ان کی وفات ۹ھ غزوہ خیبر کے بعد ہوئی ہے (کشف الباری کتاب النکاح)۔قاضی ابوالفضل عیاض متوفی ۵۴۴ لکھتے ہیں وَكَانَ يَبْعَثُ إِلَى ثُوَيْبَةَ مَوْلَاةِ أَبِي لَهَبٍ مُرْضِعَتِهِ بِصِلَةٍ وَّ كِسْوَةٍ فَلَمَّا مَاتَتْ سُئِلَ مَنْ بَقِيَ مِنْ قَرَابَتِهَا فَقِيْلَ لَا أَحَدَ (الشفاء ج ۲ ص ۱۸۷)۔آپ ثویبہ ابولہب کی باندی کے لیے جس نے آپ کو جو دودھ پلایا تھا۔اس کے لئے نقدی اور کپڑے بھیجا کرتے تھے۔جب وہ فوت ہوگئیں تو پوچھا کیا اس کے رشتداروں کے بارے میں کوئی ہے کہ یا نہیں۔کہا گیا کوئی نہیں۔ثویبہ نے چند دن آپ ﷺ کو اپنا دودھ پلایا اور نبی کریم ﷺ نے جب تک وہ زندہ رہیں ان کو یاد رکھا۔یہی تو خلق محمدی ﷺ ہے۔

حضور اکرم ﷺ ثویبہ کا بڑا احترام کرتے تھے اور مدینہ منورہ سے ہجرت کرنے کے بعد ان کے لئے ہدایا مکہ معظّمہ بھیجتے تھے۔وہ خوش نصیب ہیں کہ جن کو ولادت رسول کی بشارت دینے سے آزادی مل گئی تھی اور نبی ﷺ کو دودھ پلانے کا بھی شرف حاصل ہوا۔انہوں نے حضرت ثویبہ نے اپنے بیٹے مسروح حضرت حمزہ (عم مصطفیٰ ﷺ) اور ابوسلمہ مخزومی کو بھی دودھ پلایا تھا۔

حضرت کے ثویبہ کے اسلام میں اختلاف ہے۔بعض محدثین انہیں صحابیات میں شمار کرتے ہیں (مدارج النبوت)۔

امام ابن مندہ نے صحابہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ابونعیم نے فرمایا کے ابن مندہ کے علاوہ کسی نے بھی ان کے اسلام کا ذکر نہیں کیا،حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابۃ ان کا تذکرہ صحابہ میں کیا ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ پلانا: عرب کے رواج کے مطابق دیہاتوں اور گاؤں میں سے بہت سی دودھ پلانے والی عورتیں اشراف کے بچوں کو دودھ پلانے اور ان کی تربیت کرنے کی خاطر تلاش کرتی ہوئی مکہ میں آئیں تو عبد المطلب نے اپنے پوتے کو دودھ پلانا چاہا تو قبیلہ بنی سعد بن بکر کی عورت کو منتخب کیا جن کا نام حلیمہ بنت ابی ذوئیب سعدیہ تھا اور ان کے شوہر حارث بن عبدالعزی،جن کی کنیت ابو کبشہ تھی اور یہ بھی اسی قبیلہ سے تھے۔

امام محمد ابن اسحاق تابعی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا أَنَا أَعْرَبُكُمْ أَنَا

قُرَيْشِيٌّ وَاسْتُرْضِعْتُ فِي بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ (السیرت النبویۃ لابن ہشام،السیرت النبویۃ لابن کثیر ص ۴۲)۔میں تم سب سے زیادہ خالص عرب ہوں میں قریشی ہوں اور میں نے بنی سعد بن بکر کے قبیلے میں دودھ پی کر پرورش پائی ہے۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيْمَ وَاسْتَرْضَعَتْ فِي بَنِ سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ (مستدرک حاکم)۔میں اپنے باپ حضرت ابراھیم کی دعا کا نتیجہ ہوں اور میں نے بنوسعد بن بکر کے علاقہ میں مدت رضاعت گزاری ہے۔

پہلا کلام: حضرت حلیمہ کا بیان ہے کہ جس وقت آپ کا دودھ چھڑایا تو یہ کلمات آپ کی زبان پر جاری ہوئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا (سبل الھدیٰ)۔اللہ بہت ہی بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے بہت ہی تعریفیں ہیں اللہ ہر عیب سے پاک ہے صبح وشام ہر وقت۔

دوسری روایت میں ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (روضہ الاحباب)۔اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔آپ کی وجہ سے حلیمہ گھر میں بے شمار فیوض وبرکات کا ظہور رہوا۔اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کی سہولتیں عطا فرمائیں۔حضرت حلیمہ حضور ﷺ کی جدائی کو بھی برداشت نہیں کرسکتی تھیں۔حضرت حلیمہ سعدیہ نے رسول اللہ ﷺ کو پورے دو برس دودھ پیلایا (سیرت خاتم الانبیاء)۔

مدت رضاعت ختم ہونے پر حضرت حلیمہ حضور علیہ السلام کو واپس مکہ معظّمہ حضرت سیدہ آمنہ کے پاس لائیں۔اور اس وقت مکہ میں وبائی بیماری پھیلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے حضرت حلیمہ پھر رسول اللہ ﷺ کو حضرت سیدہ آمنہ کے اصرار کرنے پر واپس لے کر گئیں۔

آپ ﷺ کا شق صدر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (سورہ انشراح) ترجمہ: کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔

آپ ﷺ تین یا چار سال کے تھے کہ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے کے لئے جنگل میں گئے ہوئے تھے تو اسی اثنا میں شق صدر کا واقع پیش آیا۔

چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے کہ آپ (بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے (مشغول) تھے۔ اچانک جبرائیل ائے اور آپ کو لٹا کر آپ کا سینہ چیر کر دل نکال لیا پھر دل میں سے جما ہوا خون نکالا اور کہا یہ شیطان کا حصہ تھا، پھر دل کو سونے کے طشت میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھو کر اس کو جوڑ کر اپنی جگہ پر رکھ دیا، یہ منظر دیکھ کر بچے دوڑے ہوئے حضور کی رضاعی ماں (حلیمہ) کے پاس گئے اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا۔ یہ سن کر سب دوڑ کر حضور کے پاس آئے اور دیکھا تو حضور ﷺ کا رنگ متغیر تھا۔

حضرت انس کہتے ہیں وَقَدْ كُنْتُ أَرَى أَثَرَ ذٰلِكَ الْمِخْيَطِ فِي صَدْرِهِ۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے سینہ پر اس سلائی کے نشانات دیکھے تھے۔ (مسلم کتاب الایمان باب الاسراء)۔ اس کی شرح میں صاحب مرأۃ لکھتے ہے کہ اولاً۔ دل میں یہ ٹکڑا پیدا کیا جانا پھر اس کا نکالا جانا ایسا ہے جیسے جسم اقدس پر بالوں ناخنوں کا ہونا پھر ان کا کٹوایا جانا۔ یہ بات نبوت کی شان کے خلاف نہیں (مرأۃ ص ۱۱۴)۔

بعض کہتے ہیں کہ اسی دوران آپ کے دوشانوں کے درمیان مہر لگائی اور علم وحکمت کے نور سے بھر دیا گیا تھا۔ اور یہ مہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی (الانوار محمدیہ ص ۳۳، زرقانی ج ۱ ص ۲۹۹)۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ مہر کب لگائی تھی۔

بعض کہتے ہیں کہ مہر نبوت اسی واقعہ کے دوران لگائی گئی تھی اور بعض نے کہا ہے ولادت کے وقت مہر نبوت موجود تھی (مواھب لدنیہ)۔ یہی زیادہ راجع ہے اور مہر حفاظت کے لئے لگائی جاتی ہے کہ اس میں سے نہ کچھ نکالا جائے اور نہ کوئی چیز اس میں داخل کی جائے اس میں ختم نبوت کی طرف اشارہ تھا۔

شق صدر کی حکمت: اور بچپن میں شق صدر اور گوشت کا ٹکڑا نکالنے کی حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کو جوانی کی الاشوں سے پاک کر دیا جائے۔ اور بچپن ہی میں تجربہ کار آدمیوں کے اوصاف سے متصف ہو جائیں۔ اور آپ ﷺ کو نبوت و رسالت کے لئے تیار کرنا تھا گویا کہ یہ ایک تربیت ربانی تھی تا کہ بار رسالت کو پہنچانے میں آسانی ہو۔ اور شیطانی اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ شق صدر کتنی مرتبہ ہوا ہے امام قاضی عیاض رحمہ اللہ کے نزدیک ایک مرتبہ حلیمہ سعدیہ کے پاس شق صدر ہوا ہے۔

شق صدر کتنی بار ہوا: امام عبدالرحمن السہیلی فرماتے ہے کے دو مرتبہ ہوا ہے ۴ سال کی عمر حلیمہ سعدیہ کے پاس اور شب معراج شق صدر ہوا ہے۔ دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ چار مرتبہ پیش آیا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بدانکہ شق صدر شریف چھار بار واقع شدہ نخست در صغر سن نزد حلیمہ۔ دوم در دہ سالگی۔ سوم در نزد بعثت۔ چھارم در شب اسراء در وقت کہ جبریل در طلب وی ﷺ (اشعۃ المعات ج ۴ ص ۵۱۷) تفسیر عزیزی ج ۳، پارہ عم ص ۲۳۲)۔ واضح رہے کہ شق صدر چار مرتبہ ہوا ہے پہلی دفع بچپن میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں، دوسری دفعہ دس سال کی عمر میں، تیسری دفعہ اعلان نبوت کے وقت، چوتھی دفعہ معراج کی رات جب جبرئیل امین آپ کو لینے کے لئے ائے (زیادہ تفصیل لمعات التنقیح ج ۹ ص ۵۱۳، تفسیر عزیزی ج ۳ ص ۲۳۲)۔

اور شق صدر ظاہری حسی شرح صدر معنوی باطنی کا نمونہ ہے۔ یہاں شق صدر سے مراد ہے نہ کہ شرح صدر ہے جس کا ذکر سورۂ انشراح میں آیا ہے۔ کیونکہ اس میں شرح صدر معنوی و باطنوی کا ذکر ہے اور جس طرح شق صدر ظاہری حسی علامات نبوت میں سے ہے اسی طرح معنوی و باطنی شرح صدر بھی کمالات نبوت سے ہے یہ دل کی گشادی اور حوصلہ کی فراغی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام شرح صدر کے لئے اللہ سے دعا مانگتے ہیں رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي (سورہ طہ ۲۵، ۲۶)۔ ترجمہ: اے میرے رب میرا سینہ کھول دے اور میرے کام آسان فرما۔ نبی کریم ﷺ کو شرح صدر کی نعمت بغیر مانگے عطا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (سورہ انشراح)۔

ترجمہ: کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا (ہاں کھول دیا)۔

آپ ﷺ کی مکہ مکرمہ کی طرف واپسی: آپ حضرت حلیمہ کے پاس تقریبا پانچ سال رہے تھے۔ علامہ محمد بن عمر بحرق متوفی ۹۳۰ھ لکھتے ہیں وَأَرْضَعَتْهُ حَلِيمَةُ السَّعْدِيَّةُ وَفَصَلَتْهُ لِحَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ وَقَدِمَتْ بِهِ مَكَّةَ ثُمَّ رَجَعَتْ بِهِ إِلَى (بَلَدِ بَنِي سَعْدٍ) وَشُقَّ صَدْرُهُ فِي الْعَامِ الْخَامِسِ وَهُوَ عِنْدَهُمْ۔ ثُمَّ قَدِمَتْ بِهِ بَعْدُ لَمَّا تَخَوَّفَتْ عليه فَكَانَتْ مُدَّةُ إِقَامَتِهِ عِنْدَهُمْ نحو خَمْسَةِ أَعْوَامٍ (حدائق الانوار ص ۵۹)۔ اور حلیمہ سعدیہ نے آپ کو دودھ پلایا اور پورے دوسال ہونے پر آپ کا دودھ چھڑا دیا تھا۔ اور پھر حلیمہ رسول اللہ مکہ والدہ ماجدہ کے پاس لائیں پھر واپس ان کو نبی سعد کے شہروں میں لے گئیں پھر پانچویں سال شق صدر کا واقعہ پیش آیا اور آپ

ان کے پاس تھے پھر اس کے بعد انہیں مکہ لائیں جب آپ کے بارے میں خوف ہوا۔ تو حلیمہ کے پاس مدت قیام تقریباً پانچ سال ہے۔ وَبَقِيَ عِنْدَهَا خَمْسَ سِنِيْنَ وَرَاَئَتْ مِنْ بَرَكَاتِهِ شَيْئاً كَثِيْرًا (غاية الرسول فی سیرۃ الرسول ص ۱۳۱)۔ اور آپ حلیمہ سعدیہ کے پاس پانچ سال ٹھہرے اور حلیمہ سعدیہ نے آپ سے بہت سے فیوضات وبرکات دیکھے۔

آپ ﷺ کی گمشدگی: اور ولادت کے پانچویں سال جب کہ آپ کو حضرت حلیمہ سعدیہ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس مکہ معظّمہ میں لائیں تو واپسی کے دوران آپ گم ہو گئے۔

کندیر بن سعد رضی اللہ عنہ اَپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں حج کیا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ طواف کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

رَبِّ رُدَّ اِلَیَّ رَاكِبِيْ مُحَمَّدًا ٭ رُدَّهُ اِلَیَّ وَاصْطَنِعْ عِنْدِهٖ يَدًا

ترجمہ: اے میرے رب میرے سوار محمد کو میری طرف واپس بھیج دے، اس کو میرے پاس واپس کر دے اور مجھے اس کی حفاظت کی توفیق دے۔

میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ عبد المطلب بن ہاشم ہے۔ اس نے اَپنے پوتے کو اونٹ ڈھونڈنے بھیجا ہے اور اس کو جس کام کے لئے بھیجتا ہے وہ اس میں کامیاب ہو کر واپس آتا ہے لیکن آج تک اس نے کچھ دیر کر دی ہے۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ محمد ﷺ اونٹ ساتھ لے کر واپس تشریف لے آئے۔ عبد المطلب نے آپ کو گلے لگایا اور کہا اے بیٹے! میں تیرے لئے اس قدر گھبرایا ہوا ہوں کہ آج تک کبھی بھی کسی چیز کے بارے میں اتنا نہیں گھبرایا۔ خدا کی قسم! اب میں کبھی بھی کسی کام کے لئے نہیں بھیجوں گا اور آج کے بعد تو کبھی مجھ سے کبھی دور نہ ہونا (المستدرک)۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (سورۃ الضحیٰ ۷)۔ ترجمہ: اور کیا اللہ نے آپ کو گم نہیں پایا پھر راہ دکھادی (تفسیر کبیر، تفسیر عزیزی)۔

صلہ رضاعت: جب حضرت حلیمہ سعدیہ آپ کو جناب عبد المطلب کے پاس مکہ لائیں تو آپ کے دادا عبد المطلب نے

حضرت حلیمہ کو ایک ہزار اونٹنیاں اور پچاس رطل سونا خدمت گزاری میں بطور انعام دے کر نہایت عزت کے ساتھ رخصت کیا (تحفۃ العرب) تاریخ الخمیس میں ہے وَجَهَّزَ حَلِيْمَةَ خَيْرَ الْاَجْهَازِ اور حلیمہ کو سب سے بہتر انعام دیا۔

حضرت حلیمہ کہتی ہیں کہ عبد المطلب اور حضرت سیدہ آمنہ نے الگ الگ اس قدر مال و دولت دی کہ اس کی تعریف نہیں کی جاسکتی (معارج النبوت)۔

وصف آں در بیاں نمی گنجد ☆ شرح آں در میان نمی گنجد

اس مال و دولت کی زبان سے تعریف نہیں کی جاسکتی، اس کی شرح بیان میں نہیں سما سکتی۔

اور حلیمہ پر بہت انعام و اکرام فرمایا اور قبیلہ بنی سعد کی طرف واپس کیا (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۶۶)

حضرت حلیمہ سعدیہ کیا ہی خوش نصیب تھیں کہ ان کو دنیاوی انعام بھی بہت دیا گیا۔ اور اس سے بڑھ کر جو انعام ان کو ملا وہ باقی رہنے والا ہے کہ آپ کو دولت اسلام سے نوازہ گیا اور قیامت تک ان کا ذکر ہوتا رہے گا۔

امام ابو مدین بن احمد بن فارسی متوفی ۱۱۳۲ھ لکھتے ہیں حضرت حلیمہ کے شوہر کا نام حارث بن عبد العزی تھا۔ اور وہ بعد میں اسلام لائے تھے حضرت حلیمہ بھی اسلام لائی تھیں نبی ﷺ کے چار رضاعی بہن بھائی تھے عبد اللہ، انیسہ، خزیفہ، اور خدامہ جو شیما کے لقب سے ملقب تھی عبد اللہ اور اَلشیماء نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ وَفِيْ شَرْحِ الْهَمْزِيَّةِ لَهُ اِبْنِ حجر الْهَيْتَمِيْ اَنَّ حَلِيْمَةَ اَسْلَمَتْ هِيَ وَزَوْجُهَا وَبَنُوْهَا (مستعذب الاخبار، سبل الهدی) کتاب شرح الھمزیۃ میں ہے کہ حلیمہ اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹے اسلام لائے تھے۔

اور امام احمد ابن حجر ھیتمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ومن اعظم اجرها وسعادتها وتوفيقها للاسلام هي وزوجها وبنوها بل رد رسول الله ﷺ سبي هوازن اليهم بواسطة كونهم قومها، وكانت تقدم اليه ﷺ فيكرم مثواها، وكذلك زاد في اكرام ابنتها الشيماء لما اعتقها من جملة من اعتق من سبيهم (المنح المكية في شرح الهمزية ص ۱۴۱)

آپ ﷺ کا رضاعی والدین کی تکریم کرنا: امام قاضی عیاض لکھتے ہیں حلیمہ سعدیہ رسول اللہ ﷺ کی حدمت میں حاضر ہوئیں نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھائی اور ان کی حاجت کو پورا کیا آپ ﷺ کے وصال کے بعد وہ حضرت ابوبکر صدیق کی حدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا

(کہ ان کے بیٹے کے لئے اپنی چادر بچھائی اور جوانہوں نے مطالبہ کیا اس کو پورا کیا)۔

حضرت عمر بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن تشریف فرما تھے آپ ﷺ کے رضاعی والدائے آپ ﷺ نے ان کے لئے اپنے کپڑے (چادر) کا ایک کونہ بچایا وہ اس پر تشریف فرما ہوئے پھر آپ ﷺ کی رضاعی والدہ ائی آپ نے ان کے لئے اپنے کپڑے کا دوسرا کونہ بچادیا وہ اس پر بیٹھ گئیں پھر آپ ﷺ کے دودھ شریک بھائی ائے آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے ساتھ بٹھایا۔

عطا بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت حلیمہ نبی کریم ﷺ کی رضاعی ماں تشریف لائیں تو آپ ﷺ ان کے لئے کڑے ہو گئے اور چادر مبارک بچھائی اور وہ اس پر بیٹھیں ۔(سبل الحدا والرشاد ج ا ص ۴۵۶ ۔تفسیر عزیزی سورہ نون)۔

اس میں یہ تعلیم دی گی ہے کہ رضاعی ماں کی تعظیم وتکریم سگی ماں کی طرح ضروری ہے۔ اوراسی طرح آپ نے غزوہ حنین کے موقعہ پر اپنی رضاعی بہن کے لئے چادر بچائی اور باعزت طریقے سے ان کو واپس جانے کی اجازت دی۔(سنن ابو داود کتاب الادب)۔

سفر مدینہ اور حضرت سیدہ آمنہ کی وفات: علامہ محمد بن اسحاق متوفی ۱۳۵ھ لکھتے ہیں ان مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ چھ سال کے تھے کہ اَنَّ اُمَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ آمِنَةَ تَوَفِّيَتْ وَرَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِبْنُ سِتِّ سَنِيْنَ بِالْاَبْوَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ كَانَتْ قَدْ قَدِمَتْ بِهٖ عَلٰى اَخْوَالِهٖ مِنْ بَنِيْ عَدِيِّ بْنِ النَّجَارِ تُزِيْرُهٗ اِيَّاهُمْ فَمَاتَتْ وَهِيَ رَاجِعَةٌ بِهٖ اِلٰى مَكَّةَ ۔ (سیرۃ ابن اسحاق مع سیرۃ ابن ھشام، البدایۃ والنہایۃ)۔

آپ کی والدہ آمنہ آپ کو لے کر بنی عدی بن النجار کے قبیلے میں ائیں غرض یہ تھی کہ آپ کی ملاقات آپ کے ماموؤں سے کرائیں تو وہاں سے واپسی کے وقت مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابواء میں انتقال کر گئیں۔

بنی عدی بن نجار سے ننہالی رشتہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ جناب عبدالمطلب کی والدہ سلمی بنت عمرو بن زید نجاریہ تھیں اس لئے عبدالمطلب کی بنی عدی بن نجار ساکن مدینہ سے رشتداری تھی، اور یہ خاندان بنی عدی سے آپ کے دادا عبدالمطلب کا ننہالی رشتہ تھا۔ چنانچہ ابو محمد عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۸ھ اس رشتہ ننہالی کے متعلق لکھتے ہیں۔

ام عبد المطلب بن هاشم سلمى بنت عمرو النجارية فهذه الخؤولة التي ذكرها ابن اسحاق

لرسول اللہ ﷺ فیھم (سیرت ابن ھشام ص ۱۶۱) عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ سلمی بنت عمرو نجاریہ تھیں ابن اسحاق نے بنی نجار کا رسول اللہ ﷺ کے ماموں ہونے کا جو رشتہ بتایا ہے وہ یہی ہے۔

علامہ برہان الدین ابراھیم حلبی لکھتے ہیں وَ اَخْوَالُ جَدِّهٖ اَخْوَالُهٗ (کتاب نور النبر اس علی سیرۃ ابن سید الناس) کہ آپ کے دادا کے ماموں آپ کے ماموں ہیں۔

علامہ محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہے رسول اللہ ﷺ ان کو یاد کر کے بیان کیا کرتے تھے بنی عدی بن النجار کا اطم (گھر) دیکھا تو پہچان لیا اور فرمایا میں اس اطم (ٹیلہ) پر انصار کی ایک لڑکی انیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور اَپنے ننھالی لڑکوں کے ساتھ ہم ایک چڑیا کو اڑایا کرتے تھے جو اس اطم پر اَ کے بیٹھا کرتی تھی۔

گھر کو دیکھ کر فرمایا میری ماں مجھے لے کر یہیں اتری تھیں اور اسی گھر میں میرے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر ہے بنی عدی بن النجار کے حوض میں میں نے اچھی طرح سے تیراکی سیکھ لی تھی۔

کچھ یہودی بھی وہاں اا کر آنحضرت ﷺ کو دیکھا کرتے تھے ام ایمن کہتی ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک کو کہتے سنا کہ یہ اس امت کے پیغمبر ہیں اور یہی ان کا دار الہجر ت ہے۔ میں نے (یعنی ام ایمن نے) اس کی باتوں میں سب کو ذہن نشین کر لیا۔ آنحضرت ﷺ کی والدہ آپ کو لے کے مکے واپس چلیں مقام ابواء میں پہنچ کے انتقال کر گئیں وہیں ان کی قبر مبارک ہے۔

اور حضرت ام ایمن نے رسول اللہ ﷺ کو لے کے مکے مراجعت کی سواری میں وہی دونوں اونٹ تھے جنہیں مدینے جاتے وقت لائے تھے آنحضرت ﷺ کی والدہ زندہ تھیں تب بھی اور بعد بھی ام ایمن ہی آنحضرت ﷺ کو پالتی پوستی تھیں (الطبقات الکبری ج ا ص ۹۳)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں فَخَرَجَتْ بِهٖ اُمُّهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ تَزُوْرُ اَخْوَالَهٗ بِالْمَدِيْنَةِ فَتُوُفِّيَتْ بِالْاَبْوَاءِ وَهِيَ رَاجِعَةٌ اِلٰى مَكَّةَ وَلَهٗ مِنَ الْعُمُرِ سِتُّ سِنِيْنَ وَّثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ وَّعَشَرَةُ اَيَّامٍ (الفصول فی سیرت الرسول ص ۲۵)۔ کہ حضرت آمنہ نبی ﷺ کو لے کر مدینہ گئیں تا کہ مدینہ میں اَپنے (دادا کے) ماموؤں کی ملاقات کریں تو مکہ کی طرف واپسی پر مقام ابواء میں فوت ہوگئیں اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر ۶ برس تین ماہ دس دن تھی۔ اور یہ سفر اَپنے شوہر عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر کی زیارت کرنے کے لئے تھا۔ اس لئے یہ طویل سفر کیا۔ اس سے باخوبی سمجھ میں

آتا ہے کہ یہ رشتہ بہت دور کا تھا پھر اتنے دور کے رشتہ داروں کی ملاقات کیلئے اتنا بڑا سفر کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ بعض مؤرخین کا یہ بیان صحیح معلوم ہوتا ہے کہ آپ اَپنے شوہر حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کو تشریف لے گئی تھیں۔ (الذکر الحسین ص ۱۳۵)۔ علامہ محمود شاکر مصری لکھتے ہیں **اذا سارت به الی یثرب لزیارت اقربائه وقبر ابیه** (التاریخ الاسلامی ج ۲ ص ۴۵)، جب حضرت سیدہ آمنہ آپ ﷺ کو لے کر یثرب (مدینہ منورہ) گئیں اَپنے (دادا کے) رشتہ داروں اور اَپنے والد کی قبر کی زیارت کے لئے۔

سیدہ آمنہ کی قبر کا زیارت کرنا: صحیح مسلم میں ہے **اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ لَمَّا مَرَّ بِالْاَبْوَاءِ وَھُوَ ذَاھِبٌ اِلٰی مَکَّۃَ عَامَ الْفَتْحِ اسْتَاْذَنَ رَبَّہٗ فِیْ زِیَارَۃِ قَبْرِ اُمِّہٖ فَاَذِنَ لَہٗ فَبَکٰی وَاَبْکٰی مَنْ حَوْلَہٗ وَکَانَ مَعَہٗ اَلْفُ مُقَنَّعٍ** (حدیث ۹۶۷) (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول ۴۵)۔

رسول اللہ ﷺ کا گزر فتح مکہ والے سال مکہ کی طرف جاتے ہوئے مقام ابواء سے ہوا۔ اپ ﷺ نے اَپنے رب سے اپنی والدہ محترمہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اجازت دے دی گئی پ پر گریہ طاری ہوا اور آپ کے اردگرد ایک ہزار مسلح افراد بھی رو پڑے۔ آپ ﷺ کو قبر کی زیارت کی اجازت دی گی اور آپ اَپنے والدہ کی یاد میں رو پڑے۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۰۹ھ لکھتے ہیں کہ عمرہ حدیبیہ میں جب رسول اللہ ﷺ مقام ابواء میں پہنچے تو فرمایا **ان اللہ قد اذن لمحمد فی زیارۃ قبر امه فاتاہ رسول اللہ ص فاصلحه وبکی عنده وبکی المسلمون لبکاء رسول اللہ فقیل له فقال ادرکتنی رحمتها فبکیت** (الطبقات الکبری ج ۱ ص ۹۴۔ سنن ابی داود (۳۰۸۸)) اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اِجازت دے دی ہے قبر کے پاس آپ ﷺ آئے اس کو درست کیا صفائی ستھرائی کی اور روئے۔ مسلمان بھی آپ ﷺ کے رونے پر گریاں ہوئے۔ جب اس باب میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی تو فرمایا: مجھ پر ان کی رحمت و محبت چھا گئی تو میں رو یا۔ حضرت سیدہ آمنہ مسلمہ مومنہ تھی ان کا کفر کہیں ثابت نہیں ہے۔ استغفار تو گناہگاروں کے لئے کی جاتی ہے۔ ان سے کون سا گناہ صادر ہوا تھا جس کے لئے استغفار کی ضرورت ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا** (سورہ بنی اسرائیل ۱۵)۔ ترجمہ: اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک کہ رسول نہ بھیج لئے۔

حضرت ام ایمن برکۃ رضی اللہ عنہا: امام ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں وہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی باندی اور حبشہ کی رہنے والی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ اَپنے والد گرامی کی وفات کے بعد حضرت سیدہ آمنہ کے ہاں پیدا ہوئے تو اس وقت ام ایمن آپ کی پرورش کرتی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ بڑے ہوئے تو آپ نے ان کو آزاد کر دیا۔ پھر ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ سے کر دیا۔ حضرت ام ایمن رسول اللہ ﷺ کے وصال کے پانچ ماہ بعد انتقال کر گئیں (مسلم کتاب الجہاد)۔ بعض کہتے ہیں خلافت عثمانیہ میں وصال فرمایا ایک قول کے مطابق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بیس روز بعد انتقال فرمایا (الاصابہ)۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا، وہ خوش قسمت خاتون ہیں خود صحابیہ اور جلیل القدر شوہر دو جلیل القدر صحابی بیٹے ملنے کا شرف عطا ہوا۔ ان کے پہلے شوہر کا نام حضرت عبید بن زید رضی اللہ عنہ تھا جن سے حضرت ایمن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ پہلے شوہر کی وفات کے بعد ان کا دوسرا نکاح سیدنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جن سے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے (سیرت سرور کونین ﷺ ج ۳ ص ۳۶۸) مکی اور مدنی زندگی میں حضرت ام ایمن (برکۃ الحبشیہ) نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہیں اور نبی کریم ﷺ ان سے اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بڑی مہربانی فرماتے تھے۔ نبی کریم ﷺ ان سے اور ان کی اولاد سے بیحد محبت فرماتے تھے اور ان کو اپنی ماں کہہ کر بلاتے تھے۔ اور ان کی خدمات آفتاب مہتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا **اُمُّ اَیْمَنَ اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ** ام ایمن میری والدہ کے وصال کے بعد میری ماں ہیں۔

علامہ حافظ محمد ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں اور یہی وہ خاتون ہیں آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ان کے پاس تشریف لائے، تو یہ رو رہی تھیں، انہوں نے فرمایا: کہ اے ام ایمن رضی اللہ عنہا کیوں روتی ہو؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں اَپنے رسول کریم ﷺ کے لئے یہاں سے کہیں بہتر نعمتیں ہیں۔ فرمانے لگیں میں جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اَپنے رسول کریم ﷺ لئے یہاں کی نسبت بہت عمدہ انعامات ہیں، لیکن میں تو اس وجہ سے روتی ہوں کہ آسمان سے جو خبر (وحی) آیا کرتی تھی وہ اب منقطع ہو چکی ہے۔ اس پر ان دونوں حضرات کا بھی جی بھر آیا اور یہ بھی رونے لگے (زاد المعاد)۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے دربار رسالت کی خدمت میں عمر گزاردی اور حضرت ابوبکر عمر فاروق بھی ان کی زیارت کے لئے ان کے پاس جاتے اور پھر فراق رسول خدا ﷺ میں روتے۔

عبدالمطلب کی کفالت: علامہ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وھب اور اپنے جدامجد عبدالمطلب کی نگہداشت میں پروان چڑھ رہے تھے اور آپ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہ لطف وعنایت میں بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ خود ان کی نگرانی فرما رہا تھا۔ جب آپ کی مبارک عمر چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ وفات پاگئیں (السیرت النبویۃ لابن ھشام)۔ پھر آپ اپنے محترم دادا کی کفالت میں رہنے لگے۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سایہ میں ایک چٹائی بچھائی جاتی تھی۔ ان کی تمام اولاد اس چٹائی کے اردگرد بیٹھا کرتی تھی ان کے جلال ورعب کی وجہ سے اس چٹائی پر بیٹھنے کی کوئی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوعمر تھے۔ جب آپ تشریف لاتے تو بلا جھجک اس چٹائی پر تشریف فرما ہوجاتے۔ آپ ﷺ کے چچا آپ کو ہٹانے کی کوشش کرتے۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب فرماتے میرے بچے کو نہ روکو۔ اس کو آگے آنے دو بخدا اس کی بڑی شان ہوگی۔ ہمیشہ حضور ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھاتے، آپ ﷺ کی پشت پر پیار سے ہاتھ پھیرتے۔ حضور ﷺ کی پیاری ادائیں دیکھتے اور خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے (الروض الانف ج ۱ ص ۳۸۰)۔

آپ ﷺ کی ولادت کے ساتویں برس آپ کے دادا عبدالمطلب شاہ یمن سیف بن ذی یذن حمیدی کو مبارک باد دینے گئے تو سیف کے کاہنوں نے جناب عبدالمطلب کو حضرت محمد مصطفی ﷺ کی نبوت (نبی ہونے) کی خبر دی (حدائق الانوار ص ۱۳۱، الوفا لابن جوزی)۔

نبی کریم ﷺ جناب عبدالمطلب کی کفالت میں دو برس تک رہے اور وہ اپنے پیارے پوتے محمد ﷺ کا بڑا خیال کرتے تھے اور بے حد عزت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اور دوسروں سے بھی عزت کرواتے۔ ام ایمن سے (کہ جو رسول اللہ ﷺ کی پرورش کیا کرتی تھیں) ایک مرتبہ عبدالمطلب نے کہا، يَا بَرَكَةُ لَا تَغْفَلِي عَنْ اِبْنِي فَاِنِّي وَجَدْتُهُ مَعَ غِلْمَانٍ قَرِيْبًا مِنَ السِّدْرَةِ وَاِنَّ اَهْلَ الْكِتَابِ يَزْعُمُوْنَ اِنَّ ابْنِي نَبِيُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۹۵)۔ اے برکہ میرے بیٹے سے غافل نہ رہ میں نے اسے چند لڑکوں کے پاس بیری کے درخت کے

پاس پایا ہے، حالانکہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ میرا بیٹا اس امت کا پیغمبر ہوگا۔

عبدالمطلب کا انتقال: جب نبی کریم ﷺ آٹھ برس کے ہوئے تو عبدالمطلب وفات پاگئے اس طرح آپ نے تین زمانے یتیمی کے دیکھے کہ آپ ﷺ اپنی والدہ کے شکم پاک میں ہی تھے کہ آپ کے والد عبداللہ وفات پاگئے۔ اور جب چھ برس کے ہوئے تو والدہ کا بھی وصال ہوگیا اور جب آٹھ برس کے ہوئے تو عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا۔ اور دنیاوی لحاظ سے جو سہارے تھے وہ ختم ہوگئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰی (سورۃ الضحیٰ ۶) ترجمہ: اور کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

یتیمی کی حکمت: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اس میں کیا حکمت تھی کہ آپ کی ولادت سے قبل ہی حضرت عبداللہ فوت ہوگئے تھے۔ اور چھ سال کی عمر میں والدہ حضرت سیدہ آمنہ کا وصال ہوگیا تھا اور جب آٹھ برس کے ہوئے تو جناب عبدالمطلب بھی ۱۴۰ برس کی عمر پاکر فوت ہوگئے تھے؟ تو آپ نے فرمایا لِئَلَّا يَكُوْنَ عَلَيْهِ حَقٌّ لِلْمَخْلُوْقِ (نسیم الریاض ج ۱) تاکہ ان پر مخلوق کا کوئی حق واحسان نہ ہو۔ احسان ہو تو صرف اللہ کا ہو۔ اور تاکہ دوسرے یتیموں کا بھی درجہ بڑھ جائے کہ لوگ ان کو شفقت کی نگاہ سے دیکھیں۔

زبیر بن عبدالمطلب: بعض نے لکھا ہے کہ جناب عبدالمطلب کی وفات کے بعد ان کے بیٹے زبیر بن عبدالمطلب نے نبی ﷺ کی کفالت کی وَقِيْلَ كَفَلَهُ الزُّبَيْرُ حِيْنَ مَاتَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ كَفَلَهُ اَبُوْ طَالِبٍ اَىْ بَعْدَ مَوْتِ الزُّبَيْرِ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۶۵)۔ اور کہا گیا ہے کہ عبدالمطلب کی وفات کے بعد زبیر بن عبدالمطلب کی کفالت میں رہے پھر ان کے بعد آپ کو ابوطالب نے اپنی تربیت ونگرانی میں لے لیا۔ واللہ اعلم۔

محمد بن سعد لکھتے ہیں: وَالزُّبَيْرُ كَانَ شَاعِرًا شَرِيْفًا وَاِلَيْهِ اَوْصٰى عَبْدُ الْمُطَّلِبِ (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۷۷)۔ زبیر شاعر اور باعزت شخص تھے۔ اور ان ہی کو عبدالمطلب نے اپنا (جانشین) کیا تھا۔

زبیر بن عبدالمطلب حضرت عبداللہ اور ابوطالب سے عمر میں بڑے تھے اور بہت ہی عمدہ شاعر تھے۔ اور بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سردار تھے نظر وفکر اور عقل والے تھے انہوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا (سبل الھدی ج ۱۱ ص ۸۲)۔

زبیر بن عبدالمطلب کی چار بیٹیاں تھیں صباغہ، فیضہ، ام حکم، ام زبیر جو صحابیہ تھیں اور ان کا ایک بیٹا عبداللہ

تھا جو غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے۔ اور ۳۶ھ میں شہید ہوئے تھے (زرقانی ج ۴ ص ۲۹۴)

ابوطالب کی کفالت: جناب عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق ان کے مرنے کے بعد نبی کریم ﷺ ابوطالب کی کفالت میں آئے۔ **وفی السنة الثامنة توفی جده عبد المطلب و کفله عمه ابو طالب** (حدائق الانوار)۔ آٹھویں سال کی عمر میں عبدالمطلب آپ کے دادا عبدالمطلب کی وفات ہوئی اور آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی۔

علامہ حسین لکھتے ہیں **وروی ان اباطالب کان فقیرا و کان یحبه حبا شدیدا و کان لا یحب اولاده کذلك و کان لاینام الا الی جنبه و یخرج معه متی یخرج** (تاریخ الخمیس ۲۵۳)۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابوطالب نادار تھے اور آپ سے انتہائی بہت محبت کرتے تھے۔ وہ ایسی محبت اپنی اولاد سے نہیں کرتے تھے اور اپنے پہلو میں سلاتے تھے۔ جب بھی آپ باہر جاتے تو ابوطالب ان کے ساتھ ہی جاتے۔ اور جناب ابوطالب کثیر العیال اور قلیل المال تھے، مگر محمد ﷺ کی وجہ سے ان کے گھر میں خیر و برکت ہوئی۔

چنانچہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۵۴۴ھ) فرماتے ہیں **وَاَنَّهٗ كَانَ اِذَا اَكَلَ مَعَ عَمِّهٖ اَبِيْ طَالِبٍ وَاٰلِهٖ وَهُوَ صَغِيْرٌ شَبِعُوْا وَرَوُوْا وَاِذَا غَابَ فَاَكَلُوْا فِيْ غَيْبَتِهٖ لَمْ يَشْبَعُوْا وَكَانَ سَائِرُ وَلَدِ اَبِيْ طَالِبٍ يُصْبِحُوْنَ شُعْثًا وَيُصْبِحُ صَقِيْلًا دَهِيْنًا كَحِيْلًا** (الشفاء فصل و من دلائل نبوته شرح الشفاء ج ا ص ۷۵۶) کہ بیشک نبی کریم ﷺ زمانہ طفولیت میں جب ابوطالب اور ان کی اولاد آپ کے ساتھ کھانا کھاتی تو سب شکم سیر ہو جاتے۔ لیکن آپ کی عدم موجودگی میں اگر وہ کھانا کھاتے تو سیر نہیں ہوتے تھے۔ علاوہ بریں ابوطالب کے بچے جب صبح بیدار ہوتے تو حال پراگندہ ہوتا، لیکن جب رسول کریم ﷺ بیدار ہوتے تو یہی دیکھا جاتا کہ آپ ﷺ کے گیسوئے مبارک شانہ قدرت نے سنوار ہوئے ہوتے اور چشمان مبارک میں (قدرتی) سرمہ لگا ہوا ہوتا تھا۔ **و کان ابو طالب یحبه ﷺ حبا شدیدا و یؤثره علی اولاده فاذا اتی بطعام یقول لا تاکلوا حتی یاتی ابنی** (نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۳۰)، ابوطالب آپ سے بیحد محبت کرتے تھے اور اپنی اولاد پر آپ کو ترجیح دیتے تھے۔ اور جب کھانا لایا جاتا تو اپنے بچوں سے کہتے تم کھانا مت کھاؤ جب تک کہ میرا بیٹا (محمد ﷺ) نہ آجائیں (کیونکہ وہ بھوکے رہتے تھے)۔

ابوطالب کی اولاد کی تعداد سات بیان کی جاتی ہے (۱) علی (۲) جعفر (۳) عقیل، (۴) طالب، (۵) ام ھانی فاختہ، (۶)

جمانہ۔ اور طالب کے سوا باقی سب ایمان لائے تھے۔

اہل مکہ کے لئے باران رحمت کی دعا: امام ابن عساکر نے **جُلْهُمَہ بِنْ عَرْفَطَة** سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: مکہ مکرمہ میں آیا تو لوگ قحط میں مبتلا تھے۔ قریش نے کہا: اے ابوطالب! وادی (مکہ) میں قحط پڑ گیا اور اہل و عیال بھوک کا شکار ہیں، آیئے بارش کی دعا مانگیں۔ چنانچہ ابوطالب چلے اور ان کے ساتھ ایک بچہ تھا گویا وہ بادلوں والے دن کا سورج ہے اور اس سے سخت کالے بادل روشن ہو رہے ہیں، اس کے گرد اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔

جناب ابوطالب نے اس بچے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی پیٹھ کو کعبہ شریف سے لگا دیا اور بچے نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا۔ آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا پس ادھر ادھر سے بادل اڈنے لگے اور اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ وادی سے پانی بہنے لگا اور دیہات اور شہر والے سب سیراب ہو گئے۔ اسی سلسلے میں جناب ابوطالب نے کہا۔

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ   ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

يَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ   فَهُمْ عِنْدَهٗ فِيْ نِعْمَةٍ وَّفَوَاضِلِ

(قصیدہ ابوطالب)

وہ روشن چہرہ کہ اس کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے آپ یتیموں کے فریادرس اور مساکین (مردوں اور عورتوں) کے محافظ ہیں۔

آل ہاشم میں ہلاکت کے قریب پہنچنے والے آپ سے التجا کرتے ہیں تو وہ آپ کے ہاں نعمتیں (رحمتیں) اور فضل پاتے ہیں۔

ابیض کے اعراب تین قول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ خبر ہے مبتدا محذوف کی **ای ھو ابیض** یعنی وہ چمکدار چہرہ والے **یُسْتَسْقَى الْغَمَامُ**، بارش مانگی جاتی ہے بادل سے، آپ کے چہرہ کے فیض سے۔ **والمراد ذاته ای یتوسل الی الله به** (زرقانی ج ا ص ۳۵۶) اور وجہ سے مراد آپ کی ذات اقدس ہے یعنی آپ کی ذات سے اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ پکڑا جاتا ہے۔

اَلثِّمَالُ ثاء پر کسرہ کے ساتھ پناہ گاہ اور مددگار اور کہا گیا ہے کہ سختی کے وقت کھانا کھلانے والا **عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ** ان کو ضائع ہونے اور حاجت سے بچانے والا **اَلْاَرَامِلُ** مساکین مراد ہیں مرد ہوں یا عورتیں، مرد و عورت دونوں کے لیے الگ

الگ بولا جاتا ہے لیکن عورتوں کے ساتھ خاص ہے اوران کے لیے ہی زیادہ مستعمل ہے۔اس کا واحد ارمل اور ارملہ ہے۔(مواهب اللدنیہ، سبل الهدیٰ والرشاد، الرحیق المختوم)۔

۔اسی سال نوشیرواں بادشاہ نے اپنی مملکت کو اَپنے بیٹے ہرمز کے سپرد کر دیا

۔اسی سال حاتم طائی نے عالم فانی سے عالم باقی کی طرف کوچ کیا اور اس کے جود وسخاوت کا نام قیامت تک باقی رہا (معارج النبوت)

۔علامہ حسین دیار بکری لکھتے ہیں ومن وقائع هذه السنة موت حاتم الطائی وهو حاتم بن عبد الله ابن سعد بن الحشرج بن امرئ القیس وهو حاتم المشهور الذی یضرب به المثل فی الجود والکرم (تاریخ الخمیس ۲۰۰)۔

اور آپ ﷺ شام کی طرف دو سفر کئے تھے۔چنانچہ علامہ نورالدین علی حلبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۴۴ھ) فرماتے ہیں فَاِنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ اَنَّهُ ﷺ سَافَرَ اِلَى الشَّامِ اَكْثَرَ مِنْ مَرَّتَيْنِ (سیرت حلبیہ، ج۱، ص۱۷۷) کہ نبی ﷺ نے شام کی طرف دو سفر فرمائے تھے ہیں اس میں یمن کی طرف سفر کرنے کی نفی نہیں ہے۔لیکن علامہ شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر الہیتمی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شام کی طرف آپ نے تین سفر کئے تھے پہلا سفر بارہ سال کی عمر میں جناب ابوطالب کے ساتھ کیا تھا دوسرا سفر اٹھارہ برس کی عمر میں کیا تھا جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے اور تیسرا سفر پچیس سال کی عمر میں کیا تھا (مختصر المنح المکیۃ ص ۱۵۹)

شام کا پہلا سفر اور بحیریٰ راہب سے ملاقات: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ (سورہ انعام ۱۱)۔ترجمہ: کہہ دو زمین کی سیر کرو۔چونکہ عرب کا زیادہ تر پیشہ تجارتی ہی تھا اس لئے اہل عرب تجارت کے لیے سفر کرتے تھے۔اور قرآن مجید کی سورہ قریش میں ان کا بطور احسان کے ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ (سورہ قریش ۱،۲)

ترجمہ: اس لئے کہ اللہ نے قریش کے دلوں میں الفت پیدا کردی، الفت تجارتی سفر کی جاڑے اور گرمی (کے موسم) میں۔جب کہ آپ کی عمر شریف ۹ برس کی ہوئی تو پہلا سفر ملک شام کی طرف کیا۔جناب ابوطالب آپ کو لے کر بصری گئے جو ملک شام میں ہے۔اس کو شہر ہوازن بھی کہتے ہیں (سیرت حلبیہ، تاریخ الخمیس، ج۱، ص ۲۵۵)۔

دوسری روایت میں ہے کہ ۱۲ برس کی عمر میں جناب ابوطالب کے ساتھ ملک شام کا سفر کیا تھا۔اور راستہ میں بحیریٰ راہب (جرجیس نامی) سے ملاقات ہوئی۔تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو علامات نبوت سے پہچان کر کہا کہ ان کو واپس مکہ شریف لے جائیں تاکہ حاسدین کی شر سے محفوظ رہیں۔خیال رہے کہ بحیریٰ راہب کا واقعہ جامع ترمذی کی ج ۲ ص ۲۰۳ پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔اور اس میں لکھا ہے کہ ابوطالب نے نبی پاک ﷺ کو واپس مکہ بھیج دیا اور آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال کو واپس بھیجا تھا۔محدثین میں سے بعض نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے۔اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ سے عمر میں ۲ سال چھوٹے تھے تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اصابہ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے رجال ثقات ہیں۔ان میں کوئی منکر نہیں۔لہٰذا ممکن ہے کہ یہ کسی راوی کا اندراج ہو۔بعض نے اس حدیث کے باطل ہونے کا حکم دیا ہے (حاشیہ نمبر ۵، ترمذی، ج۲، ص ۲۰۳)۔اس حدیث میں حضرت بلال اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کا جو ذکر آیا ہے تو یہ روایت کا اتنا حصہ غلط ہے۔باقی صحیح ہے مگر امام شمس الدین ذہبی نے پوری روایت کو رد کر دیا ہے (تلخیص، مستدرک، السیرت النبویة الصحیحة)۔

اور اسی طرح صاحب سیرۃ النبی نے اس واقعہ پر شدید تنقید کی ہے۔لیکن بعض علماء نے اس واقعہ کو صحیح قرار دیا ہے۔جیسا کہ سیرۃ المصطفیٰ، اور اسوۃ الرسول وغیرہ میں ہے۔

اہل کتاب آپ کی بعثت سے قبل نبی ہونے کی خبریں دیتے تھے اور نبی ﷺ کی تشریف آوری کی خبریں دیتے تھے اور ان کے وسیلہ سے فتح ونصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (سورہ بقرہ ۸۹)۔ترجمہ: اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے سے سو پھٹکار (لعنت) ہو اللہ تعالیٰ کی کفر کرنیوالوں پر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے یہود غطفان سے برسر پیکار ہوتے تھے۔جب یہود شکست وہزیمت سے دوچار ہوتے تو یہ دعا کرتے اَللّٰهُمَّ نَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ وَعَدْتَّنَا اَنْ تُخْرِجَهُ لَنَا فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ اِلَّا نَصَرْتَنَا عَلَيْهِمْ (سیرت ابن کثیر، ص ۲۹۲، ج۱)۔اے اللہ بحق نبی امی تجھ سے

دعا کرتے ہیں جس کو آخری زمانہ میں مبعوث کرنے کا تو نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں دشمنوں پر غلبہ اور فتح نصیب ہو چنانچہ جب وہ یہ دعا پڑھ کر غطفان سے جنگ کرتے تو ان کو شکست سے دوچار کر دیتے جب رسول اللہ مبعوث ہوئے تو انہوں نے انکار کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا يَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنۡهُمۡ لَيَكۡتُمُوۡنَ الۡحَـقَّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ (سورہ بقرہ ۱۴۶)۔ ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں انہیں جیسے وہ پہچانتے ہیں اَپنے بیٹیوں کو، اور بے شک ایک گروہ ان میں سے چھپاتا ہے حق کو جان بوجھ کر۔

آپ ﷺ کی گلابانی: اللہ تعالیٰ فرماتا وَلَكُمۡ فِيۡهَا جَمَالٌ حِيۡنَ تُرِيۡحُوۡنَ وَحِيۡنَ تَسۡرَحُوۡنَ (سورہ نحل ۶)۔ ترجمہ: تمہارے لئے ان میں زیب و زینت بھی ہے جب تم شام کو (چرا کر) انہیں گھر لاتے ہو اور جب تم صبح ان کو چرانے کے لئے لے جاتے ہو۔

نبی کریم ﷺ کا قبیلہ بنی سعد میں رضاعت (شیرخوارگی) کا زمانہ گزرا۔ جب اس قابل ہوئے کہ کوئی کام کر سکیں تو آپ اَپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے کے لئے جانے لگے۔ اور آپ ﷺ ان کے ساتھ بکریاں چراتے۔ اور اسی طرح جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اہل مکہ کی بکریاں چند قراط پر چرایا کرتے تھے۔ جب آپ سے بکریاں چرانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ وَاَنْتَ فَقَالَ نَعَمْ كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ (بخاری کتاب الاجارہ)، ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس نے بکریاں چرائی ہیں۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے عرض کیا آپ نے بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں میں مکہ والوں کی بکریاں چند قراریط کے بدلہ چرایا کرتا تھا۔ اور قراریط سے مراد یا تو کچھ معاوضہ اور مزدوری ہے جو آپ لے کر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یا قراریط سے مراد مکہ میں کوئی جگہ تھی جس کا نام قراریط تھا۔ آپ ﷺ اس جگہ بکریاں چراتے تھے۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلا معنی زیادہ راجح ہے کہ اہل مکہ میں ہرگز نہیں جانتے کسی ایسی جگہ کو کہ جس کا نام قراریط ہو۔ مگر صاحب عمدۃ القاری ابراہیم حربی کے قول کو ترجیح دیتے ہیں کہ قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اجیاد کے نزدیک تھا (واللہ اعلم)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقام مرالظہران (مکہ سے ایک مرحلے پر ایک مقام

ہے) میں تھے۔ ہم پیلو کے پھل چن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا سیاہ رنگ کے پھل چن لو اس لئے کہ وہ اچھے ہوتے ہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ نے بکریاں چرائی ہیں؟ (کیونکہ ان چیزوں کو بکریاں چرانے والے لوگ عموماً جانتے ہیں)۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اور کوئی بھی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں (بخاری کتاب الاطعمہ، مسلم کتاب الاشرب)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گلہ بانی (بکریاں چرانا) کی اور حضرت شعیب علیہ السلام نے بکریوں کی گلہ بانی فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی بکریوں کی گلہ بانی کی اور میں نے بھی اَپنے خاندان کی بکریوں کی کوہِ اجیاد میں گلہ بانی کی (سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ۲)۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اونٹوں اور بکریوں کے چرواہوں نے آپس میں فخر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بُعِثَ مُوْسٰى وَهُوَ رَاعِيْ غَنَمٍ، وَبُعِثَ دَاوُدُ وَهُوَ رَاعِيْ غَنَمٍ وَبُعِثْتُ وَاَنَا رَاعِيْ غَنَمِ اَهْلِيْ بِاَجْيَادٍ (طبقات ابن سعد، عیون الاثر)۔ موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور بھیڑ بکریوں کے چرواہے تھے، داود علیہ السلام مبعوث ہوئے اور وہ بھیڑ بکریوں کے چرواہے تھے، میں مبعوث ہوا تو میں اجیاد میں اَپنے لوگوں کی بکریں چراتا تھا۔ ابوبکر جابر جزائری بکریاں چرانے کی حکمت بیان کرتے ہیں ان الحکمۃ من رعی الانبیاء للغنم ھی الاعداد لسیاسۃ البشر بالرفق والرحمۃ واللین، لان الغنم وھی الضان المعز اضعف من الابل والبقر، واحوج الی الرفق، والانسان اضعف منھا ولذا یحتاج الی سیاسۃ الرفق واللین، وعدم الشدۃ والعنف (ھذا الحبیب، ص ۷۴)۔ بکریاں چرانے سے طبیعت میں نرمی اور تحمل پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ بھیڑ، بکریاں دونوں اونٹ اور گائے سے کمزور ہوتی ہیں۔ ان کی فطرت میں ادھر ادھر بھاگنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کو برداشت کے ساتھ سنبھالنا طبیعت میں تحمل پیدا کرتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی مختلف قسم کے لوگوں کی تربیت کرتے ہیں۔ لہٰذا قوتِ برداشت بہت ضروری ہوتی ہے تا کہ نرمی اور شفقت سے ان کی تربیت کی جائے۔

سوق عکاظہ کا قیام: جب کہ آپ کی عمر پندرہ سال ہوئی تو سوق عکاظہ قائم ہوا (الوفا) یہ زمانہ جاہلیت میں عرب کے بازاروں میں سے ایک بازار تھا یہاں ہر سال قبائل جمع ہوتے تھے اور ان کے شعراء مفاخر کرتے تھے اور اپنا کلام سناتے تھے اور یہ بازار نخلہ اور طائف کے درمیان ہے بعض لکھتے ہیں مکہ اور کوہ عرفات کے پاس ایک مقام ہے جہاں ہر سال بڑا شاندار میلہ لگا کرتا تھا۔ یہ ایک وسیع عریض میدان ہے جہاں بعد میں رسول اللہ ﷺ دعوت اسلام فرماتے تھے اور

ہرطرف سے لوگ آپ کے مخالفت کرنے لگتے تھے۔

شام کا دوسرا سفر: نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کی رفاقت میں دوسرا سفر شام سے کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھارہ برس کے تھے اور حضور ﷺ کے عمر بیس سال تھی، وہ دونوں اکھٹے بغرض تجارت شام کو گئے، اور ایک ایسے مقام پر اترے، جس میں بیر کا درخت تھا۔ آپ اس کے سائے کے نیچے بیٹھ گئے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بحیرٰی راہب کے پاس کوئی بات پوچھنے گئے۔ راہب نے پوچھا، درخت کے سائے میں وہ شخص کون ہے؟ کہا، محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ کہنے لگا، بخدا اس درخت کے سائے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف محمد ﷺ کا بیٹھنا مقدر ہے اور آپ پیغمبر ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا، اور جب حضور ﷺ کی بعثت ہوئی تو ایمان لے آئے۔ **فکان اول الناس ایمانا** تو آپ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے جلدی ایمان لانے والوں میں سے ہوئے (زرقانی ج ا ص ۳۶۹، المنح المکیۃ ص ۱۵۹)۔

آپ ﷺ کا یمن کی طرف سفر کرنا: بعض علماء کہتے ہیں جب آپ سترہ سال کے ہوئے تو زبیر بن عبد المطلب اور عباس بن مطلب کے ساتھ ملک یمن کی جانب سفر کیا۔

وفی السنة السابعة عشرة من مولده ﷺ كان سفر عمه الزبير والعباس ابنى عبد المطلب لليمن للتجارة وصحبتهما النبى ﷺ (الاخبار المرضية، ص ۲۹۵، روضة الاحباب ص ۲۷، ج ا)۔ ولادت کے سترہ سال میں آپ کے دونوں چچا زبیر اور عباس جو عبدالمطلب کے دونوں بیٹے تھے ان کا یمن کی جانب تجارتی سفر تھا اور آپ ان کے ساتھ تھے۔

امام عبدالرحمن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب عمر مبارک دس سال یا اس سے ذرا متجاوز ہوئی تو اَپنے چچا زبیر کے ساتھ عازم سفر ہوئے ا۔ثناء سفر میں ایک وادی پر گزر ہوا تو وہاں ایک مست اونٹ تھا جو راہ روکے ہوا تھا اور راہ گزرنے والوں نے وہ راستہ چھوڑ رکھا تھا۔ اس قافلہ نے بھی واپس ہونے کا ارادہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں اس معاملہ میں تمہاری کفالت وحمایت اور حفاظت ونگرانی کروں گا۔ آپ ﷺ اس قافلہ کے آگے ہو لئے۔ جب اس اونٹ نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو بیٹھ گیا اور اَپنے سینہ کو زمین پر رگڑنے لگا۔ آپ ﷺ اَپنے اونٹ سے اترے اور اس پر سوار

ہو گئے اور جب اس وادی کو عبور کر لیا تو پھر اس سے اتر کر اَپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور اس کو رخصت کر دیا۔ جب سفر سے واپسی ہوئی تو راہ میں پانی سے لبا لب بہتی وادی پر گزر ہوا جس کی موجیں دل لرزا دینے والی تھیں۔ سب سہم کر کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے پیچھے چلتے آؤ۔ آپ نے اس پانی میں قدم رکھا تو وہ خشک ہو گیا اور سارا قافلہ خشک راہ چل کر وادی سے صحیح سلامت گزر گیا (اور بعد میں وہ پانی پھر اسی طرح موج زن ہو گیا) جب مکہ مکرمہ پہنچے تو ہمراہوں نے لوگوں کو اثناء سفر میں نظر آنے والے کمالات اور خوارق عادات بیان کیے تو سب نے کہا اس جوان کی شان نرالی ہے۔ الوفا باحوال المصطفی ﷺ ص ۱۳۲ اردو اور یہ واقعہ سبل الھدی والرشاد، ج ۲ کے ص ۱۳۹ پر آپ کا سفر یمن کے عنوان کے تحت مختصر لکھا ہے۔ نیز سیرت حلبیہ میں بھی ہے۔

آپ ﷺ کی حرب فجار میں شرکت: عمر شریف کے انیسویں سال میں ہرمز بن کیسری ہلاک ہوا اور اس سن مبارک کے بیسویں سال **حلف الفضول** کا واقعہ پیش آیا (الوفا، معارج النبوت)۔

اس جنگ کو جنگ فجار اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لڑائی حرمت والے مہینے میں ہوئی اور یہ بہت فسق وفجور والی بات تھی۔ یہ جنگ عکاظ کے مقام پر ہوئی اور بہت سی حرمتیں پامال کی گئیں۔ جنگ فجار چار مرحلوں میں ہوئی:

پہلی جنگ فجار بنو کنانہ اور بنو ہوازن کے درمیان ہوئی جنہیں قیس عیلان بھی کہا جاتا تھا۔

دوسری جنگ فجار قریش اور بنو کنانہ کے درمیان ہوئی۔

تیسری جنگ فجار بنو کنانہ اور بنو نصر بن معاویہ کے درمیان ہوئی۔

چوتھی جنگ فجار قریش اور بنو کنانہ نیز ہوازن کے درمیان ہوئی۔

نبی کریم ﷺ اس آخری جنگ فجار میں شریک ہوئے لیکن لڑائی میں حصہ نہیں لیا تھا۔

بعض کے نزدیک آپ کی عمر شریف اس وقت ۹ برس تھی دوسری جنگ فجار کے وقت آپ بارہ سال کے تھے اور تیسری جنگ فجار کے وقت آپ کی عمر بیس سال تھی (سیرت حلبیہ)۔

حلف الفضول: حرب فجار کے بعد ذی قعدہ کے مہینے میں پانچ قریشی قبائل کے درمیان ایک عہد نامہ طے پایا جسے حلف الفضول کہتے ہیں۔ ان قبائل کے نام یہ ہیں: (۱) بنو ہاشم (۲) بنو مطلب (۳) بنو اسد (۴) بنو

زہرہ (۵) بنوتیم۔ آپ ﷺ نے حلف الفضول میں شرکت فرمائی علامہ محمد بن بحرق لکھتے ہیں ثُمَّ عَقَدَتْ قُرَيْشٌ حِلْفُ الفضولِ لِنُصْرَةِ الْمَظْلُوْمِ فَشَهِدَهُ مَعَ قَوْمِهٖ (حدائق الانوار) پھر قریش نے مظلوم لوگوں کی مدد کرنے کے لئے حِلف الفضول کا معاہدہ کیا، تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے ساتھ اس میں حاضر ہوئے۔

اس معاہدہ میں آپ شریک بھی ہوئے اور اس کی تعریف بھی فرمائی کیونکہ اس میں امن عامہ کا مسئلہ تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ ابن جدعان کے مکان میں ایک ایسے باوقار معائدہ میں شرکت کی ہے کہ وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ عزیز ہے۔

وکان اول من تکلم بہ ودعا الیہ الزبیر بن عبد المطلب۔ اس پاکیزہ معاہدہ کے پہلے بانی اور محرک زبیر بن عبدالمطلب تھے۔

آپ ﷺ کا عرفات میں قیام کرنا: حمس کا معنی دین میں متشدد اور سخت ہونا ہے۔ اور قریش ایام حج میں وقوف عرفات نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ وہ حرم سے باہر ہے بلکہ یہ لوگ مزدلفہ سے واپس ہی لوٹ آتے تھے۔ بہت سے قبائل ان کے ساتھ اس عقیدہ میں شامل ہو گئے تھے۔ اس کا نام حمس تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے پہلے بھی اس بدعت حمس کی مخالفت کی تھی۔ اور آپ نے بعثت کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر عام لوگوں کے ساتھ اونٹ پر عرفات میں وقوف فرمایا تھا اور آپ نے قریش کے خیالات باطلہ کو رد فرمادیا تھا اور حکم دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ بقرہ ۱۹۹)۔ ترجمہ: پھر وہاں سے لوٹو جہاں سے عام لوگ واپس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے (البقرہ ۲)۔ لہٰذا حجۃ الوداع کے سال سب لوگوں نے عرفات میں وقوف کیا اور وہاں سے لوٹ کر آئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حمس کے باطل خیالات کو ختم فرمادیا اور اسلام کی برکت سے لوگوں کو قریش کی اس بدعت سے نجات مل گئی (اطلس السیر ت وغیرہ)۔

آپ ﷺ کا شغل تجارت: مکہ کی وادی میں کھیتی باڑی نہیں ہوتی تھی اس لئے وہاں کے باشندے اور خاص طور پر قریش کے زیادہ تر لوگ تجارت پیشہ تھے۔ آنحضرتؐ کے جد اعلیٰ نے عرب قبیلوں سے تجارتی معاہدے کر کے اس

خاندانی پیشہ کو زیادہ مستحکم اور باقاعدہ بنادیا تھا۔ آپؐ کے چچا ابوطالب بھی تجارت کرتے تھے۔ آپؐ نے بھی بچپن میں ان کے ساتھ کچھ تجارتی سفر کئے تھے، جس سے آپ کو خرید و فروخت میں خاصہ تجربہ حاصل ہو گیا تھا اور آپؐ کی حسن معاملہ کی شہرت بھی عام ہو چکی تھی، چنانچہ بڑے ہو کر آپ ﷺ نے حصول معاش کے لئے اسی خاندانی پیشے کو اپنایا۔ اس زمانہ میں لوگ عام طور پر اپنا سرمایہ کسی تجربہ کار اور دیانتدار شخص کو دیکر اوے منافع میں شریک کرلیا کرتے تھے۔ آپ بھی ایسی شراکت کو خوشی سے قبول فرمالیا کرتے تھے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے تجارت کے سلسلہ میں متعدد سفر کئے جن میں شام بصریٰ یمن اور عرب کے دیگر مقامات جہاں بازار لگتے تھے شامل ہیں (ھادی اعظم ۹۲) جب آپ ﷺ جوان ہو گئے تو سائب بن ابی سائب کے ساتھ شراکت میں تجارت کیا کرتے تھے (نور الیقین)

شام کا تجارتی سفر اور نسطورہ راہب سے ملاقات: نبی کریم ﷺ کی عمر شریف ۲۵ برس کی ہوئی تو ۱۶ ذوالحجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام کے شہر بصری کی طرف تجارتی سفر کیا۔

اسی سفر میں نسطورہ راہب سے ملاقات ہوئی تو آپ کو درخت کے سایہ میں بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہنے لگا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یہاں اس درخت کے نیچے کوئی نبی نہیں بیٹھا اور کہنے لگا اَشْهَدُ اَنَّ هٰذَا نَبِيٌّ وَاَنَّهٗ اٰخِرُ الْاَنْبِيَآءِ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک یہ آخری نبی ہیں۔ پھر اس تجارتی سفر سے بڑے فائدوں کے ساتھ واپس تشریف لائے۔

علامہ ابن سید الناس نے کہا ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جہاں جہاں آپ ﷺ کو تجارت کی غرض سے بھیجا تھا ان میں (مقام) جرش بھی ہے جو یمن میں ہے۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے اور علامہ ذھبی نے بھی تصدیق کی ہے کہ جرش میں آپ دو دفعہ تشریف لے گئے اور ہر دفعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے معاوضہ میں ایک اونٹ دیا (سیرت النبی ج ۱ ص ۷ ۱۲ بحوالہ نور النبر اس فی شرح ابن سید الناس ج ۱ ص ۱۴۱ ۳)۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (سورہ نساء ۳)۔ ترجمہ: پس نکاح کرو عورتوں سے حسب پسند۔ جناب خدیجہ کو جاہلیت کے دور میں طاہرہ کہتے تھے۔ پہلے ان کی

شادی ابو ہالہ بن زراۃ التمیمی سے ہوئی تھی اور اس سے دو بچے ہند اور ہالہ نامی پیدا ہوئے تھے۔ پھر عتیق بن عائذ المخزومی نے ان سے نکاح کیا، اور اس سے ہند نامی ایک بیٹا پیدا ہوا۔ پھر جب غلام میسرہ نے سفر سے واپس آ کر نبی کریم ﷺ کے بارہ میں دیانت داری کی خبر دی اور اَپنے مشاھدات کو بیان کیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اَپنے نکاح کا پیغام نفیسہ کے ذریعہ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے اَپنے چچا سے ذکر کیا۔ حضرت حمزہ دیگر خاندان کے سرداروں کو لے کر آپ کے ساتھ خویلد بن اسد کے گھر آئے جن میں حضرت ابو طالب اور بنو مضر کے رؤسا موجود تھے۔ جناب ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ پھر ان کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے بھی خطبہ پڑھا (مواھب لدنیہ مع زرقانی)۔ مہر پانچ سو درھم مقرر ہوا اور حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد نے نکاح کے فرائض انجام دئے اور سب نے خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ جناب ابو طالب بہت خوش ہوئے اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْكُرَبَ وَدَفَعَ عَنَّا الْهُمُوْمَ (روضۃ الاحباب)۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم سے مصیبتوں اور غموں کو دور کر دیا۔ اور نکاح کے وقت نبی کریم ﷺ کی عمر پچیس برس تھی۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی عمر چالیس برس تھی۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں وَكَانَ عُمْرُ رَسُوْلِ ﷺ حِیْنَ تَزَوَّجَ خَدِیْجَةُ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ سَنَةً وَّكَانَ عُمْرُهَا اِذْ ذَاكَ خَمْسًا وَّثَلَاثِیْنَ سَنَةً وَقِیْلَ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ سَنَةً (السیرت الابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۵) رسول اللہ ﷺ نے جس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اس وقت آپ کی عمر ۲۵ برس تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ۳۵ تھی اور یہ بھی کہا گیا کہ ۲۵ برس تھی۔ حافظ شرف الدین عبد المومن لکھتے ہیں وَخَدِیْجَةُ یَوْمَئِذٍ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً (السیرت نبویہ ۴۹) اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر شادی کے وقت چالیس برس تھی۔ اور یہی زیادہ مشہور ہے پھر اس کے بعد حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا نے اپنا تمام مال و متاع اور گھر نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اس طرح حق تعالیٰ نے آپ کو ظاہری تونگری و مالداری عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی (سورۃ الضحیٰ ۸)۔ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تجھ کو مفلس پایا تو پھر غنی کر دیا۔ اور آپ ۲۵ سال نبی ﷺ کے سایہ کرم میں رہی ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اولاد: جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں نبی ﷺ نے دوسرا نکاح نہیں فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپ ﷺ کو حضرت خدیجۃ الکبری کے شکم سے اولاد عطاء فرمائی۔

۴ بیٹیاں ۲ صاحبزادے، سب سے بڑے صاحب زادے سیدنا ابو القاسم، پھر سیدہ زینب، پھر سیدہ رقیہ، پھر سیدہ ام کلثوم پھر سیدہ فاطمہ پھر سیدنا عبد اللہ (رضی اللہ عنہم) پیدا ہوئے۔ یہ سب ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم اطہر سے تھے۔ ابو قاسم، عبد اللہ فوت ہو گئے تھے اور چاروں صاحب زادیاں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی۔ اور آپ کی کنیز ماریہ قبطیہ سے مدینہ منورہ میں ۸ ہجری کو حضرت سیدنا ابراھیم پیدا ہوئے لیکن حالت شیر خوارگی ہی میں فوت ہو گئے۔ آپ ﷺ کی تمام اولاد آپ کی حیات ہی میں فوت ہوئی بجز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جو چھ ماہ بعد تک زندہ رہیں۔ طیب و طاہر یہ دونوں حضرت عبد اللہ کے لقب تھے (واللہ اعلم)۔ حیات القلوب میں لکھا ہے کہ بسند معتبر حضرت صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی اولاد جناب خدیجہ کے بطن سے طاھر، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب ہیں (حیات القلوب، اردو، ج ۲، ص ۸۶۹)۔

تعمیر خانہ کعبہ میں شرکت اور حجر اسود کی تنصیب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (سورہ نساء ۵۹)۔ ترجمہ: اگر کسی بات پر تم جھگڑو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاو۔

جب رسول کریم ﷺ کی عمر شریف ۳۵ سال کی ہوئی تو قریش نے خانہ کعبہ کو بنانے کا ارادہ کیا اور یہ خیال کیا کہ اس پر چھت ڈالدیں اور اس کو عمدہ طریقہ سے بنائیں تو نبی ﷺ بھی تعمیر کعبہ میں شریک ہوئے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر و تجدید جب مکمل ہو گئی تو پھر حجر اسود کو نصب کرنے کے بارے میں سرداران قریش کے درمیان شدید اختلاف ہو گیا۔ آخر سب لوگ نبی ﷺ کے فیصلہ پر متفق ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک چادر لاؤ تو لوگ فوراً چادر لائے۔ آپ ﷺ نے اَپنے ہاتھ سے اس چادر میں حجر اسود کو رکھا اور فرمایا تم سب لوگ ہر قبیلے کے اس چادر کو اٹھا کر دیوار کے پاس لاؤ جب وہ لائے تو آپ نے اَپنے ہاتھ سے اس کو اٹھا کر دیوار کعبہ میں رکھ دیا۔ پھر اس کے اوپر تعمیر جاری ہو گئی۔ اس طرح آپ کے فیصلے اور حکمت عملی کی وجہ سے لوگ ایک شدید اختلاف سے بچ گئے۔

کفار مکہ اپ ﷺ کو صادق و امین کہتے تھے اسی لئے تنصیب حجر اسود کے لئے آپ کو حکم بنایا۔ امام زھری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۴ھ لکھتے ہیں وَحَكَّمُوْهُ وَاَمَرَ بِالرُّكْنِ فَوَضَعَ فِیْ ثَوْبٍ ثُمَّ اَمَرَ بِسَیِّدِ كُلِّ قَبِیْلَةٍ فَاَعْطَاهُ بِنَاحِیَةِ الثَّوْبِ ثُمَّ اَرْتَقٰی وَرَفَعُوْا اِلَیْهِ الرُّكْنَ فَكَانَ هُوَ یَضَعُهُ (المغازی النبویہ ص ۴۱) تو رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کو ایک کپڑے میں رکھا پھر ہر قبیلے کے سردار کو حکم دیا، پس دے دیا اس کپڑے کا گوشہ ہر ایک کو پھر

اٹھایا اس کو پھر بلند کیا اس کو رکن کی طرف اور رسول کریم ﷺ نے اس کو وہاں رکھ دیا۔

شان خانہ کعبہ: اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کی شان میں ارشاد فرماتا ہے **وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا** (سورہ بقرہ ۱۲۵)۔ ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے اجتماع اور امن کی جگہ بنایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ. فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا** (سورہ آل عمران ۹۶، ۹۷)۔ ترجمہ: بے شک پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے مقرر ہوا وہ جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہاں کا رہنما، اس میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ** (سورہ مائدہ ۹۷)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بزرگی والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث (سبب) ٹھہرایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ** (سورہ قریش ۳، ۴)۔ ترجمہ: تو (اہل مکہ) کو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی بندگی کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ** (سورہ آل عمران ۹۷)۔ ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا (فرض) ہے جو اس تک چل سکے۔ اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہاں سے بے پرواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ** (سورہ بقرہ ۱۴۴)۔

ترجمہ: اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی خانہ کعبہ کی طرف کرو (کیونکہ وہ قبلہ نماز پنجگانہ ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ** (سورہ حج ۲۹)۔ ترجمہ: اور چاہیے کہ اس آزاد گھر کا طواف کریں۔

حضرت علی کو اپنی کفالت میں لینا: اور اسی سال نبی کریم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ کو اپنی کفالت میں لیا تھا۔ حضرت علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم پر اللہ تعالیٰ نے جو انعامات کئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ

اسلام لانے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کی آغوش تربیت میں آ گئے تھے۔ اس نعمت کے حصول کی وجہ یہ ہوئی کہ جب قریش پر قحط کی آفت آئی اور ابو طالب سب سے زیادہ کثیر العیال تھے (بچوں والے تھے)۔ رسول اللہ ﷺ نے اَپنے چچا حضرت عباس سے جو بنی ہاشم میں سب سے زیادہ خوش حال تھے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا **یَا عَبَّاسُ اِنَّ اَخَاكَ اَبَا طَالِبٍ كَثِيْرُ الْعِيَالِ وَقَدْ اَصَابَ النَّاسَ مَا تَرٰى مِنْ هٰذِهِ الْاَزْمَةِ. فَانْطَلِقْ بِنَا اِلَيْهِ فَلْنُخَفِّفْ عَنْهُ مِنْ عِيَالِهٖ اٰخُذُ مِنْ بَنِيْهِ رَجُلًا وَتَاْخُذُ اَنْتَ رَجُلًا فَنَكِلُهُمَا عَنْهُ.** اے عباس آپ کا بھائی ابو طالب بہت بال بچوں والا ہے اور اس قحط کی وجہ سے لوگوں پر جو مصیبت آئی ہے، وہ تم دیکھ ہی رہے ہو، پس میرے ساتھ چلو کہ اس کا بوجھ کچھ ہلکا کریں۔ اس کے بچوں میں سے ایک کو میں لیتا ہوں اور ایک کو آپ لے لیں کہ ان کی دیکھ بھال کریں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ہم دونوں ابو طالب کے پاس گئے اور کہا: ہم چاہتے ہیں کہ آپ پر بچوں کا جو بار ہے، اس میں سے اس وقت تک کے لیے کچھ ہلکا کریں اس آفت سے لوگ نجات پائیں، جس میں وہ مبتلا ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو (اور) جو چاہو کرو (ابن ہشام نے کہا) عقیل ہی کو طالب بھی کہا جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو لے لیا اور انہیں اَپنے ساتھ رکھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جعفر کو لے لیا اور اَپنے ساتھ رکھا۔ پس علی رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ ہی کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے پاس نبوت کا پیام بھیجا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیروی کی اور ایمان لائے۔ آپ کی تصدیق کی اور جعفر عباس ہی کے پاس رہے، یہاں تک کہ اسلام اختیار کیا اور ان سے بے نیاز ہو گئے (سیرت النبی لابن ھشام اردو ۲۷۰)۔

زید بن حارثہ بارگاہ محمد مصطفیٰ ﷺ میں: حکیم بن حزام بن خویلد شام سے چند غلام لائے جن میں کم عمر زید بن حارثہ بھی تھے۔ خدیجہ بنت خولید، حکیم بن حزام کی پھوپھی تھیں وہ بھتیجے سے ملنے کے لیے گئیں (اور اس وقت رسول کریم ﷺ کی زوجیت میں تھیں) تو اس نے ان سے کہا! پھوپھی جان! آپ ان غلاموں میں سے جسے چاہیں انتخاب فرما لیں، وہ آپ کا ہو گا۔ جناب خدیجہ نے زید کو چنا اور لے لیا۔ رسول کریم ﷺ نے انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس دیکھا تو زید کو ان سے مانگ لیا۔ حضرت خدیجہ نے انہیں آپ کے حوالے کر دیا تو رسول کریم ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا اور متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنا لیا۔ یہ واقعہ وحی کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ زید کے والد حارث بیٹا چھن

جانے پر حد درجہ بے چین ہوئے، بہت آہ وزاری کرتے ہوئے تلاش کرنے لگے۔

اور پھر تلاش کرتے ہوئے حارثہ، زید کے پاس مکہ آیا جب کے زید بن حارثہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے۔ آپ نے زید سے فرمایا: تم چاہو تو میرے پاس رہو اور چاہو تو اپنے باپ کے ساتھ چلے جاؤ۔ زید نے کہا: میں تو آپ ہی کے پاس رہوں گا اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ تو انہوں نے آپ کی تصدیق کی اور اسلام لائے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرمایا اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (سورۃ الاحزاب ۵)۔ ترجمہ: بیٹوں کو باپوں کے نام سے پکارو۔ تو انہوں نے کہا میں زید بن حارثہ ہوں (نہ کہ زید بن محمد) (سیرت ابن ہشام)۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بڑے خوش نصیب تھے جنہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ حبیب متقیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار کی۔ اور دنیا اور آخرت کی دائمی نعمتیں حاصل کرلیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے اور ان کی اولاد سے بڑی محبت وشفقت فرماتے تھے۔

عصمت وحفاظت خداوندی: امام بن اسحاق لکھتے ہیں فَشَبَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَاللهُ تَعَالَى يَكْلَؤُهُ وَيَحْفَظُهُ وَيَحُوْطُهُ مِنْ اَقْذَارِ الْجَاهِلِيَّةِ، لِمَا يُرِيْدُ بِهِ مِنْ كَرَامَتِهِ وَرِسَالَتِهِ، حَتّٰى بَلَغَ اَنْ كَانَ رَجُلًا اَفْضَلَ قَوْمِهِ مُرُوْءَةً وَاَحْسَنَهُمْ خُلُقًا، وَاَكْرَمَهُمْ حَسَبًا، وَاَحْسَنَهُمْ جِوَارًا، وَاَعْظَمَهُمْ حِلْمًا، وَاَصْدَقَهُمْ حَدِيْثًا، وَاَعْظَمَهُمْ اَمَانَةً وَاَبْعَدَهُمْ مِنَ الْفُحْشِ وَالْاَخْلَاقِ الَّتِىْ تُدَنِّسُ الرِّجَالَ تَنَزُّهًا وَتَكَرُّمًا، حَتّٰى مَا اسْمُهُ فِىْ قَوْمِهِ اِلَّا الْاَمِيْنُ لِمَا جَمَعَ اللهُ فِيْهِ مِنَ الْاُمُوْرِ الصَّالِحَةِ (الروض الانف ج ۱ ص ۳۴۹)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور حفاظت میں پروان چڑھتے رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انتہائی کرامت اور رسالت سے نوازنا چاہتا تھا اس لئے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر قسم کی گندگی سے بچایا۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حالت میں عالم شباب کو پہنچے کہ آپ اپنی قوم میں مروءت کے لحاظ سے افضل، خلق کے اعتبار سے احسن تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فحش گوئی اور برے اخلاق سے پاکیزہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی کریم اور پاکباز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بھلائیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع فرمادیں حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امین کے لقب سے پکارنے لگی۔ آپ مشرکین مکہ میں پیدا ہوئے بہت ہی قلیل تعداد موحدین تھے زیادہ شرک کرتے ہے بتوں کی پوجا کرتے تھے شراب نوشی ان کا پیشہ تھا لوٹ کھوٹ ان کا کاروبار تھا طواف کعبہ برہنہ ہوکر کرتے تھے اور مشرکانہ تلبیہ پڑھنے

کا ارکاپ کرتے تھے مگر اس کے باوجود آپ عصمت ربانی اور حفاظت خداوندی میں پرورش پاتے رہے مشرکانہ رسومات سے متنفر رہتے تھے۔ اور آپ کبھی آپ برہنہ نہیں ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادق وامین تھے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نزول وحی سے قبل بھی اہل مکہ صادق وامین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ حَتّٰى سَمُّوْهُ الْاَمِيْنَ قَبْلَ اَنْ يُّنْزَلَ الْوَحْيُ (المغازی النبویہ ص ۴۲) یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کا نام امین رکھا تھا نزول وحی سے پہلے۔ لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھا کرتے تھے اور آپ غربا ومساکین کی مدد کیا کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت کی تمام برائیوں سے پاک اور بری رسموں سے دور رہتے تھے۔ بتوں سے نفرت فرماتے خلافِ شرع شعروں کو نہ پسند فرماتے کبھی شراب کے قریب بھی نہ گئے اور بے حیائی کے کاموں سے ہمیشہ دور رہے عرفات میں لوگوں کے ساتھ قیام فرماتے صدق وامانت میں معروف اور مشہور تھے اور لوگوں پر مہربانی فرماتے غرضیکہ آپ نہایت پاکیزہ سیرت اور اخلاق عظیمہ کے مالک تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کعبہ کی قریش نے مرمت کی تو رسول اللہؐ اور عبّاس دو یوں پتھر اٹھا کر لا رہے تھے، عباس نے رسول اللہ کو کہا کہ اپنا تہ بند کندھے پر ڈال لو، پتھر کی رگڑ سے محفوظ رکھے گا، چنانچہ آپ نے ایسا کیا تو اسی وقت بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے اور آنکھیں آسمان کو لگ گئیں پھر ہوش آیا تو آپ نے کھڑے ہوکر کہا میرا تہ بند دو پھر آپ نے تہ بند باندھ لیا (سیرۃ النبویۃ ابن کثیر) اور ولادت سے لے کے اعلان نبوت تک کی یہ چالیس سالہ زندگی نہایت ہی پاکیزہ تھی۔ چنانچہ بعد میں ایک موقع پر نبوت کی صداقت پر بطور دلیل کے اس کو پیش کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (سورہ یونس ۱۶)۔ ترجمہ: تو بیشک میں (اعلان نبوت کرنے سے) پہلے تم میں عمر کا ایک حصہ گذار چکا ہوں کیا تم نہیں سمجھتے۔ اس آیت میں اظہار نبوت سے قبل کے چالیس سال مراد ہیں۔ حضرت ابوسفیان نے قیصر روم کے دربار میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسب نسب اور پاکیزہ عادات مبارکہ کی شہادت دی تھی حالانکہ ابوسفیان اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے اور سخت دشمن تھے (بخاری باب الوحی)۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے نزول وحی کے موقعہ پر آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرابتداروں کا حق ادا کرتے ہیں، بے سہاروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں، مسافروں کی

میز بانی کرتے ہیں اورلوگوں کوراہ حق میں آنے والے خوادث پر مدد دیتے ہیں (بخاری باب الوحی)۔آپ ﷺ کی اجمالی سیرت کا ذکراس آیت کریمہ میں کیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورہ توبہ ۱۲۸)۔ترجمہ: بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے۔گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہش مند ہے تمہاری بھلائی کا،مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ امام بوصیری قصیدہ بردہ شعر ۱۳۹ میں فرماتے ہیں:

كَفَاكَ بِالعِلمِ فِي الأُمِّيِّ مُعجِزَةً فِي الجَاهِلِيَّةِ وَالتَّأدِيبِ فِي اليُتُمِ

تجھ کوبتورمعجزہ کافی ہے امی کا علم جاہلیت کے زمانے میں اورمودب ہونا یتیمی کے زمانہ میں (کہ آپ ﷺ زمانہ جاہلیت اوردور یتیمی میں بھی پاکیزہ صورت وسیرت والے تھے)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ وَتُبْ عَلَينَا اِنَّكَ اَنتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

فقیر بےنوا طالب دعا غلام حسین عاصم ماتریدی

ارھاصات البعثۃ (بعثت کے مقدمات): دعوی نبوت کے بعد نبی کے ہاتھ پر جوامر خارق عادت ظاہر ہواس کومعجزہ کہتے ہیں اور جوخوارق نبی کی ولادت کے قریب ظاہر ہووہ ارھاص کہلاتے ہیں۔ارھاص کا معنی بنیاد کے ہیں چونکہ اس قسم کے خوارق نبوت کے مبادی اورمقدمات ہوتے ہیں اس لئے ان کوارھاص کہتے ہیں (سیرۃ المصطفی) اور جس طرح طلوع آفتاب سے پہلے روشنی آنے لگتی ہے جوکہ سورج کے طلوع ہونے کی خبر دیتی ہے،اسی طرح آفتاب نبوت کے ظہور سے پہلے آفتاب نبوت کی کرنیں اورشعاعیں ظاہر ہونے لگتی تھیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ آفتاب نبوت اَپنے حسن و جمال اورکمال کے ساتھ طلوع ہورہا ہے۔اورآپ ﷺ کی بعثت کے آثار کاظہور ہونے لگے ہیں۔

۱) ہاتھی والوں کی ہلاکت اورابرھ بادشاہ کی تباحی خانہ کعبہ کامحفوظ رہنا ارھاصات نبوت سے تھا

۲) اورنبی کریم ﷺ جہاں کہیں جاتے تو پتھر اوردرخت آپ کوسلام کرتے تھے۔چنانچہ حضرت جابر بن سَمُرَ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ارشادفرماتے ہیں اِنِّیْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ

اُبْعَثَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُهُ الْاٰنَ (مقدمہ دارمی) کہ میں مکہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جومیری بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا میں اس کوآج بھی جانتا ہوں۔اس پتھر سے کون سا پتھر مراد ہے بعض کہتے ہیں حجراسود بعض کہتے ہیں حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب ایک اورمعروف پتھر ہے۔اورروایت کی گئی ہے کہ اَنَّ ذٰلِكَ الْحَجَرَ هُوَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ (عیون الاثر)، کہ وہ پتھر حجراسود ہی ہے۔واللہ اعلم۔حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مکہ کی گلیوں میں نکلا تو ہر پتھر اوردرخت آپ ﷺ کو یوں سلام کرتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (اے اللہ کے رسول اَپ ﷺ پر سلام ہو) (جامع ترمذی ج ۲ ابواب المناقب طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۵۷) اَلْاَظْهَرُ فِيْهِ اَنْ يَّكُوْنَ حَقِيْقَةً وَاِنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ اَنْطَقَهٗ اِنْطَاقًا كَمَا خَلَقَ الْحَنِيْنَ فِي الْجِزْعِ (سبل الھدی والرشاد ج ۲ ص ۲۲۹)۔اس میں زیادہ ظاہریہی ہے کہ حقیقتاً سلام کرتا ہے یا یہ کہ اللہ نے ان کو بولنے کی طاقت دی جیسے کھجور کے تنے میں رونے کی آواز پیدا کی۔

ایک اورروایت میں ہے کہ جب آپ رفع حاجت کے لیے نکلتے تو بہت دور چلے جاتے، یہاں تک کہ بستی سے دور ہو جاتے مکہ کی گھاٹیوں اوروادیوں کے اندر پہنچ جاتے۔جس پتھر اوردرخت کے پاس سے آپ گذرتے وہ السلام علیک یارسول اللہ کہا کرتا۔راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ یہ آوازسن کراَپنے دائیں بائیں اور پیچھے توجہ فرماتے درختوں اور پتھروں کے سوا کوئی چیز نہ دیکھتے (سیرت ابن ھشام)۔یعنی یہ وہ باتیں ظاہر ہونے لگیں جونبوت ورسالت کے اعلان واظہار کی علامتیں اوربشارتیں تھیں۔ ۳) مختلف آوازیں سننا اورروشنی کا دیکھنا۔

۴) جنّات وشیاطین کا آسمانوں پر جانا روک دیا جانا اورشہاب ثاقب پھینکے جانے لگے۔

علامہ سید جمال حسینی محدث شیرازی صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہے کہ جب آپ ﷺ کی بعثت کوبیس یوم گزر گئے تو شیطان کے استراق سمع (چوری سننا) پر پابندی لگ گئی۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ظہور نبوت سے قبل شیاطین اُسمان کی طرف جاتے اورچوری چھپے کچھ سن اُتے اورایک حق بات میں دس باطل باتیں ملاکر زمین پر شائع کردیتے تھے۔جب اُپ ﷺ مبعوث ہوئے توان پر کلیۃ پابندی عائد ہوگئی، چنانچہ اس آیت مبارکہ میں ہے۔ وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا (سورہ جن ۸ اور ۹) (جنوں نے کہا) اورہم نے ٹٹول دیکھا، آسمان کو پس

پایا ہم نے کہ وہ سخت پہروں سے بھرا ہوا ہے (پہلے) ہم سننے کی جگہوں پر بیٹھ جاتے تھے، پس اب جو بھی سنتا ہے پس پاتا ہے اپنی گھات میں ایک انگار۔

۵) راھبوں اور کاہنوں کا تشریف آوری کی خبریں اور بشارتیں دینا

۶) سچی خوابوں کا آنا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اَوَّلُ مَابُدِءَ بِهٖ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ (بخاری) کہ نبی کریم ﷺ پر وحی کی ابتدا اچھے خوابوں سے ہوئی آپ جو خواب میں دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح واضح ہوجاتا۔ امام ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ سچے خوابوں کو صبح کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح صبح صادق کی روشنی طلوع آفتاب کا دیباچہ ہے اسی طرح رؤیا صالحہ آفتاب نبوت و رسالت کا دیباچہ اور پیش خیمہ تھا۔ اور یہ سچے خوابوں کا سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا ان خوابوں کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر فرشتہ اچانک پیغام رسالت لے کر آتا تو بظاہر بشری قوت اس کی متحمل نہ ہوسکتی تھی اس لیے مقدمات نبوت سے ابتداء ہوئی (سیرت المصطفیٰ ج ا ص ۱۳۰)۔

اور خوابوں کے ذریعے وحی کی ابتدا (۱۲، ربیع الاول میں ہوئی) اور یہ خوابوں کی وحی کا سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا۔ پھر قرآن مجید کی وحی نازل ہوئی اور غار حرا میں حضرت جبرائیل آمین علیہ السلام نازل ہوئے یہ رمضان المبارک کی لیلۃ القدر کا واقعہ ہے۔ (بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَحْيٌ (عمدۃ القاری ج ا ص ۵۳) نبیوں کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو خواب میں قربانی دینے کا حکم ملا تھا اور حضرت محمد ﷺ نے واقعہ صلح حدیبیہ سے پہلے خواب دیکھا تھا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خواب کا ذکر قرآن مجید میں سراحتاً مذکور ہے۔

۷) خلوت نشینی کا شوق و محبت کا پیدا ہونا حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ (بخاری کتاب الوحی)۔ پھر آپ کو تنہا رہنا پسند ہوا اور تنہائی کا شائق بنا دیا گیا اور آپ غار حراء میں تنہا رہنے لگے

اور گھر والوں کی طرف لوٹنے سے قبل متعدد راتیں عبادت کرتے تھے اور خلوت و عبادت کیلئے خرچ لے جاتے اور جب وہ کھانے کی چیزیں ختم ہوجاتیں پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے پھر آئندہ کا کھانا حسب ضرورت ساتھ لیجاتے یہاں تک کہ آپ کے پاس حق آگیا (یعنی جبریل وحی لے کر آگیا) اور اس وقت آپ اسی غار میں تھے۔

علامہ محمد بن عمر بحرق متوفی ۹۳۰ھ لکھتے ہیں: وَفِي الثامنة والثلاثين حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلْوَةُ فَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءَ ثُمَّ كَانَ يَرَى الْاَنْوَارَ وَيَسْمَعُ الْهَوَاتِفَ ثُمَّ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ الْاَحْجَارُ وَالْاَشْجَارُ قَبْلَ مَبْعَثِهٖ بِسِتَّةِ اَشْهُرٍ وَّكَانَ وَحْيُهٗ مَنَامًا وَكَانَ لَا رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ (حدائق الانوار ص ۶۰) اور عمر کے ۳۸ سال نبی ﷺ کے لئے خلوت کو محبوب بنا دیا گیا اور آپ غار حراء میں تنہا رہتے تھے پھر وہاں انوار کا مشاہدہ کرتے اور غیبی آوازیں سنتے پھر آپ کو پتھر اور درخت سلام کرتے تھے۔ یہ معاملہ آپ کی بعثت سے چھ ماہ قبل کا ہے اور آپ پر خواب میں وحی ہوتی تھی اور جو بھی آپ خواب کی وحی دیکھتے تھے وہ صبح کی طرح واضح ہوجاتی تھی۔ غار حراء مسجد حرام کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر غار تک پہنچنے میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف ہوتا ہے۔ غار کی شمالی سمت میں دروازہ ہے جس تک پہنچنے کے لئے دو پتھروں کے درمیان سے گزر کر جانا پڑتا ہے۔ غار کی لمبائی تین میٹر بلند دو میٹر اور چوڑائی کہیں کم کہیں زیادہ ہے۔ اس میں دو آدمی ایک دوسرے کے آگے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں داہنی سمت بھی تھوڑی سی جگہ ہے جس پر ایک آدمی بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ غار حراء جبل نور کی چوٹی پر واقع ہے۔ اونٹ کی کوہان جیسا یہ پہاڑ ہے اور کسی پہاڑی کی بناوٹ میں نہیں مل سکتا۔ (زیارت مکۃ المکرمۃ و زیارت مدینۃ المورۃ مختصر)۔

راقم الحروف نے جب پہلی مرتبہ ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۶ء میں عمرہ ادا کیا تھا تو غار حراء کی زیارت کی۔ اسی غار میں نماز ظہر ادا کی اور بہت سی دعائیں مانگیں۔ اس موقع پر دو مرتبہ زیارت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور بہت سکون قلبی حاصل ہوا تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

غار حراء میں مدت قیام: بخاری اور مسلم میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں غار حراء میں ایک ماہ تک معتکف رہا۔ وہ مہینہ رمضان کا تھا (تفسیر مظہری)۔ اور اشعۃ اللمعات میں ہے کہ وخلوت یک ماہ بود یا ماہ رمضان بود (اشعۃ المات ج ۴ ص ۵۰۶)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ شَهْرًا (مسلم کتاب الایمان) کہ میں غار حراء میں ایک ماہ تک رہا۔ نبی کریم ﷺ نزول وحی سے قبل بھی عارف باللہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو

جانتے اور مانتے تھے۔ مختار اور حق بات یہ ہے کہ آپ دین ابراھیمی پر تھے اور اسی طریقہ کے مطابق غار حراء میں عبادت کیا کرتے تھے (اشعۃ اللمعات ج ۴)۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اِنَّهٗ كَانَ يَتَعَبَّدُ بِشَرِيْعَةِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۶۱) کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی شریعت پر عبادت کیا کرتے تھے۔

باب چہارم: بعثت سے لے کر ہجرت تک

البعثت نبوی کے حالات اور واقعات: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورہ ال عمران ۱۶۲) یقیناً بڑا احسان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں، اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت، اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ: ۲)، ترجمہ: اسی خدا نے انپڑھوں میں انہی کی قوم سے ایک پیغمبر مبعوث کیا، جو ان کو خدا کے احکام پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک وصاف کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ امام محمد بن اسحاق مطلبی لکھتے ہیں فَلَمَّا بَلَغَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سیرۃ ابن ھشام)۔ کہ جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ سے پہلے جو نبی بھی مبعوث ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا کہ وہ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ پر ایمان لائیں، آپ ﷺ کی تصدیق کریں اور آپ ﷺ کے دشمنوں کے خلاف آپ ﷺ کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ ایسا ہی عہد اپنی اپنی امتوں سے بھی لیں۔ ہر نبی نے اپنی امت سے عہد لیا۔ (آل عمران ۸۱) (سیرۃ ابن ھشام)

ابتداءِ نزول وحی: جب آپ کی عمر شریف چالیس برس کی ہوئی تو حسب معمول آپ ﷺ غار حراء میں عبادت و استغراق اور غور وفکر میں مصروف تھے۔ آپ کے پاس اچانک فرشتہ (جبریل) حاضر خدمت ہوئے اور ایک ریشمی کپڑا

پیش کیا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا (سیرت ابن ہشام شرح بخاری)

حَتّٰى جَآءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَآءٍ فَجَآءَهُ الْمَلَكُ اِقْرَأْ قَالَ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَأْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَأْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتّٰى ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۔ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔ (سورہ علق، بخاری کتاب الوحی)۔ پس آپ ﷺ کے پاس حق آ گیا جس وقت آپ ﷺ غار حراء میں موجود تھے۔ آپ کے پاس فرشتہ آیا۔ اس نے کہا پڑھیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پس اس نے مجھے پکڑا اور اتنے زور سے دبایا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور اس نے پھر کہا پڑھیے۔ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ فرشتہ نے پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور اتنے زور سے دبایا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی۔ پھر مجھے اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں نے پھر وہی جواب دیا مَا اَنَا بِقَارِئٍ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر اس نے مجھے پکڑا اور تیسری بار مجھے اتنے زور سے دبایا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی۔ اور پھر مجھے چھوڑ دیا۔ اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے مخلوق کو پیدا کیا۔ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو وہ سب کچھ سکھا دیا جس کو وہ نہیں جانتا تھا۔ خیال رہے کہ حدیث وحی امام بخاری نے بخاری شریف میں چار جگہ بیان کی ہے۔ یہ کتاب بدء الوحی، کتاب الانبیاء، کتاب التفسیر اور کتاب التعبیر میں ہے۔ اور کتاب التعبیر میں اس طرح ہے حَتّٰى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَاءٍ فَجَآءَهُ الْمَلَكُ فِيْهِ (حدیث نمبر ۶۸۹۲)، یہاں تک کہ ان کے پاس امر حق کا آنا ہے اور وہ غار حراء میں تھے تو ان کے پاس غار میں فرشتہ آیا۔

حضرت جبریل امین نے آپ ﷺ کو تین مرتبہ اقرء (پڑھیے) فرمایا مگر نبی ﷺ ہر بار مَا اَنَا بِقَارِئٍ (میں پڑھنے والا نہیں ہوں یا میں نہیں پڑھتا) فرماتے رہے۔ اور حضرت جبریل نے نبی ﷺ سے تین بار معانقہ فرمایا تاکہ نبی ﷺ کی توجہ پڑھنے کی طرف مبذول ہو۔ مگر آپ نے تینوں بار پڑھنے سے انکار کیا اور توجہ نہ فرمائی۔ اس کی کیا وجہ تھی حالانکہ بعض روایات کے مطابق یہ آیات کریمہ لکھی ہوئیں پیش کیں تھیں؟

دربعضے روایات آمدہ کہ جبریل صحیفہ از حریر مرصع بجواہر در دست آحضرت ﷺ داد و گفت بخواں ایں را (شرح شیخ الاسلام برحاشیہ تیسیر القاری ج ۱ ص ۳۳)

تو اس کے کہیں وجوہ بیان کے گئے ہیں۔ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ آپ ذکر حق سے لطف اندوز تھے۔جمال حقیقی کے مشاہدہ میں مستغرق تھے اور اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کوئی اور بات سننا گوارا نہیں فرماتے تھے۔اس لئے جبریل امین کے تین بار اقرء کہنے سے بھی اس طرف متوجہ نہیں ہوئے۔مگر جب حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے نام سے پڑھیے تو نبی ﷺ نے پڑھنا شروع کر دیا (واللہ اعلم)۔علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ دبوچنا ہر طرف سے توجہ ہٹانے کیلئے تھا۔اور دوسری مرتبہ وحی الٰہی کی طرف ہمہ تن متوجہ کرنے کے لئے اور تیسری مرتبہ مؤانست کے لئے (ارشاد الساری، ج ۱ ص ۹۰)

نزول وحی کی تاریخ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اُنْزِلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ ابْنُ اَرْبَعِیْنَ (بخاری کتاب المناقب باب مبعث النبی حدیث ۳۸۵) کہ رسول ﷺ پر وحی نازل ہوئی جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس تھی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بَعَثَ اللّٰهُ عَلٰی رَاْسِ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً (مسلم کتاب الفضائل باب صفۃ النبی حدیث ۱۱۳)، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو آپ کی عمر شریف کے چالیسویں سال کے اہتمام پر مبعوث فرمایا۔آغاز وحی کے مہینہ، دن اور تاریخ میں اختلاف ہے۔زیادہ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ یہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔بعض کہتے ہیں رمضان کا مہینہ تھا اور بعض نے کہا ہے رجب کا مہینہ تھا (مختصر السیرت)۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ پیر کے دن ۱۷ ماہ رمضان کی رات کو غار حراء میں سورہ اقرء کی پہلی آیات نازل ہوئیں اور غار حراء وہ پہلی جگہ ہے جس میں قرآن پاک کا نزول پہلی مرتبہ ہوا (السیرۃ النبویۃ للدمیاطی، ص ۴۳)اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (سورہ بقرۃ ۱۸۵)۔

ترجمہ: رمضان المبارک وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن مجید اتارا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (سورہ القدر)۔ترجمہ: ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (سورۃ الدخان ۳)۔ترجمہ: بیشک ہم نے قرآن کو برکت والی رات میں اتارا۔بعض علماء کے نزدیک قرآن پاک کے نزول کا آغاز رمضان کی ستائیسویں شب میں ہوا تھا۔بعض کہتے ہیں کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر بیت المعمور میں اتارا تھا۔پھر وہاں سے حسب ضرورت ۲۳ برس کی مدت میں نازل

ہوتا رہا (واللہ اعلم)۔

اور ہر سال کے ماہ رمضان المبارک کی لیلۃ القدر میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نبی پاک ﷺ کے ساتھ دورہ قرآن مجید فرماتے تھے۔نزول قرآن کا مہینہ رمضان ہے۔اور جس رات کو آغاز ہوا وہ لیلۃ القدر ہے۔۱۷ رمضان یا ۲۷ ماہ رمضان (ا ھ) ہے۔

سورہ علق کی پہلی پانچ آیات کی تشریح: سورہ علق کی پہلی پانچ آیات سے مراد پہلی وحی الٰہی ہے اور یہ پہلا پیغام خداوندی ہے اس میں نبی ﷺ کی نبوت کا بیان ہے۔کہ جو غار حرا میں اترا۔اور حضرت جبریل آمین علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے نام سے پڑھو، (قرآن پڑھو)، جو کلام آپ کی طرف بھیجا جا رہا ہے وہ پڑھو اللہ کے نام کے ساتھ کہ بسم اللہ سے پڑھو۔

بِاسْمِ اللّٰهِ (اللہ کے نام سے) نہیں فرمایا کیونکہ ہم سے زیادہ تعلق اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا ہے۔اور معرفت ذات کے لئے ربوبیت کی معرفت پہلی شرط ہے۔اس لئے بِاسْمِ رَبِّكَ فرمایا اس میں ب اگر معنی کے اعتبار سے زائد ہو تو معنی یہ ہوگا اپنے رب کا نام پڑھو۔اگر با استعانت کے معنی میں ہو تو معنی ہوگا اپنے رب کے نام کی مدد سے پڑھو۔اور یہ بھی ہو سکتا ہے اپنے رب کے نام کی برکت سے پڑھو۔اس میں یہ اشارہ ہے کہ قرات اپنے رب کے نام سے کریں اس لئے کہ ہر چیز کا آغاز رب کے نام سے ہوتا کہ برکت حاصل ہو۔اس لئے قرات سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ رَبِّكَ (اپنے رب) اس میں اضافت تشریفی ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم اور خصوصیت پائی جاتی ہے کہ رَبُّكَ کہ اے نبی آپ کا رب، حالانکہ اللہ تعالیٰ رب العلمین اور رب المخلوقات ہے تو یہ اس طرح ہے جس طرح اللہ فرماتا ہے اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ (سورہ بقرہ ۱۲۰) (میرا گھر پاک کرو)۔اللہ تو گھر سے پاک ہے تو اپنی عبادت کے گھر کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے بَیْتِیَ فرمایا ہے اور جو حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے ایک اونٹنی پتھر سے اللہ نے پیدا فرمائی تھی تو اس کے متعلق فرمایا نَاقَةُ اللّٰهِ (سورہ اعراف ۷۳) (اللہ کی اونٹنی)۔ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (سورہ جن) (اور مسجدیں اللہ کے لئے ہیں) رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورہ رعد ۱۶) (آسمانوں اور زمین کا رب) رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ (سورہ انعام ۱۶۴) (ہر چیز کا رب مالک ہے) رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (سورہ توبہ) (عظمت والے عرش کا مالک)۔

الَّذِیْ خَلَقَ (وہ رب جس نے مخلوق کو پیدا کیا) یہ رب کی صفت ہے یہاں مفعول بہ کا ذکر نہیں کیا گیا عمومیت کے لئے۔مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا رب ہے۔لیکن ساری مخلوق میں سے انسان اشرف المخلوقات ہے۔اس لئے فرمایا خَلَقَ الْاِنْسَانَ اللہ نے انسان کو پیدا کیا۔تفسیر زاھدی میں ہے وَھُوَ آدَمُ مِنْ غَیْرِ عَلَقٍ وَخَلَقَ اَوْلَادَہٗ مِنْ عَلَقٍ اور انسان سے مراد آدم علیہ السلام ہیں جن کو جمے ہوئے خون کے بغیر (مٹی سے) پیدا کیا اور ان کی اولاد کو جمے خون سے پیدا فرمایا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے اور انسان کی عظمت کا کیونکہ انسان عالم صغیر (چھوٹا جہان ہے)، اور عالم کبیر (ساری جہان) کے تمام نمونے اس میں پائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسانی تخلیق اور پیدائش کے مختلف طریقوں سے مدارج بیان فرمائے ہیں جس میں یہ بتایا گیا کہ اے انسان تم اپنی پیدائش میں غور کرو۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۔ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۔ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۔

(سورۃ الانفطار)،

اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے (کہ تو نے باوجود اس کے نعمت وکرم کے اس کا حق نہ پہچانا اور اس کی نافرمانی کی)، جس نے تجھے پیدا کیا (نیست سے ہست کیا)۔ پھر ٹھیک بنایا (سالم الاعضاء، دیکھتا، سنتا) پھر ہموار فرمایا (اعضاء میں مناسبت رکھی)، جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا (لمبا، یا ٹھنگنا، خوب رُو یا کم رو، گورا یا کالا، مرد یا عورت)۔(کنز الایمان مع خزائن العرفان)۔اللہ تعالیٰ تاکیداً فرماتا ہے اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (پڑھئے تیرا رب بہت کرم کرنے والا ہے)

کَرِیْمٌ بروزن فَعِیْلٌ، صفت مشبہ ہے اور اَکْرَمُ بروزن اَفْعَلُ اسم تفضیل ہے۔اور صفات الٰہیہ کے لحاظ سے دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ وہی بالذات کریم ہے۔سب کرم کرنے والوں میں سے زیادہ ہمیشہ کرم کرنے والا ہے۔

کریما بخشائے برحال ما — کہ ہستم اسیر کمند ہوا

یہ جملہ پہلے حکم کی تاکید ہے۔اور دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوبارہ قرأت کے حکم سے مراد یہ ہے کہ تبلیغ اور امت کی تعلیم کے لئے پڑھئے۔

اور اللہ تعالیٰ کے وسیع کرم کا ذکر ہے۔اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (وہ رب جس نے قلم کے ذریعہ سے لکھنا)۔قلم اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جس کی وجہ سے ہمارے پاس دنیاوی اور دینی علوم مدون ہیں۔بقاءِ دین ودنیا بقلم بستہ است (زاھدی) کہ دین ودنیا کی بقا قلم کے ساتھ وابستہ ہے اور قلم کی رب کریم نے قسم فرمائی ہے نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ (سورہ قلم) قسم ہے قلم کی اور اس کی جس کو لکھتے ہیں۔قلم حصول علم کا بہت بڑا ذریعہ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ چاہے بغیر کسی ذریعہ کے علم کی دولت عطاء فرمائے۔اس لئے قلم کے ذریعہ کے بغیر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو علوم اولین والآخرین کا جامع بنایا اور قلم سے نہیں سکھایا۔

ذٰلِكَ التَّعْلِیْمُ بِالْقَلَمِ لِاُمَّتِهٖ لَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ لِاَنَّهٗ عَلَّمَهٗ اِیَّاهُ بِلَا كِتَابَةٍ وَّلَا خَطٍّ قلم سے تعلیم دینا آپ کی امت کے لئے ہے نہ کہ اللہ کے رسول کے لئے ہے اس لئے کہ اللہ نے آپ کو کتابت اور خط کے بغیر سکھایا۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست — کتب خانۂ چند ملت بشست

ایسے یتیم کہ (مکتب میں) قرآن پڑھے بدون، کتنے مذہبوں کے کتب خانے دھوڈالے۔

اس لئے نبی کریم علیہ السلام کا علم وھبی اور عطائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ اللہ نے انسان کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔انسان سے مراد کون سا انسان ہے؟ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہاں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں، جو انہیں سکھایا اس سے مراد علم اَسماء ہے۔وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (سورۃ بقرہ)، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھادئے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ انسان سے مراد انسان کامل رسول اللہ ﷺ ہیں اس فرمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا (سورہ نساء ١١٣)۔اور اللہ نے آپ کو وہ تمام چیزیں سکھادیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر عظیم فضل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ۔رحمن نے قرآن سکھایا اور انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان سکھایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ

هٰذَا (هود ۴۹)۔ یہ خبریں غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، ان چیزوں کو اس سے پہلے نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (سورۃ الضحیٰ) اور اللہ نے اپنی محبت میں خودرفتا پایا پھر منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ (سورہ شوریٰ ۵۶) نہ آپ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ کہ ایمان (کی تفصیل) کیا ہے۔ سورہ شوریٰ کی آیت کا مطلب یہ کہ آپ شریعت اور ایمان کے تفصیلی مسائل واحکام کو نہیں جانتے تھے۔ بالکل عدم عرفان اور علم ایمان کی نفی ہرگز نہیں کی گئی اور نہ اجمالی علم کی نفی ہے بلکہ قیاس وانداز سے جاننے کی نفی کی گئی ہے کہ آپ ﷺ قیاس وانداز ہ سے نہیں جانتے تھے۔ بلکہ اللہ کے بتانے سے اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی مہربانی سے آپ ﷺ کو نزول کتاب کی امید تھی اور اس امید کی نفی کی گئی ہے جو اللہ کی رحمت کے بغیر ہو۔ شق وصدر کا ہونا اور فرشتوں کا سامنے نظر آنا۔ بحیرہ راہب کا خبریں دینا۔ پتھروں کا سلام کرنا کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ میں نبی ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی اپنی نبوت کا اعلان فرماتے ہیں جوان کو عطا کی گئی تھی۔ حضرت یحییٰ علیہ سلام کو بچپن ہی میں نبوت عطا کی گئی تو نبی ﷺ کو بھی عطائے نبوت کا علم دیا گیا تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت نبی تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ اس ایت میں عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ سکھایا انسان کو وہ جو نہیں جانتا تھا، عام انسان مراد ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بتائے اور سکھائے بغیر انسان کچھ بھی نہیں جان سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى۔ (سورہ طٰہٰ ایت نمبر ۵۰) جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورۃ دی پھر راہ دیکھائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (سورہ بقرہ) اور لوگ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرسکتے سوائے اس کے جو وہ خود چاہے (بتادے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورۃ النحل ۷۸)۔ اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس

وقت تم کو کچھ علم نہ تھا اور اسی نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر ادا کرو۔ یہ پانچ آیات پورے قرآن پاک کے مضامین کا خلاصہ ہیں اور اس میں رسول ﷺ کی نبوت کا ذکر ہے۔

طہارت وصلوٰۃ کی تعلیم: بعض روایات میں ہے کہ اسی موقع پر سورہ فاتحہ بھی نازل ہوئی تھی اور اس کو نماز میں پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ سب سے اوّل سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ وہ نماز اور تعلیم کے بارے میں ہے (تفسیر عزیزی)۔

پھر اس کے بعد حضرت جبریل امین نے خود وضو کیا اور نبی ﷺ نے بھی وضو فرمایا۔ پھر جبریل نے دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ ﷺ نے جبریل کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ پھر جبریل امین اس کے بعد چلے گئے (شرح سفر السعادت)۔

مدارج النبوت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے زمین پر پاؤں مارا اور پانی کا چشمہ نکلا۔ اس سے وضو کیا جو کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے، چہرہ اور دونوں ہاتھ پاؤں دھونے اور سر کا ایک بار مسح کرنے پر مشتمل تھا۔ اس فعل کے ذریعہ حضور ﷺ کو وضو کرنا سکھانا مقصود تھا۔ غالباً اس قسم کے افعال میں عملی تعلیم، قولی تعلیم سے خاص کر زیادہ آسان اور سہل ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے بھی وضو کیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے ایک چلو پانی لے کر حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ انور پر چھینٹا دیا۔ اور آگے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھائی۔ حضور ﷺ ان کے مقتدی بنے۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اسی طرح وضو کرنا اور نماز پڑھنا ہے۔ یہ بات تعلیم قولی میں بھی آچکی ہے۔ پھر جبریل علیہ السلام آسمان پر چڑھ گئے اور حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ کی جانب مراجعت فرمائی (مدارج النبوت اردو، ج ۲، ص ۵۰، مدارج النبوت فارسی، ج ۲، ص ۳۱)۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے سکھانے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حضور علیہ السلام کے استاذ اور معلم قرار پائے کیونکہ وہ تو ایک واسطہ تھے۔ سکھانے والا اور احکام بھیجنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (سورہ نساء ۱۱۳)۔ ترجمہ: اور سکھایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو آپ نہیں جانتے تھے۔

اللہ فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (سورۃ الرحمٰن)، ترجمہ: مہربان خدا نے قرآن سکھایا (اپنے محبوب کو)۔ ان دونوں آیتوں میں تعلیم قرآن اور وحی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اور یہ اسناد حقیقی ہے۔

اور سورہ نجم کی آیت میں تعلیم کی نسبت حضرت جبریل امین کی طرف ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى (سورہ نجم ۵)، ترجمہ: انہیں سکھایا ہے زبردست قوت والے جبریل نے (محمد ﷺ کو وحی سکھائی)۔ دوسری آیت میں فرمان خداوندی ہے نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (سورہ شعراء ۱۹۳)، ترجمہ: اسے لے کر اترے ہیں جبریل امین۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورہ بقرہ ۹۷)، ترجمہ: اس نے اتارا قرآن آپ ﷺ کے دل پر اللہ کے حکم سے۔ تو ان آیات میں حضرت جبریل امین کی طرف نسبت مجازی ہے کیونکہ حضرت جبریل امین معلم نہیں تھے مبلغ تھے۔

اِسْنَادُ التَّعْلِيْمِ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى اَلَّذِىْ هُوَ جِبْرِيْلُ مَجَازِىٌّ (حاشیہ شرح عقائد، ص ۱۲۷)۔ تعلیم اور سکھانے کی نسبت اس آیت میں جبریل امین کی طرف ہے جو نسبت مجازی ہے۔

نمازیں کب فرض ہوئیں؟ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں اول چیزے کہ فرض شد از نماز دو رکعت بود پیش از طلوع و پیش از غروب و فرضیت نماز ھاے پنجگانہ در شب معراج فرض شد چنانچہ مشہور است (شرح سفر سعادت)۔ سب سے اول جو چیز فرض ہوئی وہ دو رکعت نماز فجر اور عصر تھی اور نماز پنجگانہ کی فرضیت شب معراج میں ہوئی ہے جیسا کہ مشہور ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ کیا پانچ نمازوں سے پہلے کوئی نماز فرض تھی یا نہیں؟ کہا گیا ہے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے نماز فرض تھی۔ اس کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا (سورہ طٰہٰ ۱۳۰)۔ ترجمہ: اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اَپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرو (مواھب، زرقانی)۔

مقاتل (بن سلمان) بلخی مفسر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شروع شروع میں دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں شام کے وقت کی فرض تھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (سورہ غافر ۵۵)۔ ترجمہ: اور اَپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی شام اور صبح تسبیح بیان کیجئے۔

فتح الباری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ واقع معراج سے پہلے یقیناً نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح صحابہ کرام بھی نماز ادا کرتے تھے۔ اور رات کو نماز پڑھنے کا بھی حکم دیا گیا اگرچہ بعد میں تخفیف واختیار کی اجازت دی گئی تھی۔

سورہ مزمل شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (سورہ المزمل)، ترجمہ: اے چادر لپیٹنے والے۔ رات کو (نماز کے لئے) قیام فرمایا کیجئے مگر تھوڑا یعنی نصف رات یا کم کر لیا کریں۔ یا اس سے بھی تھوڑا سا بڑھا دیا کریں۔ اور (حسب معمول) خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجئے قرآن کریم کو۔ معلوم ہوا کے توحید و رسالت کے بعد سب سے پہلے طہارت اور نماز کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور پھر معراج کے موقع پر جب نمازیں فرض ہوئیں تو ظہر و عصر و عشاء کی دو دو رکعتیں فرض ہوئیں تھیں۔

حضرت جبریل آمین کی امامت: ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں نمازوں میں اضافہ ہوا۔ ظہر، عصر اور عشاء کی چار چار رکعتیں مقرر ہوئیں تھیں۔ اور نزول وحی کے بعد حضرت جبریل اَمین نے بحکم حق تعالیٰ دو مرتبہ کعبہ شریف کے پاس نماز پڑھائی۔ پہلے دن ہر نماز اول وقت میں اور دوسرے دن کچھ تاخیر کر کے پڑھائی۔ اور اسی طرح نمازوں کے اوقات کی بھی تعلیم دے دی گئی۔ خیال رہے کہ امامت جبریل کا واقع معراج کے بعد پیش آیا تھا مگر سیرت ابن ھشام نے یہاں ہی ذکر کیا ہے اور ذکر معراج کے بعد نہیں کیا۔

حافظ عمادالدین ابن کثیر لکھتے ہیں یہ جبریل کی نماز وہ نہیں جو کعبہ کے پاس پڑھائی گئی تھی اور اوقات نماز پنجگانہ بھی بتائے گئے تھے۔ یہ فرضیت کے بعد شب معراج کے موقع پر پڑھائی تھی (سبل الھدی، ج ۲، ص ۲۹۸) (واللہ اعلم)۔

آپ ﷺ کی غار حراء سے واپسی: فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ۔ نبی ﷺ نازل شدہ آیات لے کر واپس گھر تشریف لائے، یا سارے قصے کو لے کر لوٹے۔ اور آپ کا قلب مبارک مضطرب اور دھڑک رہا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا زَمِّلُوْنِىْ زَمِّلُوْنِىْ۔ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِىْ (بخاری کتاب الوحی)۔ مجھے کمبل اوڑھا دو۔ آپ کو کمبل اڑھا دیا گیا یہاں تک کہ وہ کیفیت اضطراب دور ہو گئی۔

قول ثقیل سے کیا مراد ہے: پھر نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو غار حراء کا تمام ماجرا بیان کر کے فرمایا لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِىْ کہ بلاشبہ مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تھا (فیض الباری، ج ۱)۔ اس جملہ میں وحی کی شدت

وتکلیف کو بیان فرمایا گیا اور مقصود اس سے بارِ نبوت ورسالت کی عظیم ترین ذمہ داریوں کو بیان کرنا ہے۔ اور وحی کا ثقیل ہونا تو خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا (سورہ مزمل ۵)، ترجمہ: عنقریب ہم آپ پر بھاری بات نازل فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (سورہ حشر ۲۱)، ترجمہ: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے (اے مخاطب) تو اس کو دیکھتا کہ اللہ کے خوف سے پھٹ جاتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ. وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (سورہ انشراح)۔ ترجمہ: کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا؟ اور ہم نے اُتار دیا ہے آپ سے آپ کا بوجھ جس نے آپ کی پشت مبارک کو توڑ ڈالا۔

طبعی خوف منافی نبوت نہیں: لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ مجھے اپنی جان کا ڈر ہوا تھا ان واقعات سے جو غار حراء میں پیش آئے کہ تین مرتبہ مجھے سختی کے ساتھ سینہ سے لگا کر دبایا گیا۔ نیز یہ ماضی کا صیغہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ غار کا اتنا سخت واقعہ تھا مجھے اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تھا۔ یہ گذشتہ واقعہ کا بیان ہے جیسے حضرت ابراہیم کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً (سورۃ الذاریات ۲۸)، ترجمہ: پس ان سے خوف محسوس کیا۔ اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے
فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی (سورہ طہ ۶۷)۔ ترجمہ: پس موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ معلوم ہوا کہ طبعی خوف مقام نبوت کے منافی نہیں ہے اور نہ یہ عدم علم کی دلیل ہے۔ یہ خوف ویسا ہی ہے جیسا موسیٰ علیہ السلام کو پیش آیا تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ (سورہ شعراء آیت ۱۴)، اور میرے ذمہ ان لوگوں کا ایک الزام بھی ہے سو مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھ کو قتل کر ڈالیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا۔ تو دونوں نے عرض کیا قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی (سورہ طہ آیت ۴۵) دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اندیشہ ہے کہ وہ زیادتی نہ کر بیٹھے یا زیادہ شرارت کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی (سورہ طہ آیت ۴۶) تم اندیشہ نہ کرو میں تم دونوں کے ساتھ

ہوں سنتا ہوں دیکھتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ خوف وگھبراہٹ تردد کی علامت اور نہ منافی نبوت نہیں اور نہ عدم علم کی دلیل ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تسلی بخش کلمات: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ جملہ (کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہوا ہے) سن کر عرض کیا كَلَّا وَاللّٰهِ لَا یُخْزِیْكَ اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ (بخاری کتاب بدء الوحی) ہرگز نہیں بخدا اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی پریشان وشرمندہ نہیں کرے گا۔ آپ (ﷺ) قرابتداروں کا حق ادا کرتے ہیں، بے سہاروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں، مسافروں کی میزبانی کرتے ہیں اور لوگوں کو راہ حق میں آنے والے حوادث پر مدد دیتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل کے پاس لے جانے کی حکمت: پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو (اپنی تسلی کی خاطر) ورقہ بن نوفل (بن اسد بن عبد العزی) اپنے چچازاد بھائی کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور وہ عربی زبان لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عبرانی زبان میں لکھتے تھے اور بہت بوڑھے تھے اور آنکھوں کی روشنی بھی جاتی رہی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے فرمایا۔ اے ابن عم! اپنے بھتیجے کا ماجرا سنیئے۔ ورقہ نے نبی ﷺ سے کہا اے میرے بھتیجے! ہاں بتاؤ تم کیا دیکھتے ہو؟ نبی ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرمایا۔ (بخاری کتاب الوحی) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فَلَمَّا سَمِعَ كَلَامَهٗ اَیْقَنَ بِالْحَقِّ وَاعْتَرَفَ بِهٖ (فتح الباری ج ۱۵ ص ۷۴۴) جب ورقہ نے نبی ﷺ سے کلام سنا تو ورقہ کو یقین آ گیا کہ جو کچھ فرمارہے ہیں وہ حق ہے اور ورقہ نے اس کا اقرار کیا۔

حافظ ابن حجر نے کتاب التعبیر میں اس حدیث کی شرح کے ماتحت محدثین پر اعتراض کرنے والوں کا یہ اعتراض نقل کیا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اپنی نبوت میں شک ہوتا کہ ورقہ کے پاس جانے کی ضرورت پڑے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اپنی تکلیف بیان کرنے کی حاجت ہو۔ اسی طرح پہاڑ سے اپنے آپ کو گرانے کی خواہش پیدا ہو جائے۔

امام ابو بکر اسماعیلی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ جب بھی کسی عظیم الشان چیز کو مخلوق تک پہنچانے کا

ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے مقدمات اور تمہیدات کا انتظام ہوتا ہے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ جو کچھ رؤیائے صالحہ دیکھتے تھے اور پھر آپ کے اندر خلوت کی محبت پیدا ہوئی تھی اور اس میں عبادت کا شوق پیدا ہوا یہ سب امور اسی مقدمہ اور تمہید کی قبیل سے تھے۔

پھر جب اچانک فرشتہ غار حرا میں آپ ہنچا، خلاف عادت اور غیر مانوس طور پر واقعہ پیش آیا تو آپ ﷺ کو بتقاضائے بشریت گھبراہٹ ہوئی، لہٰذا اس پر تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اور بعد میں آپ کی گھبراہٹ آہستہ آہستہ زائل ہوگئی، اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جو آپ کی غمخوار و غمگسار تھیں سارا واقعہ سنایا انہوں نے تسلی دی، اور اپنی تسلی و تائید کیلئے آپ کو ورقہ کے پاس لے گئیں، ورقہ نے حالات سن کر آپ پر مکمل یقین کرلیا اور آپ کی نبوت کا اعتراف کیا۔ یہاں امام ابوبکر اسماعیلی رحمہ اللہ کا ارشاد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے فَلَمَّا سَمِعَ كَلَامَهُ أَيْقَنَ بِالْحَقِّ وَاعْتَرَفَ بِهِ کہ جب ورقہ نے آپ کی باتیں سنیں تو حق کا یقین کرلیا اور اس کا اقرار کیا۔ علامہ شبلی نے اس جملہ کے تمام افعال کی ضمائر کو حضور اکرم ﷺ کی طرف لوٹا کر ترجمہ کیا کہ جب کہ آپ نے ورقہ کا کلام سنا تو آپ کو حق کا یقین آ گیا اور آپ نے اس کا اعتراف کیا۔

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ امام ابوبکر اسماعیلی معترضین کے اس اعتراض کو رد کر رہے ہیں کہ آپ کو اپنی نبوت کے بارے میں کچھ شک و تردد تھا اور یہ فرما رہے ہیں کہ آپ کو خوف ضرور لاحق ہوا تھا لیکن یہ خوف شک اور تردد کی بنا پر نہیں تھا بلکہ امر عظیم کے اچانک آپڑنے کی وجہ سے تھا۔

جبکہ علامہ شبلی نے اس جملہ سے یہ اخذ کرلیا کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنی نبوت میں شک ہو رہا تھا، اس وجہ سے ورقہ کے پاس پہنچ کر حقیقت حال بتائی گئی تو ورقہ کے تسلی دینے اور یقین دلانے پر آپ کو اپنی نبوت کا یقین ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اول ہی سے علم اور یقین حاصل ہوگیا تھا کہ آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز کیا جارہا ہے اور یہ کہ آنے والا اللہ کا فرشتہ ہے۔ ورقہ کے کلام سے آپ کو اپنی نبوت کا یقین نہیں ہوا بلکہ آپ کے حالات و واقعات کو سن کر ورقہ نے آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی ہے کیونکہ ورقہ تورات و انجیل کے عالم تھے اور علامات نبوت سے واقف تھے (کشف الباری)۔

خیال رہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کو اس لیے ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر نہیں گئیں تھیں کہ انہیں

تصدیق نہیں تھی، بلکہ نبی ﷺ کے متعلق دوسروں کی زبان سے ایک مضبوط شہادت مہیا فرمانا چاہتی تھیں کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر کتب سابقہ میں آیا ہے جس کی شہادت حضرت ورقہ نے بھی دی ہے۔

پھر ورقہ نے کہا یہی وہ ناموس (محرم راز) ہے جس کو خدا نے موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔ اے کاش کہ میں آپ کے زمانہ دعوت میں جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت زندہ رہ سکتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کردے گی۔ نبی ﷺ نے فرمایا، کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟ ورقہ نے جواب دیا، ہاں۔ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اس کو لے کر کوئی آدمی نہیں آیا، جس سے لوگوں نے دشمنی نہ کی ہو۔ اگر میں اس زمانہ میں زندہ رہا تو آپ کی ضرور ہر طرح سے مدد کروں گا۔ اس واقع کے تھوڑے ہی دنوں بعد ہی ورقہ نے وفات پائی اور وحی آنی بھی رک گئی (بخاری کتاب الوحی)۔

حضرت ورقہ بن نوفل کا اسلام: سید عالم ﷺ نے فرمایا، کہ بیشک میں نے ورقہ کو جنت میں ریشمی کپڑے پہنے ہوئے دیکھا، اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے میری تصدیق کی تھی (سیرت خاتم النبیین ج ا ص ۳۴۷)۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **بدانکہ در ایمان ورقہ باآنحضرت خلاف نیست** (اشعۃ اللمعات) جاننا چاہیے کہ ورقہ کے ایمان لانے میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ وہ نبی ﷺ پر ایمان لائے تھے۔ البتہ اختلاف اس میں ہے کہ کیا وہ صحابی ہیں یا نہیں۔ بعض نے کہا وہ صحابی نہیں مؤمن ہیں۔ کیونکہ وہ اعلان نبوت سے پہلے ہی فوت ہوگئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا تَسُبُّوا وَرَقَةَ فَإِنِّي رَأَيْتُ لَهُ جَنَّةً أَوْ جَنَّتَيْنِ (مسلم فی الفضائل باب عرق النبی فی البرد) ورقہ کو برا نہ کہو میں نے خواب میں ان کے ایک باغ یا دو باغ دیکھے ہیں۔

وحی (پیغام) خداوندی: اللہ تعالیٰ جب انبیاء اور رسل کو اصلاح امت کے لئے مبعوث فرماتا ہے تو وحی کے ذریعہ سے پیغام پہنچایا جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ (سورہ نساء ۱۶۳)۔ اے نبی ہم نے تمہاری طرف اس طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّ اللَّهَ

بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ (سورہ فاطر آیت ۳۱)۔

اور جو کتاب بذریعہ وحی ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے سراسر حق ہے وہ تصدیق کرتی ہے پہلی کتابوں کی؛ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سارے احوال سے باخبر ہے (اور) دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. اور اسی طرح ہم نے بذریعہ وحی بھیجا آپ کی طرف ایک جانفزا کلام اپنے حکم سے، نہ آپ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے لیکن (اے حبیب) ہم نے بنادیا اس کتاب کو (سراپا) نور، ہم ہدایت دیتے ہیں اس کے ذریعہ جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں سے اور بلاشبہ آپ رہنمائی فرماتے ہیں صراط مستقیم کی طرف جو اللہ کی راہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ (سورہ قصص ۸۶) اور آپ کو تو یہ امید نہ تھی کہ نازل کی جائے گی آپ کی طرف کتاب مگر یہ محض رحمت ہے آپ کے رب کی (جو آپ کو صاحب قرآن بنادیا) تو آپ ہرگز کافروں کے مددگار نہ بنیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (سورہ عنکبوت ۴۸) اور نہ آپ پڑھ سکتے اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ ہی اسے لکھ سکتے تھے اپنے دائیں ہاتھ سے (اگر آپ لکھ پڑھ سکتے) تو ضرور شک کرتے اہل باطل۔

وحی کا لغوی معنیٰ: اور وحی کا لغوی معنی اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام دینا، دل میں ڈالنا، خفیہ بات کرنے کے ہیں۔ (لسان العرب)

علامہ بدرالدین عینی وحی کا معنی بیان کرتے ہیں **الاشارة والكتابة والرسالة والالهام والكلام الخفي وكل ما القيته الى غيرك يقال وحيت اليه الكلام.** (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۹)، اور وحی اشارہ کرنا، کتابت، رسالت، الہام اور پوشیدہ کلام کرنا، ہر وہ بات جو تو اپنے غیر کی طرف ڈالے کہا جاتا ہے میں نے اس کی طرف کلام ڈالا ہے۔

وحی کا شرعی معنیٰ: اور اصطلاح شرع میں وحی ان مطالب و معارف کا نام ہے۔ جو خدا کی طرف سے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتے ہیں۔

بنیادی حیثیت سے وحی کی تین قسمیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بندے سے بلا واسطہ براہ راست خطاب جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن حکیم میں مذکور ہے۔ دوسرے فرشتہ کے واسطے سے کلام۔ تیسرے ان دونوں طریقوں سے ہٹ کر کسی اور طرح کلام یا مطالب واحکام کا قلب نبی پر نزول۔ یہ تیسری قسم ہی وہ ہے جس کی روشنی میں حضور علیہ السلام نے دین کے بارے میں بے شمار امور کی تفصیلی ہیئت وشکل متعین فرمائی۔ اور قرآن حکیم کے اجمال وابہام کی تبیین وتشریح کی۔ واضح ہو۔ وحی جلی جیسے قرآن کریم، توریت، زبور وانجیل۔ یہ کلام صریح ہے۔ اسی لئے علماء نے وحی جلی کی تعریف یہ کی ہے۔ هُوَ كَلَامُ اللهِ الْمُنَزَّلِ عَلٰى نَبِيٍّ مِّنْ اَنْبِيَآئِهٖ (عینی)، وحی جلی، اللہ کے اس کلام صریح کو کہتے ہیں جو وہ اپنے انبیاء میں سے کسی نبی پر نازل فرماتا ہے (فیوض الباری)۔ اور وحی خفی جیسے حدیث ہے۔

وحی کی تین قسمیں: قرآن مجید میں وحی کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (سورہ الشوریٰ ۵۱) کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ کلام کرے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ (براہ راست) مگر وحی کے طور پر یا پس پردہ یا بھیجے کوئی پیغمبر (فرشتہ) اور وہ وحی کرے اس کے حکم سے جو اللہ چاہے بلاشبہ وہ اونچی شان والا بہت دانا ہے۔ اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا (۱) کبھی مجھ پر وحی کا نزول گھنٹی کی آواز کی مانند ہوتا ہے اور نزول وحی کا یہ طریقہ مجھ پر انتہائی دشوار گزرتا ہے لیکن یہ کیفیت جلدی مجھ سے زائل ہوجاتی ہے اور میں وحی الٰہی کو پوری طرح محفوظ کرلیتا ہوں (۲) اور کبھی فرشتہ انسانی شکل میں میرے سامنے آتا ہے، مجھ سے کلام کرتا ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے میں اسے پوری طرح محفوظ کرلیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں میں نے سخت سردی کے دنوں میں بھی آپ پر وحی اترتے ہوئے دیکھی ہے، اور ان دنوں میں بھی نزول وحی کی شدت سے آپ کی پیشانی پر پسینہ بہنے لگتا تھا۔ (بخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ)

وحی کی صورتیں: اور وحی کی متعدد صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے وحی کی حسب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں:

۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سننا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، اور ہمارے نبی ﷺ کا کلام قدیم سننا، جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں ہے۔ ۲) فرشتے کے واسطہ سے وحی کا نازل ہونا۔ ۳) دل میں کسی معنی کا القاء کیا جانا۔ ۴) "صِلْصِلَةُ الْجَرَسِ" (گھنٹی کی آواز) کی صورت میں وحی کا نازل ہونا۔ ۵) حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آ کر بات کریں، جیسے ایک اعرابی کی شکل میں آئے۔ ۶) حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی شکل میں آئیں جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام چھ سو پروں کے ساتھ آئے، جن سے یاقوت اور موتی جھڑ رہے تھے۔ ۷) حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں، جیسے کہ حضرت جبریل حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آئے۔ ۸) اللہ تعالیٰ براہِ راست آپ سے ہم کلام ہو، جیسے شب معراج میں پردے کی اوٹ سے کلام فرمایا۔ ۹) اللہ تعالیٰ آپ سے نیند میں ہم کلام ہو، جیسے جامع ترمذی میں حدیث مرفوع ہے، آپ نے فرمایا: میں نے اللہ عزوجل کو بہت حسین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ملأ الاعلیٰ! کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ ۱۰) نبی ﷺ کو خواب میں کوئی واقعہ دکھایا جائے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ ۱۱) وحی اسرافیل جیسا کہ مسند احمد میں ہے کہ تین سال حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ مؤکل (مقرر) رہے (تبیان القرآن بحوالہ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰، روضۃ الاحباب ص ۸۲)

وحی والہام میں کیا فرق ہے: علامہ عبدالحق حقانی لکھتے ہیں لفظ الہام اور وحی باعتبار معنی لغوی کے قریب المعنی ہیں گو بعض موقع استعمال میں کسی قدر ایک دوسرے سے الگ ہوں مگر اکثر جگہ دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی مراد ہوتے ہیں یعنی دل میں القا (ڈالنا) کرنا۔ وحی کا اطلاق کتابت اور اشارت اور رسالت اور کلام خفی (پوشیدہ) پر بھی ہوتا ہے۔ اور عرف شرع میں وحی کے ساتھ انبیاء مخصوص ہیں۔ الہام میں سب شریک۔ پس علاوہ لفظی فرق کے اعتبار عرف شرع کے دونوں کے معنی میں بھی کسی قدر تفاوت ہوگیا۔ کیونکہ وحی میں ایک خاص بات ہوتی ہے جلہام میں نہیں ہوتی۔ اس لئے شرعی معنی کے لحاظ سے غیر انبیاء کو صاحب وحی نہیں کہتے۔ ہاں لغوی معنی کے لحاظ سے غیر انبیاء پر بھی اس کا اطلاق ہوا ہے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ (سورہ نحل ۶۸) اور وحی کی آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ** (سورہ قصص ۷)۔ اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف کہ دودھ پلاتی رہ پھر جب اس کے متعلق تمہیں اندیشہ لائق ہو تو ڈال دینا دریا میں اور نہ ڈر تو اور نہ غم ہو بیشک ہم اس کو لوٹا دے گے تیری طرف اور بنانے والے ہیں اس کو رسولوں میں سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا** (سورہ حم سجدہ ۱۲)، اور اللہ نے وحی کی ہر آسمان میں ان کے حکم کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ** (سورۃ المائدہ آیت ۱۱۱)۔ اور ہم نے وحی کی حضرت عیسیٰ کے صحابہ کی طرف کہ ایمان لاؤ میری ساتھ اور میرے رسول کے ساتھ (مراد دل میں بات ڈالی)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤی اَوْلِیٰٓـِٕهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ** (سورہ انعام ۱۲۱)۔ بیشک شیطان اپنے دوستوں کی طرف وسوسہ ڈالتے ہیں تاکہ وہ جھگڑے تم سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا** (سورۃ الشمس آیت ۸)۔ پس ڈال دی اس کی برائی اور اس کی پرہیز گاری۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَهَا (سورہ زلزال) بیشک تمہارے رب نے زمین کو وحی کی۔

یہ تحقیق لفظی تھی اب ہم اس کی حقیقت اور اس کے معنی سے بحث کرتے ہیں۔ وحی، الہام خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوقات کے درمیان ایک پیغام یا ایسی تار برقی ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ اپنے خالق سے ہم راز اور ہم کلام ہوتی ہے۔ گو اس مخلوقات کو خالق سے کچھ بھی مماثلت اور مشاکلت نہیں مگر تاہم ایک ایسا ربط ہے کہ گویا وہ اس کے پاس ہر دم موجود ہے۔

اتصال بے کیف بے قیاس ☆ ہست رب الناس را با جان ناس

سب سے ربط آشنائی ہے تجھے ☆ دل میں ہر ایک کے رسائی ہے تجھے

اس امر میں انسان حیوان حجر و شجر زمین و اسمان سب شریک (مقدمہ تفسیر حقانی ج ۱ ص ۱۴ مع زیادہ)۔

کہ انسانوں جانوروں درختوں پتھروں کو بھی ان کی استداد اور صلاحیت کے مطابق الہام ہوتا ہے۔

نبوت کسبی چیز نہیں: شیخ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۲۳ھ فرماتے ہیں ولم یکن جوازہ علیہ السلاۃ والسلام لطلب النبوۃ، لانہا اجل من ان تنال بالطب او الاکتساب، وانما ھی موھبۃ من اللہ، وخصوصیۃ یخص بہا من یشاء من عبادہ، واللہ اعلم حیث یجعل رسالاتہ (مواہب لدنیہ مع زرقانی ج ۱ ص ۴۱۰) نبی اکرم ﷺ کا غارِ حرا میں ٹھہرنا طلب نبوت کے لیے نہ تھا کیونکہ نبوت کا مقام طلب یا اکتساب سے بلند ہے۔ بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطیہ ہے اور ایک خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ منصب رسالت کو کہاں رکھے (نبوت کا منصب عظیم الشان شخصیات کو عطا ہوا اور وہ بشر ہونے کے باوجود سارے لوگوں سے ممتاز تھے، اس لیے وہ بے مثال بشر تھے)۔

چالیس سال کی عمر میں نبوت کا ملنا شرط نہیں: عام طور پر مشہور یہ ہے کہ نبوت چالیس سال کی عمر میں عطا کی جاتی ہے، اس لئے کہا جاتا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ بھی چالیس سال سے پہلے نبی نہ تھے، لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ عالم ارواح میں نبی تھے۔ بعض انبیاء علیہم السلام کو بچپن میں نبوت دی گئی ہے، جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی۔

قرآن مجید میں ہے: يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (سورہ مریم: ۱۲) اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لیجئے اور ہم نے ان کو بچپن میں نبوت عطا فرما دی۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ نبوت کسی استحقاق کی بناء پر ملتی ہے، اس آیت میں ان کا رد ہے کیونکہ حضرت یحییٰ کو بچپن میں بغیر کسی استحقاق کے نبوت عطا کی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کو نبوت عطا فرمانا محض اللہ تعالیٰ کا انعام اور افضال تھا، ان کا استحقاق نہ تھا (تاویلات اہل السنۃ ج ۳ ص ۲۶۰)۔ اور اسی طرح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بچپن میں کہا تھا میں اللہ کا نبی ہوں۔ معلوم ہوا کہ نبوت کے لئے چالیس سال عمر کا ہونا شرط نہیں ہے اور منصب نبوت و رسالت کی سرفرازی کے لئے چالیس سال کی عمر اس لئے تجویز کی گئی ہے کہ اس میں قوائے جسمانیہ اور روحانیہ حد کمال کو پہنچتے ہیں۔ جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً (سورہ احقاف ۱۵) (یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا۔) اصل عمر تو انسان کی چالیس ہی سال ہے اس کے بعد انحطاط اور زوال ہے اسی طرح جب آپ کے قوائے جسمانیہ وروحانیہ حد کمال کو پہنچ گئے اور تجلیات الٰہیہ اور نفحات قدسیہ کے قبول کرنے کی استعداد مکمل ہو گئی تب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے آپ کو نبوت و رسالت کا خلعت عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (سورہ بقرہ ۱۰۵) اللہ خاص کرتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہئے اس سے پہلے بھی نبوت عطا فرما دے۔ واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کو وحی کی بندش سے تکلیف ہوئی: یعنی سورہ اقراء شریف کی ابتدائی پانچ آیات کے نزول کے بعد وحی رک گئی جس کو فترۃ الوحی کہتے ہیں۔ اس کی مدت میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں تین سال بعض کہتے ہیں چھ ماہ تک کوئی حکم نازل نہ ہوا۔ امام ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وحی چند دن کے لئے منقطع ہوئی تھی (شرح مسلم) اس میں اور بھی اقوال ہیں۔ بہرحال یہ مدت قلیل تھی یا کثیر۔ مگر سلسلہ وحی منقطع ہونے سے آپ کے قلب منیر کو بے حد صدمہ ہوا۔

امام بخاری نے کتاب التعبیر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وحی کا آنا رک گیا، حتی کہ نبی کریم ﷺ غمگین ہو گئے۔ اور جو روایت ہم تک پہنچی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ اس قدر غمگین ہوئے، کہ آپ بار بار دوڑتے تا کہ آپ خود کو پہاڑوں کی چوٹیوں سے گرا دیں۔ اور جب بھی آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے کہ خود اس جگہ سے گرا دیں، تو جبریل آپ کے سامنے آتے اور کہتے اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ پھر آپ کا اضطراب ختم ہو جاتا اور آپ کا دل مطمئن ہو جاتا اور آپ لوٹ آتے۔ پھر جب وحی کا رکنا طویل ہو گیا تو آپ پھر پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے۔ تو پھر جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے آ گئے اور آپ سے اسی طرح کہا۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۴ یہ حدیث معمر کی بلاغت میں سے ہے یعنی یہ حدیث منقطع ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس کی سند ذکر نہیں کی اور نہ اس کے راوی کا ذکر کیا ہے اور نہ یہ بیان کیا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے اور نہ یہ واقعہ نبی ﷺ کی سیرت میں معروف ہے۔ علاوہ ازیں اس کا محمل یہ ہے کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے، جب کہ آپ نے جبریل کو نہیں دیکھا تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے بعض سے نقل کیا ہے۔ یا اس زمانہ کا واقعہ ہے جب قوم کی تکذیب کرنے پر آپ دل برداشتہ ہو گئے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ

نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (سورہ کہف ۶) تو کہیں فرط غم سے ان کے پیچھے آپ جان دے بیٹھیں گے اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں۔

علامہ غلام رسول سعیدی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں اور صحیح بخاری میں مذکور ہونے کے باوجود یہ اضافہ شدہ حصہ صحیح نہیں ہے اور نبی ﷺ کا معاصی اور معاصی کے ارادوں سے معصوم ہونا قطعیات میں سے ہے اور یہ منقطع روایت اس عقیدہ قطعیہ سے مزاحم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی (شرح مسلم ج ا ص ۲۶۶)۔ یہ حدیث مشکوۃ المصابیح میں ہے اس کے شارحین نے بھی اس کی طرف توجہ نہیں دی وقد ضعف الشيخ الالباني لهذه الجزية من الحديث لكونها من بلاغات الزهري و انها تتنافى مع عصمة الانبياء (السیرۃ النبویۃ للمھدی) بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ شوق دیدار اور انتہائی محبت کی وجہ سے غمگین ہوئے تھے۔ کسی تردد اور شک کی بنا پر نہیں تھے اور نہ ارادہ گناہ سے تھا (واللہ اعلم)۔

اور وحی کے روکنے میں حکمت یہ تھی کہ وحی نازل ہونے سے نبی ﷺ کو جو خوف اور گھبراہٹ لاحق ہوئی تھی وہ دور ہو جائے۔ اور وحی کے حصول کے لئے تاکہ آپ کے دل میں شوق اور دوبارہ وحی کی امد کا انتظار رہے (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۰۹)۔

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے لئے نبی کریم ﷺ پر وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ آپ ﷺ پر یہ بات بڑی گراں گزری۔ آپ اس وجہ سے غم زدہ رہتے تھے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام سورۃ الضحیٰ لے کر حاضر ہوئے جس میں آپ ﷺ کے رب نے آپ کے لئے قسمیں اٹھائیں اور بتایا کہ جو نوازشات و کرامات آپ پر ہوئیں ہیں یہ بارگاہ ربوبیت کی طرف سے ہی ہیں آپ (ﷺ) کے پرودگار نے فرمایا مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى نہ آپ کو آپ کے رب نے چھوڑا ہے اور نہ آپ سے ناراض ہوا ہے (سیرت ابن ھشام، سیرت حافظ مغلطائی ص ۱۰۶)

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی ☆ یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

بعض علما فرماتے ہیں کہ سورۃ الضحیٰ اس موقع پر نازل نہیں ہوئی اس کا تعلق کسی اور واقع سے ہے۔ واللہ اعلم۔

سورۂ مدثر کی آیات کا نزول اور وحی کا سلسلہ جاری ہونا: انقطاع وحی کے بعد سورۂ مدثر نازل ہوئی ہے اسی لئے بعض کتابوں میں آیا ہے کہ سورۂ مدثر پہلے نازل ہوئی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کرتے ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے دوران گفتگو فرمایا کہ جب میں چلا جارہا تھا اچانک ایک آواز آسمان کی طرف سے آتی سنی فورا میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حراء میں آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان معلق کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس میں اس سے مرعوب ہو کر پلٹ آیا اور مکان میں پہنچ کر میں نے اہل خانہ سے کہا کہ مجھے کپڑا اڑھاؤ مجھے کپڑا اڑھاؤ، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۔ قُمْ فَاَنْذِرْ ۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۔ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۔ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (بخاری، باب کیف بدء الوحی علی رسول ﷺ)۔ اے چادر اوڑھنے والے اٹھیے پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے اور اپنے رب کی کبریائی بیان کیجئے اور بتوں کے ترک پر قائم رہیے، پھر بہ کثرت وحی کا نزول ہوا اور لگاتار وحی آنے لگی۔

مقاصد نبوت سورہ مدثر کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیارے لقب سے ندا فرما کر چھ باتوں کا حکم دیا ہے۔ ان ہی کو مقاصد نبوت بھی کہا جاتا ہے

۱) نافرمانوں کو ان کی خطرناک حالت سے آگاہ کرنا اور انجام سے ڈرانا۔ ۲) اللہ کی ربوبیت اور کبریائی اور عظمت وجلال کا آشکار کرنا۔ ۳) لوگوں کو اعتقاد اور اعمال اور اخلاق کی ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک رہنے کی تعلیم دینا۔ ۴) پاکیزگی، صفائی اور پاکدامنی سکھانا، الٰہی تعلیم مفت دینا۔ نہ ان پر احسان جتانا، نہ ان سے اپنے کسی فائدے کی توقع رکھنا۔ ۶) اس کام میں جس قدر بھی مصائب اور شدائد جھیلنی پڑیں، سب کی برداشت کرنا۔

جو شخص نبی ﷺ کی پاک زندگی کے حالات پر غور کرے گا۔ اسے معلوم ہوجائے گا کہ آنحضرت ﷺ نے کیسی خوبی سے ان مقاصد کو پورا کیا (رحمۃ اللعلمین)۔

مقاصد نبوت کا ذکر (سورہ ال عمران ۱۶۲) فرمایا ہے يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں، اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت یہ چار چیزیں ہیں۔ (۱) تلاوت آیات، (۲) تزکیہ نفوس (۳) تعلیم کتاب اور (۴) تعلیم حکمت۔

وحی کو حفظ کرنے میں کوشش کرنا: نبی کریم ﷺ احساس ذمہ داری اور بھول جانے کے خوف کے پیش نظر بمشقت اخذ اور حفظ وحی میں سعی فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ

اَنۡ يُّقۡضٰۤى اِلَيۡكَ وَحۡيُهٗ وَقُلۡ رَّبِّ زِدۡنِىۡ عِلۡمًا (سورہ طہ ۱۱۴) اور نہ عجلت کیجئے قرآن کے پڑھنے میں اس سے پہلے کہ پوری ہوجائے آپ پر اللہ کی طرف سے وحی، اور دعا مانگا کریں: اے میرے رب! زیادہ کر میرے علم کو۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهٖ ۔اِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ ۔ فَاِذَا قَرَاۡنٰهُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَهٗ ۔ ثُمَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهٗ (سورہ قیامہ ۱۶ تا ۱۹) (اے حبیب!) آپ حرکت نہ دیں اپنی زبان کو اس کے ساتھ تاکہ آپ جلدی یاد کریں۔اس کو ہمارے ذمہ ہے اس کو (سینہ مبارک میں) جمع کرنا اور اس کو پڑھنا، پس جب ہم اسے پڑھیں آپ اتباع کریں اسی پڑھنے کا۔ پھر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کردینا۔

آپ ﷺ نبوت کے فرائض کو پورا کرنے کا یہ احساس تھا جس کی وجہ سے فکر لاحق ہوتی تھی۔اس لئے حفظ قرآن کریم کرنے میں جلدی فرماتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس مشقت اٹھانے سے منع فرمایا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤى (سورۃ الاعلیٰ)۔ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے۔

بتدریج نزول قرآن کی حکمت: قرآن مجید پورے کا پورا ایک مرتبہ نہیں اترا بلکہ ساڑھے بائیس یا تیئیس برس کی مدت میں قرآن مجید نازل ہوتا رہا ہے، اور اس میں کچھ حکمتیں تھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (سورہ ھود ۱۲۰)۔اور یہ سب جو ہم بیان کرتے ہیں آپ سے پیغمبروں کی سرگزشتے یہ اس لئے ہے کہ پختہ کردے ان سے آپ کے قلب (مبارک) کو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ لِتَقۡرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰهُ تَنۡزِيۡلًا (سورہ اسراء آیت ۱۰۶) اور قرآن کو ہم نے پارہ پارہ اتارا تاکہ تو ناغے دے دے کر لوگوں کو سنائے اور ہم نے اسے تھم تھم کر اتارا۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ جُمۡلَةً وَّاحِدَةً ج كَذٰلِكَ ج لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلۡنٰهُ تَرۡتِيۡلًا ۔ وَلَا يَاۡتُوۡنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئۡنٰكَ بِالۡحَقِّ وَاَحۡسَنَ تَفۡسِيۡرًا (سورہ فرقان ۲۳ اور کافر بولے قرآن ان پر ایک ساتھ کیوں نہ اتار دیا۔ہم نے یوں ہی بتدریج اسے اتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں۔اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھے۔اور کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر ہم حق اور اس سے بہتر لے آئیں گے۔

دعوت اسلام کا حکم ربانی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۔ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرۡ ۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرۡ ۔ وَالرُّجۡزَ فَاهۡجُرۡ ۔ وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ ۔ وَلِرَبِّكَ فَاصۡبِرۡ (بخاری، باب کیف بدء الوحی علی رسول ﷺ) اے چادر اوڑھنے والے کھڑے ہوجاؤ پھر ڈر سناؤ۔ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔ اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔ اور اپنے رب کیلئے صبر کئے رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ (سورہ نحل ۱۲۵) (اے محبوب) بلایئے (لوگوں کو) اپنے رب کی طرف حکمت سے اور عمدہ نصیحت سے اور ان سے بحث (ومناظرہ) اس انداز سے کیجئے جو بڑا پسندیدہ (اور شائستہ) ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ (فصلت (حم سجدہ) ۳۳) اور زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔

دعوت اسلامیہ کے مراحل: ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی دعوت اسلامیہ کے مراحل کا یوں ذکر کرتے ہیں۔ پہلا مرحلہ: خفیہ دعوت اسلام دینا، یہ مرحلہ ابتدائی تین سال تک جاری رہا۔ دوسرا مرحلہ: علانیہ دعوت دینا لیکن لڑائی سے پرہیز کرنا، یہ مرحلہ ہجرتِ مدینہ تک جاری رہا۔ تیسرا مرحلہ: علانیہ دعوت دینا اور اُن لوگوں سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا جو خود لڑائی کی ابتدا کریں۔ یہ مرحلہ صلح حدیبیہ تک جاری رہا۔ چوتھا مرحلہ: علانیہ دعوت دینا اور ہر اس شخص سے ڈٹ کر لڑنا جو اسلامی دعوت کے راستے میں رکاوٹ بنے (فقہ السیر ۃ النبویۃ)

سب سے پہلے اسلام لانے والے: حکم خداوندی کے نازل ہونے کے بعد خفیہ دعوت اسلام کا آغاز سب سے پہلے اپنے گھر سے شروع کیا گیا۔ اور علماء نے سب سے پہلے ایمان لانے والوں کو کئی گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم کیا ہے لیکن یہاں بغیر کسی تقسیم کئے سب سے پہلے جو ایمان لانے والے ہیں ان میں سے بعض کے اسماء گرامی کا ذکر کیا جارہا ہے۔ ان کے تفصیلی حالات اسد الغابہ اور الاصابہ وغیرہ کتب میں ذکر کئے گئے ہے۔ اس لئے اس مختصر سی کتاب میں تفصیلی حالات بیان نہیں کئے جاسکتے۔ سب سے پہلے حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد (زوجہ) رضی اللہ عنہا آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور جو کچھ خدا کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل ہوا تھا اس کی تصدیق کی۔ اللہ کی طرف

سے آپ ﷺ پر نازل ہونے والی چیزوں پر ایمان لانے والوں میں سے پہلی وہی تھیں۔ اور حضرت خدیجہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے کام میں آسانی پیدا کردی۔

اور آپ ﷺ کی صاحبزادیوں نے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔

شیخ محب الدین طبری لکھتے ہیں وَ اَمَّا الْبَنَاتُ فَأَدْرَكْنَ الْاِسْلَامَ وَ آمَنَّ بِهٖ وَ اتَّبَعْنَهٗ وَ هَاجَرْنَ مَعَهٗ (خلاصۃ سیر سید البشر، ص ۱۷۴)۔

ہمیں چاہئے کہ چاروں کا ذکر کریں۔ چاروں بیٹیاں ہمارے نزدیک واجب الاحترام ہیں رضی اللہ عنھن۔ لیکن حضرت فاطمہ سب سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کی اولاد سے سادات کرام کا سلسلہ جاری رکھا۔

امام ابن سید الناس لکھتے ہیں وَ اَمَّا بَنَاتُهٗ فَكُلُّهُنَّ اَدْرَكْنَ الْاِسْلَامَ وَ اَسْلَمْنَ وَ هَاجَرْنَ مَعَهٗ (عیون الاثر)۔ اور آپ ﷺ کی بیٹیاں میں سے ہر ایک نے اسلام کے زمانہ کو پایا اور اسلام لے آئیں اور آپ ﷺ کے ساتھ انہوں نے ہجرت کی۔

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ بنات رسول اللہ ﷺ کے اسلام کے متعلق لکھتے ہیں وَقَدْ رَوَى اِبْنُ اِسْحٰقَ عَنْ عَائِشَةَ: لَمَّا أَكْرَمَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ بِالنُّبُوَّةِ أَسْلَمَتْ خَدِيْجَةُ وَبَنَاتُهٗ، وَكَانَ أَبُو الْعَاصِ زَوْجُ زَيْنَبَ عَظِيْمًا فِيْ قُرَيْشٍ فَكَلَّمَتْهُ قُرَيْشٌ فِيْ فِرَاقِهَا عَلٰى أَنْ يَّتَزَوَّجَ مَنْ اَحَبَّ مِنْ نِسَائِهِمْ، فَاَبٰى۔ وَفِي الشَّامِيَةِ اَسْلَمَتْ رُقَيَّةُ حِيْنَ اَسْلَمَتْ اُمُّهَا خَدِيْجَةُ وَبَايَعَتْ حِيْنَ بَايَعَتِ النِّسَاءُ، وَأُمُّ كُلْثُوْمَ حِيْنَ أَسْلَمَتْ اَخَوَاتُهَا وَبَايَعَتْ مَعَهُنَّ۔ وَفَاطِمَةُ لَا يُسْأَلُ مِنْهَا لِوِلَادَتِهَا بَعْدَ النُّبُوَّةِ أَوْ قَبْلَهَا بِخَمْسِ سِنِيْنَ۔ وَالْحَاصِلُ اَنَّهٗ لَا يُحْتَاجُ لِلنَّصِّ عَلٰى سَبْقِهِنَّ لِلْاِسْلَامِ؛ لِأَنَّهٗ مَعْلُوْمٌ هٰذَا (زرقانی، ج ۲، ص ۴۶۰)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی چاروں صاحبزادیاں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ہی ایمان لا چکی تھیں۔ حضرت سیدہ رقیہ متوفیہ ۲ھ، حضرت سیدہ زینب متوفیہ ۸ھ، حضرت سیدہ ام کلثوم متوفیہ ۹ھ، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء متوفیہ ۱۱ھ رضی اللہ عنھن۔ اور رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسم اور حضرت عبد اللہ تھے۔ ان کا لقب طاہر تھا۔ حضرت ابراھیم جو سیدہ ماریہ قبطیہ کے شکم اطہر سے پیدا ہوئے تھے یہ بچپن میں وفات پا گئے تھے۔ اور آپ ﷺ کی

صاحبزادیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھن سب نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام لائیں اور یہ سب اپنی والدہ سیدۃ نساء العالمین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنھا کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لانے والے مردوں عورتوں میں سے ہیں (محمد رسول اللہ، ج ۱، ص ۵۱۲)

ان کی بہت سی اسلامی خدمات ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب (چچازاد بھائی) عمر ۸ یا ۱۰ برس میں ایمان لائے۔ اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور اس چیز کی تصدیق کی جو آپ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے آئی تھی۔ پھر مکی اور مدنی زندگی میں حضور ﷺ کے ساتھ ہی رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق عبد اللہ بن عثمان آپ ﷺ پر ایمان لائے جو بچپن کے دوست تھے۔ حضرت زید بن حارث ازاد کردہ غلام (غلام) آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ اور نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنا منہ بولا بیٹا فرمایا تھا۔ پھر بعد میں یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ تو انہوں نے کہا میں زید بن حارثہ ہوں (نہ کہ زید بن محمد)۔

محمد بن اسحاق لکھتے ہیں فکان ھولاء الثمانیۃ الذین سبقوا الناس بالاسلام فصلوا وصدقوا رسول اللہ ﷺ بما جاءہ من اللہ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام)۔ تو یہ آٹھ افراد ہوئے جو سب لوگوں سے پہلے اسلام لائے اور نمازیں پڑھنے لگے اور جو احکام رسول اللہ ﷺ لائے ان کی تصدیق کی۔ تہذیب سیرت ابن ھشام کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ان آٹھ سے مراد حضرت علی، ابوبکر صدیق، زید بن حارثہ اور وہ پانچ صحابہ ہیں جو حضرت ابوبکر کی دعوت پر ایمان لائے (رضی اللہ عنھم)۔ حضرت ام ایمن برکتہ (آزاد کردہ) پہلے ایمان لائیں۔

ابوبکر صدیق کی دعوت پر اسلام لانے والے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایمان لانے کے بعد دعوت اسلام کا کام شروع کردیا تو آپ کی دعوت پر جنہوں نے اسلام قبول کیا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت عثمان بن عفان اموی رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام اسدی رضی اللہ عنہ، عبد الرحمن بن عوف زہری رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص زہری رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبید اللہ تیمی رضی اللہ عنہ، حضرت ام فضل زوجہ عباس، اور حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما، اور حضرت ام عبد بنت عبد ود رضی اللہ عنھا۔ یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی والدہ ہیں (بزل القوۃ) حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ، آپ کی والدہ حضرت حمامہ رضی اللہ عنھا، حضرت عامر بن فھیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق کے ازاد کردہ غلام حضرت ابوذر جندب بن جنادہ (اسلام قبول کرنے میں ان کا پانچواں نمبر ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کا

چوتھا نمبر ہے۔ان کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے)،حضرت انیس بن جنادہ رضی اللہ عنہ (حضرت ابوذر کے بھائی اکبر)وغیرھم۔

اللہ تعالیٰ اسلام لانے میں سبقت کرنے والوں کی شان فرماتے ہیں وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (سورہ واقعہ ۹،۱۰)۔ترجمہ: سبقت کرنے والے آگے ہیں۔وہی لوگ مقرب ہیں۔

امام ابوعمر عبدالبر فرماتے ہیں خالد بن سعید بن العاصی اوران کی زوجہ امینہ بنت بن سعد الخزاعیہ ایمان لائی۔ان کا ذکر محمد ابن اسحاق نے بعد والوں میں کیا ہے۔اور عمرو بن عبسہ السلمی،عمرو بن سعید العاصی ایمان لائے (الدرر فی اختصار المغازی ص ۳۷)

ابوبکر کی شان صدیقی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ (سورۃ الزمر ۳۳)۔ترجمہ: اور وہ ہستی جو اس سچ کو لے کر آئی اور جنہوں نے اس سچ کی تصدیق کی۔اس کی تفسیر میں ہے کہ جو سچائی کے ساتھ تشریف لائے وہ نبی کریم ﷺ کی ذات والا ہے اور جس نے تصدیق کی وہ ابوبکر صدیق ہیں (سیرت دحلانیہ)

امام محمد بن اسحاق لکھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ابوبکر صدیق کی شان میں فرمایا مَادَعَوْتُ اَحَدًا اِلَى الْاِسْلَامِ اِلَّا كَانَتْ فِيْهِ عِنْدَهٗ كَبْوَةٌ وَنَظَرٌ وَتَرَدُّدٌ اِلَّا كَانَ مِنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ مَا عَكَمَ (عَلِمَ) حِيْنَ ذَكَرْتُهٗ لَهٗ مَا تَرَدَّدَ فِيْهِ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام،ص ۲۳۰،نورالنبراس مع عیون الاثر،ج ۲ص ۱۹۱)۔میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی اس کے قبول کرنے میں ایک طرح کی تاخیر،سوچ بچار اور پس وپیش کیا تھا بجز ابوبکر بن قحافہ کے۔کہ جب میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے اس میں نہ تاخیر کی اور پس وپیش نہیں کیا۔رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ اِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ : كَذَبْتَ، وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ : صَدَقَ وَوَاسَانِيْ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَهَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْنِيْ صَاحِبِيْ (صحیح البخاری،فضائل اصحاب النبی ﷺ)۔اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا تو تم سب نے کہا: تو جھوٹ بولتا ہے۔جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا (آپ ﷺ نے) سچ فرمایا۔اور انہوں نے میری ہمدردی بذات خود کی۔کیا تم میرے ساتھی کو چھوڑنے والے ہو۔

سب سے پہلے کون ایمان لایا: اسلام لانے میں تقدم اور تاخر میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔اصلی فرق وہ ہے کہ

جس کو قرآن نے بیان فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۔ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۔ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (سورہ حدید آیت ۱۰)۔ترجمہ: جن لوگوں نے تم میں سے (مکہ) فتح ہونے سے پہلے اللہ کی راہ میں (مال) خرچ کیا اور لڑے،ان کا درجہ ان لوگوں سے بڑا ہے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑے،لیکن اللہ نے تو سب کو اچھا بدلہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔اس آیت میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے کون ایمان لائے ہیں اور بعد میں کون ایمان لائے۔لہٰذا اس میں زیادہ اختلاف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سیرت کی کتابوں میں مختلف روایتیں ملتی ہیں۔اس بارہ میں معتدل ومناسب رائے وہی ہے جس کا ذکر امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اَنَّ اَبَابَكْرٍ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ وَعَلِيٌّ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الصِّبْيَانِ وَخَدِيْجَةُ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَتْ مِنَ النِّسَاءِ (البدایۃ والنھایۃ،تاریخ الخلفاء،ص ۱۳) کہ مردوں میں سب سے اول ابوبکر صدیق ایمان لائے،اور لڑکوں میں سب سے اول علی مرتضیٰ،اور عورتوں میں سب سے اول خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں (رضی اللہ عنہم)۔

امام ابوعمر وعثمان بن عبدالرحمن شہرزوری (متوفی ۶۴۲ھ) لکھتے ہیں وَالْاَوْرَعُ اَنْ يُّقَالَ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ الْاَحْرَارِ اَبُوْبَكْرٍ، وَمِنَ الصِّبْيَانِ اَوِ الْاَحْدَاثِ عَلِيٌّ وَمِنَ النِّسَاءِ خَدِيْجَةُ وَمِنَ الْمَوَالِيْ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ وَمِنَ الْعَبِيْدِ بِلَالٌ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ (مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث،ص ۲۹۹)۔اور زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ کہا جائے آزاد مردوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق پہلے ایمان لائے اور بچوں یا نوجوانوں میں سے حضرت علی پہلے ایمان لائے اور عورتوں میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں اور موالی (آزاد کردہ غلاموں) میں سے حضرت زید بن حارثہ ایمان لائے اور غلاموں میں سے حضرت بلال ایمان لائے (رضی اللہ عنہم) اور اللہ خوب جانتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں روایت کردہ است حسن رضی اللہ عنہما کہ گفت سبقت کرد مرا ابوبکر بچہار چیز کہ من نیافتم آنرا سبقت کردم بافشاء اسلام وقدم بہجرت ومصاحبت غار واقامت صلوۃ واظہار آن ومن در شعب بودم اخفا میکردم آنرا (مدارج النبوت،ج ۲ص ۳۷،مواھب اللدنیہ)۔سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے چار باتوں میں سبقت لے گئے ہیں۔ اول اظہارِ اسلام میں، دوم ہجرت کے وقت رفاقت میں، سوم غارِ ثور کی مصاحبت میں اور چہارم نماز کے قائم اور اس کے اظہار کرنے میں۔ لیکن میں شعب ابوطالب (شعب بنی ھاشم) اپنے آپ کو چھپائے ہوئے تھا۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک بہت بڑی سچی شہادت ہے۔ سب سے پہلے مردوں میں سے ایمان لانے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا۔ تم (اہل مکہ) نے کہا تو نے جھوٹ بولا۔ اور ابوبکر نے کہا محمد ﷺ نے سچ فرمایا اور انہوں نے جان سے میری مدد کی۔ علامہ ابن کثیر نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ابوبکر صدیق سب لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، ج ۱ ص ۴۳۴)

حضرت حسان بن ثابت انصاری (متوفی ۵۴ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

(۱) إِذَا تَذَكَّرْتَ شَجْوًا مِنْ أَخِي ثِقَةٍ — فَاذْكُرْ أَخَاكَ أَبَابَكْرٍ بِمَا فَعَلَا

جب تم کسی با اعتماد اور دل سے محبت کرنے والے شخص کے غم کو یاد کرنا چاہو تو تم اپنے بھائی ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے کارناموں کو یاد کرو۔

(۲) التَّالِيَ الثَّانِيَ الْمَحْمُودُ شِيمَتُهُ — وَأَوَّلَ النَّاسِ طُرًّا صَدَّقَ الرُّسُلَا

وہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ہیں، آپ ﷺ کے بعد دوسرا مرتبہ انہی کا ہے۔ ان کے اخلاق قابل تعریف ہیں اور وہ لوگوں میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

(۳) وَالثَّانِيَ اثْنَيْنِ فِي الْغَارِ الْمُنِيفِ وَقَدْ — طَافَ الْعَدُوُّ بِهِ إِذْ صَعَّدَ الْجَبَلَا

دشمن نے پہاڑ پر چڑھ کر جس غار کا چکر لگایا تھا اس میں پناہ لینے والے حضور ﷺ کے ساتھ دوسرے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

(۴) وَكَانَ حِبَّ رَسُولِ اللهِ قَدْ عَلِمُوا — مِنَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ رَجُلَا

وہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ مخلوق میں کوئی ان کے برابر نہیں ہوسکتا۔

(۵) خَيْرُ الْبَرِيَّةِ أَتْقَاهَا وَأَرْأَفُهَا — بَعْدَ النَّبِيِّ وَأَوْفَاهَا بِمَا حَمَلَا

نبی پاک ﷺ کے بعد ساری مخلوق میں سب سے زیادہ متقی، پاکباز، وعدے کو پورا کرنے والے اور امانت داری کرنے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

ایک نسخہ میں شعر نمبر ۱ شیمته کے بجائے مشهده ہے۔ اور شعر نمبر ۲ میں طرا کے بجائے منهم ہے۔ علامہ محمد اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

ہمت او کشت ملت راچوں ابر — ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سب کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ رسول ﷺ نے ان کو اسلام کے اصول بتائے اور قرآن پاک تلاوت کیا۔ ان سب نے آپ پر ایمان ویقین کا اظہار کیا اور یہی لوگ سابقین اور اولین مسلمان ہیں (سیرت ابن اسحاق، سیرت ابن کثیر)

پھر دوسرے دن روز عبدالرحمن بن عوف، عثمان بن مظعون، ابوعبیدہ بن جراح، ابوسلمہ بن عبدالاسد، ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے وہ بھی اسلام لے آئے (البدایہ والنھایہ، ج ۳، ص ۳۳)۔

حضرت سعد بن وقاص کے اسلام لانے پر والدہ کی ناراضگی: حضرت سعد بن ابی وقاص اسلام لائے تو ان کی والدہ ام سعد نے قسم کھالی کہ وہ ان سے کبھی کلام نہ کرے گی، نہ کھائے گی، نہ پیئے گی تا آنکہ وہ اس نئے دین کا انکار کردے۔ چنانچہ اس نے کہا تیرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیرے والدین کے بارے میں (حسن سلوک کی) ہدایت کی ہے اور میں تجھے یہ حکم دیتی ہوں۔

حضرت سعد بن وقاص کہتے ہیں وہ تین دن تک ایسے ہی رہی حتی کہ تیسرے دن بھوک اور پیاس کے باعث بے ہوش ہوگئی۔ اس وقت عمارہ نامی بیٹے نے اسے پانی پلایا، اور وہ سعد کو بددعائیں دینے لگی۔ تو اللہ عزوجل نے قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (سورۃ العنکبوت ۸)۔ ترجمہ: ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے (معبود) کو شریک ٹھہرائے جسے تو نہیں جانتا تو ان دونوں کی اطاعت نہ کرنا۔ لیکن ان سے حسن سلوک ضرور کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا (سورہ لقمان ۱۵)۔ترجمہ: دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہنا(السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک وقت تھا جبکہ میں نے پانچ غلاموں، دو عورتوں اور ابوبکر صدیق کے سوا رسول کریم ﷺ کے ساتھ کوئی نہیں دیکھا (بخاری کتاب المناقب) یہاں پانچ غلاموں سے مراد حضرت بلال، حضرت زید بن حارثہ، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت ابوفکیہۃ افلح، حضرت عبید بن زید حبشی رضی اللہ عنہم ہیں اور دو عورتوں سے مراد حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبری، اور حضرت ام ایمن برکتہ یا حضرت سمیہ رضی اللہ عنہن ہیں (ارشاد الساری، ج۸،ص۳۲۶)۔ ابتداء میں یہی لوگ ایمان لائے تھے۔

محمد ابن اسحاق لکھتے ہیں ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ، الارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ، عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ (ان کے دونوں بھائی) قدامہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ، عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ، سعید بن زید بن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (حضرت عمر بن خطاب کی بہن)، اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، ام فضل زوجہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما۔ ان میں سے بعض کا پہلے بھی ذکر آیا ہے۔

ابن اسحاق اور محمد بن سعد رحمہا اللہ نے لکھا ہے کہ اسی سال حضرت عائشہ بنت ابوبکر بن صدیق بھی ایمان لائیں تھیں۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ ان کا وہم ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئی تھی۔ آپ نبوت کے پانچویں سال پیدا ہوئی ہیں (زرقانی، ج۱،ص۴۵۹)۔ مذکورہ تعداد معین نہیں ہیں اور بھی ایمان لانے والے خوش نصیب ہیں۔

خباب بن الارتؓ، عمیر بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، مسعود بن قاری، سلیط بن عمرو، عیاش بن ابی ربیعہ اور ان کی زوجہ، اسماء بنت سلامہ، خنیس بن حذافہ، عامر بن ربیعۃ العنزی، عبداللہ بن جحش اور ان کا بھائی ابواحمد، جعفر بن ابی طالب اور ان کی اہلیہ اسماء بنت عمیس بن نعمان، حاطب ابن حارث اور ان کی اہلیہ فاطمہ بنت مجلل، ان کا بھائی خطاب بن حارث اور ان کی بیوی فکیہۃ بنت یسار، معمر بن حارث، سائب بن عثمان بن مظعون، مطلب بن ازہر اور ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف رضی اللہ عنہا، نحام نعیم بن عبداللہ، خالد بن سعید بن العاص اور ان کی بیوی امینہ بنت خلف، خاطب بن عمرو، ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، واقد بن عبداللہ، خالد، عامر، عاقل، ایاس بکیر بن عبد یالیل کے بیٹے، عمار بن یاسر، ان کے

والد حضرت یاسر، ان کی والدہ حضرت سمیہ، ان کے بھائی عبداللہ، صہیب بن سنان رومی، عنسی بن مرجح رضی اللہ عنہم۔ ام عبد بنت عبدود، ابوذر غفاری اور ان کے بھائی انیس، عامر بن ابی وقاص، حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی، حضرت عبیدہ بن حارث، حضرت سعید، عنیس بن جنادہ، حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم قریشی عبدری، حضرت عتبہ بن غزوان، حضرت مقداد بن عمر کندی، حضرت ورقہ بن نوفل اسدی بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب، حضرت مُعَیْقِیب دَوْسی (رضی اللہ عنہم) (بذل القوۃ، سیرت ابن ہشام، عیون الاثر، سبل الھدی، السیرت النبویۃ فی ضوء القرآن والسنہ، اللؤلؤ المکنون)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ: سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود اللہ عنہ بھی ہیں۔ آپ اَپنے اسلام لانے کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں۔ کہا کہ میں بالکل نوجوان تھا۔ مکہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔ وہ دونوں مشرکین کے ظلم وستم سے تنگ آکر نکلے تھے۔ وہ مجھ سے کہنے لگے هَلْ عِنْدَكَ يَا غُلَامُ لَبَنٌ تَسْقِينَا۔ اے لڑکے! کیا تمہارے پاس کچھ دودھ ہے جو تو ہمیں پلائے۔ میں نے کہا یہ بکریاں تو میرے پاس امانت ہیں اس لیے میں تمہیں دودھ نہیں دے سکتا۔ آپ نے دریافت فرمایا هَلْ عِنْدَكَ مِنْ جَذَعَةٍ لَمْ يَنْزُ عَلَيْهَا الْفَحْلُ۔ کیا تیرے پاس کوئی ایسی نوجوان بکری ہے جس نے نر نہ دیکھا ہو؟ میں نے کہا ہاں ہے۔ اور میں وہ بکری لے آیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے قابو کیا۔ رسول کریم ﷺ نے اس کا تھن تھاما اور دعا فرمائی۔ تھن دودھ سے بھر گیا۔ حضرت ابوبکر ایک پتھر لے آئے جو درمیان سے گہرا تھا۔ آپ نے اس میں دودھ دوہا۔ پھر آپ ﷺ اور ابوبکر دونوں نے نوش فرمایا اور مجھے بھی پلایا۔ پھر آپ ﷺ نے تھن سے فرمایا اَقْلِصْ سکڑ جا۔ تو وہ سکڑ گیا۔ بعد ازاں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التجا کی مجھے بھی وہ پاکیزہ الفاظ (قرآن مجید) سکھا دیجیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اِنَّكَ غُلَامٌ مُعَلَّمٌ تو پڑھا لکھا نوجوان بنے گا۔ پھر میں نے آپ کی خدمت میں رہ کر آپ ہی کے دہن مبارک سے ستر سورتیں اس طرح یاد کیں کہ اس شرف میں میرا کوئی اور شریک نہ تھا۔ اور ان سورتوں میں کوئی میری غلطی نہیں نکال سکتا تھا (السیرۃ النبویہ لابن ھشام، السیرۃ النبویہ لابن کثیر بحوالہ مسند احمد)

پہلی مرتبہ بلند آواز سے قرآن پڑھنا: امام محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ کے بعد مکہ مکرمہ میں سب

سے پہلے بلند آواز سے قرآن پاک پڑھنے کی سعادت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حاصل کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن صحابہ کرام علیہم الرضوان ایک جگہ جمع تھے۔ انہوں نے کہا قریش مکہ نے کبھی قرآن پاک بلند آواز سے نہیں سنا۔ کون ہے جو انہیں بلند آواز سے قرآن پڑھ کر سنائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یہ سعادت میں حاصل کروں گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم آپ کے متعلق خوفزدہ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ سعادت وہ شخص حاصل کرے کہ اگر قریش مکہ اسے کوئی اذیت دینے لگیں تو اس کا قبیلہ اس کا دفاع کر سکے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ اللہ میرا تحفظ فرمائے گا۔ دوسرے روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مقام ابراہیم پر تشریف لے گئے۔ قریش اپنی محافل میں بیٹھے تھے۔ مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر انہوں نے پرسوز صدا میں یوں تلاوت شروع کی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے۔ قریش نے غور کیا۔ وہ کہنے لگے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) کیا کہہ رہا ہے۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد کہنے لگے یہ تو اس کلام کی تلاوت کر رہا ہے جسے محمد (فداہ روحی وابی ﷺ) لے کر آئے ہیں۔ وہ جلدی جلدی ان کی طرف آئے اور ان کے مبارک چہرے پر مارنے لگے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلاوت جاری رکھی حتی کہ انہوں نے اتنا قرآن پڑھا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف لوٹ آئے۔ ان کے چہرے پر قریش مکہ کی ضربوں کے نشانات تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہمیں آپ کے متعلق یہی خدشہ تھا۔ انہوں نے فرمایا اللہ کے دشمن میری نگاہوں میں اتنے رسوا پہلے کبھی نہ تھے جتنے آج ہیں۔ اگر تم پسند کرو تو میں کل دوبارہ یہ سعادت حاصل کروں گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا نہیں! یہ کافی ہے۔ آپ نے انہیں وہ کلام سنا دیا جسے وہ ناپسند کرتے تھے (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، سبل الھدی والرشاد)

اس سال کے بعض واقعات: حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اور اسی موقع پر ابوطالب نصرت مصطفی ﷺ کیلئے کمر بستہ ہو گئے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ولادت اسی سال ہوئی۔ بعض علماء نے فرمایا آپ کی ولادت باسعادت اعلان رسالت کے پانچویں سال ہوئی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ بن یزید بن زید بن حصن انصاری اویسی کی ولادت ہوئی (بذل القوۃ اردو)

خیال رہے کہ حضرت عائشہ کی ولادت نبوت کے چھٹے سال ہوئی ہے (عیون الاثر، الاصابۃ)

اور محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کی ولادت نبوت کے پانچویں سال ہوئی ہے۔ مغلطائی نے بھی یہی کہا ہے (الزرقانی فی شرح المواھب، ج۱ص۴۵۹)

۲ بعثت نبوی

نبوت و رسالت کے دوسرے سال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔

بعض روایات کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی سال ایمان لائے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ اور سورہ شوری کی آیت ۱۵ نازل ہوئی۔

وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ (سورۃ الشوریٰ ۱۵)۔ ترجمہ: اے محبوب اپنے قریبی خاندان والوں کو ڈرائیں۔

کاتب وحی حضرت زید بن ثابت بن ضحاک انصاری خزرجی کی ولادت اسی سال ہوئی۔

علامہ حسین دیار بکری لکھتے ہیں کہ نبوت کے دوسرے یا تیسرے سال ورقہ بن نوفل عم خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صحیحین میں حدیث ہے کہ ورقہ کی زندگی میں لگا تار وحی نازل ہوتی رہی۔ اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ امام ذھبی کہتے ہیں کہ زیادہ صحیح یہ ہیں کہ ان کی وفات نبوت کے بعد رسالت سے پہلے ہوئی ہے۔ یعنی اعلانیہ دعوت سے پہلے۔ اور کتاب منتقی میں وارد ہے کہ حضرت ورقہ کی وفات نبوت کے چوتھے سال ہوئی ہے (تاریخ الخمیس، ج۱ص۲۸۷)۔ تاریخوں اور روایتوں میں ضرور اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس لئے فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔

۳ بعثت نبوی

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی پیدائش ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ کی ولادت بھی اسی سال ہوئی۔

اسی سال علانیہ لوگوں کو دعوت دینے کا حکم ملا۔

سورہ حجر کی آیت ۹۴ نازل ہوئی۔ فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ۔ ترجمہ: جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کھلم کھلا کہو اور جاھلوں سے اعراض برتو۔

اوراسی سال قرابت داروں اور خاندان کے افراد کوڈرانے کا حکم دیا گیا۔

سورۃ اللہب نازل ہوئی (بذل القوۃ)۔

بعض نے لکھا ہے سورۃ حجر کی آیت ۹۴ اور سورۃ الشعراء کی آیت ۲۱۴ کے نزول کا تعلق ۴ بعثت نبوی ﷺ سے ہے۔

دارارقم پہلی اسلامی تعلیم گاہ: اسلامی دعوت کا سلسلہ جاری رہا۔خوش نصیب لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہے تو آخر یہ خیال پیدا ہوا کہ کوئی مرکز ہو جس پر سب جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی سنیں اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کریں۔تو اس کے لئے دارارقم کو اسلامی دعوت کا مرکز قرار دیا گیا۔

حضرت ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہ کا تعلق بنومخزوم سے تھا۔بنومخزوم اور بنو ہاشم (جو رسول اللہ ﷺ کا خاندان تھا) دونوں ہمیشہ آپس میں برسرپیکار رہتے تھے۔حضرت ارقم نے سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔اور اسلام کی برکت سے آپس میں الفت و محبت پیدا ہوگئی اور دشمنوں کا خطرہ ہر وقت لاحق رہتا تھا۔اس لئے حفاظتی تدابیر کا لحاظ کرتے ہوئے دارارقم کو دعوت اسلام اور تعلیم کا مرکز بنالیا۔یہ ایک حکیمانہ فیصلہ تھا۔اور اس کو مرکز بنانے کی وجہ یہ ہوئی کہ مسلمان مکہ کی گھاٹیوں میں چھپ کر عبادت کرتے تھے۔ایک روز مشرکین نے مسلمانوں کو تنگ کیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایک مشرک کے سر میں اونٹ کے جبڑے کی ہڈی دے ماری۔اس واقعہ میں ایک مسلمان کے ہاتھوں کسی مشرک کا پہلی بار خون بہایا گیا۔اس کے بعد نبی ﷺ اور حضور اور صحابہ کرام دارارقم میں جا کر رہنے لگے۔رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ دارارقم میں نمازیں ادا کرتے، اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے اور خفیہ دعوت اسلام بھی دیتے رہے۔اور یہاں ہی حضرت حمزہ کو بھی آ کر دولت اسلام نصیب ہوئی۔یہیں حضرت عمر مشرف بہ اسلام ہوئے رضی اللہ عنہما۔

شیخ احمد بن زینی دحلان مکی لکھتے ہیں واختلفوا فی مدۃ استخفائہ فقیل اربع سنین وقیل اقاموا فی تلك الدار شہرا فقط وہم تسعۃ وثلاثون وخرجوا بعد ان کملوا اربعین باسلام عمر وحمزۃ رضی اللہ عنہما (السیرۃ النبویۃ، ج۱،ص۱۹۶)۔آپ کی چھپنے کی مدت میں اختلاف ہے تو کہا گیا ہے چار سال دارارقم میں ٹھہرے اور کہا گیا ہے اس گھر میں صرف ایک ماہ ٹھہرے اور مسلمانوں کی تعداد ۳۹ تھی اور ان کے نکلنے کے بعد تعداد مکمل چالیس ہوگئی تھی حضرت عمر اور حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے۔

ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری لکھتے ہیں بدات الدعوۃ الاسلامیۃ بمکۃ ویحدد ابن اسحاق والواقدی ھذہ

المرحلۃ بثلاث سنین (سیرۃ ابن ھشام، ج۱،ص۲۶۲) وحددھا البلاذری باربع سنین (انساب الاشراف، ج۱،ص۱۱۶) (السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، ج۱،ص۱۳۲)۔مکہ میں دعوت اسلام کا آغاز خفیہ طور پر ہوا۔ابن اسحاق اور واقدی نے اس مراحلہ کی تعین تین سال کی ہے اور بلاذری نے مدت چار سال مقرر کی ہے۔

دارارقم ایک تاریخی دینی مرکز تھا۔مرکز اسلام، مرکز دارشوریٰ، منشاء الاسلام اور درس گاہ مصطفیٰ ﷺ تھی۔اسلام میں یہی پہلا مدرسہ تھا۔کاش! حکومت سعودیہ نجدیہ نے اس کا نام ونشان ہی مٹادیا ہے۔اِس کا نام توحید نہیں رکھا جاتا کہ آثار قدیمہ دینیہ اسلامیہ کو مٹادیا جائے۔

خفیہ دعوت اسلام کی مدت: خفیہ دعوت اسلام کا سلسلہ تین برس تک جاری رہا۔پہلے تو انفرادی طور دعوتیں دی جاتی رہیں۔پھر تعلیم اسلام اور دعوت توحید اجتماعی طور پر شروع کی گئی۔

اسلام میں داخل ہونے والوں کی تعداد بڑھتی گئی۔یہ اسلام لانے والے کسی خاص قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ یہ مختلف خاندانوں اور قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے۔اور یہ سب ہم عمر بھی نہیں تھے بلکہ مختلف عمروں والے تھے۔ان میں جوان بھی تھے اور بوڑھے بھی۔ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔اور ان میں آزاد بھی تھے اور غلام بھی۔یہ کس قدر خوش نصیب تھے جنہوں نے سب سے اول اسلام قبول کرنے کا درجہ حاصل کیا اور وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ (سب سے آگے نکلنے والے) کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

اس خفیہ دعوت اسلام سے مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو چکی تھی جس کی تعداد ۱۳۴ افراد تک بیان کی جاتی ہے۔ان کی تفصیل مع اسماء گرامی سیرت ابن ھشام اور سیرت سرور عالم میں ہے۔اور اس کے بعد ہر گھر، ہر محلہ اور ہر شہر میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔

زیادہ تر اسلام لانے والوں کو توحید کی تعلیم، رسالت محمدی، قیامت پر ایمان لانا، قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونے پر ایمان لانا اور اخلاقیات کی تعلیمات کے دینی مضامین سنائے، سکھائے جاتے تھے۔

حضرت ابوبکر کی جوان مردی اور بہادری: حضرت عبداللہ بن محمد بن عمران اَپنے والد سے اور وہ حضرت قاسم بن محمد کی معرفت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ کرام کی ایک جماعت تیار ہوگئی (اور ان کی

تعداد ۳۸ تھی) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اعلانیہ دعوت اسلام پیش کرنے پر اصرار کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، ابوبکر ہم تھوڑے ہیں۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ برابر اصرار کرتے رہے تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان کر دیا اور مسلمان مسجد کے ارد گرد پھیل گئے۔ اور ہر مسلمان اپنے قبیلہ میں موجود تھا۔ نبی علیہ السلام تشریف فرما تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر خطاب فرما رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے خطیب تھے جنہوں نے دعوت اسلام پیش کی ۔ (تقریر سنتے ہی) مشرکین ابوبکر اور مسلمانوں پر پل پڑے اور ان کو مسجد میں خوب زدوکوب کیا اور ابوبکر کو روند ڈالا اور انہیں سخت ضربات پہنچیں۔

عتبہ بن ربیعہ ایک فاسق شخص تھا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جوتوں سے پیٹنے لگا اور آپ رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک پر الٹے جوتے مارنے لگا۔ آپ کے پیٹ پر چڑھ بیٹھا۔ اس قدر مارا کہ آپ کی پہچان مشکل ہوگئی۔ بنی تیم کو معلوم ہوا تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں دوڑتے ہوئے آئے اور مشرکین سے ابوبکر کو چھڑایا اور ان کو مردہ سمجھ کر ایک چادر میں باندھ کر گھر پہنچایا۔ پھر حرم میں آکر بنی تیم نے اعلان کیا کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو ہم عتبہ کو قتل کر دیں گے۔ وہ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور ابوقحافہ آپ کو بلاتے رہے (آپ رضی اللہ عنہ بے ہوشی کی وجہ سے کلام نہ کر سکتے تھے) ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور شام کے قریب آپ رضی اللہ عنہ ہوش میں آئے تو پوچھا (مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ) رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے۔ چنانچہ کفار نے ابوبکر کو برا بھلا کہا اور طعن و ملامت کی (کہ وہ اب بھی رسول اللہ ﷺ کا نام لیتا ہے)۔ پھر وہ اٹھ کر چلے گئے اور آپ کی والدہ ام الخیر کو کہہ گئے اس کو کچھ کھلاؤ پلاؤ۔ والدہ خوراک کھا لینے پر اصرار کر رہی تھیں اور وہ پوچھ رہے تھے (مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ) کہ رسول اللہ ﷺ تو خیریت سے ہیں؟ والدہ کہہ رہی تھیں واللہ مجھے آپ کے رفیق کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے والدہ سے کہا کہ جاؤ ام جمیل بنت خطاب سے معلوم کر کے آؤ۔ چنانچہ ام جمیل سے آکر دریافت کیا کہ ابوبکر محمد ﷺ بن عبد اللہ کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں۔ تو ام جمیل نے کہا نہ میں ابوبکر کو جانتی ہوں اور نہ محمد بن عبداللہ ﷺ کو۔ ہاں اگر چاہو تو میں آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ چلی جاتی ہوں۔ چنانچہ وہ ان کے ہمراہ آئیں اور ابوبکر کو قریب المرگ دیکھ کر چیخنے لگیں۔ اور اس نے کہا واللہ جن لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس قدر زدوکوب کیا ہے وہ واقعی فاسق اور کافر ہیں اور مجھے امید ہے کہ اللہ آپ کا انتقام ان سے لے گا۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا یہ تمہاری والدہ سن رہی ہے (کہیں راز فاش نہ ہو جائے) تو ابوبکر نے کہا ان سے کوئی خطرہ نہیں۔ تو ام جمیل نے کہا (سَالِمٌ صَالِحٌ) ٹھیک ٹھاک ہیں۔ پھر پوچھا (اَیْنَ ھُوَ) وہ کہاں ہیں؟ تو اس نے بتایا کہ ابن ارقم کے مکان پر ہیں۔ تو ابوبکر نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے قبل کچھ نہ کھاؤں پیئوں گا۔ چنانچہ انہوں نے کچھ دیر انتظار کیا۔ راستے بالکل تھم گئے اور آمدورفت ختم ہوگئی تو رات کی تاریکی میں ان کو سہارا دے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔

رسول اللہ نے جھک کر ان کا بوسہ لیا اور آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، صرف چہرے کو زخموں سے تکلیف ہے۔ یہ میری والدہ ہے، اولاد سے اچھا سلوک کرتی ہے۔ اور آپ کی ذات بابرکت ہے۔ اسے دعوت اسلام پیش کیجئے اور دعا کیجئے کہ اللہ اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے۔ چنانچہ آپ نے دعا کی اور اسے اسلام کی دعوت پیش کی اور وہ مسلمان ہوگئیں۔ اور (۳۹) افراد کا گروپ مہینہ بھر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دارارقم میں مقیم رہا۔ جس روز ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زدوکوب کیا گیا اسی روز حضرت حمزہ مسلمان ہو گئے (البدایۃ والنھایۃ)۔ خیال رہے کہ یہ واقعہ سبل الھدیٰ میں اسی جگہ (دارارقم کے ذکر میں) بیان کیا گیا اور بعض نے نبوت کے چھٹے سال کے واقعات میں بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۴ بعثت نبوی

قرابت داروں کو دعوت اسلام: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ مراتب کے لحاظ سے اپنے قریبی رشتداروں کو (عذاب آخرت سے) ڈرائیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (سورہ شوریٰ ۱۵)۔ ترجمہ: اے محبوب اپنے قریب تر رشتداروں کو ڈراؤ اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کیلئے۔ نبی ﷺ کے قریبی رشتدار بنی ھاشم اور بنی مطلب ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے انہیں اعلانیہ خدا کا خوف دلایا (مشکوۃ)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ (سورہ حجر ۸۹)۔ ترجمہ: اور آپ کہہ دیجئے کہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

کوہ صفا پر دعوت اسلام: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ

الْاَقْرَبِیْنَ تو نبی ﷺ نے کھڑے ہوکر فرمایا یَا فَاطِمَةُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ، یَا صَفِیَّةُ بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، یَا بَنِی عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا، سَلُوْنِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ (صحیح مسلم کتاب الایمان، حدیث ۵۰۳)۔ آپ نے (کوہ صفا پر) کھڑے ہوکر اعلان فرمایا: اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے فرزندان عبدالمطلب! میں اللہ کے سامنے تمہارے لئے کچھ (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا (اب جو چاہو کرو)۔ میرا مال و دولت تمہارے لئے حاضر ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ جب سورہ شوریٰ کی آیت نمبر ۱۵ نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ وسلم اس حکم کی تعمیل کیلئے فوراً نکل پڑے اور کوہ صفا پر چڑھکر قریش کے قبائل کو پکارنا شروع کیا۔ اے فِھر کی اولاد! اے عدی کی اولاد! اسی طرح آپ نے قریش کے تمام قبائل اور شاخوں کو نام بنام پکارا۔ اور آپ کی آواز پر قریش کے تمام قبائل اور گروہ آپ کے گرد جمع ہوگئے۔ یہاں تک کہ جو شخص کسی عذر اور مجبوری کی وجہ سے خود اس جگہ نہیں پہنچ سکا، تو اس نے یہ معلوم کرنے کیلئے کہ محمد ﷺ نے سب کو کیوں بلایا ہے؟ کسی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیج دیا۔ غرضیکہ جب سب اہل قریش اور نبی ﷺ کا چچا ابولہب بھی آ گیا، تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا، کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ (جنگجو) سواروں کا ایک دستہ اس پہاڑ کی اُوٹ سے برآمد ہوا ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ سواروں کا ایک دستہ مکہ شریف کے جنگل سے نمودار ہوا ہے، اور اس کا مقصد قتل و غارتگری کیلئے رات کے کسی حصہ میں تم لوگوں پر اچانک ٹوٹ پڑے گا، تو بتاؤ کہ کیا تم لوگ میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے ایک زبان ہوکر کہا کہ۔ ہاں، ضرور سچ مانیں گے۔ کیونکہ ہم نے تمہیں ہمیشہ سچا پایا ہے۔ تب آپ نے فرمایا سنو۔ فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ میں تم لوگوں کو اس عذاب شدید سے ڈراتا ہوں، جو دنیا و آخرت میں تمہارے سامنے پیش آنیوالا ہے۔ یہ سنا ہی تھا۔

ابولہب کا ردعمل اور انجام بد کی خبر: کہ ابولہب بول اٹھا اور کہنے لگا تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ، ہلاکت ونقصان ہو تیرے لئے، سارا دن کیا تم نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری کتاب التفسیر حدیث ۴۷۷۰)۔

تباہ ہوجائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہوگیا۔ اور اس سورۃ کی دوسری آیتیں بھی دونوں (میاں بیوی) کی مزمت میں نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ۔ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ۔ وَّامْرَاَتُهٗ

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ۔ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (سورہ اللھب)۔ اس کا مال اور کمائی اس کے کچھ کام نہ آئی۔ عنقریب داخل ہوگا لپٹیں مارتی آگ میں خود اور اس کی بیوی، لکڑیوں کا گٹھا سر پہ اٹھائے ہوئے، اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہے۔ یہ پوری سورۃ اللھب ابولہب (عبدالعزی) اور اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب (جو ابوسفیان کی بہن تھی) کی مذمت میں نازل ہوئی ہے، جس میں ان دونوں کی عداوت اور دشمنی کا ذکر کیا گیا ہے، اور ہلاکت کی خبر دی گئی۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل بنت حرب بن امیہ کو قرآن پاک نے حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کے لقب سے ملقب کیا ہے کیونکہ وہ کانٹے اٹھا کر لاتی تھی اور راہ مصطفی ﷺ میں بچھا دیتی تھی اور چغل خور بھی تھی۔ اور لوگوں کے درمیان عداوت کی آگ بھڑکاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے متعلق سورۃ الھب نازل فرما کر تنبیہ کی گئی کہ انکار رسول کریم ﷺ موجب ہلاکت ہے۔

اس سورہ مبارکہ میں نبی ﷺ کے چچا ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیلہ کا انجام بد کا ذکر ہے اور اس میں یہ درس دیا کہ ایمان و عمل کام آنے والی چیز ہے۔ بغیر ایمان کے حسب ونسب اور کوئی اعلیٰ رشتداری کام نہیں آئے گی جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا، نوح علیہ السلام کو نہ ماننے کی وجہ سے غرق ہوگیا۔ پکے کافر کو کسی مؤمن رشتدار سے فائدہ نہیں مل سکتا اور اسی طرح پکے سچے مؤمن کو کسی کافر کی سنگت نقصان نہیں دے سکتی۔

نسبی رشتداری سے دینی رشتداری قوی ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ۔ وَضَرَبَ اللهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (سورہ تحریم ۱۰،۱۱)، ترجمہ: اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور لوط کی عورت وہ ہمارے بندوں میں دو سزاوار قرب بندوں کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے ان سے دغا کی (دین میں کہ کفر اختیار کیا) تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرمایا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جانیوالوں کے ساتھ۔ اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بی بی جب اس نے عرض کی اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس

کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔(کنزالایمان)۔

اور جب نوح علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں اپنے بیٹے کنعان کے بارہ میں عرض کی تو اللہ نے فرمایا اے نوح اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَھۡلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ (سورہ ھود ۴۶)، وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔اس سے ثابت ہوا کہ نسبی قرابت سے دینی قرابت زیادہ قوی ہے(حزائن العرفان)۔ایمان وعمل کے بغیر اعلیٰ نسب ہونا کام نہیں آئے گا۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی　　　کہ دریں رافلاں ابن فلاں چیز نیست

اللہ تعالیٰ نے قریش کی گالیوں سے آپ کو بچا لیا: امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ جب ام جمیل کو معلوم ہوا کہ اس کے اور اس کے خاوند (شوہر) کے متعلق کیا نازل ہوا ہے، تو وہ حضور ﷺ کے پاس آئی اس وقت حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔آپ کے پاس سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ام جمیل کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا۔جب وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بصارت کو چھین لیا۔اسے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نظر آئے۔اس نے پوچھا، اے ابوبکر! تمہارا ساتھی کہاں ہے؟، مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس نے میری ہجو کی ہے۔بخدا اگر وہ مجھے مل جائے، تو میں اس کے چہرے پر یہ پتھر ماروں۔بخدا! میں بھی شاعرہ ہوں۔پھر اس نے شعر کہا۔مُذَمَّمًا عَصَیۡنَا وَاَمۡرَہٗ اَبَیۡنَا وَدِیۡنَہٗ قَلَیۡنَا۔ہم نے مذمم کی نافرمانی کی، ہم نے اس کے حکم کا انکار کیا اور ہم نے اس کے دین سے ناراضگی کا اظہار کیا(سیرت ابن ہشام)۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ فرمایا، کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قریش کی گالیاں اور لعنت کیسے دفع کرتا ہے؟ وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں(بخاری کتاب المناقب)۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو تسلی دی جاتی ہے: کفار مکہ مذمم کہنے کے علاوہ ساحر شاعر مجنون کہتے تھے۔تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تسلی جاتی تھی۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَذٰلِکَ مَاۤ اَتَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا قَالُوۡا سَاحِرٌ اَوۡ مَجۡنُوۡنٌ اَتَوَاصَوۡا بِہٖ بَلۡ ہُمۡ قَوۡمٌ طَاغُوۡنَ۔اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو

رسول آیا اس کو انھوں نے ساحر یا پاگل ہی کہا، کیا ایک دوسرے کو یہی وصیت کر مرے ہیں نہیں بلکہ یہ شریر لوگ ہیں (سورہ ذاریات)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَذَکِّرۡ فَمَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَتِ رَبِّکَ بِکَاہِنٍ وَّلَا مَجۡنُوۡنٍ۔اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِہٖ رَیۡبَ الۡمَنُوۡنِ۔قُلۡ تَرَبَّصُوۡا فَاِنِّیۡ مَعَکُمۡ مِّنَ الۡمُتَرَبِّصِیۡنَ۔سمجھا دیجئے آپ ﷺ خدا کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ پاگل ہیں کیا یہ لوگ شاعر کہتے ہیں کہ ہم کے لیئے گردش زمانہ کا انتظار کرتے ہیں۔فرما دیجئے انتظار کرو اور میں بھی تمہارے سارھ انتظار کرتا ہوں (سورہ طور)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا یَسۡطُرُوۡنَ۔مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ۔ن اور قسم ہے قلم کی جس سے لکھتے ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔(سورہ قلم ۱)

مسند احمد میں ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب، وانذر عشیرتك الاقربین (سورہ شعراء ۲۱۵) کا نزول ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے عام وخاص سب قریش کو جمع کر کے فرمایا۔قریشیو! آگ سے اپنے آپ کو بچالو، اے بنی کعب، آتش جہنم سے خود کو بچالو، اے بنی ہاشم دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کو بچالو۔اے بنی عبدالمطلب آگ سے خود کو آزاد کرلو، اے فاطمہ بنت محمد تو خود کو آگ سے بچا۔خدا کی قسم میں اللہ کے سامنے تمہارے لئے اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتا۔ہاں، تمہارا مجھ سے رشتہ ہے۔میں صلہ رحمی کرتا رہوں گا اور اسے تروتازہ رکھوں گا۔یہ روایت متفق علیہ ہے اور مسند احمد وغیرہ میں متعدد اسناد سے مروی ہے (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ج ۳ ص ۴۱)

حضرت عثمان سے حضرت رقیہ کا نکاح: اسی سال حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔اور پھر نبوت کے پانچویں سال دونوں نے ہجرت کی۔

علی الاعلان دعوت اسلام کا حکم: جب مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہوچکی، اور اسلام پھیلنے لگا، تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو علانیہ دعوت حق دینے کا حکم دیا۔حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ آپ خفیہ دعوت اسلام فرماتے رہے یہاں تک کے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔(تفسیر الطبری)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ (سورہ حجر ایت ۹۴)، سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا اور منہ پھیر لیجئے مشرکوں سے ہم کافی ہیں آپ کو مزاق

اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لئے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد، قرآن کو بلند آواز سے پڑھنا ہے۔ صدع کے اصلی معنی ظاہر کرنے اور ممتاز کرنے کے ہیں۔ اور مراد، اظہار حجت اور حق و باطل کے درمیان فرق و امتیاز کرنا ہے۔

علامہ محمد زرقانی فرماتے ہیں وَكَانَ بَعْدَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَهِيَ الْمُدَّةِ الَّتِي اَخْفٰى رسول اللہ ﷺ اَمْرَهٗ اِلٰى اَنْ اَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِاِظْهَارِهٖ فَنَادٰى قَوْمَهٗ بِالْاِسْلَامِ وَصَدَعَ بِهٖ (زرقانی ج ۱ ص ۴۶۱) اور نبوت کے تین سال بعد اعلانیہ تبلیغ کا حکم دیا گیا اور یہ وہ مدّت ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے معاملے کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہر کرنے کا حکم دیا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی قوم کے سامنے اسلام کا کھلم کھلا اظہار فرمایا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا (اس دوران) آپ کی قوم نہ تو آپ سے دور ہوئی اور نہ آپ کا رد کیا، یہاں تک کہ آپ نے ان کے معبودوں کا ذکر کیا اور ان کی برائی (کمزوری) بیان فرمائی اور یہ نبوت کے چوتھے سال کی بات ہے (المواھب اللدنیہ)۔ پھر لوگ آپؐ کے دشمن ہو گئے لیکن آپ ﷺ کو پیغام حق پہچانے کا تاکیدی حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (سورہ مائدہ ۶۷) اے رسول پہنچا دیجئے جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو اللہ کا پیغام آپ نے نہیں پہنچایا اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کی شر سے بچائے گا۔ نبی کریم ﷺ داعی اسلام تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (احزاب ۴۶)۔ دعوت دینے والا اللہ کی طرف اس لے اذن سے اور آفتاب روشن کرنے والا۔

امام ابوعمر بن عبدالبر لکھتے ہیں ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الْاِسْلَامِ سِرًّا وَجَهْرًا وَهَجَرَ الْاَوْثَانِ فَاسْتَجَابَ لَهٗ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الْاَحْدَاثِ وَالْكُهُوْلِ وَضَعَفَةِ النَّاسِ حَتّٰى كَثُرَ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَصَدَّقَهٗ (الدرر فی اختصار المغازی ص ۳۶)۔ پھر نبی ﷺ نے پوشیدہ وظاہر اور ترک بت پرستی پر لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو قبول کیا آپ کے لئے دعوت کو اس نے کہ چاہا اللہ نے جوانوں درمیانی عمر والوں اور بڑی عمر کے لوگوں نے یہاں تک کہ زیادہ ہوگئی وہ جو ایمان لایا آپ پر اور انہوں نے آپ کی تصدیق کی۔

قریش کے مسلمانوں پر مظالم: اس دعوت علانیہ کے بعد کفر و اسلام حق و باطل اور نیکی اور بدی کی جنگ جاری ہوگئی۔ ادھر نبی ﷺ کے دعوت اسلامی مشن میں دن بدن تیزی ہوتی جا رہی ہے۔ ادھر داعی حق اور دعوت اسلام قبول کرنے والوں کو طرح طرح سے تکلیفیں دینا شروع کر دی گئیں۔ نبی ﷺ کے اس ارشاد سے کفرستانوں کے محلات میں زلزلہ آ گیا، يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا، اے لوگو تم کہو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، تم دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ تو جیسے جیسے شمع اسلام کی روشنی تیز ہوتی جا رہی تھی تو کفار بھی مسلمانوں کو ہر آئے دن طرح طرح سے تکلیفیں دینے لگے۔ مگر نبی ﷺ ان تمام تکلیفوں اور ایذاؤں کے باوجود دعوت حق کو تمام قبائل تک پہنچاتے رہے۔

ابوطالب کے پاس وفود کا شکایت کرنا: جب قریش نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے بتوں کی عیب جوئی کرنے سے باز نہیں آتے، اور یہ دیکھا کہ ابوطالب ان پر مہربان اور سینہ سپر ہیں اور ان کو ہمارے حوالے کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ تو قریش کے بڑے بڑے سردار ابوطالب کے پاس گئے۔ جن کے نام یہ ہیں: عتبہ۔ عتیبہ (دونوں ربعیہ بن عبدالشمس کے بیٹے تھے)۔ ابوسفیان بن حرب، ابوالبختری جس کا نام عاص بن ھشام تھا۔ اسود بن مطلب، ابوجہل (جس کا نام عمرو اور کنیت ابوالحکم تھی)۔ ولید بن مغیرہ۔ نبیہ، منبہ (یہ دونوں حجاج بن خذیفہ کے بیٹے تھے)۔ عاص بن وائل نے شکایت کی کہ محمد ﷺ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ابوطالب نے نرم بات کر کے واپس کر دیا۔ دوسری مرتبہ پھر ان کافروں نے ابوطالب سے شکایت کی۔ ان کے چلے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو بلا بھیجا۔ اور آپ سے کہا، اے میرے بھائی کے بیٹے قوم میرے پاس آئی تھی اور اس طرح کی باتیں کی ہیں۔ تو مجھ پر بھی رحم کرو اور خود اپنی جان پر بھی رحم کر۔ مجھ پر ایسا بھار نہ ڈال جسے برداشت نہ کر سکوں۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک میں یہ خیال گزرا، کہ چچا بھی امداد سے دست کش ہو جائیں گے اور آپ کو کفار کے حوالے کر دیں گے تو آپ نے فرمایا، يَا عَمِّ وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِيْ وَالْقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ عَلٰى اَنْ اَتْرُكَ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ اَوْ اَهْلِكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهٗ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام) اے چچا جان اللہ کی قسم اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں اور اس شرط پر کہ میں اس معاملے کو چھوڑ دوں، تو میں اسے نہ چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اللہ

تعالیٰ خود اسے غلبہ عطا کرے یا میں مرجاؤ۔ تب بھی میں اس سے باز نہ آؤ گا۔

دست از طلب ندارم تا کام من برآید ☆ یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

آپ ﷺ وہاں سے نکل آئے اور آنکھوں سے آنسوں جاری ہوئے۔ ابوطالب نے کہا۔ میرے بھتیجے جو آپ چاہیں کہیں، میں کبھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا

وَاللهِ لَنْ يَصِلُوا اِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ   حَتّٰى أُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِيْنَا

بخدا! یہ سارے مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے حتیٰ کہ مجھے زمین کے اندر مدفون کر دیا جائے۔

فَامْضِ لِاَمْرِكَ مَا عَلَيْكَ غَضَاضَةٌ   وَابْشِرْ وَقَرَّ بِذَاكَ مِنْكَ عُيُوْنَا

آپ جیسے چاہیں دعوت اسلام کریں، آپ پر کوئی حرج نہیں آپ کو بشارت ہو اور اس کے ساتھ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

وَدَعَوْتَنِيْ وَزَعَمْتَ اَنَّكَ نَاصِحِيْ   فَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ ثَمَّ اَمِيْنَا

آپ نے مجھے بھی دعوت دی میرا گمان ہے آپ میرے خیر خواہ ہیں۔ آپ نے سچ کہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ امین بھی ہیں۔

لَوْلَا الْمَلَامَةُ اَوْ حِذَارِيْ سُبَّةً   لَوَجَدْتَنِيْ سَمْحًا بِذَاكَ مُبِيْنَا

اگر میری اس احتیاط کو ملامت یا عار نہ سمجھا جاتا تو آپ مجھے اس ضمن میں بہت فیاض پاتے۔

الروض الانف میں ہے کہ حضور ﷺ نے عرب المثل بیان کرتے وقت سورج اور چاند کو مختص فرمایا۔ آپ نے دائیں ہاتھ کے ساتھ سورج کو مختص فرمایا کیونکہ یہ ایک روشن نشانی ہے۔ چاند کو بائیں ہاتھ کے ساتھ مختص فرمایا کیونکہ اس کا نور سورج کی روشنی کی طرح واضح نہیں ہے۔ آپ نے ان دونوں کو ضرب المثل کے لیے مختص کیا کیونکہ ان کا نور محسوس ہے۔ آپ رب تعالیٰ کے حریم ناز سے بھی نور ہی لے کر آئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ (التوبہ ۳۲)۔ (یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے اور انکار فرماتا ہے اللہ مگر یہ کہ کمال تک پہنچا دے اپنے نور کو۔ (سبل الھدی والرشاد ج ۲ ص ۸۴۶)

(السیرت النبویۃ لابن ھشام)۔ اور اسی طرح کفار کئی وفود ابوطالب کی خدمت میں بار بار لگا تار بھیجتے رہے، مگر کفار کو ہر موقع پر بار بار ناکامی اور مایوسی ہوتی رہی۔

عمارہ کی پیشکش: جب قریش نے دیکھا، کہ ابوطالب نہیں مانتے، تو عمارہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی کو لے کر ان کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔ اے ابوطالب، یہ عمارہ قریش میں ایک خوبصورت نوجوان ہے۔ ہم یہ تجھے دیتے ہیں۔ تو اس کو اپنا بیٹا بنا لے اور اس کے عوض میں اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو ہمارے حوالے کر دے۔ ابوطالب نے کہا، اللہ کی قسم۔ تم مجھے بڑی تکلیف دیتے ہو۔ کیا تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو کہ میں تمہارے واسطے پالوں اور اپنا بیٹا تمہیں دوں کہ اسے قتل کر دو۔ اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ یہ سن کر قریش اور بھی غصے میں ہو گئے (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام)۔ اور کفار کا کتنا ظلمانہ فیصلہ تھا۔

مسلمانوں کو اذیتیں پہنچانا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (سورہ شعراء ۲۲۷)، ظالم جلدی دیکھ لیں گے ان کی کیسی بازگشت ہونے والی ہے۔ اور اسی طرح جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی، تو مشرکین ایمان لانے والوں پر ٹوٹ پڑے، اور انہیں ستانے لگے تھے تاکہ وہ دین کو چھوڑ دیں۔ اور جن کو اس وقت بہت اذیت دی جارہی تھیں ان میں آل یاسر خباب بن الارت، حضرت بلال، صہیب رومی، ابوفکیہہ افلح، حضرت عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، مصعب بن عمیر، سعید بن زید، سعید بن وقاص،، زنیرہ، نہدیہ، ام عبیس، انہیں بھی بہت تکلیفیں دی جارہی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ قاعدہ بنا رکھا تھا کہ جب بھی وہ کسی غلام کو پیٹتے دیکھتے تو وہ اسے خرید کر آزاد کر دیتے۔ حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما انہی لوگوں سے تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ سب سے پہلے سات آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ رسول اکرم ﷺ کو ان کے چچا جناب ابوطالب اور حضرت مقداد اور رضی اللہ عنہم۔ رسول اکرم ﷺ کو ان کے چچا حضرت ابوطالب اور حضرت ابوبکر کو ان قبیلہ مشرکین کی یذارسانی سے بچاتا تھا۔ ان کے علاوہ باقی لوگوں کو مشرکین پکڑ لیتے، انہیں لوہے کی زرہ پہنا کر سخت دھوپ میں کھڑا دیتے۔ مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنی جان اللہ کی راہ میں قربانی کے لیے پیش کر دی تھی اور جن کی قوم کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہ تھی اکثر احد احد کہتے تھے۔ مشرکین انہیں پکڑ لیتے بچوں کے حوالے کر دیتے جو انہیں مکہ مکرمہ کی وادیوں میں گھسیٹتے پھرتے (انوار محمدیہ وغیرہ)۔

جوخوش نصیب لوگ ایمان لاتے کفار ان کو سزائیں دیتے اور بالخصوص ان حضرات پر سخت ظلم کرتے۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا، حضرت یاسر حضرت عمار کے والد رضی اللہ عنہما، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ، حضرت لبینہ رضی اللہ عنہا، حضرت نہدیہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنیکی بنا پر اللہ برتر کی راہ سخت اذیتیں دی جاری تھیں۔ بنی مخذوم حضرت عمار بن یاسر اور ان کے والد اور والدہ (اس لئے کہ یہ اسلام کی نعمت سے سرفراز ہو چکے تھے) کو باہر لاتے اور ان کو مکہ کی سخت گرمی اور تپش میں مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچاتے۔ اگر رسول کریم ﷺ کا ادھر گذر ہوتا تو فرماتے اَبْشِرُوْا اٰلَ عَمَّارٍ وَاٰلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةَ خوشخبری دو آل عمار اور آل یاسر کو، تمہاری منزل جنت ہے (البدایۃ والنہایہ ج ۳ ص ۶۴)۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابوجہل حضرت عمار بن یاسر کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہم کے پاس سے گذرا اور ان کو اذیت پہچائی جاری تھی۔ اس نے ایک نیزہ ان کو مارا اور اس سے وہ شہید ہوگئیں۔ حضرت مجاھد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اسلام میں سب سے پہلے مرتبہ شہادت پانیوالی خاتون ہیں (زرقانی البدایۃ والنھایہ)۔

صحابہ کی شکایات: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم نے حضور ﷺ کی خدمت میں شکایت کی۔ اس وقت آپ ﷺ کعبہ کے سائے میں چادر کا تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ ہم نے مشرکین سے بڑی سختی جھیلی تھی تو ہم نے عرض کیا کہ حضور آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں فرماتے تو آپ اٹھ بیٹھ گئے، چہرہ انور سرخ تھا، فرمایا تم سے اگلوں میں سے ایک شخص کے لیے گڑھا کھودا جاتا تھا اسے اس گڑھے میں دبایا جاتا تھا پھر آرا لایا جاتا تھا وہ اس کے سر پر رکھا جاتا تھا وہ قاشیں کر کے چیر دیا جاتا تھا یہ اسے اس کے دین سے نہ روکتا اور اس کے گوشت کے نیچے ہڈیوں پٹھوں تک پہنچا کر لوہے کی کنگھیوں سے اسے کنگھی کی جاتی تھی اور یہ اسے اس کے دین سے نہ روکتا تھا۔ خدا کی قسم یہ دین پورا ہو کر رہے گا حتی کہ سوار صنعاء سے حضرت موت تک چلے گا کسی کو کسی سے خوف نہ کرے گا۔ یا سوائے اللہ کے۔ یا سوا بھیڑ ے کے اپنی بکریوں پر، مگر تم لوگ جلد بازی کرتے ہو، (بخاری کتاب المناقب حدیث ۱۰۳۳، مشکوٰۃ المصابیح حدیث ۵۸۵۸)۔ اس حدیث میں ہے کہ دین کی خاطر بہت ہی مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور ساتھ ہی اس میں ایک پیشینگوئی بھی فرمائی کہ یہ حالت ہمیشہ نہیں رہے گی، امن وسکون قائم ہوگا۔ اور دین کی خاطر تکلیفیں اٹھانی پڑتی

ہیں اس لئے ان پر صبر کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ (سورۃ العنکبوت ۳-۱) الف لام میم۔ کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہیں ہم ایمان لے آئے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا۔ اور بے شک ہم نے آزمایا تھا ان لوگوں جو ان سے پہلے گزرے پس اللہ تعالیٰ ضرور دیکھے گا انہیں جو (دعوئے ایمان میں) سچے تھے اور ضرور دیکھے گا (ایمان کے) جھوٹے (دعویداروں) کو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ (سورہ بقرہ ۲۱۴)۔ کیا تم خیال کر رہے ہو کہ (یونہی) داخل ہو جاؤ گے جنت میں حالانکہ نہیں گزرے تم پر وہ حالات جو گزرے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے ہوئے ہیں، پہنچی انہیں سختی اور مصیبت اور وہ لرز اٹھے یہاں تک کہ اٹھا (اس کا زمانہ کا) رسول اور جو ایمان لے آئے تھے اس کے ساتھ کب آئے گی اللہ کی مدد؟ سن لو یقینا اللہ کی مدد قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِیْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (سورہ آل عمران ۱۸۶)۔ یقیناً تم آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔ اور یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا اذیت دینے والی بہت باتیں، اور اگر تم (ان دل آزاریوں پر) صبت اور تقوی اختیار کرو تو بے شک سے یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔ جب بتوں کی کمزوریاں بیان کی گئی تو کفار بہت بھڑک اٹھے مسلمانوں کو گالیاں دیں اور ان کے رب کو بھی گالیاں دینے لگے، اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ (انعام ۱۰۸)، اور مشرکین اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں تم انہیں برا بھلا نہ کہو ورنہ مشرکین بھی دشمنی کے جوش اور نادانی میں اللہ کو گالیاں دیں گے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْهِ، آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا گناہِ کبیرہ

ہے۔"رسول کریم ﷺ نے فرمایا نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ، فَيَسُبُّ أُمَّهُ" ہاں، ایک شخص کسی کے باپ کو گالی بکے تو وہ اس کے باپ کو گالی بکے گا۔ یہ اس کی ماں کو گالی بکے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی بکے گا (صحیح مسلم)۔

تخلیق اضداد میں حکمت: اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہ سنت جاری ہے کہ وہ اضداد پیدا فرماتا ہے (مثلاً روشنی، تاریکی ،کفر، اسلام، نیکی، بدی، کافر، مومن، دوست، دشمن)

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (سورہ الزاریات ۴۹) اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا (سورہ یونس ۹۹) اور اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۚ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ (سورہ انعام ۱۱۲) اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کئے ہیں آدمیوں اور جنوں میں شیطان کہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کو اور تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو انہیں ان کی بناوٹوں پر چھوڑ دو۔

اعداء اسلام: کلمہ حق سن کر تمام کافر اہل ایمان کے جانی دشمن ہو گئے، مگر ان میں سے بعض دشمنی اور عداوت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور ان کے نام یہ ہیں: (۱) ابولہب بن عبدالمطلب، اور اس کی بیوی۔ ابولہب رسول کریم ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ محاصرہ کے ایام میں بنی ہاشم مومن و کافر سب شِعب بنی ھاشم میں قید تھے۔ نبی کریم ﷺ کی حفاظت کے لئے اور یہ بدبخت باہر کافروں کے ساتھ تھا۔ سب سے پہلے اس نے دشمنی کا علم اٹھایا۔ اسی لئے ان دونوں (شوہر و بیوی) کی مزمت میں سورۃ الھب نازل ہوئی۔ (۲) ابو جھل بن ھشام، (۳) اسود بن عبد یغوث، (۴) حارث بن قیس، (۵) ولید بن مغیرہ (اس کے سات بیٹے ہیں)، (۶) امیہ بن خلف، (۷) ابی بن خلف، (۸) ابو قیس بن الفاکھہ، (۹) عاص بن وائل، (۱۰) نضر بن الحارث، (۱۱) منبہ

بن الحجاج، (۱۲) زبیر بن ابی امیہ، (۱۳) سائب بن صیفی، (۱۴) اسود بن عبد الاسد، (۱۵) عاص بن سعید، (۱۶) عاص بن ھاشم تھے، (۱۷) عقبہ بن معیط (۱۸) ابن الاصدی، (۱۹) حکم ابن العاص عدی بن حمرا، (۲۰) احنس بن شریک، (۲۱) عتبہ بن ربیعہ، (۲۲) اسود بن عبد الاسد، (۲۳) مالک بن طلاطلہ، (۲۳) حکم بن ابی العاس بن امیہ لعن اللہ علیھم۔ یہ سب سے زیادہ اہل اسلام کے دشمن تھے، اور بہت بڑے بے ادب و گستاخ تھے۔ ان کافروں کی مذمت میں متعدد اور متفرق آیات نازل ہوئی ہیں۔ یہ سب کے سب لوگ قرب وجوار میں رہتے تھے اور ان میں اکثر بہت ہی مالدار اوصاحب اقتدار تھے۔ اور دن رات سرورِ کائنات ﷺ کی ایذا رسانی میں مصروفِ کار رہتے تھے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، سیرۃ المصطفیٰ)

(۱) ابوجہل تو اس امت کا فرعون تھا اس کی مزمت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنتُم بِهِ تَمْتَرُونَ (دخان ۴۳۔۴۵) تحقیق زقوم کا درخت بڑے مجرم کا کھلنا ہوگا گرم پانی کی طرح پیٹ میں کھولے اور فرشتوں کو حکم ہوگا اس کو پکڑو گھسیٹتے ہوئے ٹھیک بیچ جہنم میں لے جا کر اس کو ڈال دو پھر اس کے سر پر گرم پانی چھوڑ و اور اس سے کہو کہ چکھ اس عذاب کو تو بڑا معزز و مکرم ہے۔ اور سورہ علق کی متعدد آیتیں اس کی مزمت میں نازل ہوئیں۔

(۲) امیہ بن خلف آپ کی شان میں علی الاعلان گستاخیا کیا کرتا تھا۔ جب آپ کے پاس سے گذرتا تو یہ آنکھیں مارتا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (سورہ ھمزہ) ہلاکت ہے، ہر اس شخص کے لئے جو (روبرو) طعنے دیتا ہے (پیٹھ پیچھے) عیب جوئی کرتا ہے، جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا رہا۔ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کے مال نے اسے لافانی بنا دیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ وہ یقیناً حطمہ میں پھینک دیا جائے گا، اور تم کیا جانو کہ حطمہ کیا ہے؟ وہ اللہ کی آگ ہے خوب بھڑکائی ہوئی، جو دلوں تک جا پہنچے گی۔ بے شک وہ (آگ) ان پر بند کر دی جائے گی، (اس کے شعلے) لمبے لمبے ستونوں (کی صورت) میں (ہوں گے)۔

(۳) ابی بن خلف بھی اَپنے بھائی امیہ بن خلف کے قدم بقدم تھا۔ ایک روز ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آپ کے پاس آیا اور اس کو ہاتھ میں مل کر، اس کی خاک کو ہوا میں اڑا کر کہنے لگا۔ کیا خدا اس کو پھر دوبارہ زندہ کرے گا؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں، اس کو اور تیری ہڈیوں کو ایسا ہی ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ پھر زندہ کرے گا اور تجھ کو آگ میں ڈالے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۔ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۔ (سورہ یس) اور بیان کرنے لگا ہمارے لئے (عجیب وغریب) مثالیں اور اس نے فراموش کر دیا ہے اپنی پیدائش کو۔ (گستاخ) کہتا ہے کون زندہ کر سکتا ہے ہڈیوں کو وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں۔ آپ فرمایئے (اے گستاخ سن) زندہ فرمائے گا انہیں وہی جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اور وہ ہر مخلوق کو خوب جانتا ہے۔ عقبہ بن معیت کا فر ابی بن خلف کا گہرا دوست تھا۔ ایک روز عقبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر کچھ دیر بیٹھا اور آپ کا کلام سنا۔ ابی بن خلف کو جب خبر ہوئی تو فوراً عقبہ کے پاس آیا۔ اور کہا مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھا ہے اور ان کا کلام سنا ہے۔ خدا کی قسم جب تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ پر جا کر نہ تھوک آئے (معاذ اللہ)، اس وقت تک تجھ سے بات کرنا اور تیری صورت دیکھنا مجھ پر حرام ہے۔ چنانچہ بدنصیب عقبہ اٹھا اور چہرۂ انور پر تھوکا۔ اس کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۔ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۔ (سورہ الفرقان) اور اس روز ظالم (فرط ندامت سے) کاٹے گا اَپنے ہاتھوں کو (اور) کہے گا: کاش! میں نے اختیار کیا ہوتا رسول صلی اللہ علیہ وسلم (مکرم) کی معیت میں (نجات) کا راستہ۔ ہائے افسوس! کاش نہ بنایا ہوتا میں نے فلاں کو اپنا دوست۔

(۴) ولید بن مغیرہ مخزومی مذمت میں بعض علماء کے نزدیک سورہ نون کی آیات کا نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اٹھ ایب بیان کیئے آخر میں فرمایا بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٌ ان تمام عیبوں کے بعد تمام عیبوں کے بعد (یہ گستاخ) بداصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جو عیب تھے ان کو بیان کیا گالیاں نہیں دی اور یے ہ بتایا گیا کے گستاخوں کے عیبوں کو ظاہر کرنا درست ہے اور جو واعظین یہ کہتے ہیں کے اللہ نے گالیاں دی ہے یے ہ غلط ہے اس لئے کہ گالیاں دینا عیب ہے اور اللہ عیب سے پاک ہے۔

کفار کے اعتراضات کے جوابات: اور ولید بن مغیرہ یہ کہا کرتا تھا، کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ

وسلم پر تو وحی نازل ہو اور میں اور ابو مسعود ثقفی چھوڑ دیئے جائیں، حالانکہ ہم دونوں اَپنے اَپنے شہر کے بڑے معزز ہیں۔ میں قریش کا سردار ہوں اور ابو مسعود قبیلہ ثقیف کا سردار ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَّرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۔ (سورہ الزخرف ۳۱) یہ کافر یہ کہتے ہیں کہ قرآن مکہ اور طائف میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا۔ کیا یہ لوگ اللہ کی خاص رحمت نبوت کو اپنی منشا کے مطابق تقسیم کرنا چاہتے ہیں؟ ہم نے تو ان کی دنیوی معیشت کو بھی اپنی ہی منشا سے تقسیم کیا ہے۔ اور اپنی ہی منشا سے تقسیم ہے۔ اور اپنی ہی منشا سے ایک کو دوسرے پر رفعت دی ہے تا کہ ایک دوسرے کو اپنا مسخر اور تابع بنائے اور اخروی نعمت تو دنیاوی نعمت سے بدر جہا بہتر ہے۔ پس جب دنیوی معشیت کی تقسیم ان کی رائے سے نہیں، تو اخری نعمت کی تقسیم ان کی رائے پر کیسے ہو سکتی ہے۔ ولید بن مغیرہ مخزومی کے ساٹھ پیتے تھے اور ان میں سے تین بیٹے ایمان لائے ان میں سے حضرت حالد ولید رضی اللہ عنہ چونکہ یہ بہت بیٹوں والا مالدار تھا اس کا ذکر سورہ مدثر میں ایا ہے۔

کہتے نبوت بشریت کے منافی ہے کہ جو بشر ہے وہ نبی نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (الفرقان) اور کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے قرآن کفار مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے:۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (حم سجدہ ۶) اے نبی ان سے کہو میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا ایک اور مقام پر کفار مکہ کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل ۹۴) لوگوں کے سامنے جب کبھی ہدایت ائی تو اس پر ایمان لانے سے ان کو کسی چیز نے نہیں روکا مگر ان کے اسی قول نے کہ کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا۔ ان سے کہو اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور اسمان کسی فرشتے ہی کو ان کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ کفار کے باطل نظریات اور خیلات کی تردید میں قرآن میں یہ صراحت موجود ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي

الْاَسْوَاقِ (الفرقان ۲۰) اے نبی تم سے پہلے جو رسول بھی ہم نے بھیجے تھے وہ سب بھی کھانا کھانے والے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے لوگ ہی تھے۔

نضر بن حارث کی بدعتیں: نضر بن حارث یہ باہر ملکوں سے حکایات کی کتابیں اور گانے بجانے والی لونڈیاں لاتا تھا تاکہ لوگ قرآن نہ سنیں تو اس کے رد میں یہ آیتیں نازل ہوئیں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (روح المعانی ج ۲۱ ص ۶۹) بعض آدمی خدا سے غافل کرنے والی باتوں کو خریدتا ہے، تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ سے گمراہ کرے، اور خدا کی آیتوں کی ہنسی اڑائے۔ ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے اور اس کے سامنے جب ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو از راہ تکبر ان سے منہ موڑ لیتا ہے، جیسا کہ سنا ہی نہیں گویا کہ کانوں میں ثقل ہے اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔

رسالت کا انکار کرنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (سورہ رعد ۴۳)، اور کافر کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں، تم فرماؤ اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جس سے کتاب کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (یس ۳) یس قسم ہے قرآن کریم کی یقینا آپ رسولوں میں سے ہو۔

قرآن کریم کا انکار: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا (فرقان ۴) اور کافر بولے یہ تو نہیں مگر ایک بہتان جو انہوں نے بنا لیا ہے اور اس پر اور لوگوں نے انہیں مدد دی ہے بیشک وہ ظالم جھوٹ پر آئے اور بولے اگلوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ لی ہیں اور وہ ان پر صبح وشام پڑھی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ (سورہ النحل ۱۰۳)۔ اور بلاشبہ یقینا ہم جانتے ہیں کہ وہ (کافر) کہتے ہیں: اسے تو ایک

آدمی ہی سکھاتا ہے۔ اس کی زبان جس کی طرف وہ غلط نسبت کر رہے ہیں، عجمی ہے جبکہ یہ فصیح عربی زبان ہے۔

مشرکین کا آخرت کا انکار کرنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ (سورہ سبا ۷) اور کافروں نے کہا: کیا ہم تمہیں ایک ایسا شخص بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ہی پارہ پارہ کر دیے جاؤ گے تو بے شک تم البتہ از سر نو پیدا کیے جاؤ گے؟ کیا اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہے یا اسے جنون (لاحق) ہے؟ (قطعاً نہیں) بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (وہ) عذاب اور دور کی گمراہی میں پڑے ہیں۔ صدہا آیات ایسی ہیں جن میں آخرت کے ہونے کا ذکر عقلی اور نقلی دلائل سے کیا گیا ہے۔

مزاق اوڑانا اور طعنہ زنی کرنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ (سورہ الانعام ۵۳) اور اس طرح ہم نے بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ وہ (کافر انہیں دیکھ کر) کہیں: کیا ہمارے درمیان میں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے، کیا اللہ کو خوب علم نہیں کہ کون اُس کے شکر گزار بندے ہیں؟۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ (سورہ مطففین)۔ (السیر والمغازی لابن اسحاق ۱۶۵) بلاشبہ مجرم لوگ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے، اور جب وہ اُن (مسلمانوں) کے پاس سے گزرتے تھے، تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے اور جب اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹتے تو دل لگی کرتے لوٹتے۔

سماع قرآن سے تشویش میں ڈالتے اور پریشان کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (سورہ حم سجدہ ۲۶) اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو مت سنو اور اس (کی قراءت کے دوران) میں (خواہ مخواہ کا) شور شرابا کرو، شاید کہ اس طرح تم غالب آ جاؤ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تلاوت قرآن مارا پیٹا گیا۔

کفار کے ناجائز مطالبات: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا (سورہ فرقان ۷) اس رسول کو کیا ہے کہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ نازل کی گیا، کہ وہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا؟ یا اس پر کوئی خزانہ اتارا جاتا، یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے وہ (پھل) کھاتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا۔ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا۔ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ (سورہ اسراء ۹۰)، اورانہوں نے کہا: ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ تو ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ جاری کردے۔ یا تیرا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، پھر تو اس کے درمیان جا بجا نہریں جاری کردے۔ یا تو جیسا کہ تو نے دعوی کیا آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرادے، یا اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آ، یا تیرا سونے کا ایک گھر ہو، یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھ جانے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ تو ہم پر ایک کتاب اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا، (سورہ الرعد ۳۱) اگر واقعی کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے سے پہاڑ چلائے جاتے یا اس کے ذریعے سے زمین قطعی کی جاتی، یا اس کے ذریعے سے مردوں سے کلام کیا جاتا (تو بھی وہ ایمان نہ لاتے) بلکہ اللہ ہی کے لئے سارا اختیار ہے۔

سودے بازی کا اہتمام کرتے۔ ارشاد باری تعالیٰ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ، (سورہ نوح ۹) کہ انہوں نے چاہا، آپ کچھ نرمی کریں تو وہ بھی نرمی اختیار کرلیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ کافرون نازل فرمائی، قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۔ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۔ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ۔ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ۔ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (سورہ الکفرون) کہو: اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت

کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے۔

روح اصحاب کہف اور ذلقرنین کے متعلق سوالات: کفار قریش وقتاً فوقتاً اہل کتاب سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت دریافت کرتے رہتے تھے کہ ان کی نبوت برحق ہے یا نہیں؟ چنانچہ ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ قریش نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ (جو ان دنوں یثرب کہلاتا تھا) کے یہودی علماء کے پاس بھیجا کہ وہ آپ کے اوصاف بیان کر کے پوچھیں کہ اس نبی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ کیونکہ تم اہل کتاب ہو اور انبیاء کرام کے متعلق جتنا تمہیں علم ہے، ہمیں نہیں ہے؟ چنانچہ قریش کے یہ فرستادہ جب مدینہ پہنچے اور حسب پروگرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف اور حالات بیان کرنے کے بعد آپ کے متعلق دریافت کیا تو علمائے یہود نے کہا کہ تم ان سے جا کر تین سوال کرو۔ اگر وہ ان کا جواب دے سکیں تو وہ خدا کے نبی اور رسول برحق ہیں ورنہ نہیں۔ تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین سوال کئے تھے:

(۱) وہ کون لوگ تھے جو گذشتہ زمانہ میں بادشاہ وقت کے خوف سے بھاگے تھے؟

(۲) وہ کون آدمی تھا جو دنیا میں گھومتا پھرتا تھا؟ (۳) اور روح کیا چیز ہے؟

یہ سوالات آپ کی حدمت میں پیش کئے گے آپ نے اس امید پو کہ کل تک اس بارے میں وحی ربانی نازل ہوجائے گی فرمادیا کل آئندہ جواب دوں گا اگر اللہ نے چاہا نہ کہا پندرہ دن وحی کے انتظار کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورہ کہف کی آیتیں نازل فرمائی، تو اس میں دونوں سوالوں کا جواب دیا گیا کہ جو نوجواں بادشاہ کے ڈر سے بھاگے وہ اصحاب کہف تھے۔ اور دنیا میں گھومنے والا ذولقرنین تھا (سورہ کہف) اور روح کے بارہ میں فرمایا قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (سورہ بنی اسرائیل ۸۵) کہہ دیجیے روح میرے رب کا حکم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انشا اللہ کہنا بول گے تھے اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ سورہ کہف آیت ۲۳

اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کروں گا مگر یہ کے اللہ چاہے اپنے رب کی یاد کر جب تو بول جائے (جب یاد ائے

انشا اللہ کھ دیں)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کے حاضر ہونے پر پوچھا تم دیر لگا کر کیوں آتے ہو۔ تو انہوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے اترتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (مریم ۶۴)۔ ہم نہیں اترتے مگر تیرے رب کے حکم سے اسی کا ہے جو ہمارے اگے ہے اور جو ہمارے پیچھے اور جو اسکے درمیان ہے اور حضور کا رب بھولنے والا نہیں۔

خیال رہے کہ سورۃ الضحیٰ کے نزول کے اسباب میں اور روایات بھی ہیں۔

دھمکانے اور تشدد کرنے سے راہ حق سے روکنا: ۱۱) صحابہ پر تشدد کرتے۔ ۱۲) غلاموں کو سزائیں دیتے۔ ۱۳) باہر سے آنے والوں پر سختی کرتے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جانے سے روکتے۔ ۱۴) مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہید کرنے کا ہر وقت منصوبے بناتے۔ ۱۵) صحابہ کو طرح طرح کی ازیتیں دیتے تا کہ اسلام کو چھوڑ دیں یا وطن کو ترک کر دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دعوت اسلام پر کوئی صلہ نہ مانگنا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مختلف مواقع پر بحکم باری تعالیٰ سے اس کا اظہار فرمایا: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ اَجْرًا ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انعام ۹۰) اے نبی کہہ دو کہ میں اس ددعوت اسلام وہدایت کے کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ یہ تو ایک عام نصیحت ہے تمام دنیا والوں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ یوسف ۱۰۴) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، تم اس پر ان سے کوئی اجر نہیں مانگ رہے ہو۔ یہ تو ایک نصیحت ہے جو دنیا والوں کے لئے عام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ڰ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (سورہ مومنون ۷۶) اے نبی، کیا تم ان سے کچھ مانگ رہے ہو؟ تمہارے لئے تمہارے رب کا دیا ہی بہتر ہے اور وہ بہترین رازق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (سورہ سبا ۴۷) اے نبی، کہہ دو کہ اگر میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے تو وہ تمہارے لئے ہے۔ میرا اجر تو اللہ کے

ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ مَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (سورہ ص ۸۶) اے نبی، کہہ دو کہ میں تم سے کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹی آدمیوں میں سے ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَمْ تَسْـَٔــلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ (سورہ طور ۴۰، سورہ القلم آیت ۴۶) اے نبی، کیا تم ان سے کوئی اجر مانگ رہے ہو کہ یہ زبردستی پڑی ہوئی چٹی کے بوجھ تلے دبتے جا رہے ہوں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سوہ الشوری ۲۳) اے نبی کہو میں اس کام پر تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا بجز قرابت کی محبت سے۔ اس آیت کا مفہوم دوسری آیت میں بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ مَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (سورہ فرقان ۵۷) ان سے کہہ دو کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میری اجرت بس یہی ہے کہ جس کا جی چاہے وہ اَپنے رب کا راستہ اختیار کرے۔

۵ بعثت نبوی

قریش کا مال و دولت کی لالچ دینا: عتبہ بن ربیعہ سردار قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کہا کہ اگر آپ کو مال وزر اور دولت کی خواہش ہے تو ہم مال و دولت آپ کے لئے جمع کر دیتے ہیں۔ اور آپ عرب کے سب سے بڑے مالدار بن جاؤ گے۔ اگر آپ سرداری چاہتے ہو تو ہم آپ کو عرب کا سردار بناتے ہیں۔ آپ کے فیصلوں پر عمل کریں گے۔ اگر آپ حکومت چاہتے ہو تو ہم اپنا بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ اگر آپ حسن و جمال کے دلداہ ہو تو جس بڑے بڑے گھرانے میں چاہو شادی کرا دیں گے۔ لیکن اپنی مذہبی تحریک کو روک دو اور حجاز میں شورش نہ پھلاؤ۔ جب عتبہ خاموش ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے عتبہ! کچھ اور بھی کہنا ہے؟ عرض کیا اسی قدر۔

رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ حم السجدہ کی ابتدائی ۳۸ آیات تلاوت فرمائیں حٰمٓ۔ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔ (سورہ فصلت) یہ آیات خدائے رحمان ورحیم کی طرف سے نازل شدہ ہیں ایسی کتاب کی شکل میں جو عربی بولی میں، ان لوگوں کے لیے فائدہ رساں ہیں جو اسے سمجھنا

چاہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلاموں کو آزاد کرنا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب دیکھتے کہ مسلمانوں کو کفار سخت سزائیں دیتے ہیں اور طرح طرح کے ان پر ظلم کرتے ہیں تو ان کو خرید کو آزاد کر دیتے۔ اور جن غلاموں کو آپ نے خرید کر آزاد کیا ان کے نام یہ ہیں: ۱) حضرت بلال، ۲) حضرت عامر بن فہیرہ، ۳) حضرت ام عنیس، ۴) حضرت زنیرہ، ۵) حضرت نہدیہ، ان کی بیٹی ۶) حضرت مؤملیہ، ۷) حضرت ابوفکیھۃ افلح، ۸) حضرت حمامہ ام بلال ،۹) حضرت امۃ لبینہ زنیرہ (سیرت ابن ھشام سبل الھدی الذرقانی ج ا ص ۷ ۴۹۔ الاشارۃ الی تفسیر عزیزی وغیرہ)۔

جمہور مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کیا، تو سورۃ والیل نازل ہوئی۔ اور اسی میں یہ آیت مبارکہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۔ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۔ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى ۔ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۔ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى (سورہ والیل) اور دور رکھا جائے گا اس سے وہ نہایت پرہیزگار، جو دیتا ہے اپنا مال اپنے (دل) کو پاک کرنے کے لئے اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو، بجز اس کے کہ وہ اپنے پروردگار کی خوشنودی کا طلبگار ہے۔ اور وہ ضرور (اس سے) خوش ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (سورہ الحجرات ۱۳) بیشک تم میں سے زیادہ معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے جو تم سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ نے کہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور کمزور غلام خرید کر آزاد کرتے ہو۔ اگر تم مضبوط لوگوں کو آزاد کرتے تو تیرا دفاع کرتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ابا جی میرا مقصود ہے (یعنی رضاء الٰہی) وہ ان سے حاصل ہے۔ اسی لئے مفسرین رحمہم اللہ نے فرمایا کہ یہ آیت انہی کے متعلق اتری: (وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى) عنقریب جہنم سے سب سے بڑا متقی بچا لیا جائے گا جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے آخر سورت تک (الفصول فی اختصار سیرت الرسول ص ۵۴)۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بچپن کے دوست تھے۔ پھر ایمان لانے کے بعد آخر دم تک رسول اللہ ﷺ کی خاطر جان، مال، اولاد اور وطن کی قربانی دی۔ اور سفر ہجرت میں آپ کے ساتھ ہی رہے اور آج مزار میں بھی اپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے

اں آمَنَّ النَّاس بر مولائے ما ۔۔۔ اں کلیم اول سینائے ما

وہ صدیق جس نے ہمارے مولا پر سب سے زیادہ احسان کئے اور وہ جو ہمارے طور عشق کا سب سے پہلا کلیم ہے۔

ہمت اوکشت ملت را چو ابر ۔۔۔ ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

جس کی سخاوت ملت کی کھیتی کے لئے ابر رحمت کی طرح ہے۔ جو اسلام غار حرا جنگ بدر اور قبر میں اپ ہی کے ساتھ ہے۔

حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا امن الناس علی فی صحبتة وماله ابوبکر مجلس (جسمانی) اور مالی حیثیت سے ابوبکر نے مجھ پر سب لوگوں سے زیادہ بر چڑکر احسانات کئے ہیں۔

ہجرت کی ترغیب: دین اسلام کی خاطر جان و مال اور زر کی قربانی کے ساتھ وطن بھی قربان کرنا پڑتا ہے اور وطن کو چھوڑنا اور ہجرت کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ اصحاب کہف نے اپنے دین کو بچانے کیلئے اپنا شہر چھوڑا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا (سورہ الکھف ۱۶) اور جب تم ان لوگوں سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان سے الگ ہو گئے ہو تو غار میں پناہ لے لو۔ تمہارا رب تمہارے لئے اپنی کچھ رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں آسانی مہیا کر سکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۗ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورہ الزمر ۱۰) ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اس دنیا میں اچھے عمل کئے، بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے، صرف صبر کرنے والوں کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر پورا پورا دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً (سورہ نساء آیت ۹۹) اور جو شخص ہجرت کرے گا اللہ کی راہ میں پائے گا زمین میں پناہ کے لیے بہت جگہ اور کشادہ روزی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ (سورہ عنکبوت آیت ۵۶)۔ اے میرے بندو جو ایمان لا چکے ہو بیشک میری زمین بڑی کشادہ ہے سو صرف میری عبادت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَۃِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (سورہ نحل ۴۱)۔اور جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر
(طرح طرح کے) ظلم توڑے گئے، تو ہم ضرور ان کو دنیا میں بھی بہتر ٹھکانا دیں گے؛ اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے؛
کاش یہ جان لیتے۔

کفار نے جب طرح طرح کی بے حد تکلیفیں دینی شروع کردیں تو نبی ﷺ نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم
دیا تفرقوا فی الارض فان اللہ سیجمعکم قالوا الی این نذھب قال الی ھنا و اشار بیدہ الی
ارض الحبشہ (رواہ عبدالرزاق عن معمر عن الزہری، عیون الاثر ج ا ص ۱۱۵)۔تم اللہ کی زمین پر کہیں چلے جاؤ، یقینا
اللہ تعالیٰ تم سب کو عنقریب جمع کریگا۔صحابہ نے عرض کیا کہاں جائیں؟ آپنے ملک حبش کی طرف اشارہ فرمایا۔کیونکہ اس
ملک کا نجاشی بادشاہ جو عیسائی تھا مگر بڑا رحم دل تھا۔

حبشہ کی جانب پہلی بار ہجرت کرنے والوں کے نام: اسی حکم کے مطابق گیارہ مردوں اور پانچ عورتوں نے
حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی اور ان مہاجرین کے نام یہ ہیں: (۱) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (۲) عبدالرحمن بن عوف
رضی اللہ عنہ (۳) ابوحزیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ (۴) زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ (۵) مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (۶) ابو
سلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ (۷) عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ (۸) عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ (۹) سہیل بن
بیضا رضی اللہ عنہ (۱۰) ابوسیرہ بن ابی رہم عامری رضی اللہ عنہ (۱۱) حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہم (فتح الباری
ص ۱۴۳ ج ۷، عیون الاثر ص ۱۱۵ ج ۱)

دختران اسلام کی ہجرت: (۱) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا یعنی رسول ﷺ کی صاحبزادی اور حضرت عثمان کی زوجہ
محترمہ حبشہ کی طرف حجرت کرنے والوں میں شامل تھیں۔رسول کریم ﷺ نے حضرت عثمان وحضرت رقیہ کے بارہ
میں فرمایا تھا اِنَّهُمَا اَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعْدَ اِبْرَاهِيْمَ وَلُوْطٍ دلائل نبوت للبیہقی جلد ۲ ص
(۲۹۷) ابراھیم اور لوط علیہما السلام کے بعد پہلا خاندان ہے جو اللہ کے راستے میں حجرت کررہا ہے۔دوسری روایت میں
ہے اِنَّ عُثْمَانَ اَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ بَعْدَ بِاَهْلِهٖ لُوْطٍ بیشک عثمان سب سے پہلے میں جنہوں نے حضرت لوط کے بعد معہ
اپنی اہلیہ کے ہجرت کی۔

(۲) سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا ابوحزیفہ کی بیوی (۳) ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا۔ابوسلمہ کی بیوی جو ابوسلمہ کی
وفات کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں (۴) لیلی رضی اللہ عنہا بنت ابی حثمہ عامر بن ربیعہ کی بیوی (فتح
الباری ص ۱۴۳ ج ۷) (۵) ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت سہیل بن عمر ابوسیرۃ کی بیوی (عیون الاثر)۔

یہ نفوس قدسیہ ایک تجارتی جہاز کے ذریعہ سے بآسانی حبشہ پہنچ گئے تھے۔اور تقریبا تین ماہ رجب سے لے کر شوال تک
وہاں امن وامان اور عافیت کے ساتھ رہے۔

غلط اخواہ پر حبشہ سے واپسی: اور شوال میں یہ خبر سن کر کہ اہل مکہ مسلمان ہوگئے حبشہ سے واپس آگئے مکہ کے قریب
پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے۔اب یہ لوگ سخت کشمکش میں پڑے لہٰذا کوئی چھپ کر اور کوئی کسی کی پناہ لے کر مکہ میں
داخل ہوا۔

سورہ نجم کی تلاوت: اس غلط خبر ملنے کی وجہ سے یہ تھی کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے مشرکوں کے سامنے حرم میں
سورہ نجم کی تلاوت فرمارہے تھے۔جب آپ اس آیت پر پہنچے اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ
الْاُخْرٰى کیا تم نے لات وعزی اور ایک اور تیسرے منات بت کو نہ دیکھا۔تو شیطان نے مشرکوں کے کانوں میں یہ
آواز پہنچائی تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى وہ بلند مرتبہ بت ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے۔
پھر رسول اللہ نے سورہ نجم میں سجدہ فرمایا۔اور کفار نے امیہ بن خلف جمحی کے سواء مسلمانوں کی موافقت میں سب نے
سجدہ کیا پھر مشرکین خوش ہوکر کہنے لگے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بتوں کی طرف لوٹ آئے۔اس واقعہ سے نبی
کریم ﷺ کو حزن وملال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تسلی کی خاطر کیلئے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ
رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ
اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (سورہ حج ۵۲)۔اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی مگر اس
کے ساتھ یہ ہوا کہ جب اس نے کچھ پڑھا تو ڈال دیئے شیطان نے اس کے پڑھنے میں (شکوک)، دوسروں کے دلوں
میں، پس مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ جو دخل اندازی شیطان کرتا ہے۔پھر پختہ کردیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو اور اللہ تعالیٰ
سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے۔

اس آیت میں لفظ تمنی بمعنی تلاوت کے علاوہ اور معانی بھی اَتے ہیں۔ مثلاً تمنی اس نے ارادہ کیا۔ اس نے دل میں ہدایت کی خواہش کی۔ اس نے کسی چیز کے حصول میں رغبت اور محبت کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (نجم)۔ وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے بلکہ وہ کلام فرماتے ہیں جو وحی کی جاتی ہے۔ زبان مصطفیٰ ایسے کلمات کہنے سے پاک ہے۔

اللہ کے نیک بندوں پر شیطان غالب نہیں آسکتا: خیال رہے کہ شیطان کا تسلط اور غلبہ، اللہ کے مقبول بندوں پر نہیں ہوسکتا۔ نہ تو پیغمبروں جیسی آواز نکال سکتا ہے اور نہ غالب آسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ (سورہ الحجر ۱۵:۴۲) بلاشبہ میرے بندے نہیں ہے تیرے لئے ان پر کوئی غلبہ نہیں مگر گمراہوں پر میں سے جس نے تیرا اتباع کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ (سورہ النحل ۹۹، ۱۰۰) بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں پر اس کا کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور وہ صرف اَپنے رب پر توکل کرتے ہیں اس کا زور تو صرف ان پر چلتا ہے جو دوست بناتے ہیں اس کو اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (سورہ ص ۸۲، ۸۳)، شیطان نے کہا اس نے کہا، تو قسم ہے تیری عزت کی! میں ضرور بالضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے وہ بندے جو خالص کئے ہوئے ہیں۔

اور یہ سورۂ مبارکہ مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی تھی۔ ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں پر شیطان کا زور نہیں چلتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے تمام بندوں (نبیوں اور رسولوں) کے سردار ہیں ان پر کیسے زور چل سکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی ولادت: نبوت کے پانچویں یا چوتھے سال حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی مکہ میں ولادت ہوئی اور ان کی والدہ کا نام رمان ہے اور اسی طرح حافظ مغلطائی وغیرہ نے فرمایا ہے جیسا کہ مواھب الدنیہ میں ہے (تاریخ الخمیس ۳۸۸)

۶ بعثت نبوی

دوسری بار ہجرت حبشہ: اور واپس انے والوں نے جب دیکھا کہ مکہ میں کہ مسلمانوں پر اسی طرح ظلم ہورہا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری مرتبہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ نبوت کے چھٹے سال واَپس آنیوالے جو مہاجرین تھے، انہوں نے دوسری بار ہجرت کی۔ اور دیگر صحابہ اکرام بھی ہجرت پر مجبور ہوگئے اور ان کی مجموعی تعداد تقریبا ۸۶ مرد اور ۱۷ عورتیں تھی۔ اور بعض روایت کے مطابق ان مہاجرین کی تعداد ۱۰۳ تھی جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مہاجرین حبشہ کے اسماء گرامی: (۱) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (۲) جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۳) عمرو بن سعد بن العاص رضی اللہ عنہ (۴) خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے بھائی (۵) عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ (۶) عبیداللہ بن جحش جو حبشہ جاکر نصرانی ہوگئے اور نصرانیت ہی پر مرگیا (۷) قیس بن عبداللہ۔ (۸) معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی رضی اللہ عنہ (۹) عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ (۱۰) زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (۱۱) ابوحزیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ (۱۲) اسود بن نوفل رضی اللہ عنہ (۱۳) یزید بن زمعہ رضی اللہ عنہ (۱۴) رمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ (۱۵) طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ (۱۸) جہم بن قیس رضی اللہ عنہ (۱۹) عمرو بن جہم یعنی جہم بن قیس کے بیٹے (۲۰) خزیمہ بن جہم کے دوسرے بیٹے (۲۱) ابوالروم بن عمیر یعنی مصعب بن عمیر کے بھائی (۲۲) فراس بن النضر رضی اللہ عنہ (۲۳) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (۲۴) عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۲۵) مطلب بن ازہر رضی اللہ عنہ (۲۶) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۲۷) عتبۃ بن مسعود رضی اللہ عنہ یعنی عبداللہ بن مسعود کے بھائی (۲۸) مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ (۲۹) حارث بن خالدؓ رضی اللہ عنہ (۳۰) عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ (۳۱) ابوسلمۃ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ (۳۲) شماس جن کو عثمان بن عبدالشرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (۳۳) ھبار بن سفیان بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ (۳۴) عبداللہ بن سفیان رضی اللہ عنہ ھبار کے بھائی (۳۵) ہشام بن ابی حزیفہ رضی اللہ عنہ (۳۶) سلمۃ بن ہشام رضی اللہ عنہ (۳۷) عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ (۳۸) معتب بن عوف رضی اللہ عنہ (۳۹) عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ (۴۰) سائب بن عثمان رضی اللہ عنہ (۴۱) قدامتہ مظعون رضی اللہ عنہ (۴۲) عبداللہ بن مظعوں قدامتہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ یہ دونوں سائب کے چچا

ہیں(۴۳)حاطب بن الحارث رضی اللہ عنہ (۴۴)محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ(۴۵)حارث بن حاطب یعنی حاطب کے دنوں بیٹے(۴۶)خطاب بن الحارث یعنی حاطب بن الحارث کے بھائی(۴۷)سفیان بن عمر رضی اللہ عنہ(۴۸)جابر بن سفیان رضی اللہ عنہ(۴۹)جنادہ بن سفیان رضی اللہ عنہ یعنی سفیان کے بیٹے حسنہ کے بطن سے (۵۰)شرجبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ یعنی جابر اور سفیان کے اخیانی بھائی(۵۱)عثمان بن ربعیہ رضی اللہ عنہ(۵۲)خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ (۵۳)قیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ(۵۴)عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ (۵۵)عبداللہ بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ(۵۶)ہشام بن العاص سہمی رضی اللہ عنہ(۵۷)اوقیس بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ(۵۸)حارث بن الحارث بن قیس سہمی رضی اللہ عنہ(۵۹)معمر بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ(۶۰)بشر بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ(۶۱)سعید بن عمرو سہمی رضی اللہ عنہ بشر بن الحارچ کے اخیانی بھائی(۶۲) سعید بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ(۶۳)سائب بن الحارث سہمی رضی اللہ عنہ(۶۴)عمیر بن رماب سہمی رضی اللہ عنہ(۶۵)محمیۃ بن جزء رضی اللہ عنہ(۶۶)معمر بن عبداللہر ضی اللہ عنہ (۶۷)عروۃ بن عبدالعزی رضی اللہ عنہ(۶۸) عدی بن نضلہ رضی اللہ عنہ(۶۹)نعمان بن عدی رضی اللہ عنہ یعنی عدی بن نضلہ کے بیٹے(۷۰)عامر بنر بعیہ رضی اللہ عنہ(۷۱)ابوسبرۃ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ(۷۲)عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ(۷۳)عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ(۷۴)سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ(۷۵)سکران بن عمرو یعنی سلیط کے بھائی(۷۶)مالک بن ربعیہ رضی اللہ عنہ (۷۷)ابوطالب بن عمرو رضی اللہ عنہ(۷۸)سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ (۷۹)ابوعبیدۃ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ(۸۰)سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ(۸۱)عمرو بن ابی سرح رضی اللہ عنہ(۸۲)عیاض بن زہیر رضی اللہ عنہ(۸۳)عمرو بن الحارث بن زہیر رضی اللہ عنہ(۸۴)عثمان بن عبدغنم رضی اللہ عنہ(۸۵)سعد بن عبدقیس رضی اللہ عنہ(۸۶)حارث بن عبدقیس رضی اللہ عنہ

مہاجرات صحابیات کے اسماء گرامی: (۱)رقیہ بنت رسول ﷺ(۲)اسماء بنت عمیس حضرت جعفر کی بیوی جن کے بطن سے عبداللہ بن جعفر حبشہ میں پیدا ہوئے(۳)فاطمہ بنت صفوان زوجہ عمرو بن سعید(۴)امینہ بنت خلف زوجہ خالد(۵)ام حبیبہ بنت ابی سفیان زوجہ۔۔۔۔(۶)بکۃ بنت یسار زوجہ قیس(۷)مطلب بن ازہر مع زوجہ ام حرملہ بنت عبدالاسود(۸)مطلب بن ازہر مع بیوی رملہ بنت عوف(۹)حارث بن خالدؒ مع بیوی ریطہ بنت حارث بن حبلہ جن سے

ارض حبشہ میں موسیٰ اور عائشہ اور زینب اور فاطمہ پیدا ہوئے(۱۰)ابوسلمۃ بن عبدالاسد مع زوجہ ام سلمہ سے حبشہ میں زینب پیدا ہوئیں جو ابوسلمہ کی وفات کے(۱۲)حاطب بن الحارث مع بیوی فاطمہ بنت مبلل(۱۳)خطابن الحارث مع فکھیہ بنت یسار(۱۴)سفیان بن عمر مع بیوی حسنہ(۱۶)سکران بن عمرو مع بیوی سودہ بنت زمعہ(۱۷)مالک بن ربعیہ مع بیوی عمرہ بنت سعدی(سیرۃ ابن ھشام ج ۱ ص ۱۱۱ تا ص ۱۱۴، عیون الاثر ج ۱ ص ۱۱۶)۔اور ان کے سردار اور امیر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

کفار کا حبشہ کی طرف بطور شکایت وفد بھیجنا: جب مسلمان مہاجرین حبشہ میں آرام سے سکون سے رہنے لگے تو کفار مکہ کو یہ بات پسند نہ آئی تو انہوں نے ایک وفد تحائف کے ساتھ عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربعیہ کی سرکردگی میں نجاشی بادشاہ کے دربار میں بھیجا، یہ اَپنے ارادے کے مطابق تحائف لے کر نجاشی کے دربار میں پہنچ گئے۔اور انہوں نے مہاجرین کے بارے میں شکایت کی، کہ وہ ہمارے نکالے ہوئے ہیں، ان کو امان نہ دینا ان کو پناہ نہ دینا اور ان کو واپس کر دینا اور یہ بھی کہا کہ مکہ میں ایک شخص پیدا ہوا جو نیا دین لے کر آیا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ نجاشی بادشاہ نے یہ سن کر مہاجرین کو اَپنے دربار میں بلایا ہے تاکہ ان سے اس الزام کا جواب لیا جائے، مسلمان مہاجرین کی طرف سے حضرت جعفر طیار دربار میں پہنچے اور ایک ایمان افروز تقریر کی اور ان کے سارے الزامات کے جوابات دے دئے، اور سورۂ مریم شریف کی تلاوت فرمائی۔ نجاشی اور اس کے درباری سب سن کر رو بڑے اور متاثر ہوئے جس کی وجہ سے مسلمان مہاجرین وہاں امن سے رہنے لگے۔ کفار کے وفد نے دوبارہ بھی مہاجرین کو وہاں سے نکلوانے کی جکوشش کی مگر وہ اس میں ناکام رہے اور ان دوبارہ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان غنی اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ بھی تھیں۔

مہاجرین حبشہ کی واپسی: جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی تو حبشہ کے مہاجرین میں سے بعض حضرات فوراً واپس مدینہ منورہ آ گئے تھے۔ اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور دیگر بعض مہاجرین وہاں ہی رہ گئے تھے۔ پھر بعد میں وہ فتح خیبر کے موقع پر مدینہ منورہ واپس آئے۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے معانقہ فرمایا اور حضرت جعفر کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور فرمایا میں نہیں بتا

سکتا، کہ فتح خیبر سے مجھے آج زیادہ خوشی ہے یا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب کے آنے سے (بخاری باب ہجرت مدینہ)۔

حبشہ کا شاہ نجاشی ایمان لایا تھا اور ان کی وفات کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مدینہ منورہ میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی تھی (بخاری تیسیر القاری ج ۳ ص ۵۲۳ کتاب المناقب)۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح: حضرت ام حبیبہ دختر ابوسفیان عبید اللہ بن جحش کی زوجہ تھی۔ عبد اللہ کا حبشہ ہی میں انتقال ہوا۔ آپ نے ابرہ کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ ان کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دیں تو نجاشی نے ان کا نکاح کر دیا۔ چار سو اشرفی حق مہر مقرر کیا پھر بہت سے ساز و سامان کے ساتھ مہاجرین کی واپس ہونے والی جماعت کے ساتھ مدینہ روانہ کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق کی والدہ کا ایمان لانا: حضرت ام الخیر سلمٰی بنت صخر قرشی تمیمی اسی سال حلقہ ایمان میں داخل ہوئیں آپ حضرت ابوبکر صدیق کی والدہ ہیں۔ آپ اس وقت ایمان لائیں جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم میں پزیر تھے (بذل القوۃ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین کی خاطر سب سے زیادہ ستایا گیا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا** (سورہ فرقان ۴۱) یہ لوگ جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہارا مزاق بنا لیتے ہیں (کہتے ہیں) کیا یہ شخص ہے جس سے خدا نے رسول بنا کر بھیجا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ (ایک دن) جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور وہاں (بیت اللہ کے پاس) قریش (کے سردار) کا ایک گروہ مجلس جمائے بیٹھا تھا۔ اچانک ان میں سے کسی نے کہا کہ تم میں سے کون جو فلاں محلہ اور قبیلہ میں جائے اور ان کے ذبح شدہ اونٹ کی غلاظت سے بھری ہوئی اوجھری اس کا خون اور اس کا پوست اٹھا لائے پھر ٹھہرا رہے، اور جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں جائیں تو وہ ان سب چیزوں کو ان کے دونوں مونڈھوں کے درمیان ڈال دے۔ (یہ سن کر) ایک انتہائی بدبخت شخص (عقبہ بن ابی معیط یا ابوجہل) اٹھا (اور یہ سب چیزیں لے کر آ گیا)۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ان گندی چیزوں کا بوجھ اٹھا نہ سکے اور) سجدے میں پڑے رہ

گئے، وہ بدبخت یہ دیکھ کر ہنسنے اور ٹھٹھا مارنے لگے۔ اس ہنسی میں اس قدر بدحال ہوئے اور ہنستے ہنستے ایک دوسرے پر گر گئے۔

اسی دوران کسی شخص نے جا کر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا، فاطمہ رضی اللہ عنہا دوڑتی ہوئی تشریف لائیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک (ان غلاظتوں میں دبے ہوئے) سجدہ میں پڑے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان تمام چیزوں کو آپ کی پشت پر سے اٹھا کر پھینکا اور ان بدبختوں کی طرف متوجہ ہو کر ان کو برا بھلا کہنے لگیں۔

دعاءِ ضرر کرنا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو دعاء (ضرر) کی: اے اللہ تو قریش کو پکڑ لے، (یعنی مشرکین قریش کو ہلاک و برباد فرما)۔ تین بار آپ نے یہ دعا فرمائی۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے کچھ تین بار مانگا کرتے۔ پھر عمومی طور پر قریش کے حق میں بددعا فرمانے کے بعد خاص طور سے ان ازلی بدبختوں کا نام لے کر یوں بددعا فرمائی: اے اللہ تو عمرو بن ہشام (ابوجہل) کو عتبہ بن ربیعہ اور شبیہ بن ربیعہ (دونوں بھائیوں) کو ولید بن عتبہ کو، امیہ ابن خلف کو، عقبہ بن معیط اور عمارہ بن ولید کو پکڑ لے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (یہ روایت بیان کر کے) کہا کہ اللہ کی قسم میں نے جنگ بدر کے دن ان سب مشرکین کو ہلاک شدہ زمین پر پڑے دیکھا۔ پھر انہیں گھسیٹ کر ایک کنوئیں میں، جو مقام بدر کا کنواں تھا پھینک دیا گیا۔ اور (اس وقت) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ان لوگوں کو جو کنوئیں میں پھینکے گئے ہیں، ملعون قرار دے دیا گیا ہے (مشکوۃ بحوالہ بخاری و مسلم)۔ قریش کے ان سرداروں کا جنگ بدر میں برا انجام ہوا اور عبرت ناک سزا دی گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ عقبہ بن ابی معیط بدر میں قتل نہیں ہوا تھا۔ بلکہ بدر سے ایک منزل سفر کرنے کے بعد مارا گیا تھا۔ اور امیہ بن خلف کو کنویں میں نہیں پھینکا گیا تھا، اور عمارہ بن ولید حبش میں جا مرا تھا (انوار محمدیہ)۔ بعض ان میں سے جنگ بدر میں نہیں مارے گئے تھے۔ اس لئے تغلیباً سب کا ذکر کیا گیا ہے۔

عقبہ بن ابی معیط کی گستاخی: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، کہ مشرکین نے جو سب سے سخت سلوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا، مجھے اس کے بارے میں بتائیے؟۔ انہوں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے آپ کی

گردن میں کپڑا ڈال کر پوری طاقت کے ساتھ گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اسے کندھوں سے پکڑ کر نبی ﷺ سے پرے کیا۔ اور فرمایا: اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ (سورہ غافر ۲۸) کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے (بخاری کتاب المناقب)۔

ابوجہل کی شرارت پر قدرت کی طرف سے گرفت: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ابوجہل نے کہا کیا محمد ﷺ تمہارے سامنے اپنا چہرہ خاک آلود کرتے ہیں (سجدہ کرتے ہیں)۔ انہوں نے کہا ہاں ابوجہل نے کہا، لات وعزی کی قسم۔ اگر میں اسے اس طرح کرتے ہوئے، دیکھوں تو اس کی گردن کچل ڈالوں گا اور اس کا چہرہ خاک آلود کر دوں گا۔ پھر وہ آیا اور نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس کا مقصد آپ کی گردن مبارک کو کچلنا تھا۔ قریش نے اچانک دیکھا کہ وہ پیچھے کی طرف ہٹ رہا ہے، اور اپنے ہاتھوں کے ذریعے بچنا چاہتا ہے۔ پوچھا گیا تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا میرے اور ان (ﷺ) کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے۔ پرندوں کے بازو ہیں اور خوفناک منظر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو اچک لیتے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نازل فرمایا (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۳ حدیث ۲۷۹۷)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی، ہاں ہاں بے شک انسان سرکشی کرتا ہے۔ آپ کو ایذا رسانی کے مختلف طریقے کفار نے اختیار کئے مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (سورہ فتح) کافروں پر سخت اور آپس میں ہمدرد۔ بعض کے نزدیک حضرت حمزہ نبوت کے دوسرے سال ایمان لائے اور (اسد الغابہ) زیادہ روایات میں یہی آتا ہے کہ نبوت کے چھٹے سال حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ آپ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بڑی قوت حاصل ہوئی دار ارقم بن ابی ارقم میں جا کر ایمان لائے اور ان کے ایمان لانے سے کفار کو مایوسی ہوئی۔ اور مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی اور آپ کے اسلام لانے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفا کی پہاڑی پر تشریف فرما تھے۔ ابوجہل کا ادھر گزر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس کے سینے میں بغض وعناد کا جو لاوا سلگ رہا تھا پھٹ پڑا۔ اس نے سب وشتم کے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ حلم ووقار کے

اس کوہ گراں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس بے اعتنائی پر ابوجہل کا غصہ اور تیز ہو گیا اس کے ہاتھ ڈنڈا تھا۔ اس نے اس سے مارنا شروع کیا۔ پے در پے ضربوں سے جسم نازک واطہر سے خون رسنے لگا، لیکن اس پیکر تسلیم ورضا نے صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا اور اُف تک نہ کی۔ دل کا غبار نکال کر ابوجہل اتراتا ہوا اپنے مداحوں کی اس محفل میں جا بیٹھا جو صحن حرم میں اس کے قبیلہ والوں نے منعقد کی ہوئی تھی۔

اس کے چلے جانے کے بعد رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی خاموشی سے اپنے گھر تشریف لے گئے۔ عبداللہ بن جدعان کا گھر کوہ صفا کے قریب تھا۔ اس کی ایک لونڈی نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس روز جنگل میں شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ چاشت کے وقت ایک کامیاب شکاری کی طرح شاداں وفرحاں واپس آ رہے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ شکار سے واپسی پر پہلے حرم شریف میں حاضری دیتے، بیت اللہ شریف کا طواف کرتے پھر صحن حرم میں رؤسا قریش نے اپنی اپنی محفلیں جہاں جما رکھی ہوتی تھیں وہاں جاتے سب سے علیک سلیک کرتے۔ مزاج پرسی کرتے تب گھر واپس جاتے۔ اس روز بھی اسی ارادہ سے وہ حرم شریف کی طرف جا رہے تھے، کوہ صفا کے پاس سے گزر ہوا۔ عبداللہ بن جدعان کی جس کنیز نے ابوجہل کی تعدی کا دلخراش منظر دیکھا تھا وہ ان کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی اور کہا: اے ابوعمارہ! آج تیرے بھتیجے کے ساتھ ابوجہل نے یہ وحشیانہ سلوک کیا ہے۔ پہلے گالیاں دیتا رہا جب حضور نے خاموشی اختیار کئے رکھی پھر مار مار کر لہولہان کر دیا۔

یہ سن کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ غصہ سے آگ بگولہ ہو کر ابوجہل کی تلاش میں آگے بڑھے۔ آج ان کی کیفیت ہی نرالی ہے نہ کسی پرسش احوال کر رہے ہیں، نہ کسی محفل میں کھڑے ہو کر سلام کہہ رہے ہیں۔ ابوجہل کی تلاش میں سیدھے آگے بڑھے چلے جاتے ہیں، آخر کار آپ کی نظر ابوجہل پر پڑ گئی جو اپنے اہل قبیلہ کی محفل میں بڑی تمکنت سے بیٹھا ہے۔ لوگ سراپا ادب بن کر اس کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے ہیں۔ آپ اس مجمع میں گھس گئے۔ اپنی کمان سے اس مردود کے سر پر پے در پے ضربیں لگائیں کہ خون کا فوارہ پھوٹ نکلا اور غصہ سے گرجتے ہوئے کہا: اے ابوجہل تیری یہ مجال ہے کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں نکالے، حالانکہ میں نے اس کا دین قبول کر لیا ہے۔ اگر تجھ میں ہمت ہے تو آ، اور مجھے روک کر دیکھ۔

بنو مخزوم قبیلہ کے لوگ اپنے سردار کی اس رسوائی پر سیخ پا ہو گئے اٹھے کہ حمزہ سے اس کا بدلہ لیں۔ ابوجہل بڑا کائیاں تھا۔ وہ

جانتا تھا کہ حمزہ جیسے شیر دل کا مقابلہ ان لومڑیوں سے نہیں ہو سکے گا خواہ مخواہ کئی جانیں ضائع ہوں گی۔ اَپنے قبیلہ والوں کو کہا کہ: ابوعمارہ (حمزہ) کو کچھ نہ کہو۔ بخدا میری غلطی ہے کہ میں نے اس کے بھتیجے سے بدکلامی کی ہے۔

رشتہ داری کے جوش میں یہ سب کچھ ہوگیا۔ ابوجہل سے اَپنے پیارے بھتیجے کا انتقام بھی لے لیا اور اَپنے مسلمان ہونے کا اعلان بھی کر دیا۔ لیکن جب گھر واپس آئے تو نفس امارہ نے ملامت کرنا شروع کر دی اے حمزہ! تو نے کیا کیا؟ فرط غضب میں تو اتنا دور چلا گیا، کہ اَپنے آبا ؤ اجداد کے عقیدے کو بغیر سوچے سمجھے ترک کر دیا اور ایک نئے دین کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ تو نے جلد بازی میں بڑا غلط فیصلہ کیا ہے۔ حمزہ گومگو کے عالم میں ہیں۔ انہیں کچھ سمجھ نہیں آیا۔ ساری رات بڑے قلق و اضطراب میں کٹی۔ ایسی پریشان رات انہوں نے آج تک نہیں گزاری تھی۔ اور ایسے ذہنی کرب سے انہیں کبھی پالا نہیں پڑا تھا۔ جب صبح ہوئی تو بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: اے میرے بھتیجے! میں ایک ایسی مشکل میں گرفتار ہو گیا ہوں، جس سے نکلنے کا راستہ میں نہیں جانتا۔ اور ایسی بات پر میرا قائم رہنا بڑا مشکل ہے جس کے بارے میں مجھے یہ علم نہیں کہ یہ ہدایت ہے یا گمراہی۔ اس لئے مجھے اس بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے۔ میرے بھتیجے! میری خواہش ہے کہ آپ اس سلسلہ میں گفتگو کریں۔

عقل و دل و نگاہ کے مرشد کامل نے حمزہ رضی اللہ عنہ کے بے تاب دل کی طلب پر توجہ فرمائی اور بڑے دلنشین انداز میں اسلام کی صداقت و حقانیت کے بارے میں چند ارشادات فرمائے۔ وَيُزَكِّيْهِمْ (اور انہیں پاک کرتے ہیں) کی شان والے نبی کی نگاہ التفات کی دیر تھی۔ کہ سارے حجابات اٹھ گئے ساری ظلمتیں کافور ہوگئیں۔ شک و شبہہ کا غبار چھٹ گیا۔ دل کی دنیا نور ایمان سے جگمگ جگمگ کرنے لگی۔ اور عرض کی اَشْهَدُ اَنَّكَ لَصَادِقٌ میں دل گہرائیوں سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں۔

اے میرے بھائی کے فرزند! آپ اَپنے دین کا اظہار فرماتے رہئے۔ بخدا! میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ مجھے ہر وہ نعمت دے دی جائے جس پر آسمان سایہ فگن ہے تاکہ میں اَپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جاؤں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے عالم کفر پر ایک رعب طاری ہو گیا۔ بے آسرا مسلمانوں پر ان کی ستم رانیوں میں بڑی حد تک کمی آگئی (ضیاء النبی ج ۲ ص ۲۵۲ بحوالہ سبل الھدی ج ۲ ص ۴۴۴)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا: حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے تین دن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ دار

ارقم بن ابی ارقم میں جا کر ایمان لائے اور ان کے ایمان لانے سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی۔ اسلام کا ایک نیا دور شروع ہوگیا۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۳۳ سال کے تھے۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو آپ اہل ایمان کے سخت دشمن تھے۔ ہر کلمہ گو کو سخت مارتے تھے۔ ایک دن تلوار لے کر نعوذ باللہ، محمد ﷺ کے قتل کے ارادے سے ان کی طرف چلے۔ کارکنان قضا نے کہا آمدٗ آں یارے کہ مخواستیم کہ وہ دوست آیا ہے جس کو میں چاہتا ہوں۔ راستہ میں نعیم بن عبد اللہ مل گئے۔ ان کے تیور دیکھ کر بولا۔ کیا بات ہے؟ کہا محمد ﷺ کو قتل کرنے جارہا ہوں۔ اس نے کہا، پہلے اَپنے گھر کی خبر تو لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ غصے میں جا کر ان کی خبر لی۔ مگر آخر دل نرم ہوگیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔ نبی پاک ﷺ کی دعا کی قبولیت ظاہر ہوئی، کیونکہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے یوں دعا فرمائی تھی اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ فَاَصْبَحَ عُمَرُ فَغَدَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَسْلَمَ (مشکوۃ بحوالہ احمد ترمذی)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ اسلام کو عزت دے۔ ابوجہل بن ہشام سے یا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی تو نبی ﷺ کے پاس گئے اور اسلام لائے پھر مسجد میں ظاہرا (سامنے) نماز پڑھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کیلئے خصوصی دعا کی گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ سے کہا، یا رسول اللہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے آسمان والوں کو بھی خوشی ہوئی ہے (مواہب لدنیہ)۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورہ الانفال: ۶۴) اے نبی! آپ کو اللہ تعالیٰ اور آپ کی اتباع کرنے والے مومن کافی ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے تھے۔ ہم میں اتنی قوت بھی نہ تھی کہ ہم کعبہ کے پاس نماز ادا کر سکیں حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سعادت اسلام سے بہرہ اندوز ہو گئے جب وہ اسلام لے

آئے تو انہوں نے قریش کے ساتھ لڑ کر کعبہ معظّمہ کے پاس نماز عداء کی ۔ہم نے بھی نماز عداء کی ۔حضرت عمر نے مہاجرین حبشہ کے روانہ ہونے کے بعد اسلام قبول کیا السیر ۃ النبویۃ ابن ھشام اس وقت نبی کریمؐ دار ارکرم میں مقیم تھے اور ۳۹ صحابہ آپ کے ہمراہ تھے حضرت عمر کے اسلام لانے سے چالیس ہو گئے ۔اور آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو تقویت حاصل ہوئی

جناب ابو طالب کی حمایت: قبیلہ بنی ھاشم کے سردار اعلیٰ جناب ابو طالب تھے ۔کفار مکہ نے جب دیکھا ایمان سے روکنے کے باوجود اسلام روز بروز اور دن بدن پھیلتا جا رہا ہے، تو رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کی تیاریاں کرنے لگے ۔اور کفار نے بااصرار یہ مطالبہ کیا، کہ اے جناب ابو طالب یا تو محمد ﷺ کو ہمارے حوالہ کر دیں یا ان کی حمایت کرنا ترک کریں، یا محمد ﷺ کو ہمارے بتوں کو برا کہنے سے روکیں ۔جناب ابو طالب نے ان کی کوئی بات نہ مانی ۔اور کفار قریش کا مقصد تو دراصل رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ شہید کرنا تھا کہ ان ہی کی وجہ سے اسلام پھیلتا جا رہا تھا ۔جناب ابو طالب اور دیگر ھاشمی خاندان کے افراد نبی ﷺ کو بوجہ رشتداری کے کفار قریش کے حوالہ کر دینا ہر گز نہیں چاہتے تھے ۔کیونکہ جناب ابو طالب تو نبی ﷺ کو اپنی جان اور اولاد سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے ۔لیکن وہ اس کے باوجود اپنے ابائی دین پر قائم تھے اور ان کے اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے ۔اور رسول ﷺ کی حمایت کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت ودیعت تھی ۔اگر آپ مسلمان ہوتے تو کفار کے دلوں میں سے آپ کی وہ وجاہت وعظمت نہ رہتی اور نہ آپ سے کسی قسم کا خوف خطرہ محسوس کرتے ۔اور آپ پر لوگ دست درازی کرتے اور چرب زبانی سے کام لیتے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ (سورہ قصص ۶۸) آپ کا پروردگار پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے (جو چاہتا ہے) ۔اللہ تعالیٰ نے قسما قسم اور طرح طرح کی مخلوق پیدا فرمائی ہے (السیر ۃ النبویۃ لابن کثیر مختصرا) ۔

۷ بعثت نبوی

اہل ایمان کی دلجوئی: مشرکین چاہتے تھے کہ ایمان لانے والے نبی کریم ﷺ کے پاس نہ بیٹھے جب ہم مجلس میں حاضر ہوں تو ان کو نکال دیں ۔اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کی دل جوئی فرمائی جنہوں نے دنیا کی زیب وزینت کو طرق کر دیا

اور دامن مصطفیٰ کریم ﷺ سے وابستہ ہو گئے تھے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ (سورۃ الانعام ۵۲)، ترجمہ: اور نہ ہٹاؤ انہیں جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام طلبگار رہیں (فقط) اس کی رضا کے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (سورہ کہف ۲۸) ۔ترجمہ: اور روکے رکھئے اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام طلب گار رہیں اس کی رضا کے اور نہ ہٹیں آپ کی نگاہیں ان سے، کیا آپ چاہتے ہیں دنیوی زندگی کی زینت ۔

حضرت عبداللہ بن مکتوم کا واقعہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور مجاھد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کی مجلس شریف میں اشراف قریش کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ۔ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربعیہ، امیہ بن خلف وغیرہ ۔تو آپ ان کو دعوت اسلام دے رہے تھے اسی دوران عبداللہ ابن ام مکتوم (حضرت خدیجہ کے ماموں کے بیٹے) آ گئے اور وہ نہ دیکھ سکے کہ آپ مصروف گفتگو ہیں اور ان کو قرآن سناتے ہیں تو کہنے لگے یا رسول اللہ أَرْشِدْنِي عَلِّمْنِي مِمَّا عَلَّمَكَ (اے اللہ کے رسول میری راہنمائی فرمایئے مجھے اس کا علم کا سکھایئے جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے) ۔تو یہ بات آپ پر شاق گذری اور بوجہ مشغولیت کے توجہ مبذول نہ فرمائی عام نفع کو خاص نفع پر مقدم کرتے ہوئے تو سورہ عبس کی یہ آیات نازل ہوئیں ۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ ۔ أَن جَاءَهُ الْأَعْمَىٰ ۔ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ۔ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ ۔ أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ۔ فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ ۔ وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَىٰ ۔ وَهُوَ يَخْشَىٰ ۔ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ۔ كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۔ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ۔ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۔ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ (سورۃ عبس)

ترجمہ: چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا، (اس وجہ سے کہ) ان کے پاس ایک نابینا آیا، اور آپ کیا جانیں شاید وہ پاکیزہ تر ہو جاتا یا وہ غور و فکر کرتا تو نفع پہنچاتی اسے یہ نصیحت ۔لیکن وہ جو پروا نہیں کرتا، آپ اس کی طرف تو توجہ کرتے ہیں ۔اور آپ پر کوئی ضرر نہیں اگر وہ نہ سدھرے ۔اور جو آپ کے پاس آیا ہے دوڑتا ہوا، اور وہ ڈر بھی رہا ہے، تو آپ اس سے بے رخی برتتے ہیں ۔ایسا نہ چاہیے تو نصیحت ہے سو ۔جس کا جی اسے قبول کر لے ۔ایسے صحیفوں میں (ثبت) ہے، جو معجزہ ہیں،

جو بلند مرتبہ پاکیزہ ہیں۔

نزول آیات کے بعد نبی ﷺ نے ان کو بلایا فَاَكْرَمَهٗ وَاسْتَخْلَفَهٗ عَلَى الْمَدِيْنَةِ ثَلَاثَ عَشَرَ مَرَّةً (تو آپ نے ان کی عزت کی اوران کو تیرہ مرتبہ مدینہ میں خلیفہ بنایا) اوران کو مدینے میں موذن بھی بنایا۔ جب بھی یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتے تو آپ ﷺ مرحبا کہتے اور فرماتے تمہارے بارے میں میرے رب نے مجھے عتاب (محبت) کیا ہے وَيَبْسُطُ رِدَاءَهٗ (اوران کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے تھے) (سبل الھدی مختصراج ۲ ص ۴۲۳)۔ اس میں عتاب محبت ہے۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے سورہ عبس کی تفسیر میں اس عتاب محبت کے سلسلہ میں سترہ فوائد بیان کئے ہیں ان کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

اور یہ سب باتیں امت کو تعلیم دینے کے لئے ہیں۔آپ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ مہربان اور باعث رحمت ہیں۔ آپ سب سے زیادہ پیار کرنے والے اور شفقت کرنے والے تھے۔آپ ہرگز کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ ہرایک کو دامن رحمت میں جگہ دیتے تھے۔

کفار کا معاشرتی بائیکات کرنا: جب قریش نے دیکھا کہ صحابہ کرام کی نظر میں نبی کریم ﷺ کی عزت واحترام بے حد کرتے ہیں اور جاں نثار کرتے ہیں اور حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا اسلام لانا اور حبشہ میں مسلمانوں کی توقیر اور قبائل عرب میں اسلام کی اشاعت دیکھی، تو نبی کریم ﷺ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔اور کفار کے اس فیصلے کی طرف اللہ کے اس ارشاد میں اشارہ ہے اَمْ اَبْرَمُوْا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ (سورہ زخرف ۷۹) کیا انہوں نے ایک بات کا تہیہ کر رکھا ہے تو ہم بھی تہیہ کئے ہوئے ہیں۔اور قریش نے ان کے ساتھ بیع وشری (خرید وفروخت کرنا)، نکاح وشادی کے تمام تعلقات ختم کردیئے۔

علامہ عمادالدین ابن کثیر لکھتے ہیں، علی اَنْ لَّا يَنْكِحُوْا اِلَيْهِمْ وَلَا يُنْكِحُوْهُمْ وَلَا يَبِيْعُوْهُمْ شَيْئًا وَلَا يَبْتَاعُوْا مِنْهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا لِذٰلِكَ كَتَبُوْهُ فِيْ صَحِيْفَةٍ ثُمَّ تَعَاهَدُوْا وَتَوَاثَقُوْا عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ عَلَّقُوا الصَّحِيْفَةَ فِيْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ تَوْكِيْدًا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ (البدایۃ والنہایہ ج ۳) اس شرط پر کہ نہ وہ اپنی لڑکی کا رشتہ انہیں دیں گے اوران کے بچوں کا رشتہ لیں گے۔نہ انہیں کوئی چیز فروخت کریں گے اور نہ ان سے کوئی چیز خریدیں گے۔اور جب سب ان باتوں پر متفق ہوگئے، توانہوں نے ایک صحیفہ میں لکھ دیا۔ پھر اس کی پابندی کا اس

میں پختہ وعدہ کیا۔اور پھر اسے کعبہ شریف کے اندر آویزاں کردیا۔تو ابوطالب کو اس کی خبر ملی سب کو اکٹھا کیا اور نبی کریم ﷺ کو اپنی پناہ میں لے لیا۔

توپھر قریش نے بنی ھاشم اور بنی عبدالمطلب سے بائیکاٹ کردیا۔پھر جناب ابوطالب، نبی ﷺ اور بنی ھاشم اور بنی عبدالمطلب کو لے کر شعب (درہ) بنی ھاشم میں ٹھہرے جس کو شعب ابی طالب بھی کہتے ہیں شعب کے معنی گھاٹی کے ہیں۔شعب ابی طالب کوہ ابوقبیس کی گھاٹیوں میں سے ایک تھی جس میں ابوطالب رہتے تھے آپ اس کا نام شعب علی ہے اور اسے سوق اللیل بھی کہا جاتا ہے (حاشیہ سیرت سرور عالم)۔ثم حصرت قریش رسول اللہ واھل بیتہ من بنی ھاشم وبنی مطلب ابن عبد مناف فی الشعب الذی یقال لہ شعب بنی ھاشم (تاریخ یعقوبی ص: ۳۰، ج: ۱) (قریش نے رسول اللہ اور ان کے خاندان بنو ہاشم وبنو مطلب بن عبدمناف کو اس شعب میں محصور کردیا جسے شعب بنی ہاشم کہا جاتا ہے)۔اور تین سال تک یا کم وبیش کا عرصہ اسی درہ میں محصور وقید رہے اور اس مدت میں بھوک پیاس اور دیگر بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔خاندان بنی ھاشم میں سے صرف ابولھب باہر رہا اور مخالفت کرتا رہا۔اور نبی ﷺ نے ابوطالب کو خبر دی تھی کہ معاھدہ کی تحریر میں اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے سوا سب ظلم اور قطع رحمی کی شرطیں دیمک نے چاٹ ڈالیں اور پھر بعض اشخاص کی کوششوں سے یہ بائیکاٹ ختم ہوا، تو محصورین کو نجات ملی۔اس معاھدہ کا کاتب منصور بن عکرمہ بن عامر بن ھاشم تھا، (یا بغیض بن عامر بن ھاشم یا نضر بن حارث تھا)۔اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی دعاء ضرر سے اس کا ہاتھ بے کار کردیا۔(السیرت نبویۃ لابن کثیر)۔محصوری کے زمانہ میں اہل ایمان نے بڑی بڑی تکلیفیں بھی برداشت کیں۔اور متعدد واقعات اور معجزات بھی ظاہر ہوئے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق کا اپنے گھر میں محصور رہنا: اس عرصہ میں جب نبی کریم ﷺ شعب بنی ھاشم میں محصور تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی کفار کی اذیتوں سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے چل پڑے تھے۔جب موضع برک الغماد میں پہنچے جو کہ مکہ سے یمن کی جانب پانچ راتوں کی مسافت پر ہے، تو قبیلہ قارہ کے سردار ابن دغنہ سے ملاقات ہوگئی۔اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا میری قوم مجھے رہنے نہیں دیتی اور مکہ معظّمہ کی زمین مجھ پر تنگ کردی ہے۔میں چاہتا ہوں کہ کہیں جاکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ابن دغنہ نے کہا۔ایسا نہیں ہوسکتا آپ جیسا معزز آدمی جائے پھر ابن دغنہ نے چند اوصاف بیان کئے۔اور کہنے لگا تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ

وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ (بخاری باب الہجرت) آپ فقیروں کو مال دیتے ہیں، رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرتے ہیں، کفالت کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مہمات وحوادث پر مدد کرتے ہیں۔ پھر واپس مکہ آئے اور ابن دغنہ نے کفار سے مشورہ کر کے پابندی کے ساتھ امان دی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گھر کے سامنے مسجد بنالی اور نمازوں میں قرآن پڑھنا شروع کر لیا، بچوں اور عورتوں نے قرآن سننا شروع کر دیا تو کافروں کو یہ بات ناگوار گزری تو امان واپس لے لیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ منورہ تک اسی طریقہ پر رہے اور کفار کی کوئی پرواہ نہ کی (بخاری کتاب المناقب)۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ اعتراض کرنا درست نہیں ہے کہ شعب بنی ہاشم کی کے زمانہ میں آپ کہاں رہے تھے۔

۸ بعثت نبوی

غلبہ روم کی پیشینگوئی: کفار کو خبر ملی کہ کفار فارس جو نوشیرواں کی اولاد تھی کفار روم پر جو قیصر کے ماتحت تھے غالب آگئے ہیں۔ اس پر کفار بے حد خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہا، کہ رومی تمہاری طرح اہل کتاب ہیں اور فارس ہماری طرح بے کتاب ہیں۔ جس طرح ہمارے بھائی تمہارے بھایوں پر غالب آئے اسی طرح ہم تم پر غالب آئیں گے۔ مسلمانوں پر اس کا رنج ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ روم کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں جن کا حاصل یہ ہے کہ دس سال کے اندر اندر رومی دوبارہ فارس پر غالب آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الۗمّۗ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۔ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۔ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ (الروم ۴)، ترجمہ: رومی پڑوسی ملک میں مغلوب ہوگئے ہیں وہ اپنی مغلوبیت کے بعد چند ہی سالوں میں (اپنے حریف پر) غلبہ پالیں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ کو یہ آیات سنائی تو کفار نے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ابی ابن خلف نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ شرط لگائی۔ کہ اگر تمہارے بقول نو سال میں روم فارس پر غالب آئے، تو میں تمہیں سو اونٹ دوں گا ورنہ تم سے وصول کروں گا۔ جس دن مسلمانوں کو ہجرت کے بعد جنگ بدر میں فتح ہوئی اسی دن یہ اطلاع بھی آئی کہ روم فارس پر غالب آ گیا۔ یہ سن کر مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ (سورہ روم) اور اس دن خوش ہوں گے مؤمن۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابی ابن خلف کے ضامن سے سو اونٹ وصول کر لئے (بذل القوۃ)۔ ممکن ہے کہ دو طرفہ شرط لگانا جوئے کی حرمت سے پہلے کی بات ہو۔

جنگ بعاث: اسی سال جنگ بعاث ہوئی، اوس وخزرج (مدینہ منورہ دو قبیلوں) کے درمیان۔ بعض کہتے ہیں جنگ ہجرت سے پانچ سال قبل لڑی گئی۔ صاحب سیرت شامیہ لکھتے وذلك قبل الهجرة بخمس سنين وقيل اربعين سنة وقيل باكثر قال الحافظ الاول اصح (سبل الهدی ج ۳ ص ۱۹۲)۔
صحیح تر قول کے مطابق یہ جنگ ہجرت سے پانچ سال قبل لڑی گئی۔ اس میں مدینہ منورہ کے دونوں قبائل کے تمام سردار مقتول ہو گئے۔ اشاعت اسلام کے حق میں اس جنگ کے اثرات بڑے مفید اور دوررس ثابت ہوئے۔ چنانچہ حضرت صدیقہ بنت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس جنگ کے نتائج کے بارے میں یوں تبصرۃ فرماتی ہیں۔ جنگ بعاث اہل مدینہ کے دخول اسلام کے سلسلہ میں آپ کی آمد سے قبل اللہ تعالیٰ نے بپا فرمادی۔ آپ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کی جمعیت پراگندہ ہو چکی تھی اور ان کے سردار قتل ہو چکے تھے۔ یعنی ان قبلیوں کے تمام سردار جو تکبر اور جہالت میں شدت کے باعث اسلام سے نفرت کرتے تھے اور طبیعت کی سختی کے باعث کسی دوسرے کے حکم کو ماننا ان پر دشوار تھا، سب مارے گئے۔ اور مدینہ منورہ کے عام باشندے جنگوں کی تباہی سے تنگ آ چکے تھے۔ اب وہ ایسے سردار کی تلاش میں تھے جو فضول جنگوں سے بچا سکے۔ ایسی حالت میں حضور نبی کریم ﷺ کی ذات ان کی امیدوں کا مرکز بن گئی اور وہ جلد ہی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اس طرح ہجرت سے قبل مدینہ منورہ کی فضا اسلام کے حق میں سازگار ہو چکی تھی (بذل القوۃ)۔

بعاث مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام ہے جہاں اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی تھی اور بے شمار لوگ قتل ہوئے تھے۔ یہ ایک سو بیس برس تک لڑائی جاری رہی حتی کہ اسلام کا ظہور ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی برکت سے انکی لڑائیاں ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔

بد خلق جو تھے وہ نیک ہوئے　　لڑتے تھے ہمیشہ وہ ایک ہوئے

جھگڑے تو نے آ کر مٹا دیئے　　　　تیری فہم وذکا کا کیا کہنا

بعض کہتے ہیں کہ یہ جنگ بعاث ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی تھی (وفاء الوفاج ا ص ۲۱۸)۔ بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال پہلے یہ جنگ لڑی گئی۔ (واللہ اعلم)

۹ بعثت نبوی

معجزہ شق القمر: بعض روایات کے مطابق شق القمر کے عظیم الشان معجزے کا ظہور بھی نبوت کے نویں سال ہوا ہے (حدائق الانوار)۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ مکہ والوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے انہیں چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا حتی کہ انہوں نے حراء پہاڑ کو دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ اور یہ معجزہ مقام منیٰ میں پیش آیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے چلا گیا اور دوسرا دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا گواہ ہو جاؤ (مسلم کتاب صفات المنافقین)۔ مگر کفار یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ** (سورہ قمر) قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

شق القمر ایسا آسمانی معجزہ ہے کے کسی نبی ورسول کو عطا نہیں کیا گیا۔ یہ آپ کے خصوصیات میں سے ہے۔

عبداللہ بن ثعلبہ کی پیدائش: اس سال عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر العذری کی ولادت ہوئی جو بنی زہرہ کے خلیف تھے۔ بعض کا قول ہے کہ ان کی ولادت نبوت کے آٹھویں سال میں ہوئی ہے اور بعض کہتے ہیں ہجرت کے بعد ہوئی ہے (واللہ اعلم)۔ شعب ابی طالب سے باہر آنے سے قبل اسی شعب میں ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک تیرہ برس تھی (بذل القوۃ)۔

۱۰ بعثت نبوی

ظالمانہ معاہدہ کا خاتمہ: اسی سال اس ظالمانہ تحریری معاھدہ کا خاتمہ ہوا جس کی بدولت نبی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو شعب بنی ہاشم میں محصور رہنا پڑا۔ پھر وہ مکہ مکرمہ میں اَپنے اَپنے گھروں میں آ گئے۔ اس ظالمانہ معاھدہ کا خاتمہ جناب ابوطالب کی زندگی میں ہوا تھا۔ بائکاٹ کا مسلسلہ ماہ محرم ۷ نبوی میں شروع ہوا اور محرم ۱۰ نبوی میں ختم ہوا۔ اس کو محاصرہ کو ختم کرنے کی جن لوگوں نے کوشش کی وہ پانچ افراد تھے۔ **(۱) هشام ابن عمرو (۲) زهير ابن ابي اميه (۳) مطعم بن عدی (۴) ابو البختری (۵) زمعه بن الاسود.**

جناب ابوطالب کا انتقال: اسی نبوت کے دسویں سال ابوطالب کا انتقال ہوا۔ جو انتہائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کرتے رہے۔ اور مشکل سے مشکل وقت میں محمد مصطفی، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی۔ اس لئے ان کی وفات سے بے حد صدمہ ہوا اور کفار قریش کیلئے جو ایک ظاہری رکاوٹ تھی وہ بھی دور ہو گئی۔ جناب ابوطالب کے ایمان اور عدم ایمان کے متعلق ایک الگ رسالہ تحریر کیا گیا ہے۔ طوالت کے خوف سے یہاں اس کو درج نہیں کیا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ** ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ اسی نبوت کے دسویں سال ۱۰ رمضان شریف میں جناب ابوطالب کی وفات کے تین دن کے بعد حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کا بھی ۶۵ سال عمر میں وصال ہو گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد رنج وغم ہوا۔ اسی لئے نبوت کے دسویں سال کو غم وحزن کا سال کہا جاتا ہے۔

علامہ محمد بن عمر بحرق لکھتے ہیں: **وَفِي السنةِ الْعَاشِرَةِ مَات اَبُو طَالِبٍ ثُمَّ مَا تَتْ خَدِيْجَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا (بَعْدَهُ) بِثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَحَزِنَ ﷺ لِمَوْتِهَا حُزْنًا شَدِيْدًا وَنَالَتْ قُرَيْشٌ مِنْهُ ﷺ مَا لَمْ تَنَلْهُ فِيْ حَيَاتِ عَمِّهِ اَبِيْ طَالِبٍ** (حدائق الانوار ص ۷ ۳) اور نبوت کے دسویں سال ابوطالب فوت ہو گئے۔ پھر ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر بہت غمگین ہوئے۔ اور قریش سے آپ کو وہ تکلیفیں پہنچیں، جو اَپنے چچا ابوطالب کی زندگی میں نہیں پہنچی تھیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح فرمایا۔ اور یہ نکاح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عقد نکاح کے بعد ہوا تھا۔ مگر بعض لکھتے ہیں کہ پہلے ہوا

تھا(بذل القوۃ)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح: اور ماہ شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چھ سال کی عمر میں نکاح کیا اور ان کی رخصتی تین سال بعد ماہ شوال کو نو برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔اور حضرت عبداللہ بن عباس کی ولادت شعب میں اسی سال ہوئی تھی۔

حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ ہجرت سے تین سال پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، دوسال یا اس کے قریب توقف کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا جبکہ وہ ۶ سال کی تھیں، پھر ۹ سال کی عمر میں ان کی رخصتی ہوئی (بخاری)۔خیال رہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔

ابولہب کی ہمدردی اور دشمنی: علامہ محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں کہ جب ابوطالب وخدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خولید کی وفات ہوگئی اور ان دونوں کی وفات کے درمیان ایک مہینہ پانچ دن کا فاصلہ تھا۔رسول ﷺ پر دو مصیبتیں جمع ہوگئیں۔آپ ﷺ گھر ہی میں رہنے لگے اور باہر نکلنا کم کردیا۔قریش کو وہ کامیابی حاصل ہوگئی جو ابتک حاصل نہ ہوئی تھی اور نہ انہیں توقع تھی۔

ابولہب کو معلوم ہوا تو وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے محمد (ﷺ) آپ جہاں چاہتے ہیں جائیں، جو کام آپ ابوطالب کی زندگی میں کرتے تھے کیجئے، لات کی قسم جب تک میں زندہ ہوں کسی کی آپ تک رسائی نہ ہوگی۔ابن الغیطہ نے نبی ﷺ کو برا بھلا کہا تھا۔ابولہب اس کے پاس آیا اور اسے برا بھلا کہا۔تو وہ چلاتا ہوا بھاگا کہ اے گروہ قریش ابو عتبہ (ابولہب) بے دین ہوگیا۔قریش آگئے اور ابولہب کے پاس کھڑے ہوگئے، ابولہب نے کہا: میں نے دین عبد المطلب کو ترک نہیں کیا۔مگر میں ظلم سے اَپنے بھتیجے کی حفاظت کرتا ہوں یہاں تک کہ یہ جس کام کا ارادہ کرتے ہیں اس کے لئے چلے جائیں۔قریش نے کہا: تم نے اچھا کیا، خوب کیا اور صلہ رحمی کی۔رسول اللہ ﷺ چندروز اسی حالت پر رہے۔آپ جاتے تھے اَتے تھے قریش میں سے کوئی شخص آپ کی روک ٹوک نہ کرتا تھا۔یہ لوگ ابولہب سے ڈر گئے تھے لیکن عقبہ بن ابی معیط، ابوجہل بن ہشام کی باتوں میں آکر پھر دشمنی کرنے لگا۔

اعشی بن قیس کی بدبختی: اعشی بن قیس بن شعلہ اسلام قبول کرنے کا ارادہ کرکے گھر سے روانہ ہوا۔اس نے شان رسالت میں ایک قصیدہ بھی لکھا۔جب مکہ کے قریب پہنچا تو بعض مشرکوں نے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ اس نے کہا اسلام قبول کرنے کے لئے خدمت عالیہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔مشرکین نے کہا اسلام زنا کاری حرام قرار دیتا ہے۔اس نے کہا مجھے خواہش نہیں۔مشرکوں نے کہا اسلام شراب کو بھی حرام قرار دیتا ہے۔وہ گھبرا کر کہنے لگا یہ چیز بڑی مشکل ہے۔نفس اس پر شاہد قادر نہ ہوسکوں۔پھر کہنے لگا واپس جاتا ہوں۔ایک سال اور گذارا کر آؤں گا اور اسلام قبول کروں گا۔واپس چلا گیا اور موت نے اس کو مہلت نہ دی اور بحالت کفر دنیا سے چلا گیا اور دولت ایمان سے محروم رہا۔مَنۡ یَّهۡدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ۔ترجمہ: جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے تو نہیں ہے گمراہ کرنے والا اس کو کوئی اور جس کو گمراہ کرے۔اللہ تعالیٰ تو نہیں ہے اس کے لئے کوئی ہدایت دینے والا۔

اے اللہ ہم تجھ سے توفیق ہدایت طلب کرتے ہیں اور گمراہی سے بچنے کی تجھ سی توفیق مانتے ہیں۔اور سلامتی ایمان کی درخواست کرتے ہیں۔

ابوجہل کی بدمعاملگی: امام ابن اسحٰق نے کہا: اللہ کا دشمن ابوجہل بن ہشام رسول اللہ ﷺ سے شدید عداوت اور سخت مخالفت رکھتا تھا۔اللہ تعالیٰ اسے آپ کے سامنے ذلیل کردیتا تھا۔مجھ سے عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سفیان الثقفی نے (اور وہ خوب یاد رکھنے والے تھے) بیان کیا کہ اراش میں سے ایک شخص آیا۔ابن ہشام نے کہا: (بعض نے اراشہ کہا ہے) اور وہ مکہ میں چند اونٹ لایا۔تو ابوجہل نے وہ اونٹ اس سے لیے، لیکن ان کی قیمت ادا کرنے کی مدت بڑھاتا رہا۔وہ اراشی قریش کی مجلس میں آکھڑا ہوا۔رسول اللہ ﷺ بھی مسجد کی ایک طرف تشریف فرماتے تھے۔اراشی نے کہا: اے گروہ قریش! ابوالحکم بن ہشام کے خلاف کوئی شخص میری مددوسعی کرنے والا ہے؟ میں تو ایک مسافر راہ رو ہوں، اور اس نے میرا حق دبا رکھا ہے۔راوی نے کہا: اس مجلس والوں نے رسول اللہ ﷺ کی جانب اشارہ کرکے کہا: کیا تجھے وہ شخص نظر آرہا ہے؟ اس کے پاس جا! وہ تیری دادرسی اور مدد کرے گا (ان لوگوں کی غرض نبی کریم ﷺ کی ہنسی اڑانا تھی کیونکہ آپ میں اور ابوجہل میں جو عداوت تھی، اسے سب جانتے تھے)۔

آرَاشِی رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کھڑا ہوگیا اور کہا: اے بندۂ خدا! ابوالحکم بن ہشام نے میرا ایک حق دبا رکھا اور

میں ایک مسافر راہ گیر ہوں۔ میں نے ان لوگوں سے کسی ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا، جو اس کے مقابل میری دادرسی اور مدد کرے اور میرا حق اس سے دلائے۔ انہوں نے مجھے آپ کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ اللہ آپ پر رحم کرے! مجھے اس سے میرا حق دلا دیجیے! آپ نے فرمایا اِنْطَلِقْ اِلَيْهِ چل، اس کے پاس چلیں۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور ساتھ ہو گئے۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اس کے ساتھ جانے کے لیے کھڑے ہو گئے تو ایک شخص سے انہوں نے کہا: پیچھے پیچھے جاؤ اور دیکھ کہ وہ کیا کرتا ہے؟

ابوجہل پر خوف کا طاری ہونا: راوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے پوچھا: کون ہے؟ آپ نے فرمایا مُحَمَّدٌ۔ فَاخْرُجْ اِلَیَّ۔ میں محمد ﷺ ہوں، باہر آ۔ وہ نکل آیا اور حالت اس کی یہ تھی، چہرے میں خون کا ایک قطرہ تک نہ تھا، رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اَعْطِ هٰذَا الرَّجُلَ حَقَّهٗ۔ اس شخص کا حق اسے دے دے۔ اس نے کہا بہت خوب۔ آپ یہاں سے نہ جایئے، یہاں تک کہ میں اس کا حق اسے دے دوں۔ غرض ابوجہل گھر میں گیا، اس کا جو کچھ حق تھا، وہ لے کر باہر آیا اور اس کے حوالے کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ لوٹ آئے اور اس اراشی سے فرمایا اَلْحِقْ بِشَاْنِكَ۔ جا، اپنا کام کر۔ پھر وہ اراشی اسی مجلس والوں کے پاس آ کھڑا ہوا اور کہا: اللہ اس شخص کو جزاء خیر دے۔ واللہ! اس نے میرا حق دلا دیا۔

راوی نے کہا وہ شخص بھی آیا جسے انہوں نے آپ کے ساتھ بھجوایا تھا۔ انہوں نے اس سے کہا افسوس! تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا: میں نے تو ایک عجیب چیز دیکھی۔ محمد ﷺ نے تو کچھ نہ کیا، بس اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور وہ اس کی جانب نکلا تو یہ حالت تھی کہ جان اس میں نہ تھی۔ جب اس سے کہا گیا کہ اس کا حق اسے دے تو اس نے کہا: بہت خوب۔ آپ یہاں سے نہ جایئے، یہاں تک کہ میں اس کا حق اسے دے دوں۔ چنانچہ وہ اندر گیا۔ اراشی کا حق لے کے باہر آیا اور اس کے حوالے کر دیا۔ راوی نے کہا: پھر تھوڑی دیر میں ابوجہل آیا۔ لوگوں نے کہا: ارے کم بخت! تجھے کیا ہو گیا؟ واللہ! ہم نے تو کبھی ایسا نہیں دیکھا، جیسا تو نے کیا۔

اس نے کہا: کم بختو! واللہ! وہاں کا واقعہ تو یہ تھا کہ اس نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اس کی آواز سنی تو رعب سے میری حالت ایک پتلے کی (سی) ہو گئی۔ میں اس کی جانب چلا تو دیکھا کہ اس کے سر کے اوپر ایک نر اونٹ کھڑا ہے۔ میں نے ایسا سر، ایسے کندھے اور ایسے دانت کبھی کسی اونٹ کے نہیں دیکھے۔ واللہ! اگر میں ان سے جھگڑا کرتا تو وہ مجھے کھا

جاتا۔ (السیرت النبویۃ لابن ھشام)

رکانہ پہلوان کی خوش نصیبی: رکانہ پہلوان کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو دوران گفتگو فرمایا اگر میں تمہیں بچھاڑ دوں کیا تم دعوت اسلام کو قبول کرو گے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے اس کو تین مرتبہ بچھاڑ دیا۔ اس نے کہا: میرے نزدیک آپ سب سے زیادہ کوئی مبغوض نہیں تھا لیکن اب میں شہادت دیتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۸۲) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

نصاریٰ نجران کے وفد کی آمد: اسی سال نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد تقریباً بیس افراد پر مشتمل تھا۔ مکہ شریف نبی کریم ﷺ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور آپؐ نے ان کے سامنے قرآن کریم پڑھا تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام)۔

حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ کا اسلام: عمرو بن عبسہ سلمی کا بیان ہے کہ دور نبوت کے شروع میں، میں مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ ان دنوں پوشیدہ رہتے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نبی ہوں، میں نے پوچھا یہ نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا رسول و پیغمبر۔ میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا ہے؟ فرمایا بالکل۔ میں نے پھر پوچھا کیا پیغام دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرو، بتوں کو توڑ دو اور صلہ رحمی کرو۔ میں نے کہا یہ تو بہت اچھا پیغام ہے۔ فرمایئے آپ کے اس پیغام کو کس نے تسلیم کیا ہے فرمایا آزاد اور غلام نے یعنی ابوبکر اور بلال نے۔ راوی کا بیان ہے کہ عمرو سلمی اپنے آپ کو چوتھا مسلمان سمجھتے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں یہاں رہ کر آپ کی اتباع کروں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔ اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ۔ جب آپ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے نبوت کا سر عام اعلان کر دیا تو چلے آؤ اور اتباع کرو۔

قریش کا قحط میں مبتلا ہونا: رسول اللہ ﷺ نے قریش کے لئے دعاء ضرر کی۔ چنانچہ وہ قحط میں مبتلا ہو گئے حتی کہ انہوں نے مردار اور سوکھی کھالیں کھانیں لگے۔

ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے رحم کی اپیل کی۔ نیز اہل مکہ کے لئے دعا کی درخواست کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۔ يَّغْشَى النَّاسَ ۔ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۔ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۔ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۔ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ (الدخان: ۱۰ تا ۱۵)

ترجمہ: اچھا، انتظار کرو اس دن کا جب آسمان صریح دھوؤاں لئے ہوئے آئے گا اور وہ لوگوں پر چھا جائے گا، یہ ہے دردناک سزا۔ (اب کہتے ہیں کہ) پروردگار، ہم پر سے یہ عذاب ٹال دے، ہم ایمان لاتے ہیں۔ ان کی غفلت کہاں دور ہوتی ہے؟ ان کا حال تو یہ ہے کہ ان کے پاس رسول مبین آ گیا۔ پھر بھی اس کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔ اور کہا کہ یہ تو کھایا پڑھایا باؤلا ہے۔ ہم ذرا عذاب ہٹائے دیتے ہیں، تم لوگ پھر وہی کچھ کرو گے جو پہلے کر رہے تھے۔ اور دیکھنے والے کو آسمان و زمین کے درمیان دھوئیں کی کیفیت نظر آتی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اَپنے رب سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو ہٹا دیا، مگر وہ پھر کفر کی طرف پلٹ گئے (صحیح البخاری)۔

بعض کہتے ہیں کہ قریش کے قحط میں مبتلا ہونے کا ذکر سورۂ دخان کی آیتوں میں کیا گیا ہے۔ اہل مکہ کے قحط کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ حَتّٰى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ (سورہ المومنون :۶۷-۷۷)۔ ترجمہ: ہم نے ان کو عذاب سے پکڑا نہ وہ رب کے حضور جھکے اور نہ ہی گڑگڑائے یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر ایک سخت عذاب کا دروازہ کھولا تو وہ ناامید ہو گئے۔

طائف کا تبلیغی سفر: جب اہل مکہ سے آپ مایوس ہوئے کہ اسلام لانے کی بجائے ایذا دینے لگے۔ پھر آپ طائف کی طرف دعوت اسلام کی خاطر تشریف لے گئے۔ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ (ﷺ) کے ساتھ تھے۔ اہل طائف کو ایک ماہ تک بعض روایات میں ہے کہ دس دن دعوت اسلام دیتے رہے۔ آپ ابھی طائف میں تھے کہ طائف کے تین سردار عبد یالیل حبیب اور مسعود جو عمرو بن عمیر کے بیٹے تھے آپ کے پاس آئے اور بڑی گستاخانہ گفتگو کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی گفتگو کو قرآن مجید میں اس طرح نقل فرمایا ہے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (سورہ الزخرف ۳۱)، ترجمہ: اور بولے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ان دو شہروں کے کسی

بڑے آدمی پر۔

دو بستیوں کے باعظمت انسان سے ان کی مراد قریتین سے مکہ مکرمہ اور طائف مراد لیا گیا ہے، اور بڑے آدمی سے ولید بن مغیرہ مخزومی اور محزوفی مکی۔ اور عروہ بن مسعود ثقفی جو طائف کا رہنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرماتے ہوئے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ (سورہ الزخرف ۳۲)۔ ترجمہ: کیا آپ کے پروردگار کی رحمت کی تقسیم کو وہ کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے کوئی بات نہ مانی اور مہمان معظم کی تعظیم کرنے کی بجائے بے حد تکلیفیں دیں۔ اور آپ پر پتھر برسائے جس کی وجہ سے پاؤں مبارک لہولہان ہو گئے تھے۔ اس کے باوجود آپ مایوس نہیں ہوئے۔ اور فرشتے نے کہا، کہ کیا ان کو ہلاک کر دیا جائے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ ممکن ہے آئندہ ان کی نسلیں ایمان لائیں۔ لہٰذا آپ نے ان کے حق میں بدعا کرنے کی بجائے دعا فرمائی۔ کہ اللہ میری اس قوم کو ہدایت نصیب فرمائے کیونکہ یہ مجھے نہیں جانتے۔

عقبہ کے دن کی سخت تکلیفیں: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے (ایک دن) نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ پر جنگ احد سے کوئی دن زیادہ سخت گذرا ہے (کیونکہ اس جنگ میں آپ ﷺ زخمی ہوئے)۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ! میں نے تیری قوم قریش کی طرف سے جو تکلیفیں اٹھائی ہیں میرا ہی دل جانتا ہے۔ جو سب سے زیادہ سخت دن مجھ پر عقبہ کا گذرا ہے۔ (عقبہ ایک مقام کا نام ہے جو طائف کی طرف ہے۔ نبوت کے دسویں سال شوال میں آپ وہاں تشریف لے گئے تھے) جس دن میں نے اَپنے آپ کو ابن عبد یالیل کے سامنے پیش کیا (وہ طائف کا رئیس تھا)۔ اس نے میری دعوت اسلام قبول نہ کی۔ میں مغموم ہو کر واپس آرہا تھا۔ جب میں قرن ثعالب کے مقام میں پہنچا، تو ذرا آرام ہوا۔ میں نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو بادل کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ اور اس میں جبریل موجود تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا (رنج دینے والا) جواب سن لیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتوں کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ جو چاہیں ان سے کام لے سکتے ہیں۔

اتنے میں اس فرشتے نے جس کے متعلق جبریل آمین نے کہا تھا مجھے سلام کیا۔ اور کہنے لگا، اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ ﷺ جو فرمائیں میں کر گزروں گا۔ اگر آپ فرمائیں تو میں مکہ کے دونوں طرف جو پہاڑ

ہیں (اخشبین) انہیں ملا دوں تو وہ سب چکنا چور ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بَلْ اَرْجُوْ اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ مِنْ اَصْلَابِہِمْ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ وَحْدَہٗ لَا یُشْرِكُ بِہٖ شَیْئًا (نہیں ایسا نہ کر) مجھے امید ہے اگر یہ لوگ ہدایت نہ پاسکیں تو ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے (بخاری کتاب بدء الخلق الوحی باب ۱۹۹۴)۔

دکھ پا کے بھلا بروں کا تو نے چاہا — تعریف کے قابل ہے ہمت تیری
ایذا اعداء سے اور تیرے منہ سے دعا — اللہ رے کیا ہے شان رحمت تیری

اَخْشَبَیْن سے مکہ معظمہ کے دو جانب کے پہاڑ مراد ہیں۔ ایک کا نام ابوقبیس دوسرے کا نام قَعَیْقُعَان ہے (زرقانی)۔ احد میں آنحضرت ﷺ کے ستر صحابہ شہید ہو چکے تھے۔ آپ کے چچا حضرت حمزہ کے جسم کے ٹکڑے آپ کے سامنے تھے، خود آپ لہولہان تھے، دندان مبارک شہید ہو چکے تھے، بڑا سخت دن تھا۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہ نے احد کے دن کی سختی سے زیادہ کسی اور دن کی سختی اور مصیبت کا پوچھا ہے۔ حضرت عائشہ کا خیال تھا کہ اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں ہو سکتا، لیکن آنحضرت ﷺ نے طائف کے دن کو جس کو یوم العقبۃ کہا گیا ہے اس کو احد کے دن سے زیادہ سخت بتایا (توضیحات شرح مشکوٰۃ)

جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے، تو راستہ میں عتبہ اور شیبہ ربیعہ کے دونوں بیٹوں کے پاس سے گذرے اور وہ اس وقت اپنے باغ میں تھے۔ جو معاملہ ثقیف نے کیا اس کو دیکھ لیا۔ دونوں کے دل میں رحم آ گیا اور انہوں نے اپنے غلام عداس کی دستی انگور کا خوشہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ جب آپ نے دست مبارک انگور کے خوشہ میں ڈالا تو بسم اللہ پڑھا۔ عداس نے کہا اس شہر والے یہ کلام نہیں پڑھتے۔ آپ نے عداس سے پوچھا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ تمہارا دین کیا۔ اس نے کہا میں نصرانی ہوں، نینوی کا رہنے والا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم مرد صالح یونس بن متی کے گاوں کے رہنے والے ہو۔ عداس نے کہا آپ ﷺ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا۔ یونس علیہ السلام میرے بھائی ہیں۔ اور وہ میری مثل نبی ہیں۔ یہ سن کر عداس نے آپ کے دونوں ہاتھوں سر مبارک اور دونوں پاوں کو بوسہ دیا اور مسلمان ہو گیا (انوار محمدیہ)۔ اور وہ دعائیں جو حضور ﷺ نے اپنی اس ضعف و ناتوانی اور پریشان حالی میں مانگی ہیں ان میں سے ایک دعا یہ ہے جس میں امت کے درماندوں اور بیچاروں کیلئے تلقین و ہدایت ہے (مدارج النبوۃ)۔

طائف سے واپسی کی دعا: اسی راستہ میں واپسی پر آپ نے یہ دعا مانگی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اِلَیْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ، وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ، وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ، یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ وَاَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ اِلٰی مَنْ تَكِلُنِیْ؟ اِلٰی عُدُوٍّ بَعِیْدٍ یَتَجَھَّمُنِیْ اَمْ اِلٰی صَدِیْقٍ مَلَّكْتَہٗ اَمْرِیْ اِنْ لَمْ تَكُنْ غَضْبَانًا عَلَیَّ فَلَا اُبَالِیْ غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَكَ اَوْسَعُ لِیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ اَضَاءَتْ لَہُ السَّمٰوٰتُ وَاَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَیْہِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اَنْ یَّنْزِلَ بِیْ غَضَبُكَ اَوْ یَحِلَّ بِیْ سَخَطُكَ وَلَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِكَ۔

یا اللہ! میں تیری بارگاہ میں اپنی طاقت کی کمزوری، اسباب کی کمی اور لوگوں کے سامنے بے وقعت ہونے کے سلسے میں گزارش کرتا ہوں، اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے! تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، تو کمزور لوگوں کا (بھی) رب ہے، تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے۔ دشمن بعید کی طرف جو ترش روئی سے پیش آئے یا کسی قریبی دوست کے حوالے کرتا ہے جسے تو میرے معاملات کا مالک بنائے۔ اگر تو مجھ پر ناراض نہیں، تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ لیکن تیری طرف سے عافیت بہت وسیع ہے۔ میں تیرے نور ذاتی کی پناہ چاہتا ہوں جس سے اندھیرے چھٹ گئے۔ اور دنیا اور آخرت کے معاملات درست ہو گئے کہ مجھ پر اپنا غضب نازل نہ کرنا اور نہ ہی ناراض ہونا، میں تیری رضا چاہتا ہوں حتیٰ کہ تو راضی ہو جائے۔ نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی طاقت تو ہی عطا کرتا ہے (مواہب لدنیہ، زرقانی، مدارج النبوۃ)۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو نبی اکرم ﷺ طائف کی طرف پیدل تشریف لے گئے اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے قبول نہ کی، چنانچہ آپ ایک درخت کے نیچے تشریف لائے، دو رکعت نماز پڑھی، پھر یہ دعا مانگی (مواہب لدنیہ)۔

جنات کا اسلام قبول کرنا: نبی کریم ﷺ کی جب طائف سے مکہ شریف کی طرف واپسی ہوئی تو راستہ میں ایک وادی نخلہ (کھجوروں کا باغ) کے مقام پر ٹھہرے۔ نخلہ ایک مقام کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے ایک منزل کی مسافت پر واقعہ ہے اور وہاں آپ ﷺ نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی اور شہر نصیبین (شام کے ایک شہر کا نام ہے) کے جنوں

کی ایک جماعت ۷ یا ۹ کا ادھر سے گزر ا ہوا جو آپ کی قرات کی آواز سن کر پھر گئے اس وقت آپ تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو جنات کی حاضری پر دعوت ایمان دی اور انہوں نے قبول کر لی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتا ہے **وَاِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَيۡكَ نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ** (سورہ الاحقاف ۲۹)، ترجمہ: جب ہم نے جنوں کے کچھ افراد آپ کی جانب متوجہ کئے تاکہ قرآن مجید سنیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو جن حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی قوم کی جانب (قرآن مجید کی) وہ (آیات) لے کر لوٹ گئے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے **فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوۡا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ مُّنۡذِرِيۡنَ** (سورہ الاحقاف ۲۹)،

ترجمہ: جب قرآن کریم پڑھا جا چکا تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈر سنانے والے بن کر واپس ہوئے۔ اور سورہ جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا۔ يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا** (سورہ الجن ۱۔۲)

ترجمہ: ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو راہِ راست کی جانب راہ نمائی کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ ہم اَپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے (سیرت ابن ہشام)۔

بعض کے نزدیک سورۂ جن میں جس واقع کا ذکر ہوا ہے وہ طائف سے واپسی پر پیش نہیں اَیا تھا یہ دونوں الگ الگ واقع ہیں (واللہ اعلم)۔ پھر ان جنوں نے واپس ہر کر اپنی قوم کی دعوت دی ان کی دعوت سے جنات کثر بگوش اسلام ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ: صحیح مسلم میں ہے کہ جنوں والی رات میں آپ کو جنوں کے قرآن سننے کی خبر ایک درخت نے دی تھی، اور یہ۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھا کہ درخت نے آپ سے بات کی۔ جنوں نے اَپنے کھانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا جس ہڈی پر اللہ کا نام لیا جائے اور وہ تم میں سے کسی کے ہاتھ لگے اس پر زیادہ گوشت پاؤ گے اور ہر مینگنی (گوبر) میں تمہارے جانوروں کی خوراک ہے (مسلم کتاب الصلوۃ حدیث ۴۵۰)۔ علامہ محمد بن عبد الباقی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں **وَفِيۡهِ مُعۡجِزَةٌ بَاهِرَةٌ** (زرقانی ج ۲ ص ۵۷) اور اس میں بہت بڑا معجزہ ہے کہ ایک درخت نے آپ کو بتلایا کہ آپ کی اقتداء میں جن شریک ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ہڈی جنوں کی خوراک ہے اور گوبر ان کے جانوروں کی۔ اس لئے ان سے استنجا کرنا منع ہے۔ اس عظیم الشان معجزے کا تذکرہ بخاری شریف کتاب مناقب الانصار حدیث ۳۸۵۹ میں ہے۔

جنوں کے وفود کا حاضر ہونا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جنات کے وفد چھ مرتبہ حاضر ہوئے۔ بعض مکہ میں، بعض مدینہ میں۔ ایک وفد کی تعداد ایک مرتبہ سات یا نو، ایک مرتبہ ساٹھ، ایک مرتبہ تین سو، ایک مرتبہ بارہ ہزار تھی (بذل القوۃ)۔ کیونکہ یہ مختلف اوقات میں اور مختلف تعداد میں حاضر ہوئے تھے۔

مطعم بن عدی وفاداری: پھر جب وہاں سے مکہ شریف واپس تشریف لائے۔ تو نئے مصائب کا دور شروع ہوا کہ مکہ کے لوگ سخت ہی مخالفت کر رہے تھے۔ تو اس وقت مطعم بن عدی کے پڑوس میں اترے **فرجع عنهم ودخل مكة في جوار المطعم بن عدي بن نوفل بن عبد مناف** (الفصول فی سیرۃ الرسول ص ۵۹) اور وہاں اس کی حمایت میں آپ نے قیام فرمایا۔ اور جو مطعم بن عدی نے حسن سلوک کا مظاہرہ کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو یاد رکھا تھا۔ چنانچہ مطعم کے اسی احسان کی بنا پر بدر کے دن اسیران بدر کے بابت ارشاد فرمایا **لَوۡ كَانَ الۡمُطۡعِمُ بۡنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيۡ فِيۡ هٰٓؤُلَاۤءِ النَّتۡنٰى لَتَرَكۡتُهُمۡ لَهٗ** (صحیح البخاری حدیث ۲۹۷۰، عیون الاثر)۔ اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور پھر مجھ سے ان گندوں کے بارے میں کچھ کلام کرتا تو میں اس کی رعآیت سے ان سب کو یک لخت چھوڑ دیتا۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔

۱۱ بعثت نبوی

حج کے موقع پر کفار کا ناکام منصوبہ: آپ ایام حج میں قبائل میں دعوت اسلام فرماتے تو لوگ آپ کی گفتگو سن کر مسلمان ہو جاتے۔ اس لئے کفار مکہ دعوت حق کو روکنے کے لئے ہر حربہ استعمال کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ حج کے موقع پر کفار قریش نے آپس میں مشورہ کر کے ایک ناکام منصوبہ یہ تیار کیا کہ اب جو قافلے اطراف سے حج کیلئے مکہ شریف آئیں گے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو ہر جگہ جا کر ان آنے والوں کو قرآن کریم پڑھ کر سنائیں گے۔ لوگ ان کا کلام اور تلاوت کو سن کر اسلام قبول کریں گے اور ان کے دیدار حق نما سے فیض یاب ہوں گے اور ہم اَپنے منصوبہ میں ناکام ہو جائیں گے۔ ان کی دعوت اسلام کو روک نہیں سکیں گے۔ لہٰذا لوگوں میں معاذ اللہ بدگمانی پیدا کی جائے اور ان کا کلام سننے اور ان کے پاس جانے سے نفرت دلا کر روکا جائے۔ چنانچہ سب کفار ولید بن مغیرہ کے گھر جمع ہو گئے کیونکہ وہ ان سب کا بڑا سردار تھا اور سب سے زیادہ دشمن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اس کے ساتھ بات ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ جو بات بھی تم رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہنا چاہتے ہوں اس پر متفق ہو کر کہنا ہوگی۔ چنانچہ کفار اپنی اپنی رائے پیش کرنے لگے۔ بعض نے کہا ہم ان کو شاعر کہیں گے۔ ولید بن مغیرہ نے یہ کہتے ہوئے اس کا رد کر دیا کہ ہم نے شاعر سنے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہم ان کو کاہن کہیں گے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا عرب کے کاہن مشہور ہیں۔ لوگ جب آپ کا کلام سنیں گے تو وہ کہیں گے یہ کاہن نہیں ہیں۔ بعض نے کہا ہم ان کو کذاب کہیں گے۔ ولید نے کہا ہم نے ان کو آزمایا انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور بعض نے کہا ہم ان کو مجنون و دیوانہ کہیں گے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا جب لوگ آپ کی طرف دیکھیں گے تو وہ جان لیں گے کہ آپ مجنون نہیں۔ پھر ولید بن مغیرہ نے سوچا اور ایک بات پر ٹھہرا اور کہا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ (سورہ مدثر ۲۴)۔ ترجمہ: نہیں ہے یہ مگر جادو جو نقل کیا جاتا ہے۔ آخر اس بات پر سب نے اتفاق کیا کہ شہر مکہ کی ہر گلی، ہر راستہ اور ہر بازار میں لوگ بیٹھ جائیں۔ جب لوگ مکہ شریف میں داخل ہوں تو ان کو کہنا کہ خبردار رہنا یہاں مکہ میں ایک محمد ساحر ہے (معاذ اللہ)۔ ان کے پاس مت جانا اور ان کی بات ہرگز نہ سننا کیونکہ وہ ایسا ماہر جادوگر ہے کہ اس نے ہم کو ایک تفرقہ میں ڈال دیا ہے۔ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَاَبِيْهِ وَبَيْنَ الْمَرْءِ وَاَخِيْهِ وَبَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجَتِهٖ وَبَيْنَ الْمَرْءِ وَعَشِيْرَتِهٖ (تاویلات اھل السنۃ ج ۱۰ ص ۳۰۹، سیرت ابن ھشام)۔ وہ باپ بیٹے اور بھائیوں اور مرد اور اس کی بیوی اور مرد اور اس کے قبیلے کے درمیان جدائی ڈال رہا ہے۔ سورہ مدثر کی آیات کریمات ۱۲ تا ۲۰ ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ کیونکہ اسی کی بات پر اتفاق کرتے ہوئے کفار نے آپ ﷺ کو جادوگر کہا تھا۔

چنانچہ ایام حج میں کفار نے ایسا ہی کرنا شروع کر دیا تو لوگ نام محمد ﷺ سے ناواقف تھے اور اب واقف ہونے لگے۔ جن کو آپ کے دعوی نبوت کا علم نہیں تھا ان کو بھی علم ہو گیا۔ نام سنتے ہی دیدار محمد ﷺ کے مشتاق ہو جاتے اور کہتے اس پیارے محمد کو دیکھ تو لیں۔ لہٰذا جو دیدار کرتا اور کلام سنتا وہ اسلام میں داخل ہو جاتا اور اس طرح کافروں کا منصوبہ ناکام رہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اَپنے نبی ﷺ کی چرچا دشمنوں سے کرا دی۔ اللہ جب چاہے تو محبوب کی تعریفیں اور تائیدیں منکروں سے کرائے۔ کفار تو چاہتے تھے کہ نور محمدی ﷺ کو بجھا دیں گے مگر جس نور کو اللہ تعالیٰ نے روشن فرمایا اس کو کون بجھا سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (سورہ صف ۸)۔ ترجمہ: اللہ پورا کرتا ہے اَپنے نور کو اگرچہ کافر ناخوش رہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

چراغ را کہ ایزد برفروزد — کسے کش تف زند ریشش بسوزد

جس چراغ حق تعالیٰ روشن فرماتے جو شخص (بجھانے کیلئے) اس پر پھونک مارتا ہے اس کی ہی داڑھی جل جاتی ہے۔

کفار مخالفت کرتے رہے اور نبی کریم ﷺ یوں دعوت دیتے رہے يٰاَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا اے لوگو تم کہو اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

مختلف قبائل کو دعوت اسلام: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (سورہ شوریٰ ۷)۔ ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے آپ پر قرآن عربی زبان کا نازل کیا ہے تاکہ آپ مکہ کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے پاس ہیں ڈرائیں۔ جب آپ ﷺ اہل مکہ سے مایوس ہوئے تو آپ نے عرب کے دوسرے قبیلوں میں دعوت اسلام دینی شروع کر دی۔ حج کے موسم میں سارے ملک کے قبیلے مکہ شریف اَتے تھے۔ آپ ان قبیلوں اور قافلوں میں جاتے اور انہیں دعوت اسلام دیتے۔ ایک خدا کی طرف بلاتے۔ مگر ان میں جو خوش نصیب لوگ تھے وہ دولت ایمان سے مالا مال ہو جاتے اور اکثر لوگ انکار کرتے اور مزاق اڑاتے۔

مختلف مقامات میں دعوت اسلام: جاہلیت میں عرب کے مشہور اور مکہ سے قریب ترین بازار اور منڈیاں تھیں۔ **عکاظ، مُجَنَّۃ، ذوالمجاز۔ عکاظ** نخلہ طائف کے درمیان ایک بستی تھی جہاں پہلی ذی قعدہ سے بیس ذی قعدہ تک بازار لگتا تھا۔ اس کے بعد لوگ (بازار) **مجنہ** میں منتقل ہو جاتے تھے۔ اور وہاں ذی قعدہ کے خاتمے تک بازار لگاتے تھے۔ **مجنہ:** مکہ سے نیچے وادی **مر الظہران** میں (ایک مقام کا نام ہے)۔ **ذوالمجاز** جبل عرفہ یعنی جبل رحمت کے پیچھے ہے۔ وہاں پہلی ذوالحجہ سے آٹھ ذی الحجہ تک بازار لگتا تھا۔ اس کے بعد لوگ مناسک حج کی آدائیگی کے لیے فارغ ہو جاتے تھے۔ جن قبائل کو رسول اللہ ﷺ نے ان بازاروں میں اسلام کی دعوت دی اور اس مقصد کے لئے اَپنے آپ کو ان پر پیش کیا کہ وہ آپ کو پناہ دیں اور آپ کی مدد کریں، تاکہ آپ پیغام حق پہنچا سکیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

بنو عامر بن صعصہ، بنو محارب بن خصفہ، بنو فزارہ، غسان اور مرہ، بنو خنیفہ بنو سلیم بنو عبدس، بنو نصر، بنو البکا کندہ اور کلب بنو الحارث بن کعب عذرہ اور حضارمہ۔ ان میں سے کسی نے بھی آپ کی دعوت اور پیشکش قبول نہ کی۔ لیکن ان کے جوابات اور انداز مختلف تھے۔ کسی نے بہترین جواب دیا۔ کسی نے آپ کے بعد اَپنے لیے ریاست کی شرط لگائی۔ کسی نے کہا آپ کا خاندان اور قبیلہ آپ کو بہتر جانتا

ہے کہ اس نے آپ کی پیروی نہیں کی۔ کسی نے برا جواب دیا۔ اور ان میں سب سے برا جواب مسیلمہ کذاب کے گروہ بنو حنیفہ کا تھا۔

مکہ شریف سے باہر اسلام و ایمان کی روشنی: جس زمانہ میں اسلامی دعوت مکہ شریف کے اندر مشکل ترین سے گزر رہی تھی مکہ سے باہر کے کچھ خوش نصیب لوگ ایمان لائے اور انہوں نے سعادت دارین حاصل کی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱) سوید بن صامت رضی اللہ عنہ: یہ شاعر تھے اور مدینہ کے باشندے تھے۔ حج یا عمرہ کے لئے مکہ شریف آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے حکمت لقمان کی باتیں پیش کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پیش کیا اور یہ مسلمان ہو گئے۔

۲) ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ: یہ بھی مدینہ منورہ کے باشندہ تھے۔ سن ۱۱ ھ کے اوائل میں اوس کے وفد کے ساتھ مکہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام دی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

۳) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خبر ملنے پر ہی اَپنے بھائی کو مکہ بھیجا۔ اس کی باتوں سے ان کو تسلی نہ ہوئی پھر خود مکہ آئے اور ایک ماہ تک مسجد حرام میں رہے اور آب زم زم پیتے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملوایا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے مسجد حرام میں آ کر ایمان کا اعلان کیا اور **اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** پڑھا۔ یہ خبر سن کر قریش نے بہت سخت مارا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو بچا لیا۔ اور دوسرے دن بھی ایسا ہی برا سلوک کیا گیا۔ اس کے بعد یہ اپنی قوم میں واپس چلے گے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی یہ مدینہ ہجرت کر کے آ گئے۔

۴) ضماد ازدی رضی اللہ عنہ: یہ یمن کے باشندے تھے۔ کفار سے سنا کے یہاں مکہ میں ایک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہتے ہیں جو پاگل ہیں۔ چنانچہ یہ آپ کا علاج کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات پڑھے **اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا**

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اور ان کلمات کو سن کر تین بار دہرانے کی فرمائش کی۔ پھر کہا لائیے ہاتھ بڑھا لیئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام پر بیعت کروں۔ تو انہوں نے بیعت کی اور دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ یہ وہ خوش نصیب مسلمان تھے جو مکہ معظّمہ سے باہر رہنے والے تھے اور ہجرت سے پہلے ہی ایمان لائے۔ اور مکہ کے لوگ اَپنے عناد اور دشمنی کی وجہ سے دولت ایمان سے محروم رہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

حسن بصرہ بلال از حبش صہیب از روم   اَز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

ابولہب اور ابوجہل دونوں سب سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے دشمن تھے اور مکہ ہی میں رہتے تھے۔ مگر دولت ایمان سے محروم رہے کیونکہ اللہ جس کو چاہتا ہے توفیق ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

۵) طفیل بن عمرو دَوسی رضی اللہ عنہ: اسی عرصہ میں طفیل بن عُمر ودَوْسِی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اسلام سن کر انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور یہ بہت بڑے شریف النسب تھے۔ اور یہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ارادہ یہ ہے کہ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں اور میرے لیے دعا فرمایئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں بستی میں گیا تو میرے والد محترم میرے پاس آئے۔ وہ بہت بوڑھے تھے۔ میرے دعوت اسلام دینے پر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اسی طرح حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ بھی اسلام میں داخل ہوئیں۔ تو یہ کتنے ہی خوش نصیب لوگ تھے جنہیں اسلام کی روشنی اور خوشبو پہنچی۔ تو انہوں نے اسلام میں داخل ہونے میں جلدی۔ کی ایک پنجابی شاعر کہتا ہے:

بھوراں نوں خوشبو پھلاں دی کرے معطر دوروں   دوڑے آوان صدقے جاون جلوہ پان حضوروں
پونڈاں نو کجھ اثر نہ کرندے سہنے رنگ پھلاں دے   گہند غلاظت نال ہمیشہ بند دماغ جناں دے
پاوے قدر پھلاں دا بلبل صاف دماغاں والی   گرجاں نوں کد لذت دیندی صحبت باغاں والی
دیوے مدہ پتنگاں تائیں لاٹ چراغاں والی   کدی نہ ڈھٹی قول شمع دے مجلس زاغاں والی
بھج ہدایت کار نہ کوئی دل دیاں داغاں والی   کھوجی بھج شناخت ناہیں اصل سراغاں والی

مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتداء (بیعت عقبہ اولیٰ): اللہ تعالیٰ نے اَپنے دین کے اظہار اور اَپنے نبی کے

اعزاز اور اَپنے وعدہ کو پورا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تو ایام حج میں اوس وخزرج کے قبیلوں سے ملاقات کی اور قبائل عرب کو اپنا پیغام پیش کیا۔ اسی نبوت کے گیارہویں سال ماہ رجب میں پہلی بیعت عقبہ وقوع پزیر ہوئی کہ انصار مدینہ سے چھ آدمیوں کی حج کے دنوں میں جمرہ عقبہ کے پاس رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ اور وہ جمرہ عقبہ کے پاس اسلام میں داخل ہوئے اور ان خوش نصیبوں کے نام یہ ہیں (۱) ابو امامہ اسعد بن زرارہ خزرجی (ان کو سب سے پہلے آپ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا اور عقبہ کی تینوں بیعتوں میں آپ شریک رہے) (۲) حضرت براء بن معرور بن ضحر اوسی اشھلی (۳) حضرت معاذ (۴) حضرت معوذ (۵) حضرت عوف رضی اللہ عنہم (حضرت معاذ، معوذ، عوف یہ تینوں حارث بن رفاع کی اولاد سے ہیں اور ابناء عفراء کے نام سے معروف ہیں۔ عفراء ان کی والدہ کا نام ہے) (۶) ابوالھیثم بن تیان (بذل القوۃ)۔

بعض کتب میں براء بن معرور بن ضحر اور معوذ کا نام شامل نہیں اور ذکوان بن عبدقیس، عبادہ بن صامت، عویم بن ساعدہ کے نام اَتے ہیں (زرقانی)۔

امتاع الاسماع میں رافع بن مالک قطبہ بن عامر بن حدید، عقبہ بن عامر جابر بن عبداللہ بن رئاب بن لغمان کے اسماء مذکور ہیں (امتاع الاسماء ج ا ص ۳۲)۔

بیعت عقبہ اولی میں شریک ہونے والوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ان کی تعداد اٹھ ہے۔ بہر حال یہ حضرات اسلام کی شمع اَپنے ساتھ لے کر مدینہ شریف واپس چلے گئے۔ بعض بیعت اولیٰ کی بجائے پہلی ملاقات ابتدائے اسلام وغیرہ لکھتے ہیں اور مواہب لدنیہ وغیرہ میں اس پہلی ملاقات کو بیعت عقبہ اولیٰ لکھا ہے۔ اسی لئے بیعت عقبہ اولی قرار دیا گیا ہے۔

اور انہوں نے مدینہ منورہ جا کر نبی ﷺ پر اسلام لانے کا ذکر کیا تو ان کی وجہ سے ہر گھر میں آپ کا چرچا ہونے لگا اور کوئی ایسا گھر نہیں تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر نہ ہو۔ فَلَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ اِلٰى قَوْمِهِمْ ذَكَرُوْا لَهُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ۔ فَدَعَوْهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى فَشَا فِيْهِمْ فَلَمْ تَبْقَ دَارٌ مِنْ دُوْرِ الْاَنْصَارِ اِلَّا فِيْهَا ذِكْرٌ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (مختصر سیرت الرسول) اور ان کی بیعت کرنیوالوں کی تعداد چھ یا سات تھی۔ تو اس طرح مکہ سے باہر ایمان واسلام کی روشنی جانے لگیں۔

سورہ کوثر کا نزول: محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ عاص بن وائل سھمی جب بھی رسول اللہ کا ذکر ہوتا تو کہتا اسے چھوڑ دو۔ فانما ھو رجل أبتر لا عقب له لو مات لانقطع ذکره واسترحتم منه۔ تو بیشک وہ ایک بے اولاد شخص ہے، اس کی نسل نہیں چلے گی۔ اگر وہ وفات پا گئے تو ان کی نسل منقطع ہوگی اور تمہیں ان سے چھٹکارہ مل جائے گا۔ تو اس وقت اللہ تعالی نے یہ سورت کوثر اتاری۔ اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ (ترجمہ: اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اَپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے)۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام کے ص ۲۳۹ حاشیہ پر لکھا ہے کہ جب نبی ﷺ کے صاحب زادے حضرت قاسم فوت ہوئے اس وقت عاص بن وائل نے کہا کہ محمد ﷺ بیٹے سے ابتر ہو گئے ہیں۔ تو اللہ تعالی نے اَپنے نبی کریم ﷺ پر یہ سورۂ مبارک نازل فرمائی کہ اے محمد ﷺ جو آپ کو حضرت قاسم کے وصال سے تکلیف پہنچی ہے اس کے عوض میں اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (بیشک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطاء فرمائی) ہے۔ کوثر سے مراد دنیا اور آخرت کی سب نیکیاں ہیں (الروض الانف)۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ دو سال کے ہوئے تھے اور قبل از بعثت فوت ہو گئے تھے (روضۃ الاحباب)۔ پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے دوسرے صاحبزادے عبداللہ فوت ہوئے تو عاص بن وائل سہمی یہ خبر سن کر کہنے لگا وہ ابتر ہو گئے ہیں کہ ان کی کوئی نسل نہیں رہے گی۔ اس وقت یہ سورہ کوثر نازل ہوئی (مدارج النبوت)۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

۱۲ بعثت نبوی

اسراء ومعراج: نبوت کے بارہویں سال کے واقعات میں سے ایک عظیم الشان واقعہ اسراء ومعراج کا ہے۔ اور واقع معراج واسراء نبوت کے کس سال میں ہوا تھا اس میں متعدد اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ اسراء ومعراج کا واقع نبوت کے دسویں سال طائف کے سفر سے واپسی پر پیش آیا تھا۔ علامہ ابن کثیر نے واقع اسراء ومعراج کا ذکر جناب ابوطالب کی وفات سے قبل ذکر کیا ہے۔ مگر سب سے زیادہ مشہور یہی ہے کہ نبوت کے بارھویں سال ماہ رجب کی ۲۷ تاریخ کو اسراء ومعراج شریف ہوئی ہے۔

چنانچہ حافظ بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ کی معرفت امام زھری سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسراء کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل (۱۲) پیش آیا (البدایۃ والنھایۃ)۔ **قال الزرقانی فی شرحہ کان الاسراء قبل الھجرۃ بسنۃ وخمسۃ اشھر و کان لیلۃ السابع والعشرین من رجب** (حاشیہ الانوار المحمدیہ)۔ علامہ محدوم سندھی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں کہ اسی کو صحیح قرار دیا ہے کہ ہجرت کے ایک سال قبل واقعہ اسراء ومعراج پیش آیا تھا۔ اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے۔

اسراء ومعراج کا سفر روح جسم پاک کے ساتھ ہوا ہے اس لئے کہ عبد کا اطلاق روح وجسم دونوں پر ہوتا ہے اور معجزہ اسی فعل کو کہتے ہیں جو عقل میں نہ آسکے۔ ہر جگہ عقلی گھوڑے نہیں دوڑانے چاہیئے۔ اور شک اور شبہات سے بچنا چاہیئے۔

اور اس عظیم الشان معجزہ اسراء ومعراج کا ذکر قرآن کریم کی سورہ اسراء کے ابتداء اور سورہ نجم میں آیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **سُبْحَانَ الَّذِیٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِیْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ آيَاتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ** (سورہ بنی اسرائیل ۱)۔ ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ جو اَپنے خاص بندہ کو لے گیا رات کے تھوڑے سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد گرد ہم نے برکتیں رکھیں ہیں تا کہ ہم دکھائیں اس کو اپنی نشانیاں بے شک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے **وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى** (سورہ نجم ۱۳ تا ۱۸)، ترجمہ: اور انہوں نے اسے دوبارہ بھی دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اسی کے پاس جنت الماوی ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ نہ درماندہ ہوئی (چشم مصطفیٰ) اور نہ حد ادب سے آگے بڑھی۔ یقیناً انہوں نے اَپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ متعدد حدیثوں میں اس عظیم الشان معجزہ کی تفصیلات مذکور ہیں۔ یہاں مختصر واقعہ معراج کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے کہ آپ نماز عشاء کے بعد حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب کے گھر آرام فرما تھے۔ بحکم حق تعالیٰ حضرت جبرئیل چھت چیر کر اترے۔

اور وہاں سے حطیم میں لائے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ شق کیا گیا اور قلب اطہر کو باہر نکال کر زمزم شریف سے دھویا گیا۔ پھر حکمت وایمان اور نور نبوت اس میں بھر دیا اور سینہ مبارک میں دل کو رکھ کر سی دیا۔ یہ آپ کے عظیم الشان معجزات میں

سے ہے۔ حضرت جبرائیل امین براق لے کر حاضر ہوئے۔ اور پھر آپ کی خدمت میں تیز رفتار براق پیش کیا گیا جس کا رنگ سفید گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اس کا ہر قدم حد نظر پر پڑتا تھا آپ اس پر سوار ہوئے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام ساتھ تھے آپ عجائب وغرائب اور عالم برزخ کا مشاہدہ کرتے ہوئے جا رہے ہیں۔

پہلی منزل مدینہ منورہ کی تھی جہاں اتر کر آپ نے نماز پڑھی۔ جبرئیل نے کہا آپ ہجرت کر کے یہاں آئیں گے۔

دوسری منزل طور سینا کی تھی جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔

تیسری منزل بیت الحم جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔

چوتھی منزل بیت المقدس تھی جہاں براق کا زمینی سفر ختم ہوا۔ اور بیت المقدس میں پہنچ گئے۔ براق سے اتر کر اسی مقام پر براق باندھا جہاں انبیاء کرام باندھتے تھے پھر دیکھا کہ سارے انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام موجود تھے۔ آپ نے سب کی امامت فرمائی اور امام اسی کو بنایا جاتا ہے جو حاضرین میں سے افضل ہو۔ آپ سید الانبیاء، امام الانبیاء ہیں اس لئے سب نبیوں کے امام بنے۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام مرض میں ابوبکر صدیق کو امام بنایا گیا کیونکہ آپ سب صحابہ سے افضل تھے)۔ پھر آپ کے سامنے تین پیالے پیش کئے گئے۔ ایک میں پانی، دوسرے میں دودھ، تیسرے میں شراب۔ آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھا کر نوش فرمایا۔ حضرت جبرئیل نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فطرت کی راہ پا گئے۔

نبیوں سے ملاقات: پھر آپ کے لئے ایک سیڑھی پیش کی گئی جس پر آپ اور جبرئیل سوار ہو کر آسمان دنیا کی طرف تشریف لے گئے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی (یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے)۔ تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے پاس تشریف فرما ہیں۔ اس طرح مختلف نبیوں سے اور مختلف آسمانوں پر ملاقاتیں ہوئیں۔

سدرۃ المنتہیٰ: پھر آپ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس آسمانی معراج کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ

ارشادخداوندی ہے: وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی (سورہ نجم ۱۳ تا ۱۸)۔ ترجمہ: اورانہوں نے اسے دوبارہ بھی دیکھا سدرۃ المنتہٰی کے پاس، اسی کے پاس جنت الماوی ہے۔ جب سدرہ پر چھارہا تھا جو چھارہا تھا۔ نہ درماندہ ہوئی (چشم مصطفی) اورنہ حدادب سے آگے بڑھی۔ یقیناانھوں نے اَپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

وہاں چارنہریں دیکھیں، دوپوشیدہ اوردوظاہر۔ بیت المعمور کودیکھا جنت ودوزخ کا ملاحظہ فرمایا۔ آپ کی خدمت اقدس میں تین برتن پیش کئے گئے۔ ایک برتن میں شراب دوسرے میں دودھ اورتیسرے میں شہد تھا۔ آپ نے دودھ کو پسند فرمایا اوراس سے نوش فرمایا۔ اوراسی رات کوامت پر پانچ نمازیں دن اوررات میں فرض فرمائیں اوراللہ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔

دیدارِخداوندی: کیارسول اللہ ﷺ کوشبِ معراج میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہواہے یانہیں؟ اس میں سلف وخلف نے اختلاف کیاہے۔ حضرت ابوذررضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ نے اَپنے رب کودیکھا ہے؟ فرمایا، نورکومیں کیسے دیکھتا (مسلم)۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ نورہے اس کونہیں دیکھا جاسکتا۔ یایہ کہ میں نے نوردیکھا اللہ نورہے منورکرنے والا ہے۔

اثبات رویئت اورعدم رویئت کے بارے میں چارقول (مذہب) ہیں:

(۱) ایک قول میں دیدار کا بالکل انکار کیا گیاہے۔ اوریہ قول حضرت عائشہ صدیقہ، ابن مسعود، ابوھریرہ اورمسروق رضی اللہ عنہم کامشہور ہے۔

(۲) دوسراقول یہ ہے کہ دیدارثابت ہے مگردل سے نہ کہ سرکی آنکھوں سے۔ اوریہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(۳) تیسراقول یہ ہے کہ دیدارآنکھوں سے ہواہے اوریہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اوراسی پر حضرت امام شیخ ابوالحسن اشعری ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں فرمایا ہے کہ اکثرعلماء کے نزدیک یہ قول (مذہب) راجح ہے۔

(۴) چوتھاقول (مذہب) یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توقف ہے اوریہ قول حضرت سعید بن جبیررضی اللہ عنہ کاہے (نبراس شرح شرح العقائد النسفی ص ۴۷۴ مختصرا)۔

دیدارخداوندی دنیامیں ممکن ہے۔ علامہ سعیدالدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِخْتَلَفَ الصَّحَابَةُ فِیْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ هَلْ رَاٰی رَبَّهٗ لَیْلَةَ الْمِعْرَاجِ اَمْ لَا وَالْاِخْتِلَافُ فِی الْوُقُوْعِ دَلِیْلٌ عَلَی الْمَکَانِ (شرح عقائد مع براس ص ۲۶۵)۔ تیسرے قول (مذہب) کے مطابق رسول اللہ ﷺ کواللہ تعالیٰ کا دیدار ہواہے۔ جلالین میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایامیں نے اَپنے رب کودیکھا ہے۔ شیخ مومن لکھتے ہیں وَفِیْ لَیْلَةِ الْاَسْرَاءِ رَاٰی رَبَّهٗ یَعْنِیْ رَاْسَهٗ عَلَی الصَّحِیْحِ وَ کَلَّمَهٗ وَرُؤْیَتُهٗ لَهٗ فِی الدُّنْیَا مِنْ خُصُوْصِیَاتِهٖ وَهِیَ مُسْتَحِیْلَةٌ شَرْعًا عَلٰی غَیْرِهٖ فِی الدُّنْیَا (نورالابصار)۔ اورصحیح قول کے مطابق آپ نے شبِ اسراء کواَپنے رب کواَپنے سرکی آنکھوں سے دیکھا اوراس کے ساتھ کلام بھی کیا۔ اوررسول اللہ ﷺ کا دیدارخداوندی کرنا دنیامیں آپ کے خصوصیات میں سے ہے۔ اوردنیامیں نبی کریم ﷺ کے سواکسی اور کے لئے دیدارخداوندی شرعامحال ہے۔ وَقَالَ بعض الْعُلَمَاء الرویة فِی الدُّنْیَا مُحَالٌ لِغَیْرِ النبی ﷺ (نبراس ص ۲۶۰)۔ کیونکہ دیدار کا وعدہ آخرت میں کیا گیاہے۔ نیز دنیامیں دیدارِخداوندی کرنے کی طاقت نہیں۔ نبی کریم ﷺ کورویئت باری تعالیٰ دنیامیں نہیں بلکہ آخرت میں ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ شب معراج میں آنحضرت ﷺ کورؤیت دنیامیں واقعہ نہیں ہوئی بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے۔ زیادہ تفصیل مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر ۲۸۳ دفتر اول میں ہے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض فرمائیں پھرحضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے پچاس کی بجائے پانچ رہ گئیں۔ حکم ہوا پڑھوگے پانچ نمازیں مگرثواب پچاس کا ملے گا۔

واپسی: پھرواپسی کے سفرمیں اسی سیڑھی سے اترکرآپ بیت المقدس تشریف لائے کہ یہاں پھرتمام انبیاءورسل موجود تھے۔ آپ نے ان کونماز پڑھائی جوغالباًفجرکی نمازتھی۔ پھرمکہ تشریف لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے فجرکی نمازمسجد حرام میں پڑھی اورواقع معراج بیان فرمایا۔ کفارنے یہ واقعہ سن کرانکارکیااورمزاق اڑانے لگےاورپھردریافت کیا کہ جو جوکفارنے نشانیاں پوچھیں وہ آپ بتلادیں اوران کے سب سوالوں کے جوابات دے دیئے مگرکفارایمان نہ لائے۔

حضرت حسن نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فَرُفِعَ لِیْ حَتّٰی نَظَرْتُ اِلَیْہِ وہ میرے سامنے اس طرح پیش کر دیا گیا میں اسے دیکھنے لگا۔ اکثر لوگوں نے کہا: واللہ! یہ تو بالکل ناقابل قبول ہے۔ خدا کی قسم! مکہ سے شام کی جانب قافلہ ایک مہینے میں جاتا اور ایک مہینے میں لوٹ کر آتا ہے۔ کیا محمد ﷺ یہ مسافت ایک رات میں طے کر کے واپس مکہ آ سکتے تھے؟ راوی نے کہا: اس سبب سے بہت سے لوگ جنہوں نے اسلام اختیار کر لیا تھا، مرتد ہو گئے۔ پھر کچھ لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اور ان سے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں اپنے دوست کے متعلق اب بھی حسن ظن ہے؟ وہ تو دعویٰ کرتا ہے کہ آج کی رات وہ بیت المقدس پہنچے، وہاں نماز پڑھی پھر واپس مکہ آ گئے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو کیا تم انہیں جھٹلاتے ہو؟ انہوں نے کہا: کیوں نہ جھٹلائیں؟ وہ تو مسجد میں لوگوں سے بیان کر رہے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! اگر انہوں نے ایسا کہا تو سچ کہا۔ تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے؟ واللہ! انہوں نے تو مجھے یہ بھی خبر دی ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے آسمان سے زمین تک رات یا دن میں خبریں آتی ہیں اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ یہ بات تو اس سے بھی زیادہ بعید ہے جس پر تم تعجب کر رہے ہو۔ پھر آپ آئے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، اور عرض کی: اے اللہ کے نبی ﷺ کیا آپ نے ان لوگوں سے بیان فرمایا کہ آج رات آپ بیت المقدس تشریف لے گئے تھے؟ فرمایا: ہاں۔ عرض کی: اے اللہ کے نبی اس کے اوصاف مجھ سے بیان فرمائیے، کیونکہ میں وہاں جا چکا ہوں۔

صدیق کا لقب:: پھر رسول اللہ ﷺ نے اسراء اور معراج کا واقعہ بیان کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر بات کی تصدیق کی۔ یہاں تک کہ پورا بیان ذی شان ختم ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اَنْتَ یَا اَبَابَکْرٍ الصِّدِّیْقُ اے ابوبکر! تم صدیق ہو۔ غرضیکہ اسی دن آپ ﷺ نے انہیں صدیق کا لقب عطا فرمایا (سیرۃ النبویۃ لابن ھشام)۔

شب اسراء میں کونسی نماز پڑھی تھی: ظاہر یہ ہے کہ جو نماز نبی کریم ﷺ سے مسجد اقصی میں پڑھائی تھی وہ نفل تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ فرض نماز تھی جو معراج سے پہلے آپ پر فرض تھی (زرقانی ج ۶ ص ۵۴)۔ صحیح یہی ہے کہ وہ نماز نفل تھی اس لئے کہ روایت سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ سفر نماز عشا اور نماز فجر کے درمیان میں تھا۔ آپ عشا

کی نماز پڑھ کر بستر استراحت پر لیٹ چکے تھے۔ تب جبرئیل براق لے کر آئے اور نماز فجر سے پہلے مکہ مکرمہ آسمانوں سے واپس آ گئے اور صبح کی نماز مکہ میں ادا فرمائی (فتح الباری ج ۷ ص ۱۵۱ حدیث الاسرار)۔ معلوم ہوا کہ یہ نماز جو آپ نے ملائکہ اور انبیاء کرام کو پڑھائی تھی فرض نماز نہ تھی بلکہ نفل نماز تھی (واللہ اعلم) (سیرت مصطفی حصہ اول ص ۳۱۶)۔

تحائف معراج: اللہ تعالیٰ نے معراج شریف کی رات کو ہمارے نبی کریم ﷺ کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں۔ ان میں سے تین تحفے اور چند آیتیں لے کر واپس تشریف لائے اور وہ تین تحفے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق یہ ہیں: (۱) پانچ نمازیں فرض کی گئیں (۲) سورہ بقرہ شریف کی آخری تین آیات (۳) اس شخص کی معافی کا اعلان جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں (مشکوۃ) (۴) نیکی کا ارادہ کرنے سے ثواب ہے اگرچہ نیکی نہ کر سکے لیکن برائی کے ارادہ سے برائی نہیں لکھی جاتی (۵) سورۂ بنی اسرائیل اور اس کے احکام بھی معراج کے تحائف میں سے ہیں۔ راقم الحروف نے اپنی تالیف معراج مصطفی میں اسرا و معراج کو تفصیلاً بیان کیا اس لئے یہاں صرف اس کا خلاصہ پیش کیا ہے۔

مزاق اُڑانے والے: اعلان توحید و رسالت کے بعد تمام کفار حضور ﷺ اور اہل اسلام کا مزاق اڑاتے اور سخت دشمنی کرتے تھے مگر ان گستاخوں اور بے ادبوں کا ایک خاص گروہ تھا جو بڑی دل آزار باتیں کیا کرتا تھا۔ ان کی تعداد بقول بعض ۱۹ اور بقول بعض ۲۰ بیان کی جاتی ہے۔ ان میں ابولہب، ابوجہل، عاص بن وائل جہمی، اسود بن عبد یغوث، حارث بن قیس، اسود بن مطلب، مالک بن طلاطیل، حکم بن ابی العاص اور ابولہب تمام لوگوں سے نبی ﷺ کے ساتھ زیادہ دشمنی رکھتا تھا۔ امیہ بن خلف جمحی، علقمہ بن کلدہ، اخنس بن شریق، ابی بن خلف، عقبہ بن معیط، ابی معیط (سبل الھدی ج ۲ ص ۴۶۹)۔

اور ان سب کا افسر ولید بن مغیرہ مخزومی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَہْزِئِیْنَ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ۔ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ (سورہ حجر ۹۷)

ہم کافی ہیں آپ کو مزاق اُڑانے والوں کے شر سے بچانے کیلئے جو بناتے ہیں اللہ کے ساتھ اور معبود۔ سو یہ حقیقت حال کو

ابھی جان لیں گے اور ہم خوب جانتے ہیں آپ کا دل تنگ ہوتا ہے ان باتوں سے جو وہ کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (سورہ الرعد ۳۲) اور بیشک تم سے اگلے رسولوں سے بھی ہنسی کی گئی تو میں نے کافروں کو کچھ دنوں ڈھیل دی پھر انہیں پکڑا تو میرا عذاب کیسا تھا۔ آپ ﷺ کا جو مزاق اڑانے والے تھے ان کے نام ونشان اور ان کی نسلیں ختم ہوگئی ہے، رسول کریم ﷺ کا ذکر ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

قرآن مجید مکی مدنی: نبی کریم ﷺ اعلان نبوت کے بعد ۱۳ برس تک مکہ شریف میں قیام پزیر رہے اور شب وروز دعوت اسلام فرماتے رہے۔ اور قرآن مجید کی آیات اور سورتیں بارش کے قطرات کی طرح نازل ہوتی رہیں اور پھر ہجرت کے بعد دس سال تک قرآن کریم کا نزول ہوتا رہا۔ لہٰذا جو سورتیں ہجرت سے قبل مکہ شریف میں نازل ہوئی ہیں وہ مکی کہلاتی ہیں اور جو سورتیں یا آیتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں۔ اس طرح مقام نزول کے لحاظ سے قرآن کریم مکی ومدنی ہوا۔ اور قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں جن میں سے ۸۳ سورتیں مکی ہیں اور ۳۱ سورتیں مدنی ہیں۔ اور مکی سورتوں اور آیتوں کا انداز بیان مدنی سورتوں اور آیتوں سے مختلف ہے۔ ان کی تعداد کے متلع اور روایات بھی ہیں۔

دعوت اسلامیہ کے اہم موضوعات: نبی کریم ﷺ نے مکی دعوت اسلامی دور میں جو اسلامی دعوت کے بڑے بڑے اہم مختلف موضوعات پیش کئے تھے وہ خالص توحید کی دعوت اور شرک کی تردید، بتوں کی مذمت، رسالت محمدیہ پر ایمان لانے کی دعوت اور الزام واعتراضات کے جوابات، آخرت پر ایمان لانے کی دعوت اور یوم آخرت کے احوال منازل کا اثبات آسان ترین دلائل سے بیان کئے۔ اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا اثبات اور اس پر یقین کامل رکھنے کی تاکیدیں کی تھیں۔ ان کے علاوہ اخلاقیات کی تعلیم پر بے حد زور دیا گیا تھا اور ان موضوعات اور ان کے علاوہ وہ مسائل مکی سورتوں اور آیتوں میں بار بار بکثرت بیان ہوئے ہیں جن کا انداز بیان ان سورتوں اور آیتوں کے مطالعہ سے واضح ہے کہ اہل مکہ آخرت کے سخت منکر اور انکاری تھے۔ اس لیے ان کے سامنے آسان ترین دلائل کے ساتھ قیامت کا آنا ثابت کیا گیا۔ اگرچہ دور نبوت میں آپ کے معاصرین، مشرکین، منافقین یہود ونصاریٰ اور ایماندار تھے۔ مگر ان کے

علاوہ دنیا کے دیگر خطوں میں دیگر مذاہب بھی پائے جاتے تھے اور منکرین باری تعالیٰ بھی تھے۔

مکہ مکرمہ کے چار ادوار: تیرہ سالہ مکی زندگی کو کل چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) شروع کے تین سال پہلا دور کہلاتا ہے۔ اس میں دعوت کا کام خفیہ ہوتا تھا۔

(۲) دور ثانی ۳ نبوی سے ۵ نبوی تک دو سال پر مشتمل ہے۔ اس میں علانیۃ دعوت دی جانے لگی، مگر اس عرصہ میں کفار کی طرف سے بہت زیادہ اذیت وتکالیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا کیونکہ کفار کو دعوت کے غلبہ کا خطرہ واندیشہ نہیں تھا۔

(۳) تیسرا دور پانچ سال پر مشتمل تھا یعنی بعثت کے ۵ تا ۱۰ اس میں مشرکین کی طرف سے مخالفت بڑھ گئی کہ صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور جناب ابوطالب آپ ﷺ کا دفاع کرتے اور تسلی دیا کرتے تھے۔

(۴) آخری تین سالہ دور یعنی ۱۰ سے ۱۳ تک یہ زمانہ بڑی آزمائشوں اور تکالیف کا تھا۔ کیونکہ ایک طرف فتنہ انگیزی کی عداوت میں ناقابل برداشت اضافہ ہوگیا تھا۔ اور دوسری طرف مذکورہ حمایتیوں کا سایہ باقی نہ رہنے کی وجہ سے ان ایذاؤں سے کوئی مانع ومدافع بھی باقی نہ رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تیسرے اور چوتھے دور میں جتنی سورتیں نازل ہوئیں ان میں صبر اور تسلی کی تلقین نمایاں ہے۔ اس کے برعکس مدنی زندگی کا زمانہ حاکمانہ دور تھا (زاد یسیر فی علوم التفسیر اردو ص ۲۸)۔ مکی دور میں درگزر اور صبر کرنے کی تاکید کی جاتی رہی اور ستر سے زائد وہ آیات ہوں گی جن میں جہاد کرنے سے منع کیا جاتا رہا۔ اس لئے کہ مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی اور نہ اپنی کوئی مستقل ریاست تھی۔ جب حق تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں سکونت اور ریاست قائم فرمائی اور مسلمانوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا تو پھر جہاد کا حکم دیا گیا۔

نبوت کے مکی دور میں معجزات کا ظہور: مکی دور میں جو معجزات رسول اللہ ﷺ کے ظہور پزیر ہوئے ان کی تعداد بہت سی بیان کی جاتی ہے۔ ان میں سے ایک شق القمر کا معجزہ ہے، دوسرا اسراء ومعراج معجزہ ہے جو کئی معجزوں پر مشتمل ہے، نزول قرآن مجید دائمی معجزہ، آپ کے وسیلہ اور دعا سے بارش کا ہونا اور خصائص کبریٰ میں متعدد معجزات بیان کئے گئے ہیں: درخت کا چلنا، درخت کی ٹہنی کا لوٹ کر آنا، کم عمر بکری سے دودھ کا نکلنا، حضرت خالد بن سعد بن العاص کا خواب، ایک صاع مقدار طعام سے چالیس افراد کا شکم سیر ہو کر کھانا، پانی کا زمین سے نکلنا، نبی کریم ﷺ کی دعا سے ابوطالب کا شفایاب ہونا، دشمنوں کی شر سے معجزانہ طور پر محفوظ رہنا، رکانہ پہلوان کو کشتی میں گرا دینا، جانی دشمنوں کا اسلام

قبول کرنا، غلبہ روم کے بارے میں (سورہ روم) خبر دینا، سفرِ ہجرت، بڑی جوان مردی اور حفاظت خداوندی میں طے کرنا وغیرھم۔

۱۳ بعثت نبوی

بیعت عقبہ ثانیہ: اسی سال مدینہ شریف سے بارہ آدمیوں نے آکر اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ کی بیعت کی اور ان کے اسماء گرامی یہ ہیں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ یعنی حضرت نعمان بن بشیر کے والد ماجد، اوس قبیلہ کے سردار حضرت سعد بن معاذ اشہلی اوسی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام، ان کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی تھے لیکن وہ کم سن تھے (مردوں میں شمار نہیں ہوسکتے تھے)، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ جو بدری نام سے مشہور ہیں، حضرت ذکوان بن عبد قیس زرقی رضی اللہ عنہ، حضرت رافع بن مالک زرقانی، حضرت قطبہ بن عامر، حضرت عتبہ بن عامر، حضرت عویم بن ساعدہ (بذل القوۃ اردو ص ۱۱۳)

شرائط بیعت: شب عقبہ کو نبی کریم ﷺ نے بیعت لیتے ہوئے فرمایا **اَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا نُسْرِقَ وَلَا نَزْنِيْ وَلَا نَقْتُلَ وَلَا نَاْتِيْ بِبُهْتَانٍ نَفْتَرِيْهِ بَيْنَ اَيْدِيْنَا فَاخِذْتُمْ بِحَدِّهٖ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهٗ، وَاِنْ سَتَرْتُمْ عَلَيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَاَمْرُكُمْ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ** (البدایۃ والنہایۃ ج ۳۔ ۴ ص ۱۶۰)۔ ترجمہ: کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، چوری نہ کریں گے، بدکاری سے دور ہیں گے، اولاد کو قتل نہ کریں گے، ایک دوسرے پر بہتان تراشی سے بچیں گے، کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم نے وفا کی تو جنت پاؤ گے۔ اگر کچھ خطا کی تو یہ معاملہ اللہ کے اوپر (ذمہ کرم پر) ہے۔ چاہے بخش دے، چاہے سزا دے۔ اور جب یہ بارہ مرد واپس مدینے شریف جانے لگے تو دولت ایمان لے کر گئے۔

عقبہ یہ لفظ قرآن مجید میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ** (سورہ بلد)، ترجمہ: تو کیا جانتا ہے کہ عقبہ کیا ہے (پہاڑی، گھاٹی، تنگ پہاڑی، گزرگاہ)۔ مکہ سے منیٰ جاتے ہوئے یا منی سے مکے آتے ہوئے منیٰ کے مغربی کنارے پر ایک تنگ پہاڑی راستہ سے گزرنا پڑتا تھا۔ یہی گزرگاہ عقبہ کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ کو جس

جمرہ کو کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ اسی گزرگاہ کے سرے پر واقع ہے، اسی لئے اس کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں۔ باقی دو جمرے جمرۂ عقبہ سے مشرق کی جانب واقع ہیں۔ نبوت کے بارہویں سال حج کے دنوں میں مدینہ منورہ سے ۱۲ آدمیوں نے اسی گھاٹی میں آپ سے بیعت کی جس کو عقبہ اولیٰ کہتے ہیں (فرہنگ سیرت ص ۲۰۳) اسی عقبہ کے پاس ایام حج میں آپ لوگوں کو دعوت اسلام دیتے تھے جو لوگ اطراف عرب سے مکہ آتے تھے تو ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف بلاتے۔ نبی ﷺ کی ہجرت سے دو برس چند ماہ قبل تقریباً خزرج کی ایک جماعت مدینہ سے آئی جو چھ افراد پر مشتمل تھی۔ ان کو دعوت اسلام دی۔ اور انہوں نے آپ کا کلام سنا اور اسلام لائے۔ پھر مدینہ واپس چلے گئے۔ رسول ﷺ کی آمد کی اہل مدینہ کو خبر دی اور اسلام کی طرف دعوت دی یہاں تک کے انصار کے ہر گھر میں پیغام پہنچ گیا اور پھیل گیا (التاریخ القویم ج ۵ ص ۳۱۲)۔

مسجد بیعت العقبہ: اسی عقبہ (گھاٹی) میں ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی جس کا نام مسجد بیعت ہے۔ اس جگہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے کہ اسی عقبہ کے پاس تین بار انصار مدینہ سے ملاقات ہوئی اور وہ خوش نصیب حضرات اسلام میں داخل ہوئے۔ اس کو جمرۂ عقبہ اولی بھی کہتے ہیں۔

علامہ محمد طارکردی لکھتے ہیں **نقول ان مسجد البیعت هو قبیل جمرة العقبة علی یسار الذاهب من مكة الی منی والمسافة بین هذا المسجد وبین جمرة العقبة باول منی هی كا المسافة بین الصفا والمروة ای نحو ثلاثمائة متر** (تاریخ القویم ج ۵ ص ۳۱۱) راقم الحروف نے بتوفیق الٰہی منی میں کئی مرتبہ حاضری دی۔ اللہ تعالیٰ اس حاضری کو قبول فرمائے اور دوبارہ اللہ تعالیٰ مقدس مقامات کی زیارت نصیب فرمائے۔ آمین۔

حضرت محمد بن مسلمہ بن رضی اللہ عنہ، حضرت عباد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ اسی سال ایمان لائے اور حضرت ابوسلمہ عبد اللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ نے اسی سال ہجرت فرمائی۔

معلم مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ: اس بیعت کے بعد حضرت مصعب بن عمیر کو معلم و امام بنا کر مدینہ منورہ بھیجا گیا تاکہ وہ اہل (مدینہ) کو اسلام کی دعوت اور تعلیم دیں اور ان کے ساتھ بعض اور صحابہ بھی تھے۔ علامہ یوسف نبہانی

لکھتے ہیں فَلَمَّا انْصَرَفُوْا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ بَعَثَ مَعَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَمْرَو بْنَ اُمِّ مَکْتُوْمٍ وَّمُصْعَبِ بْنِ عُمَیْرٍ یُعَلِّمَانِ مَنْ اَسْلَمَ مِنْھُمُ الْقُرْآنَ وَیَدْعُوْنَ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ (انوار محمدیہ)۔ترجمہ: پھر جب یہ مدینہ کی طرف گئے تو رسول اللہ نے ان کے ساتھ عمرو بن ام مکتوم اور معصب بن عمیر کو بھیجا تا کہ وہ دونوں ان کو قرآن کریم کی تعلیم دیں جو اسلام لا چکے ہیں اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیں۔اور یہ دونوں ابوامامہ اسعد بن زرارہ کے پاس اترے اور حضرت مصعب بن عمیر ان کی امامت کرتے تھے۔ان دونوں کی دعوت اسلام پر خلق کثیر نے اسلام قبول کیا اور پھر آئندہ سال موسم حج میں حضرت مصعب بن عمیر مکہ شریف واپس آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی اور ان کے ساتھ بہت سے مرد اور عورتیں تھیں کہ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔بعض نے پچھتر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے نام لکھے ہیں۔حضرت سعد بن معاذ بن نعمان اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما ایمان لائے۔

مدینۃ المنورہ میں جمعہ کا آغاز: مواھب لدنیہ میں ہے وَکَانَ اَسْعَدُ بْنُ زَارَۃَ یَجْمَعُ بِالْمَدِیْنَۃِ بِمَنْ اَسْلَمَ ۔کہ مدینہ منورہ میں حضرت اسعد بن زرارہ اسلام لانے والوں کو جمعہ پڑھاتے تھے۔عبدالرحمن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میرے والد (کعب بن مالک) جب جمعہ کی آذان سنتے تو حضرت اسعد بن زرارہ کے لئے استغفار کرتے۔میں نے ان سے پوچھا۔انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے ہمیں حضرت اسد بن زرارہ جمعہ پڑھاتے تھے (زرقانی ج ۲ ص ۸۳ بحوالہ ابوداود)۔بعض کہتے ہیں کہ سب سے اول جمعہ شریف کا آغاز ہجرت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے حضرت امامہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔اور بعض نے ذکر کیا ہے اَنَّ اَوَّلَ مَنْ جَمَّعَ بِھِمْ مُصْعَب بن عمیر لِاَنَّہٗ مَنْ قَدِمَ الْمَدِیْنَۃِ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ ثُمَّ قَدِمَ بَعْدَہٗ اِبْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ (الروض الانف ج ۲ ص ۲۵۳)۔ترجمہ: بیشک سب سے پہلے جس نے انہیں جمعہ پڑھایا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ وہ مہاجرین میں سے پہلے مدینہ منورہ آئے تھے۔پھر ان کے بعد حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ۔عبدالرحمن السھلی متوفی ۵۸۱ ھ لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں کعب بن لوی لوگوں کو مکہ میں جمعہ کے دن اکٹھا کیا کرتے تھے۔فَخَطَبَ وَذَکَّرَ وَبَشَّرَ بِمَبْعَثِ نَبِیٍّ ﷺ وَحَضَّ عَلٰی اِتِّبَاعِہٖ (الروض الانف ج ۲ ص ۲۵۳)۔تو اس روز وہ خطبہ دیتے وعظ و نصیحت کرتے تھے اور آپ کی آمد کی بشارت دیتے اور آپ کی اتباع کرنے پر ابھارتے۔سب سے پہلے عروبہ کو جمعہ کہا تھا۔عروبہ کا معنی رحمت ہے۔

بیعت ثالثہ: اور اسی سال ذی الحجہ کے ماہ مقدس میں تیسری بیعت عقبہ ہوئی۔اس موقع پر مدینہ منورہ سے ۷۲ یا ۷۳ مردوں اور دو عورتوں نے مکہ شریف آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کو بیعت کی اور دولت ایمان سے اَپنے سینوں کو منور کیا۔اس رات میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی عقبہ میں موجود تھے۔اور وہ اہل یثرب (مدینہ طیبہ والوں) سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پکا وعدہ لے رہے تھے اور تاکید کر رہے تھے (کہ اگر تم ان کی حفاظت کر سکو تو لے جاؤ ورنہ یہاں ان کی اپنی قوم ان کی حفاظت کرتی ہے)۔ان دنوں حضرت عباس اپنی قوم کے دین پر تھے (مواھب الدنیہ)۔قال ابن اسحاق: وھذہ تسمیۃ من شھد العقبۃ، وبایع رسول اللہ ﷺ بھا من لاوس والخزرج، وکانو ثلاثۃ وسبعین رجلا وامراتین (سیرۃ النبی، لابن ھشام)۔

بیعت عقبہ ثالثہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد:

بیعت عقبہ ثالثہ میں شریک ہونے والوں کے اسماء گرامی یہ ہیں:

ا:(۱) اسعد ابن زرارہ (۲) اسید بن حضیر (۳) ابی بن کعب، (۴) اوس بن ثابت یعنی حضرت حسان بن ثابت کے بھائی، (۵) اوس بن یزید

ب:(۶) بعاء بن معرور (۷) بشر بن براء بن معرور (۸) بشیرین سعد (۹) بھرین الھشیم

ث:(۱۰) ثابت بن الحزع (۱۱) ثعلبۃ بن عدی (۱۲) ثعلبۃ بن غنمۃ

ج:(۱۳) جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن خرام (۱۴) جابر بن صخر

ح:(۱۵) حارث بن قیس

خ:(۱۶) خالد بن زید (۱۷) خالد بن عمرو بن ابی کعب (۱۸) خالد بن عمرو بن عدی فی قول الواقدی وحدہ (۱۹) خالد بن قیسفی قول ابن اسحاق والوقدی ولم یذکرہ ابو معثر وابن عقبہ (۲۰) خارجۃ بن (۲۱) خدیج بن سلامۃ (۲۲) خلاد بن سوید بن ثعلبہ

ذ:(۲۳) ذکوان بن عبد قیس العقبتین

ر:(۲۴) رافع بن مالك بن عجلان (۲۵) رفاعۃ بن رافع بن مالك (۲۶) رفاعۃ بن عبد المندر (۲۷)

رفاعة بن عمرو

ز:(۲۸) زیاد بن لبید (۲۹) زید بن سهل ابو طلحه سین:(۳۰) سعد بن زید بن مالك الاشهلی فی روایة الواقدی وحده (۳۱) سعد بن خثیمة (۳۲) سعد بن الربیع (۳۳) سعد بن عبادة (۳۴) ملمة بن سلامة بن وقش (۳۵) سلیم بن عمرو (۳۶) سنان بن صیفی (۳۷) سهل بن رتیك رضی الله عنهم

ش:(۳۸) شمر بن سعد رضی الله عنه

ص:(۳۹) صیفی بن سواد رضی الله عنه

ض:(۴۰) ضحاك بن زید رضی الله عنه (۴۱) ضحاك بن حارثه رضی الله عنه

ط:(۴۲) طفیل بن نعمان رضی الله عنه

ظ:(۴۳) ظهیر بن رافع رضی الله عنه

ع:(۴۴) عبادة بن الصامت رضی الله عنه (۴۵) عباد بن قیس رضی الله عنه (۴۶) عبد الله بن انیس رضی الله عنه (۴۷) عباس بن نضله رضی الله عنه (۴۸) عبد الله بن ربیع رضی الله عنه (۴۹) عبد الله بن رواحه رضی الله عنه (۵۰) عبد الله بن زید صاحب الاذان رضی الله عنه (۵۱) عبد الله بن عمرو بن حرام رضی الله عنه (۵۲) عبس بن عامر رضی الله عنه (۵۳) عبید بن القیهان رضی الله عنه یعنی ابو الهیثم بن القیهان کے بھائی اور بعض نے بجائے عبید کے عتیک کہا ہے (۵۴) عقبة بن عمرو رضی الله عنه (۵۵) عقبة بن عامر رضی الله عنه (۵۶) عقبة بن وهب رضی الله عنه (۵۷) عبادة بن حزم رضی الله عنه (۵۸) عمرو بن حارث رضی الله عنه (۵۹) عمرو بن غزیة رضی الله عنه (۶۰) عمرو بن رضی الله عنه (۶۱) عمیر بن الحارث رضی الله عنه (۶۲) عوف بن حارث رضی الله عنه (۶۳) عویم بن ساعده رضی الله عنه

ف:(۶۴) فروة بن عمرو رضی الله عنه

ق:(۶۵) قتادہ بن النعمان رضی الله عنه ذکروہ الا ابن احاق (۶۶) قطبة بن عامر رضی الله عنه

(۶۷) قیس بن عامر رضی الله عنه (۶۸) قیس بن ابی صعصه رضی الله عنه

ك:(۶۹) کعب بن مالك رضی الله عنه

م:(۷۰) مالك بن قیهان ابو الثیم رضی الله عنه (۷۱) مالك بن عبد الله بن جعشم رضی الله عنه (۷۲) مسعوف بن یزید رضی الله عنه (۷۳) معاذ بن جبل رضی الله عنه (۷۴) معاذ بن الحارث رضی الله عنه (۷۴) معاذ بن الحارث رضی الله عنه یعرف بامه عفراء (۷۵) معاذ بن عکرو الجموح رضی الله عنه (۷۶) معقل بن المنذر رضی الله عنه (۷۷) معمن بن عدی رضی الله عنه (۷۸) معوذ بن الحارث رضی الله عنه یعرف بامه عفراء (۷۹) منذر بن عمرو رضی الله عنه

ن: (۸۰) نعمان بن حارثه رضی الله عنه (۸۱) نعمان بن عمرو رضی الله عنه

ہ:(۸۲) هانئی بن نیار ابو برده رضی الله عنه

ی:(۸۳) یزید بن ثعلبه رضی الله عنه (۸۴) یزید بن خذام رضی الله عنه (۸۵) یزید بن عامر رضی الله عنه (۸۶) یزید بن المنذری رضی الله عنه (۸۷) نیبة بنت کعب رضی الله عنه (۸۸) اسماء بنت عمرو رضی الله عنه (سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۳۴۰)۔السیرۃ النبویۃ لابن ہشام میں ان خوش نصیبوں کے اسماء گرامی قبیلوں کے ناموں کے ساتھ درج ہیں۔

انتخاب نقباء (سرداروں کا انتخاب): جب بیعت کر چکے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب منتخب فرمائے تھے۔اسی طرح میں بھی جبریل آمین کے اشارہ سے تم میں سے بارہ نقیب منتخب کرتا ہوں۔پھر حضور ﷺ نے ان نقباء سے فرمایا کہ تم اپنی اپنی قوموں پر کفیل ہو جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے۔اور میں اہل اسلام پر کفیل ہوں۔سب نے عرض کیا بہتر۔دس افراد قبیلہ خزرج سے تھے اور تین حضرات قبیلہ اوس سے تھے۔پھر یہ سب نقباء (سردار) مدینہ منورہ لوٹ گئے۔

انصار مدینہ کی تین بیعتیں؟ علماء نے کہا ہے کہ نبی ﷺ سے انصار مدینہ کی تین بیعتیں ہوئی تھیں۔پہلی رجب کو نبوت کے ۱۱ سال میں ۶ یا ۸ آدمی مسلمان ہوئے۔دوسری رجب ہوئی تھی بارہ نبوت کے سال میں بیعت ہوئی

اس میں ۱۱۲ افراد اسلام لائے۔ بیعت تیسری ذی الحجہ کو ۱۳ نبوت میں ہے اس میں تہتر مرد اور دو عورتیں اسلام لائے۔ یہ حج رجب میں اس وجہ سے واقع ہوا کہ کفار میں یہاں (نسیء) مہینوں کو آگے پیچھے کر دینے کا جاہلی دستور تھا (بذل القوہ اردو)۔ اور اسی طرح سبل الھدی میں تین بیعتوں کا ذکر ہے: بیعت عقبہ اولی، بیعت عقبہ ثانیہ اور بیعت عقبہ ثالثہ (سبل الھدی ج ۳ ص ۲۰۱، المنح المکیۃ فی شرح الھمزیۃ ص ۱۹۵)

بعض علماء نے صرف بیت عقبہ اولی اور بیعت عقبہ ثانیہ کا ذکر کیا ہے۔ پہلی مرتبہ جو چھ افراد انصار مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ آئے تھے۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ ان سے مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتداء ہوئی تھی۔ یعنی نبوت کے ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ سال مدینہ شریف سے مکہ شریف حج کے موقع پر جو حضرات آ کر اسلام قبول کرتے رہے۔ انہی کی وجہ سے مدینہ اسلام کا مرکز بن گیا اور ہجرت کے لیے راستہ ہموار ہوا۔ یہ وہ خوش نصیب انصار تھے جن کی بدولت مدینۃ المنورہ میں ایک اسلامی ریاست قائم ہوئی۔ جس کی روشنی پوری کائنات میں پھیلی اور یہ وہ خوش نصیب انصار ہیں جن کا ذکر خیر قرآن حکیم کی متعدد آیات اور بیشمار احادیث میں آتا ہے۔ اسی سال حضرت معاذ بن جبل بن عمرو انصاری خزرجی سلمی ایمان لائے۔ اور اس وقت ان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار انصاری بیعت میں شریک ہوئے اور ایمان لائے۔ حضرت ابوب ایوب خالد بن زید خزرجی انصاری بھی اسی سال ایمان لائے۔

نبوت کے تیرھویں سال میں ہجرت اور اس کے ابتدائی واقعات رونما ہوئے جو تمام خیرات و برکات کے ابواب کی ابتدائی کنجی ہیں (مدارج النبوت)۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بارادہ ہجرت حبشہ کی طرف نکلے تھے۔ برک الغماد تک جو مکہ سے یمن کی طرف پانچ دن کی راہ ہے پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنہ ملا۔ اُس نے پوچھا، کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ کہیں الگ جا کر خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ جیسا فیاض و مہمان نواز، اپنوں سے نیک سلوک کرنے والا، غریب پرور اور حوادث حق میں لوگوں کا مددگار مکہ سے نکل جائے یا نکالا جائے۔ میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ اس لئے آپ ابن الدغنہ کے ساتھ مکہ میں واپس آ گئے (صحیح بخاری باب ہجرت مدینہ)

مگر ابن الدغنہ اپنا امان دینے میں قائم نہ رہا اور آپ اللہ کی امان میں رہے۔

باب پنجم: ہجرت کا بیان

مدنی زندگی کے تیسرے دور کی ابتدا ہجرت سے شروع ہوتی ہے اور انتہاء وصال شریف پر ہے۔ یہاں ہجرت اور اس کے متعلق مختصر باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ پھر مدنی دس سالہ تیسرے دور کا ذکر آئندہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہجرت کی فضیلت: دین اسلام کی خاطر ہجرت کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ اور ہجرت کی فضیلت میں متعدد آیات کریمہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (سورہ النحل ۴۱:۴۲)۔ ترجمہ: اور جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر (طرح طرح کے) ظلم توڑے گئے تو ہم ضرور ان کو دنیا میں ہی بہتر ٹھکانا دیں گے۔ اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔ کاش یہ جان لیتے، جنہوں نے (مصائب میں) صبر کیا اور (مشکلات میں اب بھی) اپنے رب پر بھروسہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ النحل آیت ۱۱۰)۔ ترجمہ: پھر بیشک آپ ﷺ کے پروردگار کا معاملہ ان کے ساتھ جنہوں نے ہجرت کی بڑی آزمائشوں سے گزرنے کے بعد پھر جہاد بھی کیا اور (مصائب میں) صبر سے کام لیا، بیشک آپ ﷺ کا رب ان آزمائشوں کے بعد (ان کے لئے) بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (سورہ الحشر ۸)۔

ترجمہ: (نیز وہ مال) نادار مہاجرین کیلئے ہے جنہیں (جبراً) نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے اور جائیدادوں سے۔ یہ (نیک بخت) تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا اور (ہر وقت) مدد کرتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول (کے دین) کی۔ یہی راست باز لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ

دَرَجَةً عِنْدَ اللهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (سورہ التوبۃ ۲۰)۔ ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہ خدا میں اَپنے مالوں اور اپنی جانوں سے، بہت بڑا ہے (ان کا) درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللهِ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورہ البقرۃ ۲۱۸)۔ ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں (تو) یہی لوگ امید رکھتے ہیں اللہ کی رحمت کی، اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّسَعَةً وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللهِ (سورہ النساء:۱۰۰)، ترجمہ: جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ لینے کے لئے بہت جگہ اور بسر اوقات کے لئے بڑی گنجائش پائے گا، اور جو اَپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کے لئے نکلے، پھر راستہ ہی میں اسے موت آجائے، اس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللهُ رِزْقًا حَسَنًا وَاِنَّ اللهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (سورہ الحج:۵۸)، ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر قتل کر دیے گئے یا مر گئے، اللہ ان کو اچھا رزق دے گا۔ اور یقیناً وہی بہترین رزاق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۔ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ۔ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا (سورہ النساء: ۹۷ تا ۹۹)، ترجمہ: جو لوگ اَپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا، کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا، کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔ ہاں جو مرد عورتوں اور

بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کر دے۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔

بعض مسلمان اپنی ازواج و اولاد کے دباؤ کے تحت مکہ سے ہجرت کرنے میں تاخیر کے مرتکب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (سورہ التغابن: ۱۴)، ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہاری بیویوں اور تمہاری اولادوں میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، ان سے ہوشیار رہو۔

ہجرت کرنا نبیوں و رسولوں کی سنت ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام نے ملک شام کی جانب ہجرت کی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصر کی جانب ہجرت کی اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے بھی ہجرت کی۔ اور ہمارے پیارے نبی اور خاتم الانبیاء ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سُنَّةَ اللهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِیْلًا (سورہ الاحزاب ۶۲)، ترجمہ: اللہ کی سنت ان کے متعلق بھی یہی تھی جو پہلے گزر چکے، اور آپ سنت الٰہیہ میں ہرگز کوئی تغیر و تبدیلی نہ پائیں گے۔

مبشرات: ہجرت سے قبل دار ہجرت کو خواب میں دکھایا گیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اَپنے صحابہ سے فرمایا رَاَیْتُ سَبِخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَیْنَ لَابَتَیْنِ وَهُمَا حَرَّتَانِ وَخَرَجَ مَنْ كَانَ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْمَدِیْنَةِ حِیْنَ ذَكَرَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ۔ ترجمہ: کہ مجھے تمہارا مقام ہجرت دکھایا گیا ہے کہ وہ شورزدہ علاقہ کھجور والا دو کالی پتھریلی زمینوں کے درمیان واقعہ ہے۔ اور مدینہ کی جانب ہجرت کرنے والے نے ہجرت کیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اَپنے صحابہ کرام سے فرمایا رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ اِنِّیْ اُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ اِلٰى اَرْضِ نَخْلٍ فَذَهَبَ وَهْلِیْ اِلٰى اَنَّهَا الْیَمَامَةُ اَوْ هَجَرُ فَاِذَا هِیَ یَثْرِبُ۔ ت رجمہ: مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میں کھجور والے علاقے میں ہجرت کر رہا ہوں تو میرا خیال یمامہ کی طرف گیا یا مقام ہجر کی طرف پھر معلوم ہوا کہ وہ مدینہ ہے یعنی یثرب (بخاری مناقب الانصار)۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر یہ وحی نازل فرمائی کہ مدینہ، بحرین، قنسرین: ان تین شہروں میں سے جس شہر

میں بھی جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فروکش ہوں وہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دار الہجرت ہے (رواہ الترمذی والبیہقی عن جریر کذا فی البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۱۶۸)۔

نکتہ: جس طرح مہمان عزیز پر متعدد مکانات پیش کئے جاتے ہیں جس کو چاہے پسند کرے اسی طرح بطور اعزاز و اکرام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کے لئے متعدد مقامات دکھلائے گئے۔ اور اخیر میں مدینہ منورہ متعین اور منتخب ہوا (سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ۱ ص ۳۵۲)

ہجرت مدینہ کی حکمت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کرنے کا ظاہری سبب تو صرف یہی ہے کہ کفار نے آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو رہنے نہیں دیا۔ مگر اس میں ایک اور خاص حکمت بھی تھی۔ چنانچہ علامہ سید احمد زینی دخلاں مکی علیہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت کرنے میں حکمت یہ تھی تا کہ آپ کی وجہ سے زمانوں مکانوں اور اشخاص کو بزرگی اور فضیلت حاصل ہو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان چیزوں سے بزرگی نہیں ملی بلکہ دیگر چیزوں کو آپ سے فضیلت ملی ہے، اور اگر آپ مکہ شریف ہی میں رہتے تو ضرور وہم ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو بزرگی ملی ہے وہ شہر مکہ کی وجہ سے ہے اور مکہ کو حضرت ابراھیم اور اسماعیل علیہما السلام سے فضیلت حاصل ہوئی ہے۔ لہٰذا آپ کو مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب کہ آپ نے ہجرت فرمائی تو آپ کے تشریف فرما ہونے سے مدینہ شریف کو شرف ملا (السیرۃ المحمدیۃ والاثار الاحمدیۃ، المواھب اللدنیۃ)۔

ہجرت کی اجازت: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دار ہجرت کا ذکر کیا تو بعض صحابہ نے مدینہ کی طرف اور بعض حبشہ کے مہاجر بھی مدینہ منورہ چلے گئے۔ پھر اس کے بعد تمام صحابہ کرام کو مکہ معظّمہ سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے کی عام اجازت عطا فرمائی۔ اس حکم کے بعد صحابہ کرام نے برادری، جائداد اور وطن کی پرواہ کئے بغیر مکہ کو چھوڑ دیا اور مدینہ شریف ہجرت فرما کر چلے گئے۔ مجبور و معذوروں کے سوا اور کوئی باقی نہ رہا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان ہی لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا (سورہ نساء)، ترجمہ: اور کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو اس شہر سے نکال کہ یہاں کے لوگ ظالم ہیں۔ اس اجمال کا ذکر یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف ۵۳ برس کی ہوئی

اور نبوت کا تیرھواں سال ختم ہوا تو آپ نے حق تعالیٰ کے حکم سے صحابہ کرام کو مکہ معظّمہ سے عام ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے مطابق مکہ معظّمہ سے ہجرت کر گئے تھے۔ اور یہ ہجرت کا اذن ماہ ذی الحجہ ۱۳ بعثت نبوی کے بعد ملا تھا۔

سب سے پہلے مدینہ کی جانب ہجرت کرنے والے صحابہ کرام: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مدینہ منورہ میں ہمارے پاس جو آئے وہ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن ام مکتوم ہیں۔ اور یہ دونوں حضرات لوگوں کو قرآن کریم پڑھاتے تھے۔ پھر حضرت بلال، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم آئے۔ ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیس اصحاب کو ساتھ لائے تھے۔ پھر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ میں نے اہل مدینہ کو اتنی خوشی مناتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا جتنی خوشی انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے ہوئی۔ یہاں تک کہ لونڈیاں بھی کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ جب آپ کی تشریف آوری ہوئی تو میں طوال مفصل کی سورتوں میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى سورت پڑھ چکا تھا (بخاری کتاب المناقب)۔

ابو سلمہ بن اسد، مصعب بن عمیر، ابو سلمہ بن ربیعہ، عبد اللہ بن جحش، ان کے بھائی عبد بن جحش، عامر بن ربعہ مع اپنی بی بی لیلہ بن خشیمہ احمد بن جحش، ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش: یہ حضرات اَپنے مکانوں کو قفل لگا کر چھوڑے جا رہے تھے اور مکان خالی اور ویران ہو رہے تھے۔ تو عتبہ نہ رہ سکا تو کہنے لگا:

كُلُّ دَارٍ وَاِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهَا ۔۔۔ يَوْمًا سَيُدْرِكُهَا النُّكْبَاءُ وَالْحُوْبُ

ہر مکان خواہ وہ کتنے عرصہ تک آباد رہے ایک نہ ایک دن غم کدہ اور ماتم کدہ بن جاتا ہے۔

ابن ام مکتوم، عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی، ابو سلمہ عکاشہ بن محصن، عقبہ بن وھب شجا بن وسب، اربد بن جمرہ، منقذ بن نباتہ، سعید بن رقیس محزر بن نضلہ، یز بن رقیش قیس بن جابر عمرو بن محصن مالك بن عمرو، صفون بن عمرو، ثقیف بن عمرو، ربعیہ بن کثم زید بن عبید، تمام بن عبیدہ سخرۃ بن عبیدہ، محمد بن عبد اللہ بن جحش، زینب بنت جخش، ام

حبیبہ بنت جحش، جذامہ بنت جندل، ام قیس بنت جحش۔

حضرت عمر کے ساتھ ہجرت کرنے والوں کے نام یہ ہیں: حضرت عمر بن خطاب، عمرو بن سراقہ، عبداللہ بن سراقہ، حنیس بن حذافہ سہمی، سعد بن عمرو بن نفیل، واقد بن عبداللہ التمیمی، خولی بن خولی، مالک بن ابی خولی ایاس بن بکیر، عامر بن بکیر عاقل بن بکیر خالد بن بکیر۔

ابوحذیفہ کے غلام کے بعد ہجرت کرنے والوں کا ایک تانتا بند گیا، جن کے اسماء گرامی تاریخ اسلام میں رقم ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے مہاجرین کی جماعت مدینہ منورہ گئی تھی۔ تو مقام قبا میں ٹھہری۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے قبل ابوحذیفہ کے غلام سالم ان کی امامت کراتے تھے اور ان سب میں زیادہ قرآن شریف پڑھنے والے تھے۔ ہجرت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور ہجرت پر کفار منع کرتے تھے اور تشدد کرتے تھے۔ اس لئے ہجرت کرنا آسان کام نہیں تھا۔ صحابہ کرام نے اسلام کی خاطر وطن، اولاد و مال کی پرواہ نہ کی اور نہ تکلیفوں کی۔ سب کچھ برداشت کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

ہجرت کی تیاری: کفار نے جب دیکھا کہ اب محمد ﷺ کے ماننے والے تو مکہ شریف کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر صحابہ صرف باقی رہ گئے۔ لہٰذا اب محمد ﷺ تو تنہا رہ گئے ہیں تو سب کفار نے بالاتفاق یہ فیصلہ کرلیا کہ رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ شہید کردیا جائے تاکہ کسی دوسری جگہ بھی نہ جاسکیں۔

اس کے بعد اللہ نے نبی ﷺ کو ہجرت مدینہ کا حکم دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کرنے کی اجازت اس آیت سے ہوئی۔ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (سورہ بنی اسرائیل)، ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ اے میرے رب داخل کر تو مجھ کو سچائی کی جگہ میں اور نکال مجھ کو سچائی کی جگہ سے اور میرے لیے بنادے اپنی طرف سے غلبہ (اور) مددکرنیوالا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے ساتھی ہیں: اب مکہ مکرمہ میں رسول کریم ﷺ تنہا رہ گئے۔ اور حضرت ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما کو آپ نے سردست مکہ میں رہنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا مَنْ یُّهَاجِرُ مَعِیْ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ صِدِّیْقٌ (مستدرک کتاب الہجرت)۔ کہ میرے ہمراہ کون ہجرت کرے گا؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کریں گے۔

علامہ محمد بن اسحاق لکھتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہجرت کی اجازت مانگتے تھے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے لَا تَعْجَلْ لَعَلَّ اللّٰهَ یَجْعَلُ لَكَ صَاحِبًا (السیرۃ النبویۃ لابن اسحاق)۔ جلدی نہ کریں شائد کہ اللہ تعالیٰ آپ کا ساتھی کردے۔ ان دونوں روایتوں کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ سفر ہجرت میں محمد مصطفی کریم ﷺ کے ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

قریش کا ناپاک منصوبہ: ٢٦ صفر ١۴ بعثت نبوت دارالندوا میں قریش کا اجتماع ہوا جس میں آپ ﷺ کو شہید کرنے کا کفار نے منصوبہ بنایا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان کے اس مکر وفریب اور منصوبے کا ذکر فرماتا ہے وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ (سورہ انفال ۴)، ترجمہ: اور یاد کرو جب وہ کافر لوگ آپ کے ساتھ مکر کرتے تھے تاکہ آپ کو قید رکھیں یا قتل کریں یا آپ کو جلاوطن کردیں اور وہ مکر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانثاری: رسول کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی آج مجھے مکہ مکرمہ چھوڑ کر چلے جانے کا حکم ملا ہے۔ اور میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر تمہیں سونا ہوگا۔ ذرا اندیشہ نہ کرنا تمہیں کوئی گزند (تکلیف) نہیں پہنچا سکے گا۔

اِتَّشِحْ بِبُرْدِیْ هٰذَا الْحَضْرَمِیِّ الْاَخْضَرِ فَنَمْ فِیْهِ فَاِنَّهٗ لَنْ یَّخْلُصَ اِلَیْكَ شَیْءٌ تَكْرَهُهٗ مِنْهُمْ (سیرت زینی دحلان ج ا ص ٣٠۴)۔ ترجمہ: میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ لو اور آرام سے سوجاؤ تمہارے قریب کوئی ایسی چیز نہیں آسکے گی جو تمہیں ناپسند ہو۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں قال لعلی بن ابی طالب: نم علی فراشی وتسج ببردی هذا الحضرمی الاخضر،

فنم فیه فانه لن یخلص الیك شیء تکرهه منهم و کان رسول الله ﷺ ینام فی برده ذلك اذا نام (البدایۃ والنھایۃ)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری چادر اوڑھ لو اور اطمینان سے سوجاؤ۔ تمہیں ان کفار سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ اور نبی کریم ﷺ اس چادر میں سوتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جو امانتیں میرے پاس موجود ہیں وہ ان کو میرے بعد لوگوں کے سپرد کردینا۔ مکہ میں جس کے پاس بھی کوئی قابل حفاظت چیز ہوتی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی دیانت وامانت پر اعتماد کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی امانت رکھا کرتا تھا (البدایۃ والنھایۃ ج ۳ ص ۱۸۸)۔

حافظ مغلطائی لکھتے ہیں **وَاَقَامَ عَلِیٌّ بَعدَ مَخرَجِهٖ عَلَیهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ ثُمَّ اَدرَکَهٗ بِقُبَاءٍ وَقَدْ نَزَلَ عَلٰی کُلثُومِ وبنِ اَلهَدَمِ وَقِیلَ: سَعدُ بنُ خَیثَمَةَ** (الاشارۃ الی السیرۃ المصطفیٰ ۱۶۶)۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شب ہجرت اپنی جان کی بازی لگادی اور نبی کریم ﷺ کی چادر اوڑھ کر ان کی جگہ لیٹ گئے (اس سے قبل) مشرکین رسول اللہ ﷺ کو اذیتیں دیا کرتے تھے۔ (ہجرت کی رات) رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر اوڑھائی تھی جبکہ قریش رسول اللہ ﷺ کو (معاذ اللہ) شہید کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سمجھتے ہوئے اذیت دینا شروع کیں (ان کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پیچ وتاب کھانے لگے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس کیفیت سے) ان کو اندازہ ہوا کہ یہ (رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں بلکہ یہ تو) علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ تب وہ بولے: تم اتنے کمزور ہو تم تڑپ رہے ہو جبکہ تمارا ساتھی (محمد ﷺ) تو اس طرح نہیں تڑپتے تھے۔ اور ہمیں اس (محمد ﷺ) سے دشمنی ہے۔ اس (علی رضی اللہ عنہ) سے نہیں ہے (المستدرک کتاب الہجرت)۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں جب حضور اکرم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ صبح کے وقت ہجرت کر جائیں۔ تو شام ہی کو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ آج رات تم یہیں سونا تاکہ مشرکین شک وشبہ میں مبتلا ہوکر حقیقت حال سے باخبر نہ ہوں۔ لیکن اصل سبب حضرت علی مرتضیٰ کو چھوڑنے کا یہ تھا کہ کفار قریش کی کچھ امانتیں حضور ﷺ کے پاس رکھی ہوئی تھیں۔ چونکہ وہ باعتقاد دیانت اور بشماہدۂ امانت حضور ﷺ کے پاس امانتیں رکھا کرتے تھے اور وہ حضور ﷺ کو محمد

امین وصادق کہا کرتے تھے۔ اس بناء پر حضور ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ کو اَپنے بستر استراحت پر لٹایا اور اپنی خاص چادر مبارک اوڑھا کر انہیں سلایا۔ لہٰذا حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول خدا ﷺ کے محبت میں اپنی جان کو فدا کیا۔ اور اَپنے آپ کو حضور ﷺ پر قربان ہونے کیلئے خود کو پیش کیا۔

اہل سیر فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ** (سورہ بقرہ)۔ ترجمہ: کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اَپنے آپ کو اللہ کی خوشنودی کی خاطر فروخت کیا۔ اور اللہ بندوں کے ساتھ بہت مہربان ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفاداری اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانثاری کی کوئی مثال نہیں پیش کرسکتا۔

اس سلسلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں کہ ان دونوں حالتوں میں شجاعت کے اعتبار سے کون کامل اور قوی تر ہے، حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت علی رضی اللہ عنہما۔ حضرت علی مرتضیٰ کی شجاعت یہ ہے کہ بالفعل اپنی جان کو قربان کیا اور فدیہ بنایا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت وجرأت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے رفیق سفر بن کر خود کو مہلکہ عظیمہ میں ڈال دیا۔ کیونکہ اس وقت حضور ﷺ کے ساتھ اس سفر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شریک نہ تھا۔ اس بارے میں بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بستر پر حضور ﷺ کی جگہ سونا زیادہ بہادری اور شجاعت ہے کیونکہ اعداء دین تلواریں کھینچے قتل کرنے کے ارادہ سے دروازے پر کھڑے تھے۔ اور سفر کی رفاقت میں ہلاکت کا احتمال تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس جگہ بھی قریش کو قدرت نہ تھی کہ جناب ابوطالب کے فرزند پر حملہ کریں۔ کیونکہ ابوطالب ان کے بزرگ اور سردار تھے (مدارج النبوۃ)۔

گھر سے ابوبکر صدیق کے پاس جانا: رات کو مشرکوں نے رسول کریم ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے مکان کا محاصرہ کیا اور چند آدمیوں کو دروازہ میں بٹھادیا تاکہ جونہی آپ نکلیں آپ کو تہ تیغ کردیا جائے۔ جب آپ ﷺ دروازہ سے نکلے تو کسی نے آپ کو نہ دیکھا۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے ان کے سر پر مٹی پھینک دی۔ اور سورۃ یٰس کی ابتدائی آیتیں تلاوت کرتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے۔ اور کافروں کے سروں پر مٹی پڑی ہوئی تھی اور کوئی آپ کو نہ دیکھ سکا۔ اور اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئے۔ کفار آپ کے باہر تشریف لانے کی انتظار میں

تھے کہ ایک آدمی کفار کے پاس سے گذرا۔اس نے پوچھا یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگے ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں ہیں۔وہ کہنے لگا قَدْ خَيَّبَكُمُ اللهُ قَدْ وَاللهِ خَرَجَ مُحَمَّدٌ عَلَيْكُمْ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسوا کیا ہے حضرت محمد مصطفی نکل کر چلے گئے ہیں اور تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔جب انہوں نے اَپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو واقعی یہ بات درست تھی (مواھب لدنیہ)۔

ہجرت کے موقع پر مکہ معظّمہ کو چھوڑتے وقت آپ کو قلبی دکھ ہوا کہ آج میں اپنا وطن چھوڑ کر جا رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہم آپ کو واپس لائیں گے۔علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِی فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ (سورہ قصص ۸۵)۔ترجمہ:(اے محبوب) یقیناوہ (قادر مطلق) جس نے آپ پر قرآن کی دعوت اسلام فرض کی ہے آپ کو واپس لے جائے گا جہاں آپ چاہتے ہیں۔آخر اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو عمرة القضاء اور فتح مکہ کے موقع پر پورا فرما دیا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ سلام کی والدہ سے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ سلام کو تمہارے پاس لوٹا دیں گے اور ایسا ہی ہوا کہ موسی علیہ سلام کو واپس لوٹا دیا تھا (سورہ قصص)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے باہر نکل کر الحزروة (مکہ مکرمہ کے بازار جو مسجد حرام میں اَ گیا ہے) کے پاس ٹھہرے اور بیت اللہ شریف کی طرف دیکھا تو فرمایا قسم ہے تو مجھے اللہ کی زمین میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔اور اللہ کے ہاں بھی سب سے زیادہ پسندیدہ زمین ہے۔اگر تیرے باشندے مجھے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں یہاں سے نہ جاتا (مسند امام احمد، ج ۲،ص ۳۰۵)۔

مکہ مدینہ منورہ سے افضل یا مدینہ منورہ مکہ سے افضل ہے؟اس بارہ میں دونوں طرف دلائل ہیں مگر قبر شریف کی جگہ جسم پاک کے لگنے کی وجہ سے سب سے افضل ہے (زرقانی شرح المواھب، ج ۲ ص ۱۰۹)۔

غار ثور کی طرف روانگی اور تین دن قیام کرنا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق کے گھر تشریف لے گئے۔پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر کی رفاقت میں ان کے گھر کی ایک کھڑکی سے رات کے وقت نکلے۔اور انہوں نے عبداللہ بن اریقط کو کچھ معاوضہ دے کر راہنمائی کے لئے اَپنے ساتھ لے لیا۔عبداللہ (پہاڑی) راستوں سے خوب اَگاہ تھا اور سرزمین مدینہ جانے والوں کی راہنمائی کا بخوبی اہل تھا۔وہ ہنوز (اب تک) اَپنے مذہب پر قائم تھا۔

تاہم دونوں نے اس پر اعتماد کیا۔اپنی دونوں اونٹنیاں اس کی تحویل میں دیں۔اور تین دنوں تک اسے غار ثور تک پہنچنے کا حکم دیا۔مشرکین مکہ ان کی تلاش میں غار ثور اور اس کے نواحی مقامات تک آئے،حتیٰ کہ غار کے دروازہ تک پہنچ گئے جب غار تک پہنچے تو قریش کو کچھ پتہ نہ چل سکا کہ آپ کدھر جا رہے ہیں؟اور حضرت ابوبکر صدیق غار میں داخل ہو کر صاف کیا تاکہ کوئی چیز آپ کو تکلیف نہ دے۔اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار میں داخل ہوئے۔غار میں پہلے ابوبکر صدیق داخل ہوئے اور مزار میں ابوبکر صدیق سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہوئے۔

عامر بن فہیرہ حضرت ابوبکر کی بکریاں چرا کر رات کو وہاں لے آتے۔اسماء بنت ابی بکر ان کا زادراہ (کھانے پینے کی چیزیں) غار تک پہنچاتیں۔عبداللہ بن ابی بکر دن کے وقت مکہ میں جو کچھ سنتے وہ (شام تک) آ کر انہیں بتا دیتے۔حضرت ابوبکر صدیق کے خاندان کا ہر فرد وفادار تھا (رضی اللہ عنہم)۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (سورہ توبہ ۳۹)،ترجمہ:اگر تم اس کی مدد نہیں بھی کرو گے تو اللہ نے اس کی مدد کر دی تھی جب کافروں نے اس کو نکال دیا اور وہ دو میں سے دوسرا تھا۔اور وہ دونوں غار میں تھے جب وہ فرما رہے تھے اَپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو یقینا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔پھر نازل کی اللہ نے اپنی تسکین ان پر اور مدد فرمائی ان کی ایسے لشکروں سے جنہیں تم نے نہ دیکھا۔یعنی اگر تم ان کی مدد نہیں کرو گے تو کیا ہوگا عنقریب اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا۔اور ان کی مدد کو اللہ نے واجب کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شب ہجرت کو آپ کی مدد فرمائی۔جبکہ ان کو کفار نے مکہ سے نکالا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ کی آیت ۴۰ میں ان سب لوگوں کو عتاب فرمایا جو غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔مگر حضرت ابوبکر صدیق کو عتاب نہیں فرمایا گیا بلکہ شان صدیق اکبر بیان فرمائی (۱) ثَانِیَ الثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ (جب وہ دونوں غار میں تھے)۔مرکب اضافی منصوب ہے اور نصرہ کی ضمیر سے حال ہے۔اِذْ هُمَا اَخْرَجَهٗ کی ضمیر سے بدل ہے۔ (۲) اذیقول لِصَاحِبِهٖ جب وہ فرما رہے تھے اَپنے رفیق کو۔صاحب کا معنی دوست رفیق ہے یہاں مراد ابوبکر صدیق ہے۔لِصَاحِبِهٖ میں ضمیر جو مضاف الیہ ہے۔یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے۔مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَپنے رفیق اور اَپنے ساتھی کو فرما رہے تھے۔یہ جو نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی گئی ہے اس کی وجہ سے

حضرت ابوبکر صدیق کا بہت بلند مقام ہے۔ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ حسن بن الفضل فرماتے ہیں: مَنْ قَالَ اِنَّ اَبَابَکْرٍ لَمْ یَکُنْ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَھُوَ کَافِرٌ لِاِنْکَارِہٖ نَصَّ الْقُرْاٰنِ ۔ وَفِیْ سَائِرِ الصَّحَابَۃِ اِذَا اَنْکَرَ یَکُوْنُ مُبْتَدِعًا لَا کَافِرًا ۔ ترجمہ: کہ جس نے یہ کہا ابوبکر رسول اللہ کے صحابی نہ تھے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے نص قرآنی کا انکار کیا ہے۔ اور دوسرے صحابہ کا اگر کوئی انکار کرے گا تو وہ بدعتی ہوگا کافر نہ ہوگا (تفسیر مظہری، ج ۴ ص ۲۰۷)۔ اس قول کی نسبت امام فخر الدین رازی نے الحسین بن الفضیل البجلی کی طرف کی ہے (تفسیر کبیر ج ۱۶ ص ۵۲) واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَاَنْتَ مَعِیَ عَلَی الْحَوْضِ (روح المعانی ج ۱۰ ص ۴۰۳)۔ آپ میرے غار کے ساتھی ہیں اور (قیامت کے دن) میرے ساتھ حوض پر ہوں گے۔

خواجہ اول کہ اول یار اوست ☆ ثانی اثنین فی الغار اوست

(حضرت شیخ فرید الدین عطار)

امام ابوالمعین میمون نسفی رقمطراز ہیں وَفِی الْاٰیَۃِ اَنَّہٗ ثَانِی النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الْغَارِ وَھُوَ الْمُخْتَارُ لِلصُّحْبَۃِ وَمِثْلُ ھٰذِہِ الْخَاصِیَاتِ لَمْ تَثْبُتْ لِاَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَاِنْ جَلَّ قَدْرُہٗ وَعَظُمَتْ مَنْزِلَتُہٗ (تبصرۃ الادلۃ ج ۲ ص ۸۹۷)۔ ترجمہ: اس آیت میں ہے کہ ابوبکر صدیق نبی ﷺ کے ساتھ غار میں دوسرے تھے اور وہ رفاقت کے لئے منتخب کئے گے تھے۔ اور اس جیسی خصوصیات صحابہ میں سے کسی اور کے لئے ثابت نہیں ہے اگرچہ صحابہ کی قدر و منزلت بہت بڑی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ تمام کاموں میں آپ ﷺ کے ثانی (دوسرے) ہی تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تو نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ کہا ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی ہاں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم وہ اشعار سناؤ، میں سنتا ہوں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار سنائے

وَالثَّانِیْ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَقَدْ ☆ طَافَ الْعَدُوُّ بِہٖ اِذْ صَعَّدَ الْجَبَلَا

وَکَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَدْ عَلِمُوْا ☆ مِنَ الْبَرِیَّۃِ لَمْ یعدِلْ بِہٖ رَجُلًا

خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ اَتْقَاھَا وَاَرْاَفُھَا ☆ بَعْدَ النَّبِیِّ وَاَوْفَاھَا بِمَا حَمَلَا

وہ غار ثور میں دو میں سے دوسرا تھا جبکہ دشمن اس غار کے ارگرد گھوم رہے تھے اور پہاڑ کے اوپر چڑھے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں اور یہ بات ساری دنیا جانتی ہے اور کسی فرد بشر کو آپ ﷺ نے آپ کے برابر مرتبہ نہیں دیا۔ نبی پاک ﷺ کے بعد ساری مخلوق میں سب سے زیادہ متقی، پاکباز، وعدے کو پورا کرنے والے اور امانت داری کرنے والے ابوبکر صدیق ہیں۔

نبی کریم ﷺ یہ تعریف آمیز اشعار سن کر خوب مسکرائے حتی کہ آپ ﷺ کی داڑھیں مبارکہ ظاہر ہوگئیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا حسان! صدیق اکبر واقعی ایسا ہے جیسا تو نے کہا ہے۔ (تفسیر مظہری)۔

(۳) اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا جب وہ اپنے رفیق سے فرما رہے تھے غم نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اِذْ یَقُوْلُ اَخْرَجَہٗ کی ضمیر سے دوسرا بدل ہے۔ یہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لَا تَحْزَنْ (مت غم کرو) فرمایا۔ لَا تَخَفْ (نہ ڈر) نہیں فرمایا کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول کریم ﷺ کا غم تھا نہ کہ اپنی ذات کا خوف۔ چنانچہ امام ابو منصور محمد ماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ فرماتے ہیں: لَمْ یَکُنْ حُزْنُ اَبِیْ بَکْرٍ خَوْفًا عَلٰی نَفْسِہٖ وَلٰکِنْ اِشْفَاقًا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَنْ یُّصَابَ (تاویلات القرآن ج ۶ ص ۳۶۳)۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جان کا ڈر نہیں تھا بلکہ ان کو غم اللہ کے رسول کے بارے میں اس بات کا تھا کہ آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے (غار میں قیام کے دوران) عرض کیا یا رسول ﷺ اگر ان کافروں میں سے کوئی اپنے پاؤں کی طرف دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا یَا اَبَابَکْرٍ مَا ظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُھُمَا (بخاری ج ۱ ص ۵۱۶، مسلم ج ۲ ص ۲۷۲)، ترجمہ: تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا (مددگار) اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم رؤف رحیم کے بارے میں بہت غمگین ہوئے تو آپ نے فرمایا یَا اَبَابَکْرٍ لَا تَخَفْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (البدایۃ والنھایۃ ج ۳ ص ۱۲۱)، ترجمہ: اے ابوبکر! غم نہ کھاؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکان خسرو ☆ محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفاداری کے منکر کہتے ہیں کہ غار میں آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کی پڑگئی اور غم کھانے لگے تو یہ غم کھانا معصیت ہے۔ ہرگز یہ معصیت نہیں۔ انسان کتنے بلند مقام پر فائز ہو مگر اس کو بھی طبعی طور پر خوف اور حزن لاحق ہوتا ہے۔ اور اس کو قصور و معصیت نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی پاک ﷺ کے لئے جو غم لاحق ہوا تھا اگر اس کو کوئی معصیت کہتا ہے تو پھر انبیاء و رسل کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (سورہ طہ ۶۸) ہم نے کہا نہ خوف کریں آپ ہی سر بلند ہوں گے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون نے فرمایا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا ہمیں ڈر لگتا ہے کہ فرعون ہم پر زیادتی کرے گا۔ رب نے فرمایا لَا تَخَافَا اِنَّنِيْ مَعَكُمَا (سورہ طہ) تم دونوں ڈرو مت ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام سے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ (عنکبوت ۳۳) غم نہ کھاؤ۔ ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام سے فرشتوں نے فرمایا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ (سورہ عنکبوت ۳۳) نہ خوف زدہ ہو اور نہ رنجیدہ خاطر۔ اور نبی ﷺ کو فرماتا ہے قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ (انعام ۳۳) ہم جانتے ہیں آپ کو غم میں ڈالتی ہیں وہ باتیں جو کافر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ (سورہ یونس ۱۰۔۶۵) آپ کو کفار کی باتیں غمگین نہ کریں۔

(۴) اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق کو اپنی معیت کا شرف عطا فرمایا۔ اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت اور رسول اللہ ﷺ کی معیت کا ذکر ہے جو موجب فضیلت ہے۔ جو آپ کی اس معیت کا منکر ہے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ صاحب تفسیر المظہری لکھتے ہیں معیة غیر متکیفة قال الشیخ الاجل الشهید مظهر فیوض الرحمن مرزا جان جانان رحمه الله تعالے رحمة واسعة کفی لابی بکر فضلا ان رسول الله ﷺ اثبت لابی بکر معیة الله سبحانه التی اثبتها لنفسه بلا تفاوت فمن انکر فضل ابی بکر انکر هذه الآیة الکریمة و کفر ولم یکن حزن ابی بکر رضی الله عنه جبنا منه کما قالت الروافض لعنهم الله بل کان اشفاقا علی رسول الله ﷺ (تفسیر المظہری ج ۴ ص ۲۰۷)۔ اللہ تعالیٰ کی یہ معیت غیر متکیف ہے۔ شیخ اجل الشہید مظہر فیوض الرحمن مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے یہی فضیلت کافی ہے کہ آپ نے سیدنا

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے بغیر کسی تفاوت کے اللہ تعالیٰ کی اس معیت کو ثابت کیا جو اپنے لئے ثابت فرمائی تھی۔ جس نے سیدنا ابوبکر کی فضیلت کا انکار کیا اس نے اس آیت کریمہ کا انکار کیا اور کفر کا ارتکاب کیا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ حزن و ملال بزدلی کی وجہ سے نہ تھا جیسا کہ رافضی کہتے ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچنے کے ڈر سے آپ رضی اللہ عنہ کو غم اور اندیشہ لاحق ہوا تھا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کا غم تھا، اپنا نہیں تھا۔

و قال ان اقتل فانا رجل واحد و ان قتل یعنی النبی ﷺ هلکت الامة۔ اور کہا میں اگر قتل ہوں گا تو میں شخص ہوں گا۔ اگر آپ ﷺ شہید ہوئے تو پوری امت ہلاک ہو جائے گی۔ سورہ توبہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق کو رسول اللہ ﷺ کا صحابی فرمایا ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق کو فضیلت والا بھی فرمایا ہے۔ شان میں اللہ تعالیٰ نے اُولُوا الْفَضْلِ (سورہ نور ۲۳) فرمایا ہے۔ یعنی ابوبکر فضیلت والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو اتقی فرمایا ہے وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى (سورہ لیل ۱۸)، اور دور رکھا جائے گا اس سے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ ستھرا ہو۔

اور جو زیادہ تقوی والا وہی ہے جو زیادہ عزت والا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (سورہ حجرات آیت ۱۳) بیشک سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق سب سے زیادہ افضل ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ایام مرض میں جمیع صحابہ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ فرمایا مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ (بخاری حدیث ۶۹۲)، ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ آپ نماز پڑھاتے رہے۔

حضرت ابوبکر کی ایک نیکی حضرت عمر کی ساری نیکیوں کے برابر ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک ایک چاندنی رات میں میری گود میں تھا کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہوں گی؟ فرمایا، ہاں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں تو میں بولی کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ میرے والد کی نیکیاں کہاں گئیں؟ تو فرمایا کہ حضرت عمر کی ساری نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کی طرح ہیں (مشکوٰۃ مناقب ابوبکر و عمر فصل سوم)۔ یعنی حضرت عمر کی ساری نیکیاں ابوبکر کی ایک نیکی

کے برابر ہیں اور اس نیکی سے مراد شب ہجرت کو غار ثور میں نبی ﷺ کی خدمت کرنا ہے اور اپنی جان کو سرکار پر قربان کرنا ہے۔

روافض کا اعتراض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہجرت میں اپنے ساتھ اس لئے لیا کہ آپ کو خطرہ تھا کہ اگر یہ مکہ معظّمہ میں رہ گئے تو کفار کو ہجرت کی خبر کر دیں گے اور مجھے شہید کرانے کی کوشش کریں گے۔ ان کی شر سے بچنے کے لئے اپنے ہمراہ لے لیا۔ نعوذ باللہ۔

اس اعتراض کے دو جواب ہیں: ایک الزامی دوسرا تحقیقی جواب۔ الزامی تو یہ ہے کہ **خَوَارِجْ مُلَاعِنَۃ** کہتے ہیں کہ حضور انور نے اس رات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر اس لئے لٹایا تا کہ وہ کفار کے ہاتھوں قتل ہو جاویں اور حضور کو ان کی شر سے امن ملے (روح المعانی)۔ یا خوارج کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ زہراء کو رات میں خفیہ طور پر اس لئے دفن کر دیا کہ حضرت فاطمہ کے رونے سے تنگ آکر انہیں زہر دے کر مار دیا۔ اور یہ قتل حکومت سے چھپانے کے لئے رات میں بغیر کسی کو اطلاع دیئے دفن کر دیا۔ **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا**۔ شعر

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ☆ عیب نماید ہنرش در نظر

خدا کرے دشمن کی آنکھ پھوٹ جاوے کہ اس کی نظر میں ہنر بھی عیب ہے۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ ایسے خطرناک حالت زار پر دشمن کو خبر بھی نہیں کرتے چہ جائیکہ اس کو ساتھ لیا جائے۔ ایسے نازک موقع پر تنہا مخلص کو ساتھ لیا جاتا ہے۔ اگر صدیق (رضی اللہ عنہ) حضور ﷺ کے دشمن تھے تو آپ غار ثور کے اندر سے باہر کھڑے ہو کر کفار کو پکار کر بتا دیتے کہ حضور یہ ہیں۔ یا اپنے گھر والوں سے کہہ جاتے کہ تم کفار کو خبر دے دینا۔ نعوذ باللہ (تفسیر نعیمی ج ۲۰ ص ۳۲۳)۔ اھل سنت و جماعت حضرت ابوبکر صدیق کی وفاداری دیانتداری امانتداری اور حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کی جانثاری، بہادری، اور قربانی کو مانتے ہیں ہم نہ رافضی ہیں نہ خارجی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے غیبی لشکروں سے مدد فرمائی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ** (سورہ توبہ ۴۰) پھر نازل کی اللہ نے اپنی تسکین ان پر اور مدد فرمائی ان کی ایسے لشکروں سے جنہیں تم نے نہ دیکھا اور کر دیا کافروں کی بات کو سرنگو اور اللہ کی بات ہمیشہ سر بلند ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔ سکینت سے مراد قلب کو

اطمنان عطا فرمانا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں ہے **فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ لِاَنَّ النَّبِيَّ لَمْ تَزَلِ السَّكِيْنَةُ مَعَهٗ وَهُوَ اَشْبَهُ** (تاویلات القرآن ج ۶ ص ۳۶۴) اور جنود سے مراد فرشتوں کی فوجیں جماعتیں ہیں جنہوں نے کفار کے رخ پھیر دیئے اور ان دونوں کو نہ دیکھ سکے۔ اور بدر احزاب حنین میں بھی ان ہی غیبی فوجوں سے مدد فرمائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ** (سورہ مدثر)، ترجمہ: اور آپ کے رب کے لشکروں کو بس وہی جانتا ہے کہ جن کے ذریعہ سے غیبی مدد فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** (سورہ فتح)، ترجمہ: اور آسمان زمین کے لشکر اللہ ہی کے قبضے میں ہیں جس کی حفاظت کے لئے چاہتا ہے بھیج دیتا ہے۔

کلمہ کفار کے پست ہونے کے مراد یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مکر کیا اور آپ ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ اور منصوبہ بنایا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مکر وفریب اور ان کے اجتماعی منصوبے کو پست و سرنگو اور نابود کر دیا۔ اور کلمۃ اللہ کی سربلندی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ یہ تدبیر فرمائی کہ اپنے رسول ﷺ کی مدد حفاظت کی اور یہ کلمۃ اللہ کی سربلندی ہے۔ یا کفار کے مذاهب کے لئے پستی ہے۔ اور دین محمدی ﷺ کے لئے دلائل اور براھین (دلیل) سے بلندی عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ** (سورہ آل عمران)۔ ترجمہ: اور تم ہی بلند رہو گے اگر تم ایماندار رہو۔

(۱) غار ثور سے سوئے مدینہ منورہ روانگی: غار میں خورد ونوش کا انتظام کیا جاتا تھا۔ اسی طرح نماز بھی ادا فرماتے تھے۔ حضرت حسن بصری سے روایت ہے **وَكَانَ نَبِيُّ قَائِمًا يُصَلِّيْ وَاَبُوْبَكْرٍ يَرْتَقِبُ**۔ نبی ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور ابوبکر صدیق پہرہ دے رہے تھے۔ دوسری روایت میں ہے **اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ تِلْكَ الْحَظَاتِ وَاَبُوْبَكْرٍ يَرْتَقِبُ** (السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الاصلیۃ ص ۲۷۴)۔ نبی ﷺ ان لحظوں میں نماز پڑھتے تھے اور حضرت ابوبکر حفاظت کرتے تھے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں **فَاَقَامَا فِيْهِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ لِيَسْكُنَ الطَّلَبُ عَنْهُمَا** (البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۱۹۲)۔ تو اس غار میں دونوں تین دن ٹھہرے تا کہ ان کی تلاش ختم ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے غیبی لشکروں سے مدد فرمائی اور بہت سے ظاہری اسباب بھی پیدا فرمادیئے۔

پھر تین دن کے بعد ابن اُرَیقِط دونوں اونٹنیاں لے آیا اور دونوں ان پر سوار ہو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عامر بن فہیرہ کے پیچھے بیٹھ گئے اور عبداللہ بن اریقط الدئلی ان کے آگے آگے اپنی ناقہ پر سوار ہو گیا۔ اور یہ قافلہ جو چار افراد پر مشتمل تھا مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس اثنا میں رسول اللہ ﷺ کو پیاس محسوس ہوئی تو آپ کا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک برتن لے کر اس چرواہے سے بکری کا دودھ لیا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اتنا دودھ نوش فرمایا کہ میں خوش ہو گیا (بخاری کتاب مناقب انصار)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب کہ آپ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ کے پیچھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق بوڑھے معلوم ہونے کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے اور حضور علیہ السلام جوان تھے (آپ ﷺ پر بڑھاپا نہ آیا تھا) پہچانے نہ جاتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کوئی شخص ملتا تو پوچھتا اے ابو بکر! تمہارے آگے یہ کون شخص ہیں؟ وہ فرماتے یہ ایک شخص ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سوال کرنے والا سمجھتا کہ اس سے (ظاہری) راستہ دکھانا مراد ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کا مقصد تھا کہ بھلائی کی راہ دکھانے والے ہیں (صحیح بخاری ج ا ص ۵۵۶)۔

(۲) سراقہ بن مالک کا تعاقب: ان کے جانے کے بعد قریش نے اعلان کیا کہ جو محمد (ﷺ) اور ابو بکر میں سے کسی ایک کو لے آئے وہ اسے ایک سو اونٹنیاں انعام دیں گے۔ جب قبیلہ مدلج کے پاس سے گذرے، تو سراقہ بن مالک جعشم سردار قبیلہ نے انہیں دیکھ لیا۔ چنانچہ وہ اَپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کی تلاش میں نکلا۔ جب مقام قدید میں قریب آ گیا تو اس نے رسول کریم کی قراءت سنی۔ حضرت ابو بکر ادھر ادھر دیکھتے تھے کہ مبادا رسول کریم ﷺ کو تکلیف پہنچ جائے۔ مگر رسول کریم ایسا نہیں کرتے تھے (یعنی دائیں بائیں نہیں دیکھتے تھے)۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ سراقہ بن مالک ہمارے قریب پہنچ گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے دعا فرمائی تو سراقہ کے گھوڑے کی اگلی دونوں ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں۔ وہ کہنے لگا تمہاری دعا کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ میرے لئے دعا کیجئے اس کے صلے میں لوگوں کو تم سے واپس کر دوں گا۔

رسول کریم ﷺ نے دعا فرمائی تو گھوڑے کے پاؤں نکل آئے۔ سراقہ نے سوال کیا کہ مجھے امان نامہ لکھ دیجئے۔

حضرت ابو بکر نے چمڑے پر امان نامہ لکھ دیا۔ اور سراقہ بن مالک واپس لوٹ کر لوگوں سے کہنے لگا ادھر جانے کی کچھ ضرورت نہیں۔

سراقہ کا اسلام: غزوہ طائف (۸ھ) سے فارغ ہو کر جب اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک ﷺ **جعرَانہ** میں ٹھہرے ہوئے تھے تو حضرت سراقہ بن مالک بن **جعشم مدلجی** رضی اللہ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان قدید نامی بستی میں رہائش رکھتے تھے (بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ ص ۵۰۳)

(۳) خیمہ حضرت ام معبد: رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق اَپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر کے دوران مقام قُدید کے علاقہ سے گزرتے ہوئے حضرت ام معبد الخزاعیہ کے خیمے کے پاس پہنچ گئے۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، حضرت ابو معبد الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: حضرت حبیش بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت کے لیے نکلے تو آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ اور ان کا رہنما عبداللہ بن اریقط تھا۔ وہ راستہ میں ام معبد خزاعیہ کے خیمہ کے پاس سے گزرے۔ ام معبد کی قوم قحط زدہ تھی۔ وہ اَپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھتی تھیں اور گزرنے والوں کو پانی پلاتی تھیں اور کھانا کھلاتی تھیں۔ آپ ﷺ کے ہمراہیوں نے ان سے گوشت اور کھجوریں خریدنے کا سوال کیا تو ان کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے خیمہ کی ایک جانب ایک بکری دیکھی، آپ نے پوچھا: اے ام معبد! یہ بکری کیسی ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ لاغری کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکی۔ آپ نے پوچھا: کیا اس میں دودھ ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بہت لاغر ہے، دودھ کہاں دے سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں اس سے دودھ دوہ لوں؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! اگر آپ اس میں دودھ پائیں تو وہ لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بکری کو بلایا اور اَپنے مبارک ہاتھوں سے اس کے تھن صاف کیے۔ پھر آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر دعا کی۔ بکری نے اپنی دونوں ٹانگیں چوڑی کر دیں۔ آپ نے ایک بڑا برتن منگایا اور اس میں دودھ دوہا، حتی کہ وہ اوپر تک بھر گیا۔ پھر آپ نے ام معبد کو دودھ پلایا حتی کہ وہ سیر ہو گئیں۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب کو دودھ پلایا حتی کہ وہ سیر ہو گئے۔ پھر آخر میں آپ ﷺ نے دودھ پیا۔ پھر سب نے آرام کیا۔ پھر آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس برتن میں دوبارہ دودھ دوہا۔ پھر آپ نے بکری کو وہیں چھوڑ دیا اور حضرت ام معبد کو بیعت کرلیا۔ اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا شوہر ابو معبد اپنی لاغر بکریوں کو ہانکتے ہوئے گھر گیا جن کی ہڈیوں میں گودا بھی خشک ہو چکا تھا۔ اس نے جو دودھ سے بھرا ہوا برتن دیکھا تو پوچھا: اے ام معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا۔ بکری تو بہت دبلی تھی اور گھر میں اور کوئی دودھ دینے والا جانور نہیں تھا؟ حضرت ام معبد نے کہا: ہمارے ہاں ایک برکت والے شخص آئے جو ایسے ایسے تھے، ابو معبد نے کہا: اے ام معبد! مجھے ان کی صفات (حلیہ مبارکہ) بتاؤ (نعمۃ الباری ج ۷ ص ۱۲۴)۔ پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن و جمال و حلیہ مبارک بیان کی جس کا ذکر راقم الحروف نے جمال مصطفیٰ میں کر دیا ہے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ ام معبد کی بکریاں بہت زیادہ ہوگئیں وہ ان میں سے ایک ریوڑ مدینہ بھی لائیں۔ وہاں ان کے بیٹے نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور کہا: اے اماں یہ تو وہی آدمی ہے جو اس بابرکت آدمی کے ساتھ تھا۔ ام معبد نے ابوبکر سے پوچھا: اے اللہ کے بندے! تیرے ساتھ وہ آدمی کون تھا؟ ابوبکر نے کہا: کیا تو انہیں نہیں جانتی۔ اس نے کہا: نہیں۔ ابوبکر نے کہا: وہ اللہ کے نبی تھے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں اَپنے ہمراہ لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کھانا بھی کھلایا اور تحائف بھی عطا کیے۔ اور ایک روایت میں ہے: وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پنیر اور دیگر دیسی اشیاء پیش کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی انہیں لباس اور دیگر تحائف عطا فرمائے اور وہ مسلمان ہوگئیں۔ الوفاء کے مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ ام معبد اور اس کے خاوند (ابو معبد) نے ہجرت بھی کی اور اس کا بھائی خنیس مسلمان ہوا اور اس نے فتح مکہ کے دن شہادت پائی (السیرۃ النبویۃ لابی شعبہ لعلی محمد صلابی)

خیال رہے کہ بعض نے ام معبد کا ذکر سراقہ کے ذکر سے پہلے کیا ہے جیسا کہ الاشارۃ السیرۃ النبویۃ، سبل الھدی، مدارج النبوت، وغیرہ میں ہے اور عیون الاثر، الدرر، الوفا باحوال المصطفیٰ، مستدرک حاکم، البدایۃ والنھایۃ، الفصول فی سیرۃ رسول، سیرۃ رسول عربی اور سرور عالم میں حضرت ام معبد کا ذکر سراقہ بن مالک کے ذکر کے بعد کیا ہے (واللہ اعلم)

(۵) بریدہ اسلمی کا اسلام: مدینہ منورہ کے قریب بریدہ اسلمی اَپنے ستر سواروں کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حصول انعام کی خاطر گرفتار کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام پوچھا۔ اس نے کہا میرا نام بریدہ

ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا بریدہ ٹھنڈا ہوگیا۔ اس طرز عمل نے بریدہ پر ایسا اثر کیا کہ بریدہ اَپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔

مسلمان ہونے کے بعد اَپنے عمامہ کو پھاڑ کر ایک نیزہ پر لگایا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مدینہ میں جھنڈے کے ساتھ داخل ہونا چاہیے (رحمت دو عالم، سیرت رسول عربی)۔ بعض لکھتے ہیں کہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے سامنے ایک جھنڈا ہونا چاہیے۔ آپ نے اَپنے عمامہ کو اتار کر اور نیزے سے باندھ کر بریدہ کو عطاء فرمایا، یہ اسلام میں پہلا جھنڈا تھا۔

(۷) کپڑوں کا ہدیہ: بعض صحابہ کرام بغرض تجارت ملک شام گئے ہوئے تھے تو واپسی پر صحابہ کرام کا یہ گروہ اتفاق سے ایک منزل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل گیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے سفید کپڑے بطور ہدیہ پیش کیئے (جزب القلوب)۔

(۸) رفیق سفر ہجرت وطریق ومنازل ہجرت: ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رفیق سفر چار تھے۔ رسول اللہ، حضرت ابوبکر، عامر بن فھیرہ، غلام ابی بکر اور عبداللہ بن ارقد مشہور نام عبداللہ بن اریقط وائلی ہے، وہ مشرک تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب عبداللہ بن اریقط حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے کر عازم سفر ہوا۔ پہلے وہ مکہ معظّمہ کے نشیبی علاقے میں چلا۔ پھر وہ ساحل سمندر کی طرف گیا حتی کہ بنو عسفان کے نشیبی علاقے میں راہ لی۔ پھر اَمَجْ کے نشیبی علاقہ میں راستہ لیا۔ اسی راستہ پر سے ہوتا ہوا قُدَیْدْ پہنچا۔ پھر خرار کے علاقہ میں پہنچا۔ پھر انہیں لے کر ثنیۃ المرۃ کے علاقہ میں پہنچا۔ پھر لقف میں گزرا۔ ابن ہشام نے اسے لفت کہا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر عبداللہ انہیں لے کران کامں لجۃ لقف سے پھر مدلجہ محاج سے گزرہوا، اسے مجاج بھی کہا جاتا ہے (ابن ہشام)۔ پھر وہ مرجع مجاج پھر مرجع ذوالعضوین سے گزرا۔ ابن ہشام نے اسے غضوین کہا ہے۔ پھر وہ ذوکشر کی وادی سے گزرتا ہوا جداجد کے مقام سے گزرا پھر وہاں سے اجرد اور ذوسلم کے علاقہ سے گزرا۔ پھر عبداللہ اعداء کی وادی میں سے ہوتا ہوا مقام مدلجہ تعھن سے گزرا پھر اس کا گزر عبابید سے ہوا۔ اسے عبابیب بھی کہا جاتا ہے اور اسے عیثنایہ بھی کہا جاتا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر وہ الفاجہ کے مقام سے گزرا۔ ابن ہشام نے اسے القاحہ کہا ہے۔ ابن ہشام نے کہا ہے پھر عبد اللہ مقام العرج سے گزرا۔ وہاں ایک سواری سست ہوگئی۔

(۹) سواری پیش کرنا: بنواسلم کے ایک شخص نے آپ کو سواری پیش کی اور اس شخص کا نام اوس بن حجر تھا۔ اسے ابن الرداء بھی کہا جاتا تھا۔ اور اس خدمت کے لئے اس نے ایک لڑکا بھی ساتھ بھیجا جس کا نام مسعود بن ھنیدہ تھا۔ پھر یہ راہبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے کر عرج سے نکلا اور **ثنیتہ العائر** سے گزرا۔ اس کے دائیں طرف رکوبۃ ہے اسے ثنیتہ الغائر بھی کہتے ہیں۔ پھر وہ وادی رئم میں پہنچا۔

انصار مدینہ کی انتظار: انصار کو یہ خبر مل چکی تھی کہ آپ مکہ سے نکل کر عازم مدینہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ وہ ہر روز مقام حرہ کی طرف نکل کر آپ کا انتظار کیا کرتے تھے۔ ۱۴ نبوی ۱۲ ربیع الاول کو بوقت چاشت آپ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ انصار اس روز بھی حسب معمول انتظار کے لئے نکلے تھے۔ مگر دیر ہو جانے کی وجہ سے واپس لوٹ گئے تھے۔ سب سے پہلے آپ پر ایک یہودی کی نظر پڑی۔ وہ اَپنے محل کی چھت پر تھا کہ اس نے زور سے پکارا اے بنی قیلہ (اوس وخزرج کی ایک وادی کا نام قیلہ تھا اس لئے وہ بنو قیلہ کہلاتے ہیں) یہ ہیں وہ جن کے تم منتظر تھے۔ انصار ہتھیار پہن کر نکلے اور منصب نبوت پر فائز ہونے پر آپ کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا۔

جہاں مدینہ منورہ تشریف کی آوری پر بہت سے لوگوں کے نصیب جاگ اٹھے وہاں کچھ ایسے بھی تھے جو بدنصیب رہے۔ مدینہ منورہ کے مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے راستہ میں قبیلہ خزرج کے سردار عبداللہ بن ابی کا مکان بھی آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فروغ اسلام کے پیش نظر چاہا کہ اس سردار کے ہاں رکیں۔ مگر اس کی بدبختی نے اسے اس سعادت سے محروم کر دیا۔ اس ازلی بدنصیب نے کہا **اِذْهَبْ اِلَى الَّذِيْنَ دَعُوْكَ** آپ ان کے ہاں جائے جنہوں نے آپ کو بلایا ہے۔ عبداللہ کی اس بداخلاقی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قلبی تکلیف ہوئی تو حضرت سعد بن عبادہ نے فوراً عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پریشان نہ ہوں۔ اس کی بداخلاقی اور بدتمیزی کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسے اپنا بادشاہ بنانے کا پروگرام بنالیا تھا۔ اس کی تاجپوشی ہونے والی تھی کہ اچانک اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہوا آپ تشریف لائے۔ اس کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں اسی وجہ سے اس نے بداخلاقی کا مظاہرہ کیا ہے (سیرت حلبیہ ص ۴۵۴ ج ا)

قباء میں تشریف آوری: بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس قافلہ بستی قباء میں بنو عمرو بن عوف کے ہاں پہنچا۔ وہ بابرکت دن پیر کا تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبا میں نزول اجلال فرمایا اس میں اختلاف ہے کہ آپ کس تاریخ قباء تشریف فرما تھے، صاحب نور النبر اس میں پانچ قول بیان کئے ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ آپ آٹھ ربیع الاول کو پہنچے تھے۔ اور دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ (۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۴ نبوی ا ھ ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء) کو جلوہ افروز ہوئے تھے۔ اور مدت سفر بارہ دن یا نو دن تھے۔

دھوپ کی گرمی شدید ہو چکی تھی۔ سورج آسمان کے وسط میں پہنچنے کے قریب تھا (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام)۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قباء میں کلثوم بن الھدم کے یہاں نزول اجلال قیام فرمایا۔ بعض علماء کے نزدیک آپ نے سعد بن خشیمہ کے یہاں قیام فرمایا۔

حدیث ہجرت میں ہے کہ یہاں تک کہ آپ بنی عمرو بن عوف کے محلہ (قباء) میں اترے۔ پیر کے دن ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ رسول اللہ چپ چاپ بیٹھ گئے اور لوگوں سے مخاطب ہونے کیلئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے رہے تو انصار میں سے جو آتا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہ کی ہوتی وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سلام کرتا یہاں تک کہ رسول اللہ پر دھوپ آ گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے اوپر اپنی چادر تان لی اور سایہ رکھا، تو لوگوں نے پہچانا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محلہ بنی عمرو بن عوف میں چند راتیں قیام پزیر رہے۔

اسی موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی **فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ** (سورہ تحریم ایت ۹، اللؤلؤ المکنون فی سیرۃ النبی المامون ج ۲ ص ۸۱)۔ تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

مسجد قباء کی تعمیر: اور وہاں مسجد کی بنیاد تقوی پر رکھی (بخاری باب ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار روز قباء میں قیام فرمایا۔ بعض علماء کے نزدیک یہ بیس دن کی مدت قیام ہے۔ اندریں اثناء آپ نے مسجد قباء کا سنگ بنیاد رکھا (مدارج، حلبیہ وغیرہ)۔

قباء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نزول رحمت ۱۲ ربیع الاول یوم دوشنبہ کو ہوا۔ یہی تاریخ اسلامی ابتدائی ہے (سیرت رسول

عربی ﷺ)۔اور مسجد قباء ہجرت کے پہلے سال تعمیر کی گئی۔ یہ وہ پہلی مسجد ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے بنفس نفیس مع صحابہ کرام کے خود تعمیر کیا اور یہی وہ پہلی مسجد ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اور جماعت صحابہ کرام نے نماز پڑھی۔ اور یہی وہ مبارک مسجد ہے جس کی شان میں بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ۔ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ (سورہ توبہ آیت ۱۰۸)۔ترجمہ: البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقوی پر رکھی گئی ہے زیادہ لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔اس میں وہ مرد ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔اسلام میں تعمیر مسجد ایک اہم عبادت ہے۔اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد سب سے اول مسجد قباء کو تعمیر فرمایا۔

اوراس میں نماز پڑھنے کے بہت سے فضائل بیان کئے گے ہیں اوراس میں نفل نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔زائر کے لئے مستحب ہے کہ وہ مسجد قبا شریف کی زیارت کرے اوراس میں نماز پڑھے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہفتہ کے دن مسجد قبا میں پیدل اور سوار ہو کر تشریف لے جاتے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔یعنی کبھی پیدل اور کبھی سوار ہو کر جاتے تھے۔مسجد قبا میں دو رکعت نفل پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت: نبی ﷺ کی ہجرت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ میں تین روز رہے۔ اس کے دوران اہل مکہ کی جو امانتیں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں ان کو ادا کیا۔پھر پیدل چل پڑے۔اور قبا میں رسول اللہ ﷺ سے آملے۔ان کا قیام کلثوم بن ھدم رضی اللہ عنہ کے مکان پر تھا۔

نماز جمعہ کی آدائیگی: جب آپ ﷺ قبا سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو راستہ میں بنی سالم بن عوف کے محلہ میں نماز جمعہ کا وقت ہو گیا۔تو وہاں ہی آپ نے وادی رانوناء کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی۔اور آپ نے عظیم الشان خطبہ دیا جو سیرت ابن ہشام وغیرہ میں ہے۔اور یہ پہلی نماز جمعہ تھی جو پڑھائی گئی۔نماز جمعہ اسلام میں فرض ہے اور اس کی بڑی اہمیت ہے۔اللہ تعالیٰ نماز جمعہ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ۔ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورہ جمعہ)۔

ترجمہ: اے ایمان والو جب بلایا جائے نماز کی طرف جمعہ کے دن تو دوڑ کر جاؤ اللہ کے ذکر کی طرف اور چھوڑ دو خرید وفروخت کو۔یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔وفی هذه السنة نَزَلَ ﷺ بِقُبَاءٍ وَبَنٰی مَسْجِدَ قُبَاءٍ وَفِیْهَا صَلَّی الجمعة حِیْنَ اِرْتَحَلَ مِنْ قُبَاء الی المدینة صلی اللہ تَعَالٰی فِی الطریق بنی سالم وهی اول جمعة صلاها واول خطبة خطبها فی الاسلام (الخلاصة فی ترتیب احداث السیرة النبویة)۔

اور نبی اکرم ﷺ جمعة المبارک کے بعد اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے

مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کا داخلہ: علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت براء حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے حدیث ہجرت بیان کرتے ہیں وَخَرَجَ النَّاسُ حِیْنَ قَدِمَ مِنَ الْمَدِیْنَةِ فِی الطَّرِیْقِ وَعَلَی الْبُیُوْتِ النِّسَاءُ وَالْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ ۔ یَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ اَکْبَرُ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ اللّٰهُ اَکْبَرُ جَآءَ مُحَمَّدٌ ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَلَمَّا اَصْبَحَ انْطَلَقَ وَذَهَبَ حَیْثُ اُمِرَ (سیرت ابن کثیر ج ۲ ص ۲۹۹)۔کہ جب ہم لوگ مدینہ منورہ آئے تو مرد گھروں سے نکل کر سڑکوں پر آگئے اور خواتین چھتوں پر۔بچے اور خدام نعرے مار رہے تھے۔ اللہ اکبر رسول اللہ تشریف لائے۔اللہ اکبر محمد مصطفی آئے۔اللہ اکبر رسول اللہ تشریف لائے۔پھر آپ ﷺ چلے۔جہاں حکم ملا وہاں تشریف لے گئے۔اور انصار کی بچیاں اور عورتیں بڑے سرور اور مستی کے عالم میں آکر یہ استقبالیہ اشعار پڑھ رہیں تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا ۔ مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا ۔ مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
اَیُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا ۔ جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ
جِئْتَ شَرَّفْتَ الْمَدِیْنَةَ ۔ مَرْحَبًا یَا خَیْرَ دَاعٍ

چودھویں رات کا چاند ہم پر نکل آیا کوہ وداع کی گھاٹیوں سے۔ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والا دعا مانگے اور بلانے والا بلائے۔اے وہ ذات پاک جس کو ہمارے درمیان بھیجا گیا آپ واجب الاطاعت حکم لے کر آئے ہیں آپ تشریف لائے اوراپنے وجود سے مدینہ منورہ کو شرف بخشا۔اے سب سے اچھے دعوت دینے والے خوش آمدید۔ ایک نسخہ میں طَلَعَ الْبَدْرُ کی بجائے اَشْرَقَ الْبَدْرُ ۔(روشن ہوا،طلوع ہوا چودھویں رات کا چاند)۔اور جب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف فرما ہوئے تو بنی نجار کی بچیوں نے خوشی میں یہ شعر بھی پڑھا۔

نَحْنُ جَوَارٌ مِّنْ بَنِیْ نَجَّارٍ ٭ یَاحَبَّذَا مُحَمَّدًا مِّنْ جَارٍ

ہم لڑکیاں ہیں خاندان بنی نجار کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہی اچھے ہمسائے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ایک صحابہ کے نورانی جلوس میں مدینہ کی جانب تشریف لے جا رہے ہیں۔ تو راستہ میں دائیں بائیں آگے پیچھے چلنے والوں نے یہ خواہش کی کہ آپ ہمارے یہاں ٹھہریں۔ آپ نے فرمایا میری ناقہ کو چھوڑ دو۔ جہاں اسے حکم دیا گیا ہے یہ وہاں ٹھہرے گی۔

رشتہ درگردنم افگندہ دوست ☆ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ناقہ (اونٹنی قصواء) رواں دواں رہی۔ جہاں سے ناقہ کا گذر ہوتا وہ قیام کی درخواست کرتے۔ جب اس جگہ پہنچی جہاں آج کل مسجد نبوی ہے تو بیٹھ گئی مگر آپ ناقہ سے نہ اترے اور وہ پھر کھڑی ہو کر چلنے لگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر ہر چیز روشن ہوگئی: چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مدینہ منورہ کی ہر چیز اور ہر در و دیوار آپ کے چہرہ انور سے ایسے روشن ہوئے جیسے طلوع آفتاب سے چمک پیدا ہوتی ہے۔ اور جس دن اس عالم دنیا سے تشریف لے گئے ہر جگہ تاریک ہوگئی تھی جیسے غروب آفتاب کے وقت تاریکی ہو جاتی ہے (جزب القلوب)۔

حضرت ایوب انصاری کے گھر میں قیام: تھوڑا سا چلنے کے بعد ادھر ادھر دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی پیچھے مڑ کر پہلی جگہ پر بیٹھ گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقہ سے اترے۔ اور یہ بنو نجار کا محلہ تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ناقہ کا کجاوہ اٹھا کر اپنے گھر لے گئے (الفصول)۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں سات ماہ تک قیام پذیر رہے اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے میزبانی کا حق ادا کیا۔

واقعات متفرقہ

(۱) سن ہجری کی ابتدا محرم الحرام سے کی گئی: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں وَذٰلِكَ اَوَّلُ التَّارِيْخِ الْاِسْلَامِيِّ كَمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ فِيْ دَوْلَةِ الْعُمَرِيَّةِ (السیرت النبویۃ)۔ یہ واقعہ تاریخ اسلامی کا آغاز ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں اس پر صحابہ کا اتفاق رائے ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب ہجری تاریخ کی ابتداء کی گئی تو ہجرت کے روز اور مہینے سے نہیں بلکہ یکم محرم الحرام مطابق ۱۶ جولائی ۶۲۲ سن عیسوی سے اس کا آغاز کیا گیا تھا۔ کیونکہ اہل عرب قدیم زمانہ سے محرم ہی کو اس سال کا پہلا مہینہ مانتے چلے آ رہے تھے اس لئے سن ہجری کے تیسرے مہینے ربیع الاول میں ہوئی (سیرت سرور عالم ج ۲) صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہیں کہ اسلام میں سن ہجری کا استعمال بعد عمر فاروق جاری ہوا اور حضرت عثمان غنی کے مشورہ سے ماہ محرم الحرام کو اسلامی سال کا پہلا مہینہ مقرر کیا گیا (رحمۃ اللعالمین)۔

فتاوی العقود دریہ میں ہے تاریخ اسلامی کا وضع کرنے کا سبب یہ ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ماہ شعبان کا تحریر کردہ خط آیا اور اس پر سن و تاریخ تحریر نہیں تھی صرف ماہ شعبان کا نام ہی تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خط گزشتہ ماہ شعبان کا ہے یا آنے والے ماہ شعبان کا تحریر شدہ مکتوب ہے؟ مگر اس پر سن و تاریخ تحریر نہ ہونے کی وجہ سے کوئی پتہ نہ چلا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسلامی تاریخ و سن لکھنے کا حکم دیا اور اس فیصلہ پر سب صحابہ کرام کا اتفاق ہوا کہ تاریخ اسلامی کی ابتدا واقعہ ہجرت سے کی جائے۔ تو انہوں نے سال کا ماہ اول محرم کو قرار دیا۔ اسلامی تاریخ کا اعتبار رات سے کیا جاتا ہے، کیونکہ رات اہل عرب کے نزدیک دن سے سابق مقدم اور اول ہے۔ چونکہ اہل عرب تھے اور نہ تو وہ اچھی طرح لکھنا جانتے تھے اور نہ وہ اپنے سوا دوسری قوموں کے حساب کو پہچانتے تھے تو انہوں نے تاریخ کا تمسک طلوع ہلال سے کیا۔ کیونکہ چاند رات کو ظاہر ہوتا ہے اسی لیے انہوں نے تاریخ کی ابتداء رات سے کی (فتاوی عقود دریہ ۳۳۵)۔

(۲) مدینہ منورہ میں مختلف مذاہب تھے: مکہ مکرمہ میں صرف ایک قوم کا زور اور حکومت تھی۔ زیادہ تر لوگوں کا مذہب بت پرستی تھا۔ مدینہ منورہ میں مختلف اقوام اور مذاہب کا مجموعہ تھا۔ وہاں بت پرست بھی تھے اور یہودی بھی۔ اور عیسائی بھی مگر کم تعداد میں۔ یہودیوں کے کئی قبیلے تھے۔ بنی نضیر، بنی قینقاع، بنی قریظہ جو اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے۔ تجارت اور سودخوری کی وجہ سے بہت مالدار تھے (رحمۃ اللعالمین حصہ ۱ ص ۱۱۰)۔

۱) یہود کی دشمنی: اور یہود مسلمانوں کے بہت دشمن تھے۔ ہر وقت سازشیں کیا کرتے تھے اور عہد شکنی، غداری، منصوبہ بندی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (سورہ المائدہ آیت ۸۲)، ترجمہ: ضرور پائیں گے آپ سب لوگوں سے زیادہ دشمنی رکھنے والے مومنوں سے یہود کو اور مشرکوں کو، اور پائیں گے آپ سب سے زیادہ قریب دوستی میں اہل ایمان والوں سے انہیں جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور وہ غرور نہیں کرتے۔ اور جب سنتے ہے وہ جو رسول کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو انسوؤں سے اُبل رہے ہیں اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے کہتے ہیں اے رب ہمارے، ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔

اور ان یہودیوں میں سے بعض کفار مکہ کی طرح بہت ہی دشمن ہو گئے تھے (اور اب بھی یہ مسلمانوں کے دشمن ہیں)۔ ان میں سے سب سے زیادہ دو بڑے بدبخت تھے۔ حیی ابن اخطب اور دوسرا اس کا بھائی یاسر بن اخطب۔ ان کے علاوہ بھی تھے جو ہر وقت مہاجرین و انصار کو نقصان پہنچانے کے لئے درپے رہتے تھے۔

۲) اوس، ۳) خزرج: مدینہ منورہ میں دو مذہب رہتے تھے: مشرک، یہودی۔ مشرکوں کے دو خاندان تھے اوس، خزرج۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی۔ ان دونوں کو انصار کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اسلام کی خاطر جان و مال کی قربانی دی اور ایفائے عہد کیا اور مہاجرین کے ساتھ بہت ہی حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔

۴) منافقین: اور بعد میں منافقین کا گروہ بھی ظاہر ہوا جو قبیلہ اوس و خزرج میں سے تھا اور ہر وقت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کے دوسرے رکوع کی تیرہ آیات میں، سورہ توبہ، سورہ احزاب اور سورہ منافقین میں ان کی دلی بیماریوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اللہ نے ان کو رسوا فرمایا۔ یہ ہمیشہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے

کی ناکام کوشش کرتے رہے۔ ان کی شر سے بچنا پکے کافروں کی بنسبت دشوار ہے۔

۵) انصار کی فضیلت: انصار مدینہ سے مراد وہ خوش نصیب حضرات ہیں جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے اور پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینے میں آنے کی دعوت دی اور نبی کریم ﷺ پھر مدینہ میں جلوہ گر ہوئے۔ تو جان و مال کی قربانی دی اسی لئے اللہ تعالیٰ انصار کی شان میں ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۃ الحشر ۹)۔ ترجمہ: جو دارِ ہجرت میں مقیم ہیں اور ایمان میں (ثابت قدم) ہیں مہاجرین (کی آمد) سے پہلے۔ محبت کرتے ہیں ان سے جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں اور نہیں پاتے اپنے سینوں میں کوئی خلش اس چیز کے بارے میں جو مہاجرین کو دے دی جائے اور ترجیح دیتے ہیں انہیں اپنے آپ پر اگرچہ خود انہیں اس چیز کی شدید حاجت ہو۔ اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچا لیا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

مدینہ منورہ نبی کریم ﷺ کی ہجرت کی بدولت عظمت و رفعت کا مظہر ہوا۔ اولیاء اللہ اور نیک لوگوں کا مرجع و ماوی بنا۔ مسلمانوں کا مضبوط قلعہ اور حصن حصین ثابت ہوا۔ اور اقوام عالم کا مرکز ہدایت بنا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک ایمان (اسلام) سمٹ کر مدینہ میں اس طرح آ جائے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے سوارخ میں چلا آتا ہے (بخاری مسلم)۔ اور متعدد حدیثوں میں انصار مدینہ کے فضائل بیان کئے گئے ہیں اور ان سے محبت رکھنا ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه سیدنا محمد وعلی آله وصحبه بعدد خلقه

باب ششم: دس سالہ مدنی دور کے واقعات

اس سے قبل اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد سے رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی کے نہایت ہی مختصر سے حالات تحریر کیے ہیں۔ اب اسی طریقہ سے مدنی زندگی کے دس سالہ دور کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے جس میں صرف اہم واقعات کی طرف اشارہ کیا جائے گا تاکہ کتاب کی تکمیل ہو جائے اور میرے گناہوں کا کفارہ اور ذریعہ نجات بن

جائے۔سیرت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ یہ ایک ایسا وسیع باغ ہے جس میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں طرح طرح کے پھول کھلے ہیں۔گل چین اَپنے ذوق وشوق اور محبت سے اپنی استعداد کے مطابق جو پھول چاہتا ہے چن لیتا ہے۔یہ ایک ایسا بحر ناپیدا کنار ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔کچھ حصول برکت کی خاطر رحمت کے قطرے جمع کئے جاتے ہیں۔تو یہ بھی ایک قطرہ ہی ہے۔اس قطرہ کو سمندر بنا دینا اللہ ہی کا کام ہے۔بعض علماء نے بیعت عقبہ ثانیہ سے لے کر مدینہ منورۃ میں داخل ہونے تک کہ تمام واقعات کو ہجرت کے پہلے سال کے واقعات میں شمار کیا ہے۔اور یہ واقعات بیان ہو چکے ہیں اس لئے یہاں دوبارہ ذکر نہیں کئے جاتے۔اس لئے مسجد نبوی کی تعمیر سے واقعات کا آغاز کیا جاتا ہے۔اور اس مدنی دور کا ذکر اس ترتیب سے کیا جارہا ہے جس کو **روضۃ الاحباب، مدارج النبوۃ، بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ** وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے **وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ**۔

۱ ہجری کے واقعات

مسجد نبوی کی تعمیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ کہ اللہ کی مسجدوں کو وہ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔اسی سال مسجد نبوی بنوائی گئی۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ کے بالائی حصے میں اترے۔یعنی اس قبیلے میں جس کو بنو عمرو بن عوف کہتے ہیں۔یہ فرماتے ہیں کہ آپ ان کے پاس چودہ روز اقامت پزیر رہے۔پھر آپ نے بنو نجار کے گروہ کو بلایا۔راوی کا بیان ہے کہ وہ مُسَلَّح ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر جلوہ افروز ہیں۔آپ کے پیچھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سواری ہے اور آپ کے چاروں طرف بنی نجار کے افراد ہیں۔یہاں تک کہ آپ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے اتر گئے۔راوی کا بیان ہے کہ جہاں نماز کا وقت ہوتا آپ اسی جگہ نماز پڑھ لیتے ، یہاں تک کہ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز ادا کر لی جاتی۔پھر آپ نے مسجد بنانے کا حکم فرمایا اور بنی نجار کی جماعت کو فرمایا، جب وہ حاضر ہو گئے ، تو فرمایا اے بنی نجار!تم یہ اپنا باغ مجھے بیچ۔وہ عرض گزار ہوئے ، خدا کی قسم ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے مگر اللہ تعالیٰ سے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں بتاتا ہوں یہاں کیا چیزیں تھیں۔وہاں مشرکین کی قبریں تھیں، ویران جگہ تھی اور

کچھ کھجور کے درخت تھے۔پس رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مشرکین کی قبریں تو کھودی گئیں۔ویرانے کو ہموار کر دیا گیا اور کھجور کے درخت کاٹ دیئے گئے پھر مسجد سے قبلہ کی جانب ایک قطار میں درختوں کی لکڑیاں رکھ دی گئیں اور دروازے کی جگہ پتھر رکھ دئے گئے۔پس لوگ پتھر اٹھا کر لاتے اور رجز (شعر) پڑھتے جاتے تھے۔رسول اللہ ﷺ بھی ان کے شریک کار تھے۔آپ کی زبان مبارک پر الفاظ تھے **اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَةِ فَارْحَمِ الْاَسْفَارِ وَالْمُهَاجِرِهْ** (بخاری شریف کتاب المناقب) اے اللہ بیشک اجر آخرت کا اجر ہے پس تو اسفار اور مہاجرین پر رحم فرما (اے اللہ بھلائی نہیں مگر آخرت کی بھلائی، پس انصار اور مہاجرین کی مدد فرما)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مسجد کی جگہ پر کھجور کے درخت، بنجر زمین اور مشرکین کی قبریں تھیں۔آپ کے حکم سے قبروں کو اکھاڑ دیا گیا، ویران جگہ کو برابر کیا گیا اور درخت کاٹ دیئے گئے۔پھر آپ ﷺ نے اینٹیں بنانے کا حکم دیا تو وہ بنائی گئیں۔اور مسجد تعمیر کر کے کھجور کی شاخوں سے چھت ڈالی گئی جبکہ ستون کھجور کی لکڑی سے بنائے گئے۔اس مسجد میں مسلمانوں نے کام کیا۔حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھا کر لاتے تھے۔ایک اینٹ اپنی طرف سے اور دوسری اینٹ حضور ﷺ کی طرف سے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے لیے ایک اجر ہے، تمہارے لیے دو اجر ہیں اور تمہاری آخری خوراک دودھ کا ایک گھونٹ ہے اور تمہیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور شامیوں نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ امام حق تھے اس لیے ان کی مخالفت کی وجہ سے دوسروں کو باغی قرار دیا گیا۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطاء اجتہادی تھی۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مستقبل کی خبروں سے آگاہ فرمایا (مواہب لدنیہ مع حاشیہ اردو)۔یہاں باغی سے مراد وہ باغی نہیں جو فقہاء کی اصطلاح میں ہوتا ہے۔یہاں باغی سے مراد مطالبہ کرنے والا ہے۔علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث خبر واحد بھی نہیں کیونکہ اس حدیث کے روایت کرنیوالوں میں ایک راوی معلّیٰ بن عبدالرحمن ہے اور اس کو اسماء الرجال میں کذاب تک کہا گیا ہے (تحفۃ جعفریہ ج ۳)۔اور جس حدیث کا راوی کذاب ہو اس سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے۔اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح مانا جائے تو اس میں فئۃ باغیۃ سے مراد وہ گروہ ہے جس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔یہی وہ گروہ مسلمانوں میں آخر دم تک فتنہ وفساد پیدا کرتا رہا۔

یہ وہ مسجد نبوی ہے جس میں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔اور حصول ثواب کی خاطر اس کی طرف سفر کرنے کی اجازت بھی دی گئی ہے اور اسی میں رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف بھی ہے۔

مساجد کی فضیلت: روئے زمین پر سب سے پہلی مسجد، مسجد حرام شریف ہے جس کی اولیت کو خود قرآن مقدس نے اس طرح بیان فرمایا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورہ آل عمران)، ترجمہ: بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے مقرر کیا گیا وہ مکہ مکرمہ میں ہے، برکتوں والا ہے اور دنیا بھر کے لوگوں کا رہنما ہے۔مسجد حرام کے اول مسجد ہونے پر قرآن مقدس کا یہ ارشاد واضح دلیل ہے۔رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ۔ ترجمہ: اے اللہ میں نے اپنی اولاد کو تیرے گھر کے قریب ٹھہرایا ہے۔معلوم ہوا بیت اللہ اس وقت بھی تھا۔اس مسجد کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہ دنیا بھر کی قوموں (مسلمانوں) کو حج کے موقع پر اکٹھا کر لیتی ہے۔

مسجد اقصیٰ: دنیا کی دوسری مسجد، مسجد اقصی ہے۔چنانچہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے سوال عرض کیا یا رسول اللہ ای مسجد فی الارض اولا حضور روئے زمین پر سب سے پہلے کونسی مسجد تیار کی گئی۔فرمایا المسجد الحرام۔سیدنا ابوذر غفاری فرماتے ہیں۔میں نے پھر عرض کیا ثم ای پھر کونسی مسجد تو فرمایا مسجد الاقصی۔پھر عرض کی حضور ﷺ ان دونوں مساجد کے درمیان کا کتنا عرصہ ہے۔تو حضور ﷺ نے فرمایا چالیس سال کا پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔میرے لئے تمام روئے زمین مسجد ہے (مشکوۃ باب المساجد)۔مسجد حرام اور مسجد اقصی کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے رکھی تھی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام دونوں ان کی تجدید کرنے والے ہیں۔

مسجد نبوی شریف کی فضیلت: چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مَنْ صَلّٰی فِیْ مَسْجِدِیْ اَرْبَعِیْنَ صَلٰوةً لَا تَفُوْتُهُ صَلٰوةٌ کُتِبَ لَهٗ بَرَآئَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَآئَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ وَبَرِءَ مِنَ النِّفَاقِ (رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقاۃ کذا فی مجمع الزوائد خلاصۃ الوفاء ج ۱ ص ۴۹۰)۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھے کہ کوئی نماز بھی اس کی مسجد سے فوت نہ ہو تو اس کے لئے آگ سے براءت (نجات) لکھی

جاتی ہے اور عذاب سے بھی براءت لکھی جاتی ہے اور وہ شخص نفاق سے بری ہے۔لہٰذا زائرین کو آٹھ روز قیام مدینہ شریف میں کرنا چاہیے تاکہ ثواب حاصل کر سکیں۔اگر زائرین کے پاس وقت نہ ہو اور چالیس نمازیں پوری نہ کر سکیں تو اس میں کوئی گناہ نہیں، لیکن حاضری ضرور دینی چاہیے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّآ اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدُ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِیْ هٰذَا (متفق علیہ)۔نہ کسے جائیں کجاوے (سفر اختیار نہ کیا جائے) مگر صرف تین مسجدوں کی طرف۔مسجد حرام، مسجد اقصی، مسجد بیت المقدس اور میری اس مسجد کی طرف۔یعنی مسجد خانہ کعبہ، مسجد بیت المقدس اور مسجد نبوی شریف کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف زیادہ حصول ثواب کی خاطر سفر نہ کیا جائے کیونکہ ان کے علاوہ دنیا کی سب مسجدیں برابر ہیں۔اس حدیث میں مستثنیٰ منہ لفظ مسجد مقدر ہے لفظ قبر اور مکان نہیں ہے۔اس کی تائید بعض حدیثوں سے ہوتی ہے۔چنانچہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ کسی نمازی کے لئے یہ جائز نہیں کہ نماز کے لئے کسی مسجد کا سفر کرے سوائے مسجد حرام مسجد اقصی اور میری مسجد کے لئے۔دوسری روایت میں یوں ہے کسی سوار کے لئے جائز نہیں کے ثواب کی خاطر کسی مسجد کا سفر کرے سوائے مسجد حرام مسجد اقصی اور میری مسجد کے (شفاء الفواد فی زیارۃ خیر العباد)۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں چراغ روشن کیا۔آپ نے ان کا نام سراج رکھ دیا۔

ریاض الجنۃ کی فضیلت: حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ (بخاری مسلم) فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔اور ایک روایت میں اس طرح ہے بین قبری ومنبری (میری قبر اور میرے منبر کے درمیان)۔اور ایک روایت میں یوں ہے (بین حجرتی ومصلائی) میرے حجرہ اور میری جائے نماز کے درمیان۔مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر شریف کی جگہ سے لے کر منبر شریف تک جنت کا باغ ہے جس کو ریاض الجنۃ کہتے ہیں۔یہ جنت کا ایک حصہ ہے جو حضور ﷺ کو عطا کیا گیا ہے اور قیامت میں شامل جنت کر دیا جائے گا۔

فَیُنْقَلُ اِلَی الْجَنَّتِ وَلَیْسَ کَسَائِرِ الْاَرْضِ وَیَذْهَبُ وَیَفْنِیْ (حاشیہ کتاب الاضاح ص ۴۵۵) اور منبر کے

بارے میں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی حالت پر لوٹا دے گا اور پھر اس کو آپ کے حوض پر رکھا جائے گا یہی زیادہ اولی ہے (حاشیہ کتاب الایضاح)۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر باقی ہے اور روضہء جو جنت سے زمین کی طرف منتقل کیا گیا ہے اور عنقریب جنت میں لوٹا دیا جائے گا۔ اور یہ روضہ شریف ساری زمین کی طرح فنا برباد نہیں ہوگا۔ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ اکثر علماء اس پر ہیں کہ اب بھی وہ حقیقتاً جنت ہی ہے، اگر چہ وہ دنیا کی صفت سے متصف ہونے کی وجہ سے بھوک کی گرمی سے نہیں روکتا اور اللہ تعالیٰ آپ کے منبر شریف کو بھی اسی پہلی حالت پر لوٹا دے گا پھر اس کو آپ کے حوض پر نصب کیا جائے گا۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہی اولی ہے اور الفاظ حدیث کو بھی ظاہری معنی پر رکھنا ممکن ہے۔ پھر کسی قسم کی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں ہے (حاشیہ مشکوۃ ص ۶۸)۔ جس طرح حضرت ابراھیم علیہ السلام کو جنتی پتھر حجر اسود عطا کیا گیا ہے اسی طرح حضور ﷺ کو ریاض الجنۃ عنایت کیا گیا ہے (لمعات)۔

صفہ کی تعمیر: اسی سال مسجد کے پہلو میں ایک سائے دار جگہ (چھپر) بنائی گئی کہ مساکین یہاں ٹھکانہ کریں۔ یہ جگہ صفہ کہلاتی تھی۔ اس میں رہنے والوں کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اہل صفہ کی تعداد بھی بدلتی رہتی تھی۔ جب مدینہ منورہ کی طرف وفود آتے تو ان کی تعداد بڑھ جاتی، اور وہ گھٹ جاتی جب باہر سے آنے والے مسافر کم ہوجاتے۔ تاہم ان میں عام طور پر مقیم حضرات ۷۰ کے لگ بھگ ہوتے۔ بعض اوقات ان کی تعداد بڑھ جاتی حتی کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تنہا ان میں ۸۰ افراد کی مہمان نوازی کرتے، علاوہ ان کے دیگر افراد جنہیں صحابہ آپس میں تقسیم کر لیتے (مسند احمد)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَّمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (سورہ البقرہ: ۲۷۳)۔ خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگ دست لوگ ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنی ذاتی کسب معاش کے لیے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے۔ ان کی خودداری دیکھ کر ناواقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوشحال ہیں۔ تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو۔ مگر وہ ایسے لوگ نہیں

ہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں۔ ان کی اعانت میں جو کچھ مال تم خرچ کرو گے وہ اللہ سے پوشیدہ نہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (سورہ الانعام: ۵۲)۔ ترجمہ: اے نبی جو لوگ اپنے رب کو ہر صبح اور شام پکارتے ہیں، اور اس کی خوشنودی کی طلب میں لگے ہوئے ہیں انہیں اپنے سے دور نہ پھینکو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (سورہ الکہف: ۲۸)، ترجمہ: اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلبگار بن کر صبح وشام اسے پکارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ (سورہ التوبہ: ۹۲)۔ ترجمہ: اسی طرح ان لوگوں پر بھی کوئی اعتراض کا موقع نہیں ہے جنہوں نے خود آ کر تم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لیے سواریاں بہم پہنچائی جائیں، اور جب تم نے کہا: کہ میں تمہارے لیے سواریوں کا انتظام نہیں کر سکتا تو مجبوراً واپس ہو گئے اور حال یہ تھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ (سورہ الشوری: ۲۷)۔ ترجمہ: اگر اللہ اپنے سب بندوں کو کھلا رزق دے دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کا طوفان برپا کر دیتا، مگر وہ ایک حساب سے جتنا چاہتا ہے نازل کرتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور ان پر نگاہ رکھتا ہے۔

ابو بکر صدیق کے گھر والوں کی ہجرت: اسی سال حضور اکرم ﷺ نے زید بن حارثہ اور ابو رافع کو جو حضور ﷺ کے غلام تھے مکہ مکرمہ میں پانچ سو درہم دے کر دو اونٹوں کے ساتھ روانہ کیا تا کہ سیدہ فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ، سودہ بنت زمعہ، اسامہ اور ان کی والدہ ام ایمن برکتہ رضی اللہ عنہن کو لے کر آئیں۔ چنانچہ ان سب کو لے کر آئے اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بھی اپنے والد محترم کے اہل وعیال کو لے کر ان کے ہمراہ مدینہ منورہ آ گئے (مدارج النبوت)

حجرات کی تعمیر: پھر مکان (حجرات) بھی بنوائے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَكَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَكۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ (سورہ حجرات)، ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے بلاتے ہیں وہ اکثر بے عقل ہیں۔ سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیلئے مکان بنائے گئے۔ اور جب تیار ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ ان میں منتقل ہوگئے۔ سات ماہ تک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام پزیر رہے۔ باقی حجرے اور مکان بعد میں حسب ضرورت تعمیر کیے گئے، اور مہاجرین کے مکانات بھی اسی سال بنائے گئے۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاری کے گھر میں سات ماہ قیام فرمایا۔ اور جب مسجد نبوی اور رہائشی مکانات تعمیر ہوگئے تو آپ ان مکانات میں منتقل ہوگئے۔

مہاجرین وانصار میں بھائی چارہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ (الحجرات ۱۰)، ترجمہ: بیشک اہل ایمان بھائی بھائی ہیں۔ ہجرت سے قبل مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا گیا تھا۔ اور پھر مدینہ منورہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا اور ایک دوسرے کو بھائی بھائی بنا دیا۔ تاکہ ان کے درمیان میں الفت ومحبت پیدا ہو۔ ان کی تعداد ۱۹۰ افراد پر تھی۔ دونوں جماعتوں میں پینتالیس پینتالیس افراد تھے۔ ان کی مواخات حق بات پر غم خواری اور ایک دوسرے کا وارث بننے پر تھی (مواھب)۔ اس کی ایک مثال وہ ہے جو صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے ہاں تشریف لائے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ حضرت سعد بہت مالدار تھے۔ انہوں نے فرمایا: انصار کو معلوم ہے کہ میں ان میں زیادہ مالدار ہوں، میں اَپنے مال کو اَپنے اور آپ کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں۔ آپ کو جو پسند آئے، میں اسے طلاق دے دیتا ہوں، آپ اس سے نکاح کر لیں۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے گھر والوں میں برکت عطا فرمائے (صحیح بخاری، ج۱، ص ۵۳۳)۔ پھر حضرت عبدالرحمن نے محنت مزدوری شروع کر دی۔ ان کے حالات بہتر ہوگئے۔

یہ مواخات کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا حتی کہ غزوہ بدر کے بعد یہ آیت نازل ہوئی وَاُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰی بِبَعۡضٍ (سورہ الانفال: ۷۵)، ترجمہ: اور رشتہ داروں میں سے بعض دوسرے بعض کے زیادہ قریب ہیں (اب اسلامی محبت باقی رہ گئی، لیکن وراثت کا سلسلہ رشتہ داروں میں جاری ہوا)۔

آپ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے پانچ یا آٹھ ماہ بعد قائم کیا گیا تھا انصار ومہاجرین میں بھائی چارہ (وفاء الوفا)۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی کے درمیان بھی بھائی چارہ قائم کیا گیا تھا۔ شیخ ابن تیمیہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ وَقَدۡ اَنۡكَرَ ابۡنُ تَيۡمِيَةَ فِي الرَّدِّ عَلٰى ابۡنِ مُطَهَّرِ الرَّافِضِي الۡمُوَاخَاةَ بَيۡنَ الۡمُهَاجِرِيۡنَ خُصُوۡصًا مُوَاخَاةَ النَّبِيِّ لِعَلِيٍّ (وفاء الوفا)۔ اور ابن تیمیہ نے ابن مطہر رافضی اکا رد کرتے ہوئے مہاجرین میں بھائی چارہ قائم کرنے کا انکار کر دیا۔ خصوصا نبی کریم ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھائی چارے کا انکار کیا ہے۔ شیخ ابن تیمیہ اس مواخات کی حکمت وفلسفہ کو نہ سمجھ سکے۔ اس لئے اس کا رد کیا ہے اور بعد میں ابن قیم زاد المعاد میں، ابن کثیر رحمہ اللہ السیرۃ النبویۃ میں اپنے شیخ کے پیچھے چلے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا رد کیا ہے (حاشیہ السیرت النبویۃ الصحیحۃ) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں الفت اور محبت پیدا فرمادی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ كُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا وَكُنۡتُمۡ عَلٰى شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَكُمۡ مِّنۡهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ (سورہ آل عمران: آیت ۱۰۳)، ترجمہ: اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت جو (اس نے) تم پر فرمائی جب کہ تم تھے (آپس میں) دشمن۔ پس اس نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں تو بن گئے تم اس کے احسان سے بھائی بھائی، اور تم (کھڑے) تھے دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تو اس نے بچالیا تمہیں اس (میں گرنے) سے، یونہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیتیں تاکہ تم ہدایت پر ثابت رہو۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِي الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيۡنَهُمۡ اِنَّهٗ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ (سورہ الانفال: آیت ۶۳)، ترجمہ: اور اسی نے الفت پیدا کر دی ان کے دلوں میں۔ اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تو نہ الفت پیدا کر سکتے ان کے دلوں میں لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان، بلاشبہ وہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

آذان کی ابتداء: اللہ فرماتا ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (سورہ حم السجدہ: ۳۳)۔ ترجمہ: اور اس شخص سے بہتر کس کا کلام ہے جس نے دعوت دی اللہ کی طرف اور نیک عمل کئے اور کہا کہ میں تو (اپنے رب کے) فرمانبردار بندوں میں سے ہوں۔

ہجرت کے پہلے سال نماز پنجگانہ کے لئے آذان اور اقامت کا آغاز ہوا۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ کو خواب میں آذان واقامت کی کیفیت دکھائی گئی۔ پھر اس کے موافق وحی نازل ہوئی۔ تو نبی کریم ﷺ نے آذان واقامت دونوں کو مقرر فرمادیا۔ ایک قول کے مطابق آذان واقامت کا آغاز ۲ھ کو ہوا تھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں فرمایا: ''پہلا قول یعنی آذان واقامت کا ہجرت کے پہلے سال شروع ہونا ہی زیادہ راجح ہے۔''

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کی شرح میں لکھا: قول اول ہی صحیح ہے۔

احادیث مبارکہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے آذان کہنے کا شرف حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ، جنہوں نے خواب میں حضرت جبریل امین علیہ السلام سے آذان سیکھی تھی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تلقین فرماتے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آذان کہتے جاتے تھے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رات کو خواب میں آذان ملاحظہ فرمائی تو راتوں رات نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بتایا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سکھاتے جاؤ اور وہ بلند آواز سے کلمات پکارتے جاتے۔ ظاہر ہے کہ الفاظ حدیث دلالت کررہے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے فجر کی آذان کہی۔

فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّلْقِيَهٗ عَلٰى بِلَالٍ فَيُنَادِيْ هُوَبِهٖ (حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آذان بتاتے جائیں اور وہ باآواز بلند اسے کہتے جائیں)۔ الفاظ حدیث میں فاء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے رات کو حاضر خدمت ہونے اور خواب عرض کرنے کے متصل بعد آپ ﷺ نے انہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سکھانے کا حکم دیا جنہوں نے ان کی تلقین

پر بلند آواز سے وہ الفاظ دہرائے اور یہ سب نماز فجر کی آذان میں ہی متحقق ہوسکتا ہے (بذل القوۃ)۔

حافظ شرف الدین عبدالمومن دمیاطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَفِيْهَا اُرِيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ النِّدَاءَ فَاَمَرَ اَنْ يُّعَلِّمَهٗ بِلَالَ الْمُؤَذِّنَ (السیرۃ النبویۃ للدمیاطی ص ۲۵۷)۔ اسی سال عبداللہ بن زید کو خواب میں آذان دکھلائی گئی۔ تو حکم دیا یہ کہ آذان دینے والے بلال کو سکھلا دیں۔

آذان کے کلمات نہایت پر معنی، حقیقت سے لبریز اور حق کی زبردست دعوت ہیں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ میں اللہ تعالی کی بڑائی اور کبریائی کا محبوب انداز ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں توحید کا ذکر ہے اور کفر کی نفی ہے۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ رسالت کا اعلان ہے۔ اور یہ واضح کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا طریقہ رسول ﷺ کے ذریعہ سے ہی ہم تک پہنچا ہے۔ حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ میں نماز کی طرف بلایا ہے۔ اس کی اہمیت کو واضح کرنا ہے اور لوگوں کو بتانا ہے کہ توحید ورسالت کے بعد افضل عبادت نماز ہے۔ حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ میں آخرت کی دائمی کامیابی سرخروئی مراد ہے۔
آخر میں پھر کہہ دیتے ہیں اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللہ ہی سب سے اعلیٰ ہے۔ وہی سب سے برتر ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ کسی اور کی بندگی جائز نہیں (فتح الباری ص ۶۲ ج ۲)۔ آذان میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ہر نماز پر حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کا چرچا کرنا مقصود ہے۔ معراج کی شب نماز کا حکم دیا گیا۔ اور آسمانوں کے نزول وعروج میں آپ کو آذان سنائی گئی۔ آسمان میں فرشتہ نے آذان دی۔ اس روایت کو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے (خصائص کبریٰ ص ۱۷۶ ج ۱، جلوۂ جاناں حصہ ۲ ص ۱۷۲)۔

موذنین کی تعداد: نبی کریم ﷺ کے موذنوں کی تعداد چار تھی۔ دو مدینہ طیبہ میں ان میں سے (۱) حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ تھے۔ جو بڑے محب رسول ﷺ تھے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں

چمک اٹھا جو ستارہ تیرے مقدر کا — حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا — تیرے لئے تو یہ صحرا بھی طور تھا گویا
آذان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی ☆ نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

(۲) عمرو بن ام مکتوم (۳) اور قبا میں سعد القرظہ نے (جو عمار کے غلام تھے) آذان دی۔ (۴) اور مکے میں حضرت ابومحذورہ اوس الجمحی مکی نے آذان دی (مواہب لدنیہ)۔

نماز کی رکعتوں میں اضافہ: سن اول ہجری کے واقعات میں سے یہ بھی ہے کہ نماز ظہر عصر اور نماز عشاء میں دو دو رکعتوں کا اضافہ کیا گیا تھا۔

عاشورہ کا روزہ: اور دسویں محرم کا روزہ رکھنے کا بھی اسی سال حکم دیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اسی سن اول ہجری میں یوم عاشورہ یعنی دسویں محرم کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے، تو یہود کو دیکھا کہ وہ روز عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے شر سے نجات پائی۔ اور تمام قبطی لشکر دریائے نیل میں غرق ہوا تھا۔ اس نعمت کے شکرانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام باقی تمام عمر اس دن روزہ رکھتے رہے۔ اس پر سید المرسلین ﷺ نے فرمایا ہم اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کی سنت کو زندہ رکھنے اور ان کا اتباع کرنے کے زیادہ حق دار اور مستحق ہیں۔ اور منادی کو بلا کر حکم دیا کہ اعلان کردیں کہ اس دن روزہ رکھا کریں۔ اس کے بعد آپ نے بھی روزہ رکھا اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی روزہ رکھا (مدارج النبوت)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی: اسی سال چھ ماہ بعد ماہ شوال میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ اور اس وقت ان کی عمر مشہور روایت کے مطابق ۹ سال تھی۔ اور آپ کا نکاح مکہ معظّمہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد حضرت سودہ کے نکاح سے پہلے ہوا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب مجھے شرف زوجیت بخشا تو اس وقت میری عمر چھ سال تھی۔ پھر ہم مدینہ منورہ آ گئے۔ اور بنی حارث بن خزرج کے مکان میں فروکش ہوئے۔ پھر مجھے شدید بخار آیا جس کے باعث میرے سر کے بال بھی اڑ گئے اور صرف کانوں کے پاس رہ گئے۔ پھر ایک روز میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولے میں بیٹھی تھی کہ میری والدہ ماجدہ ام رومان آئیں اور زور سے مجھے آواز دی۔ میں حاضر ہوگئی۔ اور مجھے قطعاً علم نہ تھا کہ بلایا کیوں گیا ہے؟۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک گھر کے دروازے پر کھڑی کردی۔ میرا سانس پھول رہا تھا جس میں کافی دیر بعد دم میں دم آیا۔ پھر تھوڑا سا پانی لے کر میرے منہ اور سر پر ہاتھ پھیرا گیا۔ پھر مجھے مکان کے اندر داخل کردیا گیا، جہاں چند انصاری عورتیں بھی جمع تھیں۔ انہوں نے کہا خیر و برکت اور نیک فال کے ساتھ آنا ہو۔ پھر مجھے

ان عورتوں کے سپرد کردیا گیا۔ انہوں نے میرا بناؤ سنگار کیا اور میں اس وقت ڈری۔ دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ان عورتوں نے مجھے آپ ﷺ کے سپرد کیا۔ اس وقت میری عمر ۹ سال تھی (بخاری کتاب المناقب)۔

بعض مہاجرین کا بیمار ہونا: اسی سال بعض مہاجرین کو بخار ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت بلال اور حضرت عامر رضی اللہ عنہم بھی بخار میں مبتلا ہوگئے تھے۔ حضرت ابوبکر کو جب بخار نے گھیرا تو وہ اس حالت میں فرمانے لگے

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِيْ اَهْلِهٖ   وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

ہر شخص اپنے اہل میں صبح کرنے والا ہے حالانکہ موت اس کی جوتی کے بندھن سے زیادہ قریب ہے۔

مدینہ منورہ کے لیے دعا کرنا: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے ایسی بستی میں ہجرت کا حکم ہوا جو سب بستیوں پر غالب آجائے گی اور مدینہ لوگوں کو گناہوں کی آلائش سے اس طرح پاک کرتا ہے جیسے بھٹی، میل اور زنگ دور کردیتی ہے (سیرت نبویہ لابن کثیر)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کیلئے وہ جگہ پسند کی جو حق تعالیٰ کو خود پسند تھی۔ اور رسول اللہ ﷺ کو بھی مدینہ محبوب تھا۔ جب مہاجرین کو بخار اور مختلف امراض نے پکڑ لیا تو مدینہ کیلئے نبی کریم ﷺ نے یوں دعا کی اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَةَ کَحُبِّنَا مَکَّةَ اَوْ اَشَدَّ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَفِیْ مُدِّنَا وَصَحِّحْھَا لَنَا وَانْقُلْ حُمَّاھَا اِلَی الْجُحْفَةِ (مشکوٰۃ)۔ اے اللہ ہمارے نزدیک مدینہ کو اسی طرح محبوب کردے جیسے مکہ محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ اور مدینے کی فضا صحت بخش بنادے۔ اور اس کے صاع اور مد (غلے کے پیالوں) میں برکت دے اور اس کا بخار منتقل کر کے **جحفہ** پہنچا دے۔ اللہ نے آپ کی دعا سن لی۔ مسلمان امراض سے راحت پا گئے۔ اور انھیں مدینہ محبوب ہوگیا۔ میں اللہ سبحانہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اپنے پیارے نبی کے طریقہ پر زندہ رکھے اور اپنے نبی کریم ﷺ کے دین پر موت دے اور وہ قیامت کے دن ہمیں اپنے نبی کریم ﷺ کے جھنڈے کے نیچے رکھے اور ان کے حوض سے سیراب فرمائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ مانگنے والے پر کرم کرنیوالا ہے اور وہ بہت بڑا ثواب دینے والا ہے۔

یا اللہ کاتب الحروف کو مع اہل وعیال حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرما۔ یا اللہ تو نے اپنے فضل و کرم سے سات مرتبہ

حرمین شریفین کی حاضری مشرف فرما دیا ہے، آئندہ بھی بار بار حاضری کی سعادت نصیب فرما۔ یا اللہ جب آخری وقت آئے تو حرمین شریفین میں موت عطاء فرما اور وہاں دفن ہونے کی جگہ نصیب فرما۔ آمین۔

اِلٰهِي نَجِّنِي مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ — بِجَاهِ مُحَمَّدٍ مَّوْلَى الْجَمِيْعِ

وَهَبْ لِي فِي مَدِيْنَتِهٖ قَرَارًا — وَبَعْدَ الْمَوْتِ دَفْنًا بِالْبَقِيْعِ

ترجمہ: اے اللہ ہر تنگی سے مجھے نجات دے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے جو سب کے سردار ہیں اور مدینہ منورہ کو میرے لئے جائے قرار بنا۔ اور میرے مرنے کے بعد جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب فرما۔ اے سارے جہانوں کے پالنے والے، اے دعاؤں کے سننے والے، اے دعاوں کو قبول کرنے والے ہماری دعا کو قبول فرما۔ آمین۔

مدینہ کا نام طابہ رکھا: مدینۃ المنورہ کو ہجرت سے قبل یثرب کہا جاتا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے قول کو نقل فرمایا ہے **وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا**۔ ترجمہ: اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تھا: اے اہل یثرب (آج) تمہارے لیے (لشکر کے ساتھ) کوئی قیام گاہ نہیں، لہٰذا تم لوٹ چلو۔ اور آیت میں مدینہ منورہ کو یثرب کہا گیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس کے بجائے طیبہ طابہ اور مدینہ نام رکھے گئے۔ مسلم میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا **اِنَّ اللّٰهَ سَمَّى الْمَدِيْنَةَ طَابَةَ**۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے (مسلم کتاب الحج، باب المدینہ)۔

حضرت براء ابن عازب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا **مَنْ سَمَّى الْمَدِيْنَةَ يَثْرِبَ فَلْيَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ، فَاِنَّمَا هِيَ طَابَةُ**۔ ترجمہ: جو مدینہ کو یثرب (خاردار، ویران جگہ) کہتا ہے وہ اللہ سے استغفار کرے، وہ تو طابہ (پاکیزہ) ہے۔ المدینہ سب سے زیادہ مشہور نام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ**۔ ترجمہ: اور تمہارے آس پاس جو دیہاتی ہیں ان میں بعض منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔

عبداللہ بن زبیر کی پیدائش: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ عبداللہ بن زبیر میرے پیٹ میں تھے۔

میں نے ہجرت کی تو میں مدینہ منورہ میں پہنچی اور قبا میں ٹھہری تو قبا کے اندر بچے کی ولادت ہوئی۔ میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئی اور بچے کو آپ کی گود میں دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے دعا کی اور ایک کھجور چبا کر بچے کے منہ میں ڈالی۔ چنانچہ یہ پہلی چیز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن عبداللہ کے پیٹ میں گیا۔ اس کے بعد آپ نے چبائی ہوئی کھجور اس کے منہ میں رکھی اور اس کے لیے دعائے برکت کی۔ یہ پہلا بچہ ہے جو دار الاسلام میں پیدا ہوا۔ اس طرح خالد بن مخلد، علی بن مسہر، ہشام، عروہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی تو یہ حاملہ تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے پہلا بچہ جو دار الاسلام میں پیدا ہوا وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔ اسے بارگاہ نبوت میں لایا گیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کھجور چبائی اور اسے عبداللہ کے منہ میں رکھ دیا۔ پس جو چیز عبداللہ کے پیٹ میں سب سے پہلے گئی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن ہے (صحیح بخاری شریف کتاب المناقب)۔

ماہ شوال میں حضرت عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے۔ ہجرت کے بعد مدنی دور میں سب بچوں سے پہلے پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ چھ ماہ قبل پیدا ہوئے۔ بعض کا خیال ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ۲ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ علامہ طبری لکھتے ہیں **وَفِيْهَا وَلَدَ عَبْدُ اللّٰهِ بن الزُّبَيْرِ وَهُو اول مَوْلُوْدٍ الْمُهَاجِرِيْنَ فِي الاسلام وَفِيْهَا وَلَدَ النعمانُ بْنَ بَشِيْر وَهُوَ اَوَّلُ مُوْلَدٍ لِلْاَنْصَار بَعْدَ الْهِجْرة** (تاریخ الطبری) اور اسی سال عبداللہ بن زبیر پیدہ ہوئے اور وہ اسلام میں محاجرین میں سے پہلے بچے تھے اور اسی سال نعمان بن بشیر کی ولادت بھی ہوئی اور وہ انصار کے پہلے بچے تھے جو ہجرت کے بعد پیدا ہوئے۔

یہود مدینہ سے معاہدہ: اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ کیا جو چند شرطوں پر مشتمل تھا مگر یہودیوں نے عہد شکنی کی۔ اس معاہدہ کے بعض دفعات یہ ہیں:

(۱) یہود (بنی عوف) اور مسلمان ایک ہی امت شمار ہوں گے۔

(۲) یہود کو مذہبی آزادی حاصل رہے گی۔

(۳) یہود اور مسلمان ایک دوسرے کے دوست رہیں گے اور کسی تیسرے حملہ آور کے مقابلے میں ایک دوسرے کا ساتھ

دیں گے۔

(۴) دونوں کے درمیان خیر سگالی اور خیر خواہی کے تعلقات ہوں گے مگر صرف نیکی میں نہ کہ بدی میں۔

(۵) فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کے دوست کو دوست اور دوسرے کے دشمن کو دشمن سمجھیں گے۔

(۶) قریش کو کوئی امان نہ دے گا۔

(۷) مظلوم کی حمایت کی جائے گی۔

(۸) مدینے میں کشت وخون سب پر حرام ہوگا۔

(۹) خوں بہا اور فدیے کا دستور باقی رہے گا۔

(۱۰) ایک فریق کی صلح جو دشمن سے ہو، دوسرے فریق کی صلح متصور ہوگی۔صرف دینی جنگ اس سے مستثنٰی ہوگی۔

(۱۱) ہر اختلافی معاملہ جو اس معاہدے سے متعلق ہو، وہ اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کے سامنے پیش ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو اسی سال حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں ۱۰ برس کی عمر میں پیش کیا۔اور والدہ کی درخواست پر حضرت انس کیلئے نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی اور دس برس تک آپ کی خدمت کرتے رہے۔

حضرت عبدالرحمن بن حارث رضی اللہ عنہ کی ولادت بھی اسی سال ہوئی۔

بھیڑیے کا کلام اور چرواہے کا اسلام لانا: اسی سن اول ہجری کے واقعات میں سے ہے کہ ایک چرواہے کے ساتھ بھیڑئے نے کلام کیا اور اس چرواہے نے حاضر خدمت اقدس ہوکر اسلام قبول کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اسلام: اسی سال حضرت عبداللہ بن سلام یہودی عالم دین ایمان لائے۔آپ اخبار یہود اور حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔آپ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ آپ کی مجلس مبارک میں سبقت کرنے لگے تو میں بھی ان کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔جب میری پہلی نظر آپ کے چہرہ انور پر پڑی تو میں نے جان لیا کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔پھر میں نے آپ سے سب سے پہلے یہ مبارک وعظ سنا، اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا

بِالَّيْلِ ـ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ اے لوگو اسلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، اپنے قریبی رشتداروں کو ملاؤ، رات میں نمازیں پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں جنت میں داخل ہو سلامتی کے ساتھ (الاشارۃ الی السیرۃ النبویۃ، مدارج النبوت)۔

حضرت قیس بن صرمہ رضی اللہ عنہ: حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ اسی سال اسلام لائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ: حضرت انس بن مالک انصاری نے بھی اسی سال اسلام قبول کیا۔

اس سال فوت ہونے والے: حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ، حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہم نے اسی سال وصال فرمایا۔اسی سال ۱ھ میں آپ ﷺ نے حضرت براء بن معرور کی قبر پر صحابہ کے ساتھ جنازہ کی نماز پڑھی اور ان کا انتقال نبی کریم ﷺ کی آمد سے پیشتر ہوگیا تھا۔آپ نے ان کے لئے دعا کی۔اے اللہ اس پر رحم کر، اس کی مغفرت فرما، اس سے راضی ہوجا (روضۃ الاحباب)۔اگر یہ معلوم ہوجائے کہ میت پر جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی اور زمین بھی ایسی ہے کہ لاش خراب نہ ہوئی ہوگی تو قبر جنازہ کی نماز جائز ہے۔

بیئر رومہ خرید کر وقف کرنا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیئر رومہ خرید کر مسلمانوں کیلے وقف کیا۔

سَرِیّہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ: جو ماہ رمضان میں ۱ ہجری سیف بحر کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔ان کے ساتھ تیس مہاجر سوار تھے۔ادھر سے ابوجہل تین سو مشرکین کے ساتھ مقابلہ میں آیا لیکن مجدی بن عمرو جہنی ان کے درمیان رکاوٹ بن گیا۔لہٰذا لڑائی نہ ہوسکی اور فریقین واپس اپنے اپنے علاقے میں چلے گئے۔بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ سب سے پہلا جھنڈا جو آپ ﷺ نے کسی مسلمان کمانڈر کو دیا وہ حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہما کو بیک وقت بھیجا تھا۔

سَرِیّہ عبید بن حارث رضی اللہ عنہ: ماہ شوال میں ۱ ہجری بطن رابغ کی طرف کیا گیا تھا۔ان کے ساتھ ۶۰ مہاجرین تھے۔ابوسفیان بن حرب سے ان کا آمنا سامنا ہوا۔اس کے ساتھ دو سو مسلح آدمی تھی۔پس ان کے درمیان تھوڑی بہت تیر اندازی ہوئی لیکن صف بندی ہوئی نہ شمشیر زنی۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

نے اس دن سب سے پہلے تیر چلایا۔اس سے پہلے کبھی مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان تیراندازی بھی نہ ہوئی تھی۔ گویا یہ اسلامی تاریخ کا پہلا تیر تھا جس پر سعد رضی اللہ عنہ کو بجا طور پر فخر تھا۔ پھر فریقین واپس اپنے اپنے علاقے میں چلے گئے۔

اس موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسلامی جوش کی وجہ سے کفار کی طرف ایک تیر چلا ہی دیا۔ ان کے ساتھ ۲۰ مہاجر تھے۔ مقصد قریش کے تجارتی قافلے کو روکنا تھا۔ لیکن جب یہ دستہ خرار پہنچا تو انہیں پتہ چلا کہ قافلہ کل یہاں سے گزر گیا ہے، لہٰذا وہ واپس مدینہ منورہ آ گئے۔

سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: ا ہجری ماہ ذیقعدہ میں خرار کی طرف روانہ کیا گیا۔

۲ سن ہجری کے واقعات

(۱) تحویل قبلہ: ہجرت کے دوسرے سال تحویل قبلہ شریف ہوا ہے کہ بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ شریف کو قبلہ مقرر کیا گیا۔ محمد بن حبیب ہاشمی روایت کرتے ہیں کہ نصف شعبان منگل کے دن ظہر کی نماز میں تحویل قبلہ کا حکم آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بنی سلمہ میں حضرت ام بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں طعام تناول فرمایا۔ ظہر کی نماز اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مسجد قبلتین میں ادا فرمائی۔ جب دوسری رکعت کے قیام تک بجانب شام رخ کر کے ادا فرما چکے تو دوسری رکعت کے رکوع میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ آپ نے وہیں کعبہ کی جانب رخ فرمایا۔ صفیں بھی آپ کے پیچھے روبقبلہ ہو گئیں۔ اس طرح یہ نماز پوری ہوئی۔ بدیں وجہ یہ مسجد، مسجد قبلتین کہلاتی ہے۔ اسی سال غزوہ بدر ہوا (تلقیح ص ۴۴)۔ اسلام میں پہلا نسخ کا واقعہ معراج میں ہوا کہ پچاس نمازوں کی بجائے پانچ رہ گئیں اور دوسرا تحویل قبلہ میں نسخ واقعہ ہوا ہے۔ بیت المقدس کی بجائے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ** (سورہ بقرہ: ۱۴۴)۔ ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دینگے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا

منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ** (سورہ البقرہ: ۱۴۲)۔

ترجمہ: اب کہیں گے بیوقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا ان (مسلمانوں) کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے۔ آپ فرمایئے اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی، ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ** (سورہ البقرۃ ۱۴۳) اور نہیں مقرر کیا ہم نے (بیت المقدس کو) قبلہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اب تک) رہے مگر اس لئے کہ ہم دیکھ لیں کہ کون پیروی کرتا ہے (ہمارے) رسول کی (اور) کون مڑتا ہے الٹے پاؤں۔ بے شک یہ (حکم) بہت بھاری ہے مگر ان پر (بھاری نہیں) جنہیں اللہ نے ہدایت فرمائی، اور نہیں اللہ کی یہ شان کہ ضائع کر دے تمہارا ایمان۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت ہی مہربان (اور) رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ** (سورہ البقرۃ: ۱۷۷)۔ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے۔ بعض کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ پانچ ماہ بعد نصف ماہ رجب میں ہوا ہے (السیرت النبویۃ لدمیاطی ۲۵۹)۔ بعض کے نزدیک سترہ ماہ بعد تحویل قبلہ ہوا۔ اور یہی زیادہ مشہور ہے۔

(۲) سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا کا نکاح: اسی سال حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔ اولاً حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس رشتے کے بارے میں التماس کیا۔ مگر آپ خاموش رہے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کو طلب فرمایا۔ جب وہ جمع ہوئے تو اتفاقاً حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ پھر فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کو علی بن ابی

طالب سے بیاہ دوں۔تم گواہ رہنا کہ میں علی سے اس کی رضامندی کی شرط پر بیاہ دیا ہے۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تازہ کھجوروں کا ایک طبق منگوایا۔حاضرین سے فرمایا لوٹ لو،انہوں نے لوٹ لیں۔اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ آ گئے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کو تم سے چار سو مثقال چاندی کے عوض بیاہ دوں۔آیا تم رضامند ہو؟۔عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں راضی ہوں۔اس کے بعد حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے دعا فرمائی: اللہ تمہاری پر نشانیوں کو رفع کرے اور تمہاری نسل کو معزز کرے،اور تم دونوں پر اس کی برکت نازل ہو،اور تم سے پاکیزہ نسل کو دنیا میں پھیلائے (مواھب لدنیہ)۔آج ساری دنیا میں سادات پائی جاتی ہے۔حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اسی سال ماہ صفر یا ماہ رجب میں حضرت سیدہ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا جب کہ آپ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۱ سال تھی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں چمڑے کا تکیہ،ایک بچھونا اور ایک چکی دی تھی (سیرت ابن کثیر)۔

(۳) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات: وَفِيهَا تُوُفِّيَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ بَعْدَ رَجُوْعِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ بَدْرٍ وَّشَهِدَهَا عُثْمَانُ (سیرت دمیاطی) حضرت عثمان بن مظعون نے اسی سال وفات پائی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوہ بدر سے واپسی کے بعد۔اور حضرت عثمان اس غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔اور جنت البقیع میں دفن کئے گے۔

(۴) حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال: اسی سال غزوہ بدر کے موقع پر حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔اسی لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی بیماری کی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو غنیمت سے حصہ دیا اور بروز قیامت اجر کا وعدہ بھی فرمایا۔

(۵) حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی: اسی سال حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے ہوا۔بعض نے ۳ ہجری کے واقعات میں لکھا ہے (سیرت ابن کثیر)۔

(۶) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح: اسی سال ماہ شعبان میں حضرت حفصہ بنت حضرت فاروق اعظم کا

نکاح سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا اور ازواج نبوی میں شامل ہو کر ام المؤمنین کے اعزاز سے نوازی گئیں۔

(۷) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اسلام: علماء فرماتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہت پہلے ہی اسلام لا چکے تھے مگر اسلام کو ظاہر نہیں کیا کرتے تھے۔اب غزوۂ بدر کے بعد جب قیدی بنائے گے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک علمی معجزہ دیکھا تو اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام کو ظاہر کر دیا۔

(۸) حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح: اسی سال حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو رمضان المبارک میں حرم نبوی میں داخل ہونے کا شرف ملا۔

(۹) حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت: اور اسی سال حضرت زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائیں۔

(۱۰) فرضیت روزہ رمضان: ماہ شعبان کے آخری عشرہ میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورہ بقرہ)۔اے ایمان والو فرض کیے گئے ہیں تم پر روزے جیسے فرض کیے گئے تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے کہ کہیں تم پرہیزگار بن جاؤ۔

حافظ عبدالمومن دمیاطی فرماتے ہیں وَفِيْهَا فُرِضَ صَوْمُ رَمَضَانَ فِيْ شَعْبَانَ عَلٰى رَاسِ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا۔ وَفِيْهَا فُرِضَتْ زَكٰوةُ الْفِطْرِ قَبْلَ الْعِيْدِ بِيَوْمَيْنِ (السیرت النبویۃ لدمیاطی ۲۵۸)۔اور اسی سال رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہجرت کے سترہ ماہ بعد اور اسی سال فطرانہ عید سے دو دن پہلے فرض کیا گیا

(۱۱) نماز عید اور صدقہ فطر: رمضان المبارک کے ختم ہونے میں ابھی دو دن باقی تھے کہ صدقہ فطر اور نماز عید کا حکم نازل ہوا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۔ بیشک مراد کو پہنچا وہ جو پاک ہوا اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا پھر اس نے نماز پڑھی۔عمر بن عبدالعزیز اور ابوالعالیہ اس آیت تفسیر میں فرماتے ہیں فلاح پائی

جس نے صدقہ فطر ادا کیا اور عید کی نماز پڑھی (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۷۴ عزیزی پ ۳۰)۔

(۱۲) نماز عید الاضحیٰ: اسی سال اختتام ماہ رمضان پر نماز عید قربان ادا کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کیلئے نماز عید ادا کریں اور قربانی دیں۔ حافظ عبد المؤمن لکھتے ہیں ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ اُمَّتِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ (السیرت النبویۃ ۲۵۹)۔ رسول اللہ نے دو بکرے ذبح کئے، ایک اپنی امت کی طرف سے اور دوسرا (محمد) اپنی اور اپنی آل کی طرف سے تھا۔

(۱۳) ساری امت کی طرف سے دو جانوروں کی قربانی دی گئی: اور اسی سال دو مینڈھے قربانی کے دیئے۔ ایک اپنی امت کی طرف سے اور دوسرا محمد ﷺ (اپنی طرف) اور آل محمد کی طرف سے (سیرت نبویۃ)۔ جس طرح نبی علیہ السلام بے مثل ہیں اسی طرح آپ کی قربانی بھی بے مثل ہے۔ لہٰذا دوسری عام قربانیوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(۱۴) زکوٰۃ کی فرضیت: بعض کہتے ہیں کہ زکوٰۃ بھی سن دو ہجری کو فرض ہوئی۔ اور مصرف زکوٰۃ کو بھی بیان فرمایا۔ زکوٰۃ اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے جس کی آدائیگی کی صاحب نصاب کے لئے بڑی تاکیدیں ہیں۔ اور تارک زکوٰۃ کے حق میں بہت وعیدیں وارد ہیں۔ زکوٰۃ کے احکام تفصیل سے قرآن مجید اور حدیث کی روشنی میں فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

(۱۵) سریہ حضرت عمیر بن عدی: حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے عصماء بنت مروان کو (رمضان المبارک ۲ ہجری) میں قتل کیا تھا۔ یہ عورت اپنے شعروں کے ذریعے سے کفار کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتی تھی، اس لیے انہوں نے اس کا کام تمام کر دیا تھا۔

(۱۶) سریہ سالم بن عمیر: حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ابو عفک یہودی کو شوال ۲ ہجری میں قتل کیا اس لئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر تحریض (برانگیختہ کرنا) کیا کرتا تھا۔ اسی سال ماہ شوال میں رسول اللہ ﷺ نے بنی سلم سے جہاد کیا یہاں تک کہ مقام کدر تک پہنچ گئے۔ اور اسی سال غزوہ بدر کے ایک ماہ بعد حضرت زینب بنت رسول

اللہ ﷺ نے ہجرت کی۔

اسی سال حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ سے عقد نکاح کیا۔

اسی سال عمیر بن وہب جمحی علامت نبوت دیکھ کر اسلام لائے۔

(۱۷) صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم: اسی سال رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کا حکم نازل ہوا۔ اللہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورہ احزاب)۔ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ اے ایمان والو تم بھی درود اور خوب سلام بھیجو۔ اور اسی سال نماز میں سلام وکلام کرنے سے بھی منع کیا گیا۔

(۱۸) منافقین کا مسجد نبوی سے اخراج: یہ لوگ مسجد میں آتے، مسلمانوں کی باتیں سنتے، مزاق کرتے۔ ایک روز مسجد نبوی میں یہ لوگ جمع ہو گئے اور ایک دوسرے سے مل جل کر بیٹھ گئے تو رسول اللہ نے ان کو آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا ان کو نکال دو۔ چنانچہ وہ بڑی سختی سے مسجد سے نکال دیئے گے (سیرت نبویہ ابن کثیر)۔

(۱۹) چار ماہ حرمت والے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (سورہ توبہ آیت ۳۶)۔ بے شک مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ ماہ ہے کتاب الٰہی میں جس روز سے اس نے پیدا فرمایا اور آسمانوں اور زمین کو، ان میں سے چار عزت والے ہیں۔ حرمت والے مہینے چار ہیں رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔ ان میں جنگ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ جب یہ گزر جائیں تو پھر جنگ کرنے کی اجازت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (سورہ توبہ آیت ۵)۔ پھر جب گزر جائیں حرمت والے مہینے تو قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی تم پاؤ انہیں اور گرفتار کرو انہیں اور گھیرے میں لے لو انہیں اور بیٹھو ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ۔

(۲۰) جہاد کا حکم: ہجرت کے دوسرے سال جہاد کا حکم نازل ہوا ہے۔ اور اس آیت میں کفار سے جہاد کرنے کی اجازت دی گئی۔ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ (پ ۱۸)۔ ان لوگوں کو

قتال کی اجازت ہے کیونکہ ان کے ساتھ ظلم کیا گیا ہے۔ بلاشبہ اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (سورہ البقرہ:۲۱۶)۔ قتال تم پر فرض کیا گیا حالانکہ وہ تم پر ناگوار ہے اور ممکن ہے کہ ایک چیز تمہیں ناپسند ہو مگر دراصل وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (سورہ بقرہ آیت ۲۵۱)۔ اور اگر نہ بچاؤ کرتا اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا بعض کے ذریعے تو برباد ہو جاتی زمین لیکن اللہ تعالیٰ فضل وکرم فرمانے والا ہے سارے جہانوں پر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (سورہ حج ۴۰)۔ اور اگر اللہ تعالیٰ بچاؤ نہ کرتا لوگوں کا انہیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر تو (طاقتور کی غارت گری سے) منہدم ہو جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) سب پر غالب ہے۔

اور اللہ تعالیٰ جہاد کی تیاری کا حکم دیتا ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (سورہ الانفال ۶۰)۔ اور تیار رکھو ان کے لئے جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت وطاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے تاکہ خوفزدہ کر دو اپنی جنگی تیاریوں سے اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور دوسرے لوگوں کو ان کھلے دشمنوں کے علاوہ، تم نہیں جانتے ہو انہیں، (البتہ) اللہ جانتا ہے انہیں۔ اور جو چیز خرچ کرو گے راہ خدا میں اس کا اجر پورا پورا دیا جائے گا تمہیں اور (کسی طرح) تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ متعدد آیات میں جہاد وقتال کا حکم دیا گیا ہے۔ اور نیز جہاد کے فضائل وفوائد بیان کئے گئے ہیں۔

(۲۱) جہاد کے اقسام: جہاد اسلام میں بڑی اہم عبادت ہے۔ اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) جہاد بالمال (۲) جہاد باللسان (۳) جہاد بالنفس۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ (رواہ ابوداؤد والنسائی والدارمی، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۳۴۳) کہ جہاد کرو تم مشرکوں کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور زبانوں کے ساتھ (اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے)۔

(۲۲) علم مغازی کی اہمیت: بذل القوۃ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ غزوات کا علم بڑا ذی شان ہے۔ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم مغازی دنیا وآخرت بھلائی کا باعث ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مغازی کا علم اس اہتمام سے حاصل کرتے جس اہتمام سے قرآن مجید کی سورتیں سیکھا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد ہمیں مغازی اور سرایا کی تعلیم دیتے تھے اور فرماتے تھے جان پدر! یہ علم تمہارے اجداد کا شرف ہے۔ اس کے ذکر کو ضائع مت کرو (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۹۲)

(۲۳) غزوہ اور سریہ کی تعریف: ہر وہ لشکر جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس خود شریک ہوں اسے غزوہ کہتے ہیں جس کی جمع غزوات آتی ہے اور جس لشکر میں خود موجود نہ ہوں بلکہ کوئی فوج روانہ فرمائی ہو اس کو بعث اور سریہ (چھوٹا لشکر اور دستہ) کہتے ہیں۔ (سرایا سریہ کی اور بعوث بعث کی جمع ہے)۔ سریہ اور بعث میں لغت کے لحاظ سے فرق ہے۔ سریہ اس چھوٹے لشکر کو کہتے ہیں جو کم از کم پانچ افراد پر مشتمل ہو۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ کم از کم سو افراد پر مشتمل ہو تو سریہ کہلائے گا۔ سریہ کے افراد کی زیادہ سے زیادہ تعداد چار سو ہوتی ہے اور بعض علماء کے نزدیک پانچ سو۔ بعث وہ فوجی مہم ہوتی ہے جو لشکر سے کچھ (منتخب) افراد کو الگ کر کے بھیجی جائے (بذل القوۃ)۔ اور جو آٹھ سو سے زیادہ ہو اسے جیش کہتے ہیں اگر چار ہزار سے زیادہ ہو جائے تو جحل اور لشکر عظیم کو خمیس کہتے ہیں جس میں پانچ ٹکڑے (گروہ) ہوں۔ مقصد، قلب، میمنہ، میسرہ اور جیش ساقہ اور کتیبہ اور لشکر وہ ہے جو مجتمع ہو کر روانہ ہو (مدارج النبوت)۔

(۲۴) غزوات وسرایا کی تعداد: ہجرت کے بعد غزوات اور سرایا کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ محمد بن اسحاق متوفی ۱۵۰ھ نے کہا سید عالم ﷺ نے سب سے پہلے ابواء کی جنگ لڑی پھر بواط اور پھر عشیرہ کی جنگیں لڑیں (عشیرہ اور عسیرہ ایک ہی شئی ہے صرف سین شین میں شک ہے) (بخاری کتاب المغازی)۔ اور حضرت زید

بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کے غزوات کی تعداد ۱۹ ہے (بخاری باب مرض النبی ﷺ)۔ جن غزوات میں نبی ﷺ شریک ہوئے۔ ان کی تعداد ستائیس بیان کی گئی ہے۔ بعض نے اکیس اور بعض نے چوبیس ذکر کی ہے۔ بعض کتابوں میں چھیاسٹھ غزوات وسرایا مذکور ہیں۔ علامہ سہیلی فرماتے ہیں وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ بعض علماء نے چند غزوات کو قریب قریب اور ایک سفر میں ہونے کی وجہ سے ایک غزوہ شمار کیا۔ اس لیے ان کے نزدیک غزوات کی تعداد کم رہی اور ممکن ہے کہ بعض کو بعض غزوات کا علم نہ ہوا ہو (زرقانی)۔ سریہ مؤتہ کو امام بخاری نے غزوہ مؤتہ لکھا ہے۔ سبل الھدی اور بذل القوۃ میں اٹھائیس غزوات بیان کئے گے ہیں۔ جو لشکر مختلف اوقات میں بھیجے جاتے رہے اور بعوث وسرایا کی تعداد پچاس بیان کی گئی ہے۔ بذل القوۃ میں ۷۷ بیان کی گئی ہے۔ اور بعض نے سرایا کی تعداد ۴۷ بیان کی ہے۔

(۲۵) نو غزوات میں قتال ہوا: جن غزوات میں نبی کریم ﷺ بھی بنفس نفیس شریک ہوئے تھے اور ان میں قتال ہوا ان کے نام یہ ہیں: (۱) **غزوہ بدر ۲ھ** (۲) **غزوہ احد ۳ھ** (۳) **غزوہ بنی قریظہ ۵ھ** (۴) **غزوہ خندق (احزاب) ۵ھ** (۵) **غزوہ بنی مصطلق ۵ھ** (۶) **غزو خیبر ۷ھ** (۷) **غزوہ فتح مکہ ۸ھ** (۸) **غزوہ حنین ۸ھ** (۹) **اور غزوہ طائف ۸ھ**۔ اب بعض سرایا وغزوات کا ذکر حصول برکت کی خاطر انتہائی اختصار سے کیا جاتا ہے۔

(۲۶) اس سال کے بعض سرایا کا ذکر:

سریہ سعد بن ابی وقاص: حی بن کنانہ کی طرف ماہ رجب میں دو ہجری روانہ ہوا تھا۔

سریہ عبداللہ بن جحش: ماہ رجب میں دو سن ہجری میں نخلہ کی طرف بھیجا گیا۔

سریۂ عُمیر بن عدی: عصما بنت مروان کے قتل کے لئے ماہ رمضان میں روانہ ہوا۔

سریۂ سالم بن عُمیر: ابوعفک یہودی کی طرف ماہ شوال ۲ ہجری میں روانہ ہوا۔

سریہ محمد بن مسلمہ: کعب بن اشرف یہودی کے قتل کے لئے ربیع الاول ۲ ہجری روانہ کیا۔ اور اسی سال عصما بنت

مروان یہودیہ کو حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ایذا دینے کی وجہ سے قتل کیا تھا۔

سریہ عبداللہ بن جحش: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مہاجرین کی ایک جماعت نخلہ کی طرف جو مکہ سے ایک دن کے فاصلے پر ہے رجب کے مہینے میں قریش کے ایک قافلے کو روکنے کے لیے روانہ ہوئی۔ قافلہ میں کچھ چھوارے اور طائف کا چمڑہ تھا۔ اس قافلے میں عمرو بن حضرمی بھی تھا جسے انہوں نے قتل کر دیا۔ اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو پکڑ لیا۔ باقی بھاگ گئے اسلام میں یہ پہلی غنیمت تھی (انوار محمدیہ)۔ اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۗ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۗ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ** (سورہ البقرہ:۲۱۷) پوچھتے ہیں آپ ﷺ سے ماہ حرام میں جنگ کرنے کا کیا حکم ہے۔ آپ ﷺ فرمایئے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے، لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور کفر کرنا اس سے اور (روک دینا) مسجد حرام سے، اور نکال دینا اس میں بسنے والوں کو اس سے اس سے بھی بڑا گناہ ہے اللہ کے نزدیک، اور فتنہ (وفساد) قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

غزوہ ابواء (ودان): ماہ صفر ۲ ہجری ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ہجرت کے پہلے سال واقعہ ہوا تھا اور اس میں سب مہاجرین شریک ہوئے تھے۔ انصار میں سے کوئی بھی اس میں شریک نہیں ہوا تھا۔ حافظ عبدالمؤمن فرماتے ہیں **وَفِيْهَا غَزْوَةُ الْاَبْوَاءِ وَهِيَ غَزْوَةُ وَدَّانٍ فِيْ صَفَرٍ خَرَجَ فِي الْمُهَاجِرِيْنَ وَلَيْسَ فِيْهِمْ اَنْصَارِيٌّ** (سیرت نبویہ دمیاطی)۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ہجرت کے پہلے سال ہوا ہے (واللہ اعلم)۔

مؤرخ ابن سعد کے نزدیک یہ وہ پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے تھے۔ آپ صرف مہاجرین کو لے کر نکلے اور ان کے ساتھ ایک بھی انصاری نہیں تھا۔ آپ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ ابواء کے مقام تک پہنچے۔ مقصد قریش کا تجارتی قافلہ روکنا تھا۔ اصل مقصد تو پورا نہ ہوا مگر مخشی بن عمرو ضمری کے ساتھ معاہدہ صلح ہوا۔ یہ اپنی قوم بنوضمرہ کے سردار تھے اور بنوضمرہ کنانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ معاہدہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ بنوضمرہ پر حملہ نہیں کریں گے اور بنوضمرہ آپ ﷺ کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں گے نہ کسی کارروائی میں حصہ لیں گے اور آپ کے کسی دشمن کی مدد بھی نہیں کریں گے۔ اس معاہدہ کی باقاعدہ دستاویز تیار کی

گئی۔

غزوہ بواط (رَضْوٰی): کے علاقے میں (ربیع الاول ۲ ہجری)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دو سو صحابہ کی معیت میں قریش کے قافلے کو روکنے کے لیئے تشریف لے گئے تھے۔ اس قافلے میں امیہ بن خلف جُمحی بھی موجود تھا اور ۱۰۰ دیگر قریشی تھے اور ۲۵۰۰ اونٹ تھے۔ آپ بواط پہنچے لیکن مقابلہ نہ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

غزوہ سفوان (بدر اولیٰ): (ربیع الاول ۲ ہجری) کرز بن جابر فہری نے مدینہ منورہ کی سرکاری چراگاہ کے اونٹوں پر حملہ کیا اور انہیں ہانک کر لے گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پکڑنے کے لیے نکلے حتیٰ کہ وادئ سفوان تک پہنچ گئے۔ یہ وادی بدر کے علاقے میں ہے۔ لیکن کرز نکل چکا تھا، لہٰذا قابو نہ آیا۔ آپ مدینہ منورہ کو لوٹ آئے۔

غزوہ العشیر ہ: (جمادی الاخرہ ۲ ہجری): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈیڑھ سو یا دو سو صحابہ کے ساتھ قریش کا تجارتی قافلہ روکنے کے لیے چلے۔ ینبع کے علاقے میں بنو مدلج کے رہائشی مقام ذو العُشَیر ہ پہنچے تو پتہ چلا کہ قافلہ چند دن قبل شام کی طرف گزر چکا ہے، لہٰذا آپ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

غزوہ بدر الکبریٰ: ہجرت کے دوسرے سال کے واقعات میں سے غزدہ بدر ہے جو ماہ رمضان کی ۱۷ تاریخ کو پیش آیا۔ جو غزوہ بدر الکبریٰ کہلاتا ہے۔ اس جنگ کو اللہ تعالیٰ نے یوم الفرقان فیصلہ کن جنگ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ۔ (سورہ انفال ۴۱) اگر تم اللہ پر اور اس (کی نصرت) پر ایمان رکھتے ہو (جو حق و باطل میں) فرق کرنے والے دن (یعنی بدر میں) جس دن دونوں فوجوں میں مڈبھیڑ ہوگئی اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی۔ اس جنگ کا پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان بن حرب شام سے قریش کے ایک بڑے تجارتی کارواں کو لے کر مکہ واپس جا رہا ہے جس میں قریش مکہ کا مال اور بہت سا تجارتی سامان ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان اس قافلے کے ساتھ شام سے واپس آرہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو آگے بڑھ کر اس کا سامنے کرنے کا حکم کیا۔ اور لشکر اسلام کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ لشکر اسلام کے سردار سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ دشمن لشکر کی تعداد ۹ ہزار تھی اس کا سردار ابوجہل

تھا۔

سب سے شجاع اور دلیر کون ہے: مسند بزار میں محمد بن عقیل کی معرفت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک خطاب کے دوران پوچھا اے لوگو بتاؤ سب سے شجاع اور دلیر کون ہے؟ تو لوگوں نے بیک آواز کہا جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ آپ۔ تو آپ نے فرمایا مجھ سے جس نے بھی مبارزت اور برملا حریف کے سامنے آکر لڑنے کی درخواست کی میں نے اس سے انتقام لے لیا لیکن سب سے دلیر اور جری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جنگ بدر میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چھپر تیار کیا۔ ہم نے آپس میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کون ہوگا؟ کوئی مشرک ادھر حملہ آور ہو۔ واللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تلوار سونتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے کہ جو حملہ آور ہو اسی کو تہہ تیغ کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ہی سب سے شجاع اور دلیر انسان ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک مشرکین نے پکڑ لیا۔ یہ آپ کی مخالفت کر رہا ہے اور وہ آپ کو چھڑا رہے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کیا تم نے کئی معبودوں کو صرف ایک معبود بنا لیا؟ واللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ کے قریب کوئی نہ جا سکا۔ ابوبکر اس کو مارتے اس سے لڑتے اور کہتے افسوس کیا تم ایسے شخص کے قتل کے درپے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے۔ اس بیان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو چادر اوڑھے ہوئے تھے اٹھائی اور اس قدر روئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی تر ہوگئی۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا خدا را بتاؤ کیا اہل فرعون کا مومن افضل ہے یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ لوگ سوال سن کر خاموش رہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک وقت کا ثواب دنیا کے اہل فرعون کے مومن کے ثواب سے بہتر ہے۔ اہل فرعون کا مومن خفیہ تھا (ایمان چھپائے ہوئے تھا) اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کا برملا اظہار کیا۔ بزار کا بیان ہے کہ یہ حدیث اس سند سے مروی ہے۔ یہ ہے حضرت ابوبکر صدیق کی خصوصی منقبت اور فضیلت ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریش میں بھی رفیق تھے اور غار ثور میں بھی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعا کرنا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت گریہ زاری اور گڑگڑا کر دعا فرما رہے تھے اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ لَا تُعْبَدُ فِي الْاَرْضِ الٰہی گر تو نے اس معمولی جماعت کو ہلاک کر دیا تو کرہ ارض

میں تیری عبادت نہ ہوگی۔اور اللہ تعالیٰ کو پکار کر عرض کرتے الٰہی جو مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ پورا کر۔یا اللہ میں تیری مدد کا امیدوار ہوں۔آپ ہاتھ اس قدر اونچے اٹھائے ہوئے تھے کہ کندھوں سے چادر گر گئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کو پیچھے سے آغوش میں لینے لگے اور آپ کی چادر درست کرنے لگے اور کثرت گریہ زاری سے شفقت کرتے ہوئے عرض کرنے لگے۔یارسول اللہ ﷺ اتنا مطالبہ ہی کافی ہے۔اللہ عنقریب اپنا وعدہ پورا کرے گا۔سہیلی نے قاسم بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا یہ کہنا کہ اللہ کو اتنا یاد دلا دینا ہی کافی ہے آپ سے محبت وشفقت کے عنوان میں سے ہے۔ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ کو انتہائی گریہ وزاری اور گڑگڑا کر دعا کرتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ محویت کے عالم میں آپ کے کندھوں سے چادر گر پڑی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس قدر دعا ہی کافی ہے۔اپنی جان دکھوں میں نہ ڈالیئے۔اللہ نے آپ کی مدد کا وعدہ کیا ہے۔حضرت ابوبکر نرم دل اور رسول اللہ ﷺ پر بڑے مہربان اور شفیق تھے (البدایۃ والنھایۃ عربی ج ۳ ص ۲۸۴ اردو ۳۵۰)۔

فرشتوں کا نزول: غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے۔پہلے ایک ہزار فرشتہ نازل ہوا۔جس طرح کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ (سورہ الانفال:۹)۔میں پے درپے نازل ہونے والے ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد فرماؤں گا۔ازاں بعد دو ہزار فرشتے مزید آگئے۔اس طرح ان کی تعداد تین ہزار ہوگئی۔اس بارے میں ارشاد ربانی ہے أَن يُمِدَّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ (سورہ آل عمران:۱۲۴)۔کہ وہ تمہاری تین ہزار نازل ہونے والے فرشتوں کے ذریعے مدد فرمائے گا۔اس کے بعد مزید دو ہزار آگئے اس طرح ان کی کل تعداد پانچ ہزار ہوئی۔

جیسا خود رب العزۃ نے فرمایا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ (سورہ آل عمران:۱۲۵)۔تمہارا پروردگار پانچ ہزار نشان زدہ ملائکہ سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

غزوہ بدر کے دوران نبی پاک ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی لی اور تین بار فرمایا چہرے بگڑ گئے۔پھر اسے کفار کی جانب پھینک دیا۔انہی کنکریوں کی بدولت وہ فرار ہوگئے۔اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے نصرت مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔

اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ

رَمٰی (سورہ الانفال:۱۷)۔تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مار دیا۔اور اے محبوب جب آپ نے کنکریاں ان کی جانب پھینکیں تو آپ نے نہیں پھینکی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں۔کفار کے لشکر کے ستر کافر قتل کردیے گئے اور ستر ہی قیدی ہوئے۔اور اس غزوہ میں ۱۴ مسلمان شہید ہوئے۔اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے شاندار فتح عطا فرمائی۔اسی لیے اللہ تعالیٰ بطور احسان فرماتا ہے وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (سورہ ال عمران ۱۲۳)۔اور بیشک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں حالانکہ تم بالکل کمزور تھے۔پس ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ اس کا بروقت امداد کا شکر کرسکو۔

شہداء بدر کی شان: اسی سال غزوہ بدر میں چودہ افراد شہید ہوئے۔چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے۔ان کی شان میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ (سورہ بقرہ ۱۵۴)۔جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

ابوجہل کا قتل: غزوہ بدر میں کافروں کے ستر سردار قتل کئے گئے اور ان میں ابوجہل لعین بھی تھا۔اس کو بھی واصل جہنم کیا۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز میں ابوجہل کی لاش کے پاس پہنچا جبکہ اس میں زندگی کی کچھ رمق ابھی باقی تھی۔پس ابوجہل کہنے لگا جن لوگوں کو تم نے قتل کیا ہے کیا ان میں مجھ سے بڑھ کر بھی کوئی ہے؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو یہ دیکھے ابوجہل کا کیا بنا؟ پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے اور دیکھا کہ اسے عفراء کے دونوں بیٹوں نے اتنا زخمی کیا ہے کہ وہ سسکیاں لے رہا ہے۔انہوں نے فرمایا تو ابوجہل ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ پھر انہوں نے اس کی داڑھی پکڑ لی، تو وہ کہنے لگا کہ جن آدمیوں کو تم نے قتل کیا ہے کیا ان میں مجھ سے بڑھ کر کوئی ہے یا ان لوگوں میں کوئی ایسا ہے جس کو اس کی قوم نے قتل کیا ہو؟ احمد بن یونس رحمہ اللہ کی روایت میں أَنْتَ أَبُو جَهْلٍ کیا تو ابوجہل ہے؟ کا لفظ ہے۔(بخاری کتاب المغازی)

غزوہ بدر میں ذوالفقار نبی کریم ﷺ کی ملکیت میں آئی۔ذوالفقار میں فاء پر زبر اور زیر دونوں درست ہیں۔اس سے پہلے وہ عاص بن مُنَبِّہ کی ملکیت میں تھی۔ایک قول رو سے وہ نُبَیہ بن حجاج کی ملکیت تھی۔یہ دونوں بدر کے میدان میں جہنم

رسید ہوئے۔اور یہ تلوار مال غنیمت میں سے نبی کریم ﷺ نے اپنے لئے منتخب فرمائی۔اس کے بعد یہ تلوار آپ کے پاس رہی۔تمام غزوات میں آپ کے ہمراہ تھی۔وصال نبوی ﷺ کے بعد وہ تلوار ترکہ نبوی میں تھی، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔بعض علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تلوار اپنی بظاہر حیات مبارکہ میں حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمادی تھی لیکن یہ صحیح بخاری کی تصریح کے مخالف ہے (بذل القوۃ اردو ص ۲۷۷)۔امام اسحاق رحمہ اللہ نے جملہ بدری صحابہ کرام کے نام بیان کئے ہیں۔مہاجرین اور انصار کے، اوس وخزرج کے اور جن کو رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا جس کی مجموعی تعداد ۳۱۴ ہے۔ ۸۳ مہاجر، ۶۱ اوسی اور ۱۷۰ خزرجی۔صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی لکھنے کے بعد تمام بدری صحابہ کے نام حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب وار درج کئے ہیں (تاریخ ابن کثیر اردو حصہ سوم ص ۳۹۹)۔اللہ تعالیٰ اصحاب بدر کی اسلامی خدمات کی برکتوں سے ہماری حاجتوں کو پورا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اصحاب بدر کے ناموں کی برکت سے ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے۔امین۔

بدر کے قیدیوں کا فدیہ: رسول اللہ ﷺ نے ابوکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ قیدیوں کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی کہ انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے اور اپنی رائے کی وضاحت کرتے ہوئے عرض کیا: فدیے کی جو رقم وصول ہوگی، وہ کفار کے مقابلے میں ہمارے کام آئے گی اور جہاں تک ان قیدیوں کا تعلق ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ انہیں قبول اسلام کی توفیق عطا فرمادے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا اور عرض کیا: یہ کفار کے سردار ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس رائے کو ترجیح دی کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے، مگر اس کے بعد مندرجہ ذیل قرآنی آیات نازل ہوئیں جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید کی گئی تھی مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۔ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ الانفال)۔نبی ﷺ کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں جب تک

کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون ریزی نہ کرلیں۔تم تو دنیا کا اسباب چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا حکمت والا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے، اس کے بارے میں کوئی بڑی سزا واقع ہوتی، سو جو کچھ تم نے لیا ہے، اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ۔

ان آیات میں سرداران کفار کو قتل کرنے کے بجائے ان سے فدیہ لینے پر زجر وتوبیخ کی گئی ہے لیکن یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ جو کچھ وصول کیا جا چکا ہے وہ جائز اور حلال ہے۔لیکن یہ پابندی اسلام کے ابتدائی زمانے تک ہی محدود تھی۔بعد میں امیر کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ قیدیوں کو قتل کردے یا ان سے فدیہ لے کر انہیں رہا کردے یا انہیں بغیر کسی فدیے کے رہا کردے سوائے عورتوں اور بچوں کے کیونکہ انہیں قتل کرنا جائز نہیں ہے (ابن قدامہ مقدسی)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (سورہ الانفال:۱)۔یہ لوگ آپ سے اموالِ غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں۔آپ فرما دیجیے کہ یہ اموال غنیمت اللہ اور رسول کے ہیں، سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (سورہ الانفال:۴۱)۔اور اس بات کو جان لو کہ جو شئے بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور آپ کے قرابت والوں کا ہے اور یتیموں، غریبوں اور مسافروں کا ہے۔

جزبۂ حسن سلوک: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهٗ (بخاری کتاب فرض الخمس حدیث ۳۱۳۹)۔اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا، پھر وہ مجھ سے ان بدبودار لوگوں (بدر کے قیدیوں) کی سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان کو (فدیہ لے کر قیدیوں کو) چھوڑ دیتا۔اس حدیث میں مطعم بن عدی کا ذکر ہے۔یہ غزوۂ بدر سے سات ماہ پہلے صفر کے مہینہ میں کفر پر فوت ہو گیا تھا۔جب نبی ﷺ تین ماہ تک شعب ابی طالب میں محصور رہے تھے اور قریش نے وہاں ایک صحیفہ پر یہ لکھ کر لگا دیا تھا کہ ہاشمیہ اور مطلبیہ سے نہ کوئی نکاح کرے نہ خرید وفروخت کرے، تو اس

نے کوشش کر کے اس کو ختم کرایا تھا اور جب نبی ﷺ طائف گئے تھے اور اہل طائف نے آپ ﷺ کے ساتھ بدسلوکی کی تھی تو آپ ﷺ نے اس کے گھر میں پناہ لی تھی۔ اس کے اس حسن سلوک کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کی سفارش قبول کرنے کا ذکر فرمایا تھا (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۸۶)۔

اَلنَّتْنٰی (بدبودار، گندے) اس سے مراد جنگ بدر کے مشرکین قیدی ہیں اور اس میں یہ درس دیا گیا ہے جو تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے تم بھی اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اس کی نیکی کو یاد رکھو اگرچہ کافر ہی ہو۔

جنگ بدر کے اثرات: رسول اللہ ﷺ مظفر ومنصور (کامیاب وکامران) مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو اس سے مدینہ اور اس کے مضافات کے تمام دشمن خوفزدہ ہو گئے اور بہت بڑی تعداد میں اہل مدینہ اسلام لے آئے اور مکہ مکرمہ کے مشرکین کے ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی اور مقتولین پر رونا پیٹنا شروع ہو گیا اور دشمنانِ اسلام کے دِلوں میں رعب بیٹھ گیا۔

رومیوں کے غلبہ سے مسلمانوں کا خوشی منانا: غزوہ بدر میں فتح کے دن یہ خبر بھی ملی کہ رومیوں کو ایرانیوں پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ یہ خبر مسلمانوں کے لئے مسرت پر مسرت تھی۔ ایک خوشی بدر میں فتح کی اور دوسری خوشی رومیوں کی ایرانیوں کے خلاف فتح کی تھی۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اس فتح کا وعدہ کیا تھا۔

چنانچہ قرآن مجید ہے الٓمّٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ۔ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ، وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ۔ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ (سورہ الروم: ۱۔۴) قریب کے ملک میں اہل روم مغلوب ہو گئے۔ وہ اپنی مغلوبیت کے بعد چند ہی سالوں میں غلبہ حاصل کر لیں گے۔ اور یہ پیشینگوئی پوری ہو گئی۔

غزوہ قرقرۃ الکدر: جنگ بدر کے سات دن بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی سلیم پر حملہ کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ چنانچہ آپ کدر کے مقام پر، جو ان کا چشمہ تھا، پہنچ گئے۔ اور تین دن تک قیام فرمایا، دوسری روایت میں ہے کہ دس دن قیام فرمایا، لیکن مقابلے کی نوبت نہ آئی اور حضور ﷺ پندرہ دن مدینے سے باہر رہے۔

غزوہ بنی قینقاع: اسی سال یہود بنی قینقاع نے عہد شکنی کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا پندرہ دن محاصرہ کیا اور

پھر ان کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا۔ ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ کے ساتھ کفار کی تین قسمیں تھیں۔ ایک قسم ان کفار کی تھی جنہوں نے نبی ﷺ سے وعدہ کیا کہ وہ آپ سے نہ لڑیں گے اور نہ آپ کے خلاف دشمن کو ترغیب دیں گے اور یہ یہود کے تینوں گروہ، قریظہ، نضیر اور بنی قینقاع تھے۔ دوسری قسم کے کفار وہ تھے جنہوں نے آپ سے لڑائی کی اور دشمنی کا اظہار کیا جیسے قریش۔ اس تیسری قسم میں وہ کفار شامل ہیں جنہوں نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ کے دین کے نتیجہ کا انتظار کرنے لگے۔ جس طرح عرب کے کئی گروہ تھے۔ ان میں سے بعض باطنی طور پر آپ کے غلبہ کے خواہش مند تھے اور بعض وہ تھے جو ظاہر ہی طور پر آپ کے ساتھ تھے اور اندرونی طور پر آپ کے دشمن کے ساتھ تھے۔ اور یہ منافق تھے۔ اور سب سے پہلے جس نے وعدہ کی خلاف ورزی کی وہ بنوقینقاع تھے۔ نبی کریم ﷺ نے غزوہ بدر کے بعد شوال میں ان سے لڑائی لڑی اور ان کو جلاوطن کر دیا۔

چنانچہ ان کے اور عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ (سورہ المائدہ: ۱۵) اے ایمان والو یہودی اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

غزوہ سویق: رسول اللہ ﷺ کو بدر میں عظیم الشان فتح حاصل ہوئی تو ابوسفیان نے قسم اٹھائی کہ جب تک میں بدلہ نہیں لیتا اس وقت تک اپنے سر کو نہ تیل لگاؤں گا نہ گھی کھاؤں گا۔ یہ قسم پوری کرنے کے لیے ابوسفیان مدنیہ منورہ کے قریب پہنچا اور وہاں ایک انصاری اور اس کے غلام کو قتل کیا، ایک گھر جلادیا اور یہ فرض کر کے کہ میں نے اپنی قسم پوری کر دی ہے وہیں سے بھاگ گیا۔ جاتے ہوئے ابوسفیان اور اس کے ساتھی جلدی میں بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستوؤں کے تھیلے پھینکتے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے اس کا پیچھا کیا لیکن وہ اتنی تیزی سے بھاگے تھے کہ ان میں سے کوئی بھی ہاتھ نہ لگ پایا۔ البتہ مسلمانوں نے ستوؤں کے تھیلے اٹھا لیے۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ سویق کہا گیا۔ (ستوؤں والی جنگ)

۳ سن ہجری کے واقعات کے بعض سرایا:

سریہ حضرت زید بن حارثہ: حضرت زید رضی اللہ عنہ قریش کے ایک قافلے کو (نجد) کی طرف (جمادی الآخرہ

۳ہجری) روکنے کے لیے روانہ ہوئے۔آپ نے قافلے کو پالیا مگر قافلے کے سردار بھاگ گئے۔

سریہ قردہ: (ایک چشمہ کا نام) کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تھا۔تا کہ قریش کے اس قافلے کو گرفتار کیا جائے جو شام کی طرف براستہ اعراق جارہا تھا۔قافلہ والوں سے اس لشکر اسلامی کو دیکھ کر بڑے بڑے لوگ بھاگ گئے۔اور بقیہ کو گرفتار کر کے نبی کریم بارگاہ رسالت ﷺ میں لے آئے۔

سریہ رجیع: رجیع مکہ اور عسفان کے درمیان ایک چشمہ کا نام ہے۔عضل اور قارہ قبائل کے کہنے پر تعلیم اسلام کی خاطر حضرت عاصم بن ثابت، حضرت عبداللہ بن طارق، خالد بن ابی بکر، حضرت خبیب بن عدی، حضرت زید بن الدثنہ رضی اللہ عنہم، کو ان کی طرف روانہ کیا اور انہوں نے غزوہ بدر میں بعض کافروں کو جہنم رسید کیا تھا۔اس لئے بلانے والوں نے غداری کی۔

غزوہ بنو سلیم: رسول اللہ ﷺ محرم ۳ہجری کو بنو سلیم اور غطفان کے مقابلہ کے لیے کدر کے علاقہ تک پہنچے۔اور آپ وہاں تین یا دس دن ٹھہرے لیکن لڑائی کی نوبت نہیں آئی کیونکہ وہ لوگ منتشر ہو گئے تھے۔اس غزوہ میں آپ پندرہ دن مدینہ سے غائب رہے۔اور مدینہ منورہ میں ایک قول کے مطابق سباع بن عرفطہ غفاری کو نائب مقرر کیا تھا۔

غزوہ غطفان: (ربیع الاول ۳ہجری) نجد کے علاقہ میں بنو محارب کے ایک سردار دعشور بن حارث نے ذی امر مقام پر بنو ثعلبہ اور محارب کی کافی جمعیت اکٹھی کر لی۔ان کا مقصد مدینہ منورہ کے اردگرد لوٹ مار کرنا تھا۔رسول اللہ ﷺ ۴۵۰ ساتھیوں کے ہمراہ نکلے لیکن دشمن بھاگ کھڑا ہوا اور مقابلہ نہ ہوا۔صحابہ نے بنو ثعلبہ کے ایک آدمی کو جس کا نام حبان تھا، پکڑ لیا اور اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لائے۔آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔اس کو غزوہ انمار اور غزوہ امر بھی کہا جاتا ہے۔

معجزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اس اثنا میں بارش ہو گئی اور حضور ﷺ کے کپڑے بھیگ گئے۔چنانچہ آپ نے کپڑے اتار کر ایک درخت پر پھیلا دیئے تا کہ خشک ہو جائیں اور آپ ﷺ درخت کے نیچے لیٹ گئے۔مخالفین اس صورت حال کو دیکھ رہے تھے۔دعشور کے آدمیوں نے اسے کہا دیکھو محمد ﷺ اکیلے رہ گئے ہیں۔اب تمہارے لیے

موقعہ ہے۔چنانچہ وہ تلوار لے کر روانہ ہوا اور حضور اکرم ﷺ کے سر پر آ کھڑا ہوا۔کہنے لگا تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ۔چنانچہ جبریل علیہ السلام نے اس کے سینے پر ایک گھونسا لگایا اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی۔نبی ﷺ نے تلوار اٹھالی۔فرمایا بتاؤ تمہیں اب مجھ سے کون بچائے گا۔کہنے لگا کوئی نہیں۔چنانچہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔پھر اپنی قوم کے پاس آ کر انہیں دعوت اسلام دی۔چنانچہ اس واقعے کے بارے میں مندرجہ آیت نازل ہوئی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ (سورہ المائدہ ۱۱)۔ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کیا کرو جو تم پر فرمائی۔جب ایک قوم نے تمہاری طرف دست درازی کا ارادہ کیا تھا۔

کعب بن اشرف یہودی کا قتل: اسی سال ربیع الاول میں کعب بن اشرف یہودی (گستاخ) کو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قتل کیا گیا۔کعب بن اشرف کا قبیلہ بنو طی سے تھا اور اس کی والدہ بنی نضیر میں سے تھی۔یہ مسلمانوں کو اور نبی ﷺ کو اذیت دیتا تھا۔اپنے اشعار میں مسلم خواتین کے بارے میں عاشقانہ شعر کہتا تھا۔یہ غزوۂ بدر کے بعد مکہ گیا اور اس نے رسول کریم ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف مکہ والوں کو ابھارا۔چنانچہ رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کو ترغیب دی کہ اسے قتل کیا جائے۔آپ نے فرمایا کون اسے قتل کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دی ہے۔

چنانچہ انصار اور قبیلہ اوس کے کچھ آدمی اس کے لئے تیار ہو گئے۔ان میں محمد بن مسلمہ، عباد بن بشر بن وقش اور ابو نائلہ شامل تھے۔ابو نائلہ کا نام سلکان بن سلامہ بن وقش تھا۔اور وہ کعب بن اشرف کا رضاعی بھائی تھا۔علاوہ ازیں ان میں حارث بن اوس بن معاذ اور ابو عبس بن جبر بھی تھے۔رسول کریم ﷺ نے ان کو اجازت دی کہ جیسے چاہیں اس کے ساتھ گفتگو کریں اور اسے دھوکہ دیں ان پر کچھ گناہ نہیں ہوگا۔چنانچہ وہ رات کے وقت اس کے یہاں گئے اور محل سے نیچے اترنے کی درخواست کی۔انہوں نے اس کے ساتھ ایسے انداز میں بات کی جس سے وہ مطمئن ہو گیا اور جب انہوں نے اس پر قابو پالیا تو اس ملعون کو قتل کر دیا۔

چونکہ وہ رات کے آخری حصہ میں کعب کی طرف گئے تھے چاندنی رات تھی۔جب وہ رسول کریم ﷺ کے طرف

واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے۔ جب فارغ ہوئے تو ان کے لئے دعا فرمائی۔ حارث بن اوس اپنے رفقاء کی تلوار لگنے سے زخمی ہو گئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زخم کی جگہ پر اپنا تھوک ملا تو وہ اسی وقت صحت یاب ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو یہودی کعب بن اشرف کے قتل کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کے قتل کرنے کی اجازت دے دی (الفصول فی سیرۃ الرسول)۔

اور اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا۔ حضرت رقیہ کی وفات کے بعد جمادی الاخرہ میں ان کی رخصتی ہوئی۔

اور اسی سال ماہ ربیع الاخر بحران میں غزوہ قرع واقعہ ہوا۔ اور اسی سال سریہ زید بن حارثہ قردہ کی طرف روانہ ہوا۔

تاجر حجاز ابو رافع کا قتل: ابو رافع عبداللہ بن ابی الحُقَیق یہودی تاجر جو گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اسی سال اس کی گستاخی کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ اور اس کو عبداللہ بن عتیک اور ان کی ساتھیوں مسعود بن سان، عبداللہ بن انیس ابو قتادہ اور خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم نے قتل کیا تھا۔ اس کے قتل کی تفصیل بخاری میں ہے۔ اسی سال ماہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت حزیمہ ام المساکین سے نکاح فرمایا تھا۔

آیت حجاب: اسی سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکاح کیا اور اسی موقع پر آیۃ حجاب نازل ہوئی (خلاصۃ بھیہ)۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ۔ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۔ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا (سورہ الاحزاب: ۵۳)،

ترجمہ: اے ایمان والو نہ داخل ہوا کرو نبی کریم کے گھروں میں بجز اس (صورت) کے کہ تم کو کھانے کے لئے آنے کی اجازت دی جائے (اور) نہ کھانا پکنے کا انتظار کیا کرو لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر چلے آؤ۔ پس جب کھانا کھا چکو تو

فوراً منتشر ہو جاؤ اور نہ وہاں جا کر دل بہلانے کے لئے باتیں شروع کر دیا کرو۔ تمہاری یہ حرکتیں (میرے) نبی کے لئے تکلیف کا باعث بنتی ہیں۔ پس وہ تم سے حیا کرتے ہیں (اور چپ رہتے ہیں)، اور اللہ تعالیٰ کسی کا شرم نہیں کرتا حق بیان کرنے میں اور جب تم مانگو ان سے کوئی چیز تو مانگو پسِ پردہ ہو کر۔ یہ طریقہ پاکیزہ تر ہے تمہارے دلوں کے لئے اور نیز ان کے دلوں کے لئے۔ اور تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اذیت پہنچاؤ اللہ کے رسول کو اور تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں کہ تم نکاح کرو ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی۔ بے شک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔

بعض کے نزدیک شراب کی حرمت کا حکم ہجرت کے چوتھے سال نازل ہوا۔

غزوہ بحران: اسی تیسرے سال کے واقعات میں غزوۂ بحران ہے۔ اس کو غزوۂ بنی سلیم بھی کہتے ہیں۔ یہ فرع کے نواح میں ہے۔ اس کا سبب تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ وہاں بنی سلیم کے لوگ جمع ہو رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سو صحابہ کی جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ وہ اپنے کنوؤں، تالابوں پر بکھرے ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں گشت فرمائی لیکن کوئی مقابلے کیلئے نہ نکلا۔ اس کے بعد آپ نے مراجعت فرمائی۔ اس وقت مدینہ منورہ میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ یہ سفر دس دن کا تھا جیسا کہ مواہب میں ہے اور یہ غزوہ مواہب میں ہی تحریر ہے۔ کسی اور کتاب میں مذکور نہیں ہے (مدارج النبوت)۔ اس کا ذکر سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۲۵، الاخبار المردیہ فی سیرت خیر البریہ ص ۱۵۴ اور سیرت حلبیہ میں آیا ہے۔ اور اس غزوہ کو غزوہ بنی سلیم بھی کہتے ہیں۔

غزوہ احد: اس سال کے تمام غزوات میں سے غزوہ احد کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اور یہ غزوہ احد اپنے دامن میں بے شمار عبرتیں اور نصیحتیں رکھتا ہے۔ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کا اصل سبب یہ تھا کہ قریش جنگ بدر میں اپنے مقتولین کا انتقام لینا چاہتے تھے اور اپنا وہ مقام و مرتبہ بحال کرنا چاہتے تھے جو بدر کی شکست کے بعد گر گیا تھا۔ اور کچھ دوسرے اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔ قریش چاہتے تھے کہ مسلمانوں نے تجارتی راستوں کو روک دیا تو اس رکاوٹ کو بھی دور کیا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ تھا کہ مدینہ میں رہ کر دفاع کی جائے مگر بدر میں عدم شرکت کرنے والے چاہتے تھے مقام احد میں جا

کرلڑیں گے۔ آخر اسی پر فیصلہ ہوا۔ اس غزوہ احد کا ذکر قرآن کریم کے چوتھے پارے کے تیسرے رکوع سے لے کرنویں رکوع کی ۱۷۸ آیت تک ہوا ہے۔ امام محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران کی ساٹھ آیات تک غزوہ احد کے حالات بیان فرمائے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (سورہ آل عمران ۱۲۱) اور یاد کرو، اے محبوب، جب سویرے روانہ ہوئے آپ اپنے گھر سے، میدان احد میں بٹھا رہے تھے مومنوں کو مورچوں پر جنگ کے لیے۔ غزوہ احد چھ شوال تین ہجری میں ہوا۔ لشکر اسلامی کی تعداد چھ سو پانچ تھی۔ دشمن کی تعداد دو ہزار آٹھ سو۔ جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں کو ابتدائی طور پر کامیابی حاصل ہوئی اور کفار بھاگنے لگے۔ اور بعض مسلمان مال غنیمت کے حصول میں پڑ گئے تو کفار نے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوبارہ حملہ کر دیا۔ اور اس میں مسلمانوں کا بہت ہی نقصان ہوا۔

نبی کریم ﷺ کا زخمی ہونا: اور نبی کریم ﷺ کو بھی زخمی کیا گیا۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس قوم پر ناراض ہے جس نے اپنے نبی کے دانت شہید کئے اور آپ نے اپنے سامنے کے دندان مبارک کی جانب اشارہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہے اس شخص (ابی بن حلف) پر جس کو رسول کریم ﷺ نے راہ خدا میں قتل کر دیا تھا (بخاری کتاب المغازی باب ۴۹۲)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے كُسِرَتْ رُبَاعِيَتُهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَشُجَّ فِي رَأْسِهِ فَجَعَلَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْهُ وَيَقُولُ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا رَأْسَ نَبِيِّهِمْ وَكَسَرُوا رَبَاعِيَتَهُ (مشکوۃ بحوالہ مسلم) کہ غزوہ احد کے دن رسول اللہ کا دانت مبارک ٹوٹ گیا اور آپ کا سر بھی زخمی ہو گیا تو آپ خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ وہ قوم کیونکر فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کا سر زخمی کیا اور اس کے دانت توڑ دیئے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمات: ابو حازم فرماتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے رسول کریم ﷺ کے زخمی ہونے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے بخوبی معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زخم کو کس نے دھویا، پانی کس نے ڈالا اور کیا دوائی استعمال کی گئی؟ انہوں نے فرمایا کہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو دھو رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھری ہوئی ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی ڈالنے سے تو خون اور بھی زیادہ بہنے لگا ہے تو انہوں نے بوریئے کا ایک ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دی تو خون بہنا بند ہو گیا۔ اور اس روز آپ کے سامنے کے دندان مبارک شہید کر دیئے تھے اور آپ ﷺ کے مبارک چہرے کو زخمی کر دیا تھا کیونکہ سر مبارک کا خود (لوہے کی ٹوپی) کو توڑ دیا تھا۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک شخص پر اللہ تعالیٰ کا بڑا غضب ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے قتل کیا اور اللہ تعالیٰ کا اس شخص پر بڑا غضب ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے مبارک چہرے کو لہولہان کیا تھا (بخاری کتاب المغازی)۔

حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہوگا جس نے اپنے نبی کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ (ایسے سلوک سے) آپ کا اشارہ اپنے دانتوں کی طرف تھا (جن میں ایک دانت کو کفار نے جنگ احد میں شہید کر دیا تھا) اور اس شخص پر بھی اللہ تعالیٰ کا سخت ترین غضب ہے جس کو (اللہ کا رسول) اللہ کے راستہ (جہاد) میں قتل کر دے (مشکوۃ المصابیح بحوالہ مسلم بخاری)۔

صحابہ کی جانثاری: میدان احد میں کفار و مشرکین نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے کیلئے قریب پہنچ گئے۔ دس صحابہ کی جماعت نے آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ اور وہ تمام جانبازی و جان نثاری دکھلانے لگے۔ ان میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بہادری سے کفار کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ ان کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ حضرت ابو دجانہ سماک بن حرشہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی حفاظت کے لئے اپنی کمر کو ڈھال بنا لیا اور وہ تیروں کی آمد پر بالکل حرکت نہ کرتے تھے اور تیر ان کی پشت میں پیوست ہو جاتے تھے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے شدید (گردن توڑ) تیر اندازی کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي تیر چلاتے جاؤ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں (بخاری، الفصول فی سیرت الرسول ص ۱۱۸)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نہیں سنا کہ نبی ﷺ کسی کیلئے دونوں والدین کو جمع فرمایا ہو سوائے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے کہ آپ احد کے دن فرما رہے تھے یا سعد ارم فداك ابی وامی۔ انہوں نے ایک ہزار تیر مارا تھا (زرقانی ج ۲ ص ۴۳۱)۔ اس میں حضرت سعد رضی

اللہ عنہ کی فضیلت پائی جاتی ہے اور اسی طرح دوسرے صحابہ کرام بھی اپنی شجاعت، بہادری، اخلاص، اور محبت کا مظاہرہ فرماتے رہے۔

شہداء کی زندگی: اور ستر صحابہ نے جام شہادت نوش فرمایا اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ یہ مسلمانوں کے لئے بڑی آزمائش کا وقت تھا۔ اور شہدائے احد کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورہ آل عمران: ۱۶۹-۱۷۰)، ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو گئے انہیں مردہ ہرگز نہ سمجھو۔ بلکہ وہ تو اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اس سے وہ خوش ہیں۔

لغزش کی معافی کا اعلان: اور جن صحابہ سے جگہ چھوڑ دینے میں خطا ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ (سورہ ال عمران ۱۵۲)، ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا تم کو۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (سورہ آل عمران: ۱۵۵)، ترجمہ: جو لوگ تم میں سے (احد کے دن) جبکہ (مومنوں اور کافروں کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے تو ان کے بعض افعال کے سبب شیطان نے ان کو پھسلا دیا۔ مگر اللہ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ بیشک خدا بخشنے والا اور بردبار ہے۔

غزوہ احد کے واقعات میں حکمت: واقعہ احد اور اس میں جو تکلیف مسلمانوں کو پہنچی۔ اس میں بے شمار فوائد اور اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا انجام برا ہے اور ان کے منع کردہ کام کے ارتکاب کی نحوست واقع ہوتی ہے کہ جب تیر اندازوں کو نبی ﷺ نے اپنی جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا لیکن انہوں نے چھوڑ دیا (تو حالت بدل گئی)۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسل عظام کے سلسلے میں سنت الٰہیہ یہ ہے کہ ان کی آزمائش کی جاتی ہے۔ پھر انجام کار کے طور پر ان کے لئے عافیت ہوتی ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر ان کی مدد ہمیشہ کی جائے تو غیر مسلم بھی مسلمانوں میں داخل ہو جائیں اور سچے لوگوں کو دوسروں سے ممتاز نہیں کیا جا سکے گا۔ اور اگر

ہمیشہ شکست ہو تو بعثت کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ پس حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ دونوں باتوں کو اکٹھا کیا جائے تاکہ سچے اور جھوٹے میں تمیز ہو سکے اس لیے کہ منافقوں کا نفاق چھپا ہوا تھا۔

جب یہ واقعہ ہوا اور انہوں نے اپنے قول و فعل سے اپنی منافقت کو ظاہر کیا حتی کہ پوشیدہ بات ظاہر ہو گئی اور مسلمانوں نے جان لیا کہ ان کے شہر میں ان کے دشمن موجود ہیں تو وہ مستعد ہو گئے اور انہوں نے ان سے بچاؤ اختیار کیا۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ بعض مقامات پر مدد میں تاخیر نفس کی شکست اور اس کے تکبر کو توڑتا ہے۔ پس جب مسلمان مبتلا ہوئے تو انہوں نے صبر کیا اور منافق رونے پیٹنے لگے۔ چوتھی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کرامت والے گھر میں مومن بندوں کے لیے منازل تیار کی ہیں جن تک اعمال کے ذریعے رسائی نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آزمائش اور امتحان رکھا تاکہ ان منازل تک پہنچ سکیں۔ پانچویں حکمت یہ ہے کہ شہادت اللہ تعالیٰ کا اعلیٰ مرتبہ ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شہادت کی طرف گامزن فرمایا۔ چھٹی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان کے لیے ایسے اسباب پیدا کیے جن کے وہ سزاوار تھے کہ انہوں نے کفر اور سرکشی اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو ایذا پہنچانے میں بغاوت کی راہ اختیار کی۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے گناہ مٹا دیئے اور کفار کو ہلاک کیا (المواهب الدنیہ)۔

خواتین اسلام کی خدمات: مسلمان فوج کے ساتھ چند خواتین بھی غزوہ احد میں شامل تھیں۔ ان خواتین میں سے ایک کا نام حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نسیبہ بنت کعب المازنیہ ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے مشرکوں سے جنگ کی اور متعدد زخم کھائے۔ حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش الاسدیہ نے پیاسوں کو پانی پلایا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔ مستند روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا پانی کے کنستر بھر بھر کر لاتیں اور مسلمانوں کی پیاس بجھاتی رہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی مستند ذرائع سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے پیچھے ہٹنے کے بعد انہوں نے زخمیوں کی خبر گیری کی۔ ان روایات کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اگر ضرورت محسوس کی جائے تو خواتین کو اس بات کی اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ زخمیوں کی دیکھ بھال اور ابتدائی طبی امداد فراہم کرنے کا فریضہ انجام دیں، بشرطیکہ انکی موجودگی وہاں کسی فتنے کا سبب نہ بنے اور بے حجابی کا اظہار نہ ہو۔

اگر دشمن ان پر حملہ کرے تو وہ اپنے دفاع میں لڑنے کا بھی حق رکھتی ہیں، اس حقیقت کے باوجود کہ جہاد صرف مردوں پر فرض ہے، لیکن اگر دشمن مسلم علاقے پر حملہ کر دے تو مردوں اور عورتوں کی یہ مشترک ذمہ داری ہے کہ وہ دشمن کا مقابلہ کریں (السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ ج ۲ ص ۳۹۰)۔

نوحہ کی حرمت: اسی سال غزوہ احد کے بعد یہ حکم نازل ہوا کہ میت پر نوحہ کرنا، چہرہ پیٹنا اور گریباں پھاڑ نا حرام ہے۔ اس سے قبل نوحہ حرام نہیں تھا کیونکہ شہداء احد پر عورتوں نے نوحہ کیا۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی عورتوں نے نوحہ کیا اور جب وہ اس سے فارغ ہوئیں تو نوحہ کی حرمت نازل ہوئی اس دن سے نوحہ کی ممانعت کر دی گی (بذل القوۃ بحوالہ البدایہ والسنایہ، سیرت شامی)۔

غزوہ حمراء الاسد: یہ غزوہ بھی شوال میں ہوا۔ احد کے روز جب صبح ہوئی تو رسول اللہ نے مسلمانوں کو دشمن تلاش کرنے کے لئے فرمایا۔ مقصد توان کو ڈرانا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ آپ کے ساتھ وہی لوگ جائیں جو غزوہ احد میں شریک تھے۔ تین دن کے قیام کے بعد لوٹ آئے۔ اس موقعہ پر نبی اکرم ﷺ نے معاویہ بن مغیرہ کو گرفتار کر لیا اور پھر اس کی گردن ماردی۔ حمراء الاسد مدینہ منورہ سے مکہ جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔ مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جو صحابہ اس غزوہ میں شریک ہوئے ان کی شان میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ (سورہ آل عمران ۱۷۲۔۱۷۴)، ترجمہ: جنہوں نے لبیک کہا اللہ اور رسول کی دعوت پر اس کے بعد کہ لگ چکا تھا انہیں (گہرا) زخم۔ ان کے لئے جنہوں نے نیکی کی ان میں سے اور تقوی اختیار کیا اجر عظیم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کہا انہیں لوگوں نے کہ بلاشبہ کافروں نے جمع کر رکھا ہے تمہارے لئے (بڑا سامان اور لشکر) سو ڈروان سے تو (اس دھمکی نے) بڑھا دیا ان کے (جوش) ایمان کو اور انہوں نے کہا کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور وہ بہترین کارساز ہے۔ تو پلٹے اللہ کے احسان اور فضل سے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور اللہ کی خوشی پر چلے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

صحابہ کی شہادت: حضرت مرثد، حضرت خالد، حضرت عبداللہ بن طارق اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا گیا اور حضرت حبیب اور حضرت زید بن دشنہ کو قید کر کے اہل مکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور انہوں نے دونوں کو شہید کر دیا۔ انہی کے حق میں آیت نازل ہوئی ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۔ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (سورہ بقرہ ۲۰۷)۔ ترجمہ: اور بعض وہ لوگ ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لیے اپنی جان تک بیچ دیتے ہیں۔ اللہ بندوں پر بہت مشفق ہے (واللہ اعلم)

حضرت حبیب کی شہادت: حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے زندہ سولی پر چڑھایا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام کے پہلے فرد ہیں جنہیں سولی دی گئی۔ پھر انہیں تنعیم کے مقام پر شہید کر دیا گیا (بذل القوۃ)۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سولی پر جام شہادت نوش فرمانے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کی۔ اور سب کیلئے یہ سنت بنادی اور آپ رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھے

فَلَسْتُ اُبَالِيْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا   عَلٰى اَيِّ شِقٍّ كَانَ فِي اللّٰهِ مَصْرَعِيْ
وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَا   يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

جب میں اسلام کیلئے قتل کیا جارہا ہوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ اللہ کی راہ میں کس پہلو پر گر کر میں جان دے دونگا۔ یہ جو ہے خالص اللہ کیلئے ہے اگر وہ چاہے تو اس پارہ پارہ جسم پر برکت نازل کریگا۔ یہ شوقیہ اشعار پڑھتے ہوئے راہ حق میں شہید ہو گئے (رضی اللہ عنہ) (بخاری)

حضرت حبیب بن عدی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ میرے دائیں بائیں کافر ہیں اور میری جان کے دشمن ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی (چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں) اے خدا میں اس جگہ دشمنوں کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا، اور دوستوں میں سے کوئی یہاں نہیں ہے جو میرا پیغام تیرے حبیب ﷺ تک پہنچائے۔ اے خدا تو ہی میرا اسلام بارگاہ رسالت میں پہنچا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی مجلس شریف میں ایک جماعت کے ساتھ موجود تھا کہ یکا یک حضور ﷺ پر وحی کی علامت ظاہر ہوئی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا رحمۃ اللہ علیہ۔ اور فرمایا حبیب رضی اللہ عنہ کو قریش نے شہید کر دیا ہے اور یہ جبریل امین ہیں جو

ان کا سلام مجھے پہنچا رہے ہیں (مدارج النبوت)۔

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے مطلع فرما دیا تھا۔ پھر آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا، کہ جو شخص حبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو سولی سے اتار لائے اس کے لیے جنت ہے۔ یہ بشارت سن کر حضرت زبیر بن العوام وحضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما راتوں کو سفر کرتے اور دن کو چھپتے ہوئے مقام تنعیم میں حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سولی کی جگہ کے پاس پہنچے۔ چالیس کفار سولی کے پہرہ دار بن کر سو رہے تھے۔ ان دونوں حضرات نے سولی سے لاش کو اتارا اور گھوڑے پر رکھ کر چل دیے۔ چالیس دن گزر جانے کے باوجود لاش تروتازہ تھی اور زخموں سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ صبح کو قریش کے ستر سوار تیز رفتار گھوڑوں پر تعاقب میں چل پڑے۔ اوران دونوں حضرات کے پاس پہنچ گئے۔ ان حضرات نے جب دیکھا کہ قریش کے سوار ہم کو گرفتار کرلیں گے تو انہوں نے حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک کو گھوڑے سے اتار کر زمین پر رکھ دیا۔ خدا کی شان کہ ایک دم زمین پھٹی اور لاش مبارک کو نگل گئی۔ اور پھر زمین اس طرح برابر ہوگئی کہ پھٹنے کا نشان بھی باقی نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے ''بلیع الارض'' (جن کو زمین نگل گئی) (سیرۃ المصطفی جان رحمت ص ۱۹۳)۔

محبت مصطفی ﷺ کا جذبہ: ابوسفیان نے حضرت زید بن دشنہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تو یہ پسند نہیں کرے گا کہ اس وقت تیری جگہ محمد ﷺ یہاں ہوتے ہم انہیں قتل کر دیتے اور تو اپنے بال بچوں میں بیٹھا ہوتا۔ انہوں نے جواب میں کہا وَاللهِ مَا اُحِبُّ اَنَّ مُحَمَّدًا اَلْآنَ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ هُوَ فِيْهِ تُصِيْبُهُ شَوْكَةٌ تُؤْذِيْهِ وَاَنِّيْ لَجَالِسٌ فِيْ اَهْلِيْ (انوار محمدیہ من مواھب اللدنیہ ص ۸۹) ترجمہ: اللہ کی قسم میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ محمد ﷺ جہاں اب تشریف فرما ہیں، وہاں انہیں کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے اہل وعیال کے پاس بیٹھا ہوں۔ ابو سفیان کہنے لگا بخدا میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا، جس سے لوگ اس طرح محبت کرتے ہوں، جس طرح اصحاب محمد، محمد ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ پھر انہیں شہید کر دیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت: اسی سال حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی یعنی ماہ رمضان کی تین یا پندرہ تاریخ کو امام عالی مقام دنیا میں تشریف لائے۔

حضرت حفصہ کا نکاح: س سال ماہ شعبان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نے نبی کریم ﷺ نے نکاح فرمایا (طبری ج ۳ ص ۲۹)

۴ سن ہجری کے چند سرایا وغیرہ کا ذکر:

سَرِیَّہ ابوسلمی بن عبدالاسد مخزومی: قطعن کی طرف (محرم ۴ ہجری) یہ لشکر کشی فید کے علاقے میں ہوئی جہاں بنواسد بن خزیمہ کا کنواں تھا۔ خویلد کے بیٹوں طلیحہ اور سلمہ نے وہاں لشکر جمع کیا تھا۔ ۱۵۰ مسلمان ان کی سرکوبی کے لیے گئے تھے۔

سریۂ عبداللہ بن انیس: عُرَنَہ کی طرف (محرم ۴ ہجری) کو روانہ کیا گیا۔ اس لشکر کا مقصد اس لشکر کو تتر بتر کرنا تھا جو سفیان بن خالد ہذلی نے جمع کیا تھا۔

نیز غزوہ غطفان بھی اسی سال ہوا۔

اسی سال محرم میں ابوسلمہ کا لشکر طلیحۃ اسدی کی طرف گیا تو غنیمت حاصل کی اور بعض کو قیدی بنایا۔

اسی سال ماہ محرم الحرام میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن انس رضی اللہ عنہ کو خالد بن سفیان ھذ لی کی جانب بھیجا تو خالد کو مار ڈالا اور سلامتی سے واپس آ گئے۔

اسی سال لشکر عمرو بن امیہ ضمیری ابوسفیان کو قتل کرنے کیلئے گیا لیکن وہ اس پر قدرت نہ پا سکے۔

اوراسی سال ربیع الاول میں یہود بنی نضیر نے غداری کی تو نبی کریم ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا اور گھیرے میں لے لیا پھر ان کو مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔ سورہ حشر میں اس کا ذکر آیا ہے۔

اوراسی سال جمادی الاولی ابوسلمہ عبداللہ بن عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور یہ رسول اللہ ﷺ کی رضیع (دودھ شریک بھائی) تھے۔ اسی سال ماہ شعبان غزوہ بدر الاخرہ ہوا تھا (خلاصۃ بھیہ)۔

سَرِیَّہ اَبِیْ سَلْمَہ طُلَیْحَۃُ الْاَسَدِی: محرم کے مہینے میں ۴ سن ہجری کو روانہ کیا۔

سَرِیہ عبداللہ بن اُنیس خالد ھُذَلی : محرم کے مہینے ۴ ہجری کو روانہ کیا۔

سَرِیَّہ عَمرو بن اُمیَّہ : ابوسفیان کو قتل کرنے کیلئے ۴ ہجری میں روانہ کیا۔

سَریہ عبداللہِ بن عَتیک : ابورافع سلام بن ابی الحقیق یہودی کو مارڈالنے کیلئے ماہ ذوالحج میں ۴ ہجری کو بھیجا۔

(بئر معونہ) سرِیَّہ منذر بن عمرو: بئر معونہ کی طرف (صفر ۴ ہجری) ابو براء عامر بن مالک بن جعفر، مَلَاعِبُ الاَسِنَّۃ (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے مشہور تھا۔ مدینہ منورہ میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مسلمان تو نہ ہوا مگر کہنے لگا: اگر آپ اپنے چند ساتھی میری قوم کی طرف بھیج دیں تو مجھے امید ہے وہ آپ ﷺ کی دعوت قبول کرلیں گے اور مسلمان ہوجائیں گے۔ آپ نے فرمایا: انی اخشی علیھم اھل نجد (مجھے نجد والوں سے خطرہ اور اندیشہ ہے کہ وہ انہیں نقصان پہنچائیں گے)۔ وہ کہنے لگا: میں ان کا ذمہ دار ہوں کوئی مسلمانوں سے تعرض نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ نے ستر قراء قرآن بھیج دیئے۔ یہ سب انصاری تھے۔ آپ ﷺ نے ان کا امیر منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ یہ لوگ ارض بنوسلیم کے چند آدمیوں کے ہمراہ بئر معونہ کی طرف چل پڑے۔ راہ میں سامنے سے صحابہ آگئے جو قاصد کو ڈھونڈنے کے لیے نکل پڑے تھے۔ عامر نے ان کو گھیر کر قتل کردیا اور عمرو بن امیہ کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام کو آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لیے تو آزاد ہے اور ساتھ ہی اس کی چوٹی کاٹ لی۔ اس جماعت کا سردار حضرت منذر تھا اور اس میں حضرت عامر بن فہیرہ اور حضرت نافع بن بدیل جیسے مقدس لوگ شامل تھے (سیرت ابن ہشام تلقیح ص ۲۶۔ ابن خلدون ج ۱ ص ۱۱۵)۔ تو انہوں نے کعب بن زید اور عمرو ضمری کے سوا سب کو شہید کردیا اور نبی ﷺ کو اس پر بہت دکھ ہوا۔

(۲) قنوت نازلہ کا پڑھنا: اور اس واقعہ کے بعد نماز فجر میں ایک ماہ تک اور ایک روایت میں چالیس روز تک قنوت نازلہ پڑھی گئی۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ (سورہ آل عمران) کہ آپ ﷺ کو اس معاملہ میں کچھ اختیار نہیں (آپ کو صبر کرنا ہوگا) تاکہ یا تو اللہ ان کو توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب دے۔ تو آپ ﷺ نے قنوت نازلہ پڑھنی ترک کردی جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔

(۳) غزوہ بنی نضیر: بنی نضیر یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ جو مدینہ کے مضافات میں آباد تھا۔ ربیع الاول ۴ سن ہجری حضور اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ اس کی وجہ دو آدمیوں کی دیت کا سوال تھا (اور شرائط معاہدہ کے مطابق یہود کو اپنا حصہ ادا کرنا ضروری تھا)۔ کہنے لگے ابو القاسم ہم آپ کے حسب منشا آپ کی مدد کریں گے۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ پر اوپر سے ایک پتھر گرانے کی سازش کی تاکہ آپ کا کام تمام کردیں۔ سلام بن مشکم نے انہیں روکا لیکن وہ باز نہ آئے۔ اس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری سازش کا خدا کی طرف سے پتہ چل جائے گا۔ اور نیز یہ نقض عہد ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کو آسمان سے ان کی سازش کا پتہ چل گیا۔ آپ ﷺ قضائے حاجت کے بہانے وہاں سے نکل آئے اور صحابہ کو یہود کی سازش کے بارے میں امیر بنایا۔ اور جنگ کی تیاری اور حملے کا حکم دیا۔ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ چونکہ انہوں نے بدعہدی کرکے رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو پھر ان کو سزا کے طور پر چھ یا سات دن کے محاصرہ کے بعد انہیں جلاوطن کردیا گیا۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (سورہ حشر)، ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے نکالا ان لوگوں کو جو کافر ہوئے اہل کتاب سے پہلی بار، اور یہ جلاوطن ہوکر خیبر میں آباد ہوئے تھے۔

اسی سال غزوہ بنی نضیر کے دوران نبی پاک ﷺ نے ان کے کھجوروں کے درختوں کو جلا ڈالا جس کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآىِٕمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ (سورہ الحشر: ۵)، ترجمہ: جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹے یا انہیں جڑوں پر کھڑا رہنے دیا تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور اس لئے تھا کہ وہ فاسقوں کو رسوا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی جلاوطنی تقدیر میں لکھ رکھی تھی۔ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ (سورہ الحشر: ۳)، ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ نے ان کی تقدیر میں جلاوطن ہونا نہ لکھ دیا ہوتا تو ان کو دنیا میں عذاب دیتا۔ ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب تیار ہے۔

اسی سال اس غزوہ سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو بنو نضیر کے اموال فے کے طور پر عطا فرمائے۔ یہ اموال صرف آپ کے تصرف میں تھے۔ صحابہ کرام کا ان سے کچھ حصہ نہ تھا جیسا کہ خود باری تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کو واضح فرمایا ہے وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭوَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورہ الحشر: ٦)، ترجمہ: اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان یہودوں سے اپنے رسول کو دلوایا تم نے نہ اس پر گھوڑے دوڑائے نہ ہی اونٹ۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

(۴) غزوہ ذات الرقاع: غطفان کے قبائل بنو محارب اور بنو ثعلبہ نے نجد کے علاقے میں محرم ۴ ہجری کو آپ ﷺ سے جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر اکٹھا کیا۔ رسول اکرم ﷺ ان کی سرکوبی کے لیے چار سو صحابہ لے کر تشریف لے گئے۔ اور اس غزوہ کو ''ذات الرقاع'' کہنے کی وجہ صحیح بخاری میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ ہم ایک جنگ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ شدت کا یہ عالم تھا کہ ایک اونٹ پر چھ چھ آدمی باری باری سفر کرتے تھے۔ پیدل چلنے کی وجہ سے ہمارے قدم زخمی ہو گئے۔ میرے قدم اس قدر زخمی ہو گئے تھے کہ میری انگلیوں کے ناخن بھی جھڑ گئے اور ہم اپنے پاؤں پر پٹیاں باندھ کر گزر کرتے تھے، اس لیے اس غزوہ کو غزوۂ ذات الرقاع کہا گیا (رِقاع کے معنی کپڑے کی پٹیاں ہیں)۔ اس سفر میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے۔ ہم میں سے چھ آدمیوں کے حصہ میں ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے۔ ہمارے پیر زخمی ہو گئے اور میرے ناخن نکل گئے۔ ہم نے ان زخموں پر چیتھڑے (پرانے کپڑوے کے ٹکرے) لپیٹے۔ اس وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع پڑ گیا (مسلم کتاب الجہاد)۔

اس غزوہ کی تاریخ میں اختلاف ہے کہ یہ کب ہوا امام ابن اسحاق کہتے ہیں کہ غزوہ نضیر کے بعد چوتھے سال ربیع الاخر اور جمادی الاول کے کچھ دنوں میں ہوا ابن سعد کے نزدیک پانچویں سال محرم الحرام میں ہوا (مواہب)۔ بعض کہتے ہیں کہ ہجرت کے چھٹے سال ہوا۔ (واللہ اعلم)

صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: ہم غزوہ ذات الرقاع میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب ہم ایک سایہ دار درخت کے پاس آئے تو ہم نے اسے نبی اکرم ﷺ کے لیے چھوڑ دیا۔ مشرکین میں سے ایک شخص آیا اور رسول اکرم ﷺ کی تلوار درخت کے ساتھ لٹک رہی تھی۔ اس نے اس تلوار کو میان سے نکالا اور کہنے لگا: آپ مجھ سے ڈرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے کہا: آپ ﷺ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۳)۔ ابو عوانہ کے نزدیک یوں ہے کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے اٹھایا اور فرمایا تجھے، مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: آپ ﷺ اچھے لینے والے ہو جائیں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں (محمد ﷺ) اللہ کا رسول ہوں (یعنی کلمہ شہادت پڑھو)۔ اس اعرابی نے کہا: میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ سے نہیں لڑوں گا اور نہ آپ سے لڑنے والوں کا ساتھ دوں گا۔ راوی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اسکا راستہ چھوڑ دیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس آیا تو کہنے لگا میں تمہارے پاس سب سے بہتر انسان کے پاس سے آیا ہوں (دلائل النبوۃ للبیھقی ج ۳ ص ۳۷۶)۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسے سزا نہیں دی (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۳ کتاب الجہاد، المواہب اللدنیہ)۔

(۶) نماز خوف ادا کرنا: غزوۂ ذات الرقاع محرم میں ہوا۔ اور اسی غزوہ میں نماز خوف پڑھی گئی۔ اور نماز خوف کا ذکر اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ (سورہ نساء ۱۰۲)، ترجمہ: اور اے حبیب جب آپ ان میں موجود ہوں اور قائم کریں آپ ان کے لیے نماز۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات: حضرت عبداللہ بن حضرت عثمان بن عفان (نواسہ رسول ﷺ) کا وصال ہوا۔ جو حضرت رقیہ بنت رسول اللہ کے شکم اطہر سے تھے۔ اور اس سال غزوہ بدر صغریٰ واقعہ ہوا۔

(۸) حضرت زینب رضی اللہ عنہ بنت خزیمہ کی وفات: ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اسی سال نبی کریم ﷺ کی

پھوپھی زاد اور رضائی بھائی حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ اور یہ وہ پہلے خوش نصیب صحابی اور انسان ہیں جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت مدینہ کی تھی۔ اور اسی سال نبی اکرم ﷺ نے ام سلمہ ہند سے ابوسلمہ کی وفات کے بعد نکاح کیا (نور الیقین ص ۱۵۹)۔

(۹) حضرت فاطمہ بنت اسد کی وفات: حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف (والدہ امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کا وصال ہوا۔ اور اسی سال غزوہ بدر صغریٰ ہوا۔ حضرت ام سلمیٰ سے نکاح کیا۔ نماز خوف کا حکم بھی اسی ہجری کو نازل ہوا۔ بعض نے لکھا ہے کہ اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کی وفات ہوئی۔

(۱۰) یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا: ایک مرد نے یہودی عورت کے ساتھ زنا کیا۔ اس پر نبی ﷺ نے اپنی شریعت کے مطابق دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

(۱۱) تورات سیکھنے کا حکم: اسی سال نبی ﷺ نے حضرت زید بن ثابت کو حکم فرمایا کہ وہ تورات کے سواد خط (عبارت) کو سیکھیں، مبادا کہ یہودی اپنے رسائل و کتب میں تغیر و تبدل اور تحریف و تبدیلی عمل میں لائیں۔ چنانچہ انہوں نے پندرہ دن میں اسے سیکھ لیا۔ لیکن ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زید بن ثابت سے فرمایا کہ یہود ہمیں خطوط لکھ کر بھیجتے ہیں اور ہم بھی انہیں مراسلے لکھتے ہیں اور انہیں فرامین بھیجتے ہیں لہٰذا تم ان کے سواد خط (عبارت) کو لکھ لو (مدارج نبوت جلد دوم)۔ معلوم ہوا کہ حاجت کے وقت دیگر زبانوں کا سیکھنا درست ہے۔ اسی لئے یہودیوں کی زبان سیکھنے کی اجازت دی گی۔ بعض کہتے ہیں کہ کتاب تورات کا سیکھنے کا حکم دیا تو آپ نے ۱۵ دنوں میں سیکھ لیا۔ بذل القوۃ اردو کے حاشیہ میں ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو مجھے آپ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا اور عرض کیا گیا یہ بنی نجار سے ہے۔ اور اس نے سترہ سورتیں پڑھ لیں ہیں۔ میں نے آپ کو سنائیں تو آپ بہت متعجب ہوئے اور فرمایا یہودیوں سے کتابت (لکھنا) سیکھو کیونکہ مجھے ان سے اپنی کتاب کے بارے میں ڈر ہے۔ نصف ماہ کے اندر میں اس میں طاق ہو گیا کہ میں نے لکھنا (سیکھ لیا)۔ میں نبی پاک ﷺ کے خطوط ان کی جانب لکھنے لگا اور جب ان کا خط آتا میں آپ کو پڑھ کر سناتا۔ آپ ہی سے مروی ہے کہ میں نے سریانی زبان سترہ ایام میں سیکھ لی۔ الاستیعاب میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر

صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے کاتب بھی رہے (استیعاب)۔

(۱۲) غزوہ بدر الصغریٰ (غزوہ بدر الموعد): اسی سال ذی قعدہ کی چاندرات کو بدر صغرےٰ ہوا۔ ابو سفیان جب جنگ احد سے واپس ہوا تھا تو اس نے آواز دے کر کہا تھا کہ ہمارے تمہارے درمیان میں اقرار ہے کہ آئندہ سال کے شروع سے بدر میں جمع ہو کر لڑیں گے۔ نبی ﷺ نے اس چیلنج کو منظور کر لیا تھا لیکن جب وعدے کا وقت قریب آپ پہنچا تو ابوسفیان ڈرا۔ اس نے نعیم بن مسعود کو سونے کے تین ٹکڑے دے کر کہا کہ جناب محمد ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو لڑائی کے نتائج سے خوفزدہ کرے۔ سید المرسلین ﷺ یکم ذی القعدہ ۴ھ کو عبداللہ بن رواحہ کو بطور نائب مدینہ میں چھوڑ کر پندرہ سو صحابہ اور دس گھوڑوں کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابوسفیان بھی دو ہزار ہمراہیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا لیکن اسے حملے کی ہمت نہ پڑی اور واپس چلا گیا (تلقیح ص ۶۷)۔ اس غزوہ کو بدر الموعد اور اس کا نام بدر الاخرہ اور غزوہ بدر الصغریٰ بھی کہا جاتا ہیں۔ اسی غزوہ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذْقَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ (سورہ آل عمران ۱۷۳)، ترجمہ: وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا کہ کفار تمہارے برخلاف جمع ہو چکے ہیں تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے کتنا اچھا وکیل ہے۔ پھر وہ خدا کی نعمت و فضل کے ساتھ لوٹے اور انہیں کوئی برائی نہ چھوئی۔

(۱۳) چوری کی سزا: اسی سال طعمہ بن ابیرق کا چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا گیا اور اس کو چور کی سزا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورہ مائدہ ۳۸)۔ ترجمہ: چوری کرنے والے اور چوری کرنے والی (کی سزا یہ ہے کہ) کاٹو ان کے ہاتھ بدلہ دینے کیلئے جو انہوں نے کیا اور عبرت ناک سزا اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَوْ سَرَقَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔ ترجمہ: اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

(۱۴) شراب کی حرمت: بقول مشہور اسی سال شراب کی حرمت واقع ہوئی۔ حرمت شراب کا ذکر سورہ بقرہ

،سورہ نساء اور سورہ مائدہ کی آیت ۹ میں کیا گیا ہے (ملخص از مدارج النبوت)۔ جب شراب حرام کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (سورہ مائدہ ۹۰،۹۱)۔ ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور قرعہ کے تیر سب ناپاک شیطانی کام ہیں۔ لہٰذا ان سے بچو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ وہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور دشمنی ڈال دے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے تم کو روک دے تو کیا اب بھی باز نہ آؤ گے۔

(۱۵) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت: اسی سال ماہ شعبان میں سیدنا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی (تاریخ مدینہ منورہ)۔ وفیھا ولد الحسین بن علی رضی اللہ (سیرۃ نبویہ)۔ وولد الحسین بن علی رضی اللہ عنھما وکان بینه وبین اخیه الحسن طھر واحد۔ اور اسی سال حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی اور دونوں بھائیوں کے درمیان صرف ایک طہر کا فرق ہے (مختصر سیرۃ النبویہ ص ۹۸)۔ راقم الحروف نے اس کی زیادہ تفصیل فضائل صحابہ واہل بیت میں بیان کی ہے۔

(۱۶) نماز قصر کا حکم: نیز اسی سال نماز قصر ادا کی گئی جس کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں آیا ہے وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (سورہ نساء ۱۰۱)۔ ترجمہ: جب تم سفر کرو زمین پر تو نماز قصر پڑھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ ظہر، عصر، عشاء کی چار رکعتوں کی بجائے دو دو پڑھی جائیں، بجماعت پڑھے تو پوری رکعتیں ادا کرے۔

۵ سن ہجری کے واقعات

(۱) غزوہ دَوْمَةُ الْجَنْدَل: رسول کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ دومۃ الجندل میں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہے جو مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ آپ ایک ہزار مسلمان ہمراہ لے کر دومۃ الجندل کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ جب

دومۃ الجندل کے قریب پہنچے تو کفار کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ اور آپ نے کئی اطراف میں چھوٹے چھوٹے لشکر بھیجے لیکن کہیں مقابلہ نہ ہوا اور سب لشکر خیریت اور عافیت سے واپس آ گئے۔

غزوہ احزاب: اسی سال ماہ شوال میں غزوہ احزاب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے کفار کو نامراد کر کے لوٹا دیا۔

ابو رافع سلّام بن ابی الحقیق یہودی: اور اسی سال ماہ ذی الحجہ میں قبیلہ خزرج نے ابو رافع سلّام بن ابی الحقیق یہودی (گستاخ) کو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قتل کیا تھا۔

اور اسی سال وفد اشجع رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا (الخلاصہ البھیہ)

(۲) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا: اسی سال حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور نبی کریم ﷺ نے انہیں غلامی سے آزاد کرا دیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق اس وقت ان کی عمر تین سو پچاس (۳۵۰) برس اور ایک روایت سے دو سو پچاس (۲۵۰) برس کی تھی۔ اس مدت مین دین حق کی طلب اور خاتم الانبیاء ﷺ کے شوق ملاقات میں پھرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ابتدا میں فارس کے مجوس تھے۔ اس کے بعد دین نصاری اختیار کیا۔ آخر میں ایک نصرانی عالم کی وصیت کے بموجب دین محمدی حاصل کرنے کے شوق میں مدینہ منورہ آئے اور اس مدت میں دس جگہ سے زیادہ فروخت ہوئے اور غلام بنے۔ بعد ظہور نور نبوت اسلام کی سعادت سے مشرف ہوئے (جذب القلوب وغیرہ)

(۳) گھوڑوں کی دوڑ: اسی سال آپ نے گھوڑوں کی دوڑ میں مقابلہ کیا **وفی هذه السنة سابق النبی ﷺ بین الخیل** (الخلاصہ البھیۃ)

(۴) چاند گرہن: اس کے بعد چاند گرہن کا واقعہ پیش آیا اور نبی ﷺ نے نماز کسوف پڑھائی (خلاصۃ الوفا)۔ یعنی اسی سال ماہ جمادی الاخرہ میں چاند گرہن کے موقع پر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے نماز خسوف ادا فرمائی۔ حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی اسی سال ہوا تھا۔ اور ان کے ایصال ثواب کیلئے ایک کنواں کھدوا کر وقف کر دیا گیا تھا تاکہ ان کی روح کو ثواب ملے۔

(۵) مکہ میں قحط سالی: اس سال مکہ میں قحط پڑا ہوا تھا۔ اس لیے تالیف قلوب کے طور پر آپ نے کافی مقدار میں چاندی (سامان) ان کی طرف مدد کیلئے بھیجی تھی تا کہ صلح رحمی ہو۔

(۶) اسلام کا پہلا وفد: اس سال آپ ﷺ کے پاس بلال بن حارث المدنی وفد لے کر آیا تھا اور یہ اسلام میں پہلا وفد تھا اور اسی کے بعد ضمام بن ثعلبہ کا وفد آیا۔

(۷) غزوۂ بنی مصطلق: اسی سال ۳ ماہ شعبان ۵ ھ یا ۶ ھ میں غزوہ مصطلق (غزوہ مریسیع) ہوا۔ مدارج النبوت میں ہے کہ غزوہ بنی مصطلق (مریسیع) ہجرت کے پانچویں سال کے واقعات میں سے ہے۔ مریسیع ایک چشمے کا نام جو مدینہ سے اندازاً سو میل جنوب مغرب کے ساحل کی طرف واقعہ تھا۔ اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ خزاعہ کی شاخ بنو جذیمہ بن کعب یعنی بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کیا تو رسول اللہ ﷺ سات سو صحابہ ساتھ لے کر نکلے۔ مریسیع کے کنویں پر کافروں سے مڈبھیڑ ہوئی اور فتح مسلمانوں کی ہوئی۔ کافروں کی پوری جمعیت قابو میں آ گئی۔

(۸) عزت اللہ، اس کے رسول اور ایمانداروں کے لئے: اس غزوہ میں بہت سے منافق بھی شریک ہوئے تھے اور پانی پر ایک اختلاف ہو گیا۔ اس موقع پر عبداللہ بن ابی جو اس غزوہ میں شریک تھا اس نے کہا کہ اگر ہم مدینہ طیبہ کی طرف واپس ہو گئے تو ہم میں سے عزت والے ذلت والوں کو ضرور ضرور باہر نکال دیں گے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جو نہایت ضبط کرنے والے اور یاد رکھنے والے تھے انہوں نے یہ بات سنی اور نبی اکرم ﷺ سے بیان فرمائی۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور ان کے ساتھیوں کے پاس کسی کو بھیجا تو انہوں نے قسم کھائی کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ** (سورہ منافقون ۱)۔ ترجمہ: جب منافق آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے زید! اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق کر دی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا (صحیح بخاری، ج ۲ ص ۷۲۸، کتاب التفسیر، مواہب اللدنیہ)۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کہی ہوئی بات کو ذکر کرتے ہوئے منافقین کا رد فرمایا **يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ** (سورہ منافقون ۸)۔ ترجمہ: کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور وہ جو بڑی عزت والا ہے اس میں سے نکال دے گا اُسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت تو اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

(۹) واقع افک اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت: غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے دوران میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لئے باہر گئیں تو ان کا ہار گم ہو گیا۔ اسے تلاش کرتے ہوئے انہیں تاخیر ہو گئی اور قافلہ بے خبری میں انہیں پیچھے چھوڑ گیا۔ ایک صحابی صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے تھے تا کہ اہل لشکر کی گری ہوئی چیز ملے تو اسے اٹھالیں، انہوں نے جب دیکھا کہ حضرت عائشہ لشکر سے پیچھے رہ گئی ہیں تو **انا للہ و انا الیہ راجعون** پڑھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر بٹھا کر سواری کی نکیل تھامے آگے آگے پیدل چلتے ہوئے لشکر میں آ گئے۔

منافقین کو موقع مل گیا۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بہتان طرازیاں شروع کر دیں۔ منافقین کا پروپیگنڈہ اتنا زوردار تھا کہ کئی مخلص مسلمان بھی اس کی زد میں آ گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل کر کے انہیں سرخرو اور منافقین کو روسیاہ کر دیا۔ سورۃ النور کی آیات ۱۱ تا ۲۶ افک (بہتان طرازی) کے اسی واقعے سے متعلق ہیں (تلخیص حدیث صحیح بخاری: ۲۶۶۱)۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ** (سورہ نور ۱۱)۔ ترجمہ: جو لوگ یہ بہت بڑا طوفان باندھ لائے ہیں یہ بھی تم ہی میں سے ایک گروہ ہے۔ تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہاں ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے اور ان میں سے جس نے اس کے بہت بڑے

حصے کو سرانجام دیا ہے اس کیلئے عذاب بھی بہت ہی بڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (سورہ نور ۱۶)۔ ترجمہ: تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں۔ یا اللہ تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان اور تہمت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (سورہ نور ۱۹)۔ ترجمہ: جو لوگ مسلمانوں میں برائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

(۱۰) حد قذف: آپ نے اُن چار پر حد قذف جاری فرمائی جنھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگائی تھی اور ان کے نام یہ ہیں: عبداللہ بن ابی بن ابی سلول (منافق)، حضرت حسان بن ثابت، حضرت مسطح بن اثاثہ (جو حضرت ابوبکر صدیق کے کے خالہ زاد بھائی تھے) اور حضرت حمنہ بنت جحش (رضی اللہ عنہم)۔ آپ نے ان پر اسی کوڑے لگوائے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ کسی پر بھی حد قذف جاری نہیں کی گئی تھی (بذل القوۃ)۔

البدایۃ والنھایۃ میں ہے کہ حضرت مسطح بن اثاثہ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت حمنہ بنت جحش جو افک کی اشاعت میں آگے آگے تھے، انہیں بلایا گیا اور ان پر قذف کی حد لگادی گئی۔

(۱۱) ہار کی گمشدگی: روضۃ الاحباب میں ارباب سیر سے نقل کرتے ہیں کہ اس سفر میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار مدینہ طیبہ کی قریبی منزل میں گم ہوگیا تھا۔ اس منزل کا نام صلصل بروزن بلبل ہے۔ یہ منزل مدینہ کے قریب ہی واقع ہے۔ اس ہار کے گم ہوجانے کے سبب حضور اکرم ﷺ نے ایک منزل میں توقف فرمایا تاکہ گمشدہ ہار مل جائے۔ اس منزل میں پانی نہ تھا اور لوگوں کے پاس بھی موجود نہ تھا۔ اور نماز کا وقت فوت ہونے کے قریب پہنچا۔ اس وقت لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ ان کے آغوش میں اپنا سر مبارک رکھے محو استراحت تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ

عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر غصہ کا اظہار شروع فرمایا اور سختی کا اظہار کیا اور اپنے ہاتھ کو نیزے کی مانند سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوکھ میں مارا۔ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس خوف سے جنبش تک نہ کی کہ مبادا حضور ﷺ کی چشم مبارک خواب سے بیدار ہو جائیں۔ اور صبح ہو گئی تو پانی موجود نہ تھا کہ وضو کر کے نماز ادا کرتے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے آیت تیمم نازل فرمائی۔ اور لشکر اسلام نے صبح کی نماز تیمم کے ساتھ ادا کی۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَا هِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ۔ اے اولاد ابوبکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ مسلمانوں پر تمہاری پہلی برکت نہیں ہے کہ مسلمانوں کو تمہاری بہت سی برکتیں پہنچی ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد جب اونٹ کو اٹھایا گیا تو ہار اونٹ کے نیچے برآمد ہو گیا۔ گویا کہ اس میں یہی حکمت الٰہی تھی کہ شریعت کے احکام میں مسلمانوں کیلئے آسانی اور سہولت مہیا کی جائے (مدارج النبوت)

(۱۲) آیت تیمم کا نزول: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (سورۃ النساء ۴۳)۔ ترجمہ: اور اگر ہو تم بیمار یا سفر میں یا آئے کوئی تم میں سے قضائے حاجت سے یا ہاتھ لگایا ہو تم نے (اپنی) عورتوں کو پھر نہ پاؤ تم پانی تو (اس صورت میں) تیمم کر لو پاک مٹی سے اور (اس کا طریقہ یہ ہے کہ) ہاتھ پھیرو اپنے چہروں پر اور اپنے بازوؤں پر۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورہ مائدہ ۶)۔ ترجمہ: اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز ادا کرنے کے لئے تو (پہلے) دھولو اپنے چہرے اور اپنے بازو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور

دھولو اپنے پاؤں ٹخنوں تک، اور اگر ہو تم جنبی تو (سارا بدن) پاک کرلو، اور اگر ہو تم بیمار یا سفر پر یا آئے کوئی تم سے قضاء حاجت کے بعد یا صحبت کی ہو تم نے عورتوں سے پھر نہ پاؤ تم پانی تو تیمم کرو پاک مٹی سے یعنی مسح کرلو اپنے چہروں اور اپنے بازوؤں پر اس سے، نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ کہ رکھے تم پر کچھ تنگی بلکہ وہ چاہتا ہے کہ خوب پاک صاف کرے تمہیں اور پوری کردے اپنی نعمت تم پر تاکہ تم شکر یہ ادا کرتے رہو۔

بعض نے لکھا ہے کہ حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی اسی سال ہوا تھا۔

(۱۳) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح: حارث بن ضرار قبیلہ بنو مصطلق کا بادشاہ تھا۔ اس کی بیٹی جویریہ قیدیوں میں تھی اور ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ آئیں۔ ثابت نے جویریہ کو مکاتب بنالیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کی رقم ادا کر کے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔ اس وجہ سے مسلمانوں نے بنو مصطلق کے ایک سو آدمیوں کو آزاد کردیا جو مسلمان ہو چکے تھے (الفصول فی سیرۃ الرسول)

(۱۴) حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح: اسی غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ کے ساتھ نکاح کیا۔

(۱۵) اہل ایمان عورتوں کی ہجرت: اسی سال کچھ اہل ایمان عورتوں نے مکہ سے ہجرت کی جن کے حق میں یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں یَآیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَ كُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهٰجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ۔ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ۔ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْیَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا۔ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۔ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (سورہ ممتحنہ ۱۰، ۱۱)۔ ترجمہ: اے ایمان والو! مسلمان عورتیں (دارالکفر سے) ہجرت کر کے جب تمہارے پاس آئیں تو ان کا امتحان لو۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ اگر تم اپنے اس امتحان کی رو سے انہیں مسلمان پاؤ تو انہیں کفار کی

طرف واپس مت لوٹاؤ۔ نہ وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ ہی وہ کافر ان کے لئے حلال ہیں۔ اور کافروں نے جو کچھ خرچ کیا وہ ان کو ادا کردو اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی گناہ نہیں کہ تم ان کو حق مہر ادا کردو۔ اور (اے ایمان والو!) تم کافر عورتوں سے تعلق باقی مت رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ان کافروں سے طلب کرلو اور جو کافروں نے خرچ کیا ہو تم سے مانگ لیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔ اور اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت کافروں کے پاس رہ جائے اور تمہیں نہ مل سکے پھر تمہاری باری آئے تو جن کی عورتیں ہاتھوں سے نکل گئیں ان کو اتنا مال دو جو انہوں نے (اپنی عورتوں پر) خرچ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

ان آیات مبارکہ کے نزول پر صحابہ کرام میں سے ہر ایک نے جس کے پاس کوئی کافرہ تھی اسے طلاق دے دی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نکاح میں اس وقت دو کافرہ عورتیں تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو طلاق دے کر فارغ کردیا (بذل القوۃ اردو)۔

(۱۶) غزوۂ خندق: اس کے بعد غزوہ خندق (احزاب) ذی القعدہ ۵ ھ میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ خیبر کے یہودیوں نے قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا۔ کہنے لگا: ہم ہر طرح سے تمہاری مدد کریں گے اور تمہارا ساتھ دیں گے حتیٰ کہ مکمل طور پر مسلمانوں کا استیصال کردیں۔ قریش ان کے بہکاوے میں آگئے۔ قریش اور بہت سے قبائل غطفان، اسد، بنو مرہ، اشجع اور بنو سلیم وغیرہ مل کر مدینہ منورہ پر چڑھ دوڑے۔ آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے مدینہ منورہ کی شمالی جانب خندق کھودی جس کی لمبائی ۵۵۴۴ میٹر اور اوسط چوڑائی ۶۲ء ۴ میٹر، اوسط گہرائی ۲۳۴ء ۳ میٹر تھی۔ اور صحابہ کرام میں ہمدردی و مساوات بے مثال پائی جاتی تھی۔ ایک مہینہ کے محاصرے کے بعد کوئی مقصد حاصل کیے بغیر سب قبائل کفار اٹھ گئے۔ اور سبب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زبردست آندھی چلائی جو صرف مشرکین کے پڑاؤ تک ہی محدود تھی۔ وہ اس آندھی سے بہت گھبرا گئے۔ اس محاصرے کے دوران میں بنو قریظہ کے یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی خلاف ورزی کی اور بغاوت کردی جس کا خمیازہ ان کو بھگتنا پڑا (اطلس السیرت النبویۃ)

(۱۷) مہاجرین اور انصار کے لئے دعا: صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں ہم غزوہ خندق میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔صحابہ کرام خندق کھودتے اور ہم اپنے کندھوں پر مٹی اٹھا کر لے جاتے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃِ فَاغْفِرْ لِلْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ (صحیح بخاری کتاب المغازی)۔اے اللہ حقیقی زندگی تو صاف آخرت کی زندگی ہے۔پس تو مہاجرین وانصار کو بخش دے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں مہاجرین وانصار ٹھنڈی صبح میں خندق کھودتے اور ان کے پاس غلام نہیں تھے جو یہ کام کرتے۔جب نبی اکرم ﷺ نے ان کی تھکاوٹ اور بھوک کو دیکھا تو فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃِ۔ اے اللہ بے شک زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے پس تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔تو صحابہ نے جواب دیتے ہوئے کہا

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا ۔ عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ہم وہ ہیں جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کے دست مبارک پر جہاد کے لیے بیعت کی، جب تک ہم زندہ رہیں گے (صحیح بخاری، ج ۲ ص ۵۸۸ کتاب المغازی)

صحیح بخاری میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب احزاب اور خندق کا دن تھا تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا۔آپ خندق سے مٹی اٹھا رہے تھے حتیٰ کہ غبار کی وجہ سے مجھے آپ ﷺ کے شکم مبارک کا چمڑا نظر نہیں آتا تھا اور آپ ﷺ کے شکم مبارک پر بہت بال تھے۔میں نے سنا کہ آپ حضرت ابن رواحہ کے اشعار پڑھ رہے تھے۔آپ یوں کہتے تھے

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا ۔ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
فَاَنْزِلْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا ۔ وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا
اِنَّ الْاُلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا ۔ وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا

اے اللہ اگر تو ہمیں ہدایت نہ دیتا ہم اور ہدایت نہ پاتے، نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ ہم نماز پڑھتے۔

پس ہم پر سکون اُتار دے اور اگر ہمارا ان سے مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔بے شک ان لوگوں نے ہم سے لڑائی میں رغبت کی اور اگر فتنہ میں ڈالنا چاہتے ہیں تو ہم نے انکار کیا۔

راوی فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ آخر میں بلند آواز سے پڑھتے تھے (ابینا کے اخری الف کو لمبا کر کے مد کے ساتھ پڑھتے) (صحیح بخاری کتاب المغازی)

بعض کہتے ہیں کہ ان کا محاصرہ بیس دن یا ایک ماہ تک رہا، اور قریش کا لشکر مجمع الاسیال (برساتی پرنالوں کی جگہ) پر پڑا رہا۔دشمن کے لشکر کی تعداد دس ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد تین ہزار۔

مسلمانوں کی سخت آزمائش: یہ مسلمانوں کے لیے بہت سخت امتحان کا وقت تھا جس کا نقشہ قرآن کریم میں یوں پیش کیا گیا ہے اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَا (سورہ احزاب ۱۵)۔ترجمہ: جب وہ (بنو قریظہ) اوپر کی طرف سے اور (قریش وغطفان) نیچے کی طرف سے تم پر چڑھے تھے اور جب تمہاری آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور تمہارے دل تمہارے حلق کو آ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا (سورہ احزاب ۱۱)۔ترجمہ: اس موقع پر ایمان اختیار کرنے والوں کو آزمایا گیا اس سلسلے میں۔انہیں پوری طرح ہلا کر رکھ دیا۔

بشارت: بخاری کتاب المغازی حدیث ۴۱۱۵ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے احزاب کے خلاف دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اِھْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰھُمَّ اھْزِمْھُمْ وَزَلْزِلْھُمْ۔اے اللہ تو کتاب کو نازل کرنے والا ہے اور جلد حساب لینے والا ہے، تو انہیں بھگا دے۔اے خدا تو انہیں شکست دے اور ان کے قدم متزلزل کر دے۔

ابن ظفر نے ینبوع الحیاۃ میں روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے کفار کے خلاف بد دعا میں فرمایا اے مصیبت زدہ لوگوں کے فریاد رس اور اے پریشان لوگوں کی دعا قبول کرنے والے، میرے دکھ، درد اور کرب کو رفع فرما کیونکہ جو مجھے اور میرے اصحاب کو مصیبت پیش آئی ہے وہ تجھ پر عیاں ہے۔

آندھی: اس پر جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور بشارت دی کہ خدا آندھی اور غیبی لشکر کو بھیج رہا ہے۔ آپ نے صحابہ کو اطلاع دی اور ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ رات کو ہوا نے چلنا شروع کیا، خیموں کے کھونٹے اکھڑ گے، جھونپڑیاں اور سائبان گر گئے، ہانڈیاں الٹ گئیں اور سارا لشکر گرد و غبار سے اٹھ گیا۔ اس اثناء میں انہوں نے اپنے کیمپ میں نعرہ ہائے تکبیر اور آلات جنگ کی چیخ چیخ کی آوازیں سنیں۔ چنانچہ وہ راتوں رات بھاگ کھڑے ہوئے اور ایسا ساز و سامان جو بھاری تھا وہیں چھوڑ گئے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (سورہ احزاب ۹)۔ ترجمہ: ہم نے ان پر شدید ٹھنڈی ہوا اور ایسے لشکر بھیجے جو تمہیں دکھائی نہ دیتے تھے (انوار محمدیہ)

صحیح بخاری میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خندق کے دن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہمیں درمیان والی نماز (نماز عصر) سے مصروف کر دیا حتیٰ کہ سورج غائب ہو گیا (صحیح بخاری، ج ۲ ص ۵۹۴)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے ساتھ لڑائی مسلسل جاری رہی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث اس (گذشتہ حدیث) کے معارض ہے۔ آپ فرماتے ہیں مشرکین نے نبی اکرم ﷺ کو نماز عصر سے روکا حتیٰ کہ سورج سرخ یا زرد ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ان لوگوں نے ہمیں درمیان والی نماز سے روکے رکھا (صحیح مسلم کتاب المساجد)

غیبی امداد: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (سورہ احزاب ۹)۔ ترجمہ: اے ایمان والو یاد کرو اللہ تعالیٰ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا جب حملہ آور ہو کر آ گئے تھے تم پر کفار کے لشکر پھر ہم نے تم پر آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (سورہ احزاب ۲۵)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کفار کو اپنے غیظ و غضب سمیت لوٹا دیا۔ وہ بھلائی نہ حاصل کر سکے اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے جنگ کی کفایت فرمائی۔

اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام مشرکین اور یہود کو شکست عطا فرمائی۔ اور

اس غزوہ خندق میں بہت سے معجزات کا بھی ظہور ہوا تھا۔ اور نبی اکرم ﷺ غزوہ خندق سے بدھ کے دن جب کہ ذی قعدہ کی چار راتیں باقی تھیں واپس تشریف لے گئے۔ آپ خندق کے مقام پر پندرہ دن ٹھہرے تھے۔ بعض نے کہا چوبیس دن تشریف فرما رہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس سال کے بعد قریش تم سے کبھی لڑائی نہیں لڑیں گے (صحیح بخاری، ج ۲ ص ۵۹۰، کتاب المغازی)۔ اس ارشاد گرامی میں علامت نبوت میں سے ایک علامت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عمرہ کا ارادہ فرمایا تو قریش نے آپ کو بیت اللہ شریف سے روکا۔ یہ حدیبیہ (کے معاہدے) والا سال تھا اور قریش کے ساتھ معاہدہ ہوا جسے انہوں نے توڑا تو یہ فتح مکہ کا سبب بنا۔ لہٰذا جس طرح آپ نے فرمایا تھا اسی طرح ہوا۔

غزوہ خندق کی دعا: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (جنگ خندق کے بعد) رسول اللہ ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَغَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے جس نے اپنے لشکر کو غالب کیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور کافروں کی فوجوں کو مغلوب کیا۔ اس اکیلے کے بعد اور کوئی کچھ بھی نہیں (صحیح بخاری شریف ابواب المغازی)

حضرت زبیر بن عوام کا اعزاز: غزوہ خندق کے دوران حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ نبی کریم نے انہیں فرمایا اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ (تیر پھینکو میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں)۔ اس ارشاد مبارک میں نبی کریم نے اپنی والدہ ماجدہ اور والد ماجد دونوں کو جمع فرمایا ہے۔ غزوہ احد میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو یہی شرف حاصل ہوا تھا (بذل القوۃ)۔ شہداء خندق کی تعداد چھ یا سات ہے اور مشرکین کے چار آدمی قتل کئے گے۔ بعض کے نزدیک ابورافع کا عبرت ناک انجام اسی سال ہوا۔

غزوہ بنی قریظہ: چونکہ بنی قریظہ نے غزوہ خندق کے موقع پر عہد شکنی کی اس لیے غزوہ خندق کے بعد اسی سال ماہ ذی القعدہ میں غزوہ بنی قریظہ ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ جنگ خندق سے فارغ ہو کر دولت خانے کی جانب لوٹے تو ہتھیار اتار کر غسل فرمانے لگے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ آپ ﷺ نے تو ہتھیار اتار دیئے ہیں لیکن خدا کی قسم ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اب کدھر کا ارادہ ہے؟ جواب دیا۔ ادھر کا اور بنی قریظہ کی جانب اشارہ کیا۔ پس بنی

کریم ﷺ ان کی جانب تشریف لے گئے (صحیح بخاری کتاب المغازی)

نماز عصر بنی قریظہ میں پڑھنے کا حکم: ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ احزاب کے روز فرمایا کہ کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں جا کر۔ پس راستے میں عصر کا وقت ہو گیا مگر بعض کہنے لگے کہ ہم منزل مقصود پر پہنچ کر ہی نماز پڑھیں گے اور بعض نے وہیں نماز ادا کر لی۔ اس صورت حال کا جب نبی ﷺ کے حضور ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی فریق پر بھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا (صحیح بخاری کتاب المغازی)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے قیام: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر بنی قریظہ قلعہ سے نیچے اتر آئے تھے۔ پس نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد کو بلانے کے لئے پیغام بھیجا۔ پس وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کے لئے گدھے پر سوار ہو کر چل پڑے۔ اور جب مسجد نبوی کے قریب آ گئے تو آپ نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار یا اپنے بہترین فرد سکے لئے تعظیمی قیام کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے حکم پر قلعہ سے اتر آئے ہیں۔ اب ان کا فیصلہ کر دو۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے جو افراد لڑنے کے قابل ہیں وہ قتل کر دیئے جائیں اور ان کے اہل وعیال کو قیدی بنا لیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے حکم الٰہی کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور کبھی آپ ﷺ یہ فرماتے کہ حکم فرشتہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

بنی قریظہ کے بارہ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جنگ خندق کے اندر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو قریش کے ایک آدمی حبان بن عرفہ کا تیر لگ گیا تھا جو ان کی رگ ہفت اندام میں لگا تھا۔ پس نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے مسجد نبوی میں خیمہ نصب کروا دیا تھا تا کہ ان کی تیمارداری میں آسانی رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ جنگ خندق سے فارغ ہو کر دولت خانے کی طرف لوٹے تو ہتھیار اتار کر غسل فرمانے لگے۔ اس وقت حضرت جبرئیل حاضر خدمت ہوئے اور آپ کے سر مبارک سے گرد جھاڑ رہے تھے۔ عرض گزار ہوئے کہ آپ نے تو ہتھیار اتار دیئے۔ لیکن خدا کی قسم میں نے ابھی نہیں اتارے۔ ان کی جانب تشریف لے چلئے۔ پس وہ آپ کے حکم پر قلعے میں اتر آئے کیونکہ فریقین نے حضرت سعد بن معاذ کو حکم (منصف) تسلیم کر لیا تھا۔ انہوں (حضرت سعد) نے فرمایا کہ ان کا میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے جو مرد لڑنے کے قابل ہیں انہیں قتل کر

دیا جائے اور ان کے مال کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ حضرت سعد نے بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کی تھی۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ مجھے اس سے پیاری کوئی چیز نہیں کہ اس قوم سے جہاد کرتا رہوں جس نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور انہیں وطن سے نکالا۔ میرے خیال میں تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان لڑائی ختم کر دی ہے۔ اگر قریش سے لڑنا ابھی باقی ہے تو مجھے زندگی عطا فرما تا کہ میں تیری راہ میں ان کے ساتھ جہاد کروں اور اگر تو نے ان کے ساتھ ہماری لڑائی ختم فرما دی ہے تو میرے اسی زخم کو جاری کر کے شہادت کی موت عطا فرما دے۔ پس ان کے سینے سے خون جاری ہو گیا جو مسجد میں ان کے خیمے سے بنی غفار کی طرف بہہ کر جانے لگا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے خیمے والو! یہ تمہاری طرف سے کیا چیز آ رہی ہے؟ پھر انہیں معلوم ہوا کہ یہ تو حضرت سعد بن معاذ کے زخم کا خون ہے اور وہ اسی زخم کے باعث اپنے حقیقی مالک کی بارگاہ میں جا پہنچے (بخاری کتاب المغازی)۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق بنی قریظہ سے معاملہ کیا گیا چنانچہ سات سو یا نو سو یہودی قتل کئے گئے۔ یہ سزا اس لئے دی گئی کہ ان کا جرم عہد شکنی سنگین تر تھا۔

بنی قریظہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۔ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا (سورہ احزاب ۲۶، ۲۷)۔ ترجمہ: جن اہل کتاب نے (غزوہ احزاب میں شریک ان (کفار) کی مدد کی (اللہ تعالیٰ نے) ان کو قلعوں سے نیچے اتارا۔ ان کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیا۔ بعض کو تم قتل کرنے لگے اور کچھ کو قید کر لیا۔ ان کی زمینوں، گھروں اور ان کے مالوں کا تمہیں مالک بنا دیا اور وہ ملک بھی تمہیں دے دیئے جہاں تمہارے قدم بھی نہیں پہنچے، اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

بنو قریظہ کے اموال کی تقسیم: ابن اسحٰق نے کہا: اب رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے اموال اور ان کی عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اس موقع پر سواروں اور پیادہ لوگوں کے حصے مقرر فرمائے اور خمس نکالا۔ پس سوار کے تین حصے مقرر ہوئے: دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ گھوڑے والے کا۔ اور پیادے کا صرف ایک حصہ مقرر ہوا۔ واقعہ بنو قریظہ میں تریسٹھ گھوڑوں کے سوار تھے اور یہ پہلا مال غنیمت تھا جس میں حصول کا تعین ہوا اور خمس نکالا گیا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اسی مثال کے مطابق اموال غنیمت کی تقسیم کا اصول قائم ہو گیا (سیرۃ ابن ھشام)

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا سے نکاح: اسی سال رسول اللہ ﷺ نے ریحانہ بنت زید بن عمرو بن حنافہ سے نکاح فرمایا۔ یہ بنی قریظہ کے قیدیوں میں سے تھیں۔

حضرت ابولبابہ کی خطا و توبہ: حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ سے بنی قریظہ کو نکالنے سے قبل ہی ایک خطاء ہو گئی تھی۔ وہ یہ کہ بنی قریظہ والوں نے حضرت ابولبابہ سے پوچھا کہ اگر ہم نبی پاک ﷺ کے حکم پر قلعوں سے اتر آئے تو کیا سلوک کیا جائے گا؟ حضرت ابولبابہ نے اپنی حلق کی جانب اشارہ فرمایا۔ گویا انہیں بتا دیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس پر یہ آیت مبارک نازل ہوئی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ (سورہ الانفال ۲۷)۔ ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔

پھر اس پر وہ سخت نادم و پشیمان ہوئے اور انہوں نے خود کو مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ تقریباً بیس دن کے بعد ان کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرما دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ توبہ ۱۰۲)۔ ترجمہ: کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کیا ہے اپنے گناہوں کا۔ انہوں نے ملا جلا دیے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ان کی توبہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اور پھر نبی ﷺ نے حضرت لبابہ رضی اللہ عنہ کو کھول دیا اور ان کی توبہ قبول ہو گئی۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی جنگ خندق میں شہ رگ پر تیر لگا اور رگ کٹ گئی۔ ان کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو یہ جملہ کہا کہ اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک میری آنکھیں بنی قریظہ کی تباہی دیکھ کر ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔ کیونکہ بنی قریظہ نے عہد شکنی کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو زخم کی سخت تکلیف ہوئی اور خون بند نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ ایک مہینہ کے بعد آپ کی وفات ہو گئی۔ یہ واقع پانچ سن ہجری کا ہے اور اس وقت حضرت سعد بن معاذ کی عمر ۳۷ برس کی تھی۔ جنت البقیع میں سپرد خاک کئے گئے۔ اور ان کی وفات پر عرش نے حرکت کی اور مسلمانوں کو بہت افسوس ہوا اور بے حد نقصان ہوا۔ فَمَاتَ شَهِيْدًا وَحَضَرَ جَنَازَتَهٗ

سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ وَاهْتَزَّ لِمَوْتِهِ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَاهْتِزَازُهٗ وَتَحَرُّكُهٗ فَرَحًا بِقُدُوْمِ رُوْحِ سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (بخاری کتاب المناقب حدیث نمبر ۳۸۰۳، مسلم کتاب الفضائل باب سعد بن معاذ حدیث نمبر ۲۴۶۶، انوار محمدیہ)۔ اور وہ شہید فوت ہوئے۔ ان کی نماز جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے اور ان کی وفات پر خدا کا عرش ہل گیا۔ حضرت سعد کی روح کے آنے سے فرشتوں میں خوشی کی لہر دوڑ گی۔

بعض کہتے ہیں کہ فرضیت حج کا حکم اسی سال نازل ہوا تھا۔

مقوقس کے تحائف: مقوقس مصر اور سکندریہ کا حکمران تھا۔ اور اسی سال اس نے حضرت خاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی خدمت میں قاصد بنا کر بھیجا اور حضرت ماریہ بنت شمعون قبطیہ ام ابراھیم رضی اللہ عنہا اور دُلدل، خچر اور یعفور نامی دراز گوش خدمت اقدس میں لائے (سیرۃ دمیاطی، تلقیح الفہوم) (واللہ اعلم)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح: اسی سال حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کو بھی ام المؤمنین بننے کا شرف حاصل ہوا اور ان کی شادی کے بعد عظیم الشان دعوت ولیمہ کی گئی۔ بعض نے لکھا ہے کہ ۵ ہجری کو شرف زوجیت حاصل کی۔

اسی سال پردے کا حکم بھی نازل ہوا۔ بعض کے نزدیک ہجرت کے چوتھے سال پردے کی آیتیں نازل ہوئیں۔

ہیجڑوں سے پردہ کرنے کا حکم: غزوہ طائف کے دنوں میں نبی کریم ﷺ نے ہیجڑوں کو مسلمان عورتوں کے پاس آنے سے منع فرما دیا۔ آپ نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اس کے بعد یہ (ہیجڑے) تمہارے پاس نہ آنے پائیں (بذل القوۃ)۔ خیال رہے اس کا ذکر ہجرت کے آٹھویں سال ہونا چاہئے مگر پردہ کے حکم سے مناسبت کی وجہ سے لکھ دیا ہے۔

سریہ عبداللہ بن عتیک: اور اسی سال سریہ عبداللہ بن عتیک روانہ کیا گیا۔

سریہ محمد بن مَسْلَمَہ انصاری: حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تین سو سواروں کے ساتھ قرطاء قبیلے کی جانب محرم میں چھ سن ہجری بھیجا گیا تھا۔

نمازخوف کا حکم: بعض نے لکھا ہے کہ ہجرت کے پانچویں سال نماز خوف کے احکام نازل ہوئے اور بعض علماء کے نزدیک اسی سال لعان وظہار کے متعلق بھی احکام بتائے گئے (دین مصطفی)۔

مدینہ میں زلزلہ: اسی سال مدینہ میں زلزلہ بھی آیا۔ سیرت النبویہ دمیاطی میں زلزلہ کا ذکر ہجرت کے پانچویں سال کے واقعات میں مذکور ہے۔ اور بذل القوۃ میں ہے کہ ابورافع سلام بن ابی الحقیق اسی سال قتل کیا گیا تھا۔ اسی سال چاند گرہن اور سورج گرہن ہوا (مدارج النبوت)۔

نیز بعض نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے عمرہ کا احرام بھی اسی سال باندھ کر اپنے ہمراہ ھدی (قربانی کے جانور) لے کر صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ شریف عمرہ کرنے کے ارادہ سے تشریف لائے (حدائق الانوار)۔ مگر زیادہ صحیح ہے کہ یہ چھٹے سال کا واقع ہے (واللہ اعلم)۔

ایک قول رو سے کہ اسی سال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مشرف بہ ایمان ہوئے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ۸ ہجری میں ایمان لائے یہی قول اصح ہے۔ جیسا کہ ۸ سنہ ہجری کے واقعات میں آرہا ہے۔ (بذل القوۃ)

۶ سن ہجری کے واقعات

غزوہ بنی لَحْیَان: (ربیع الاول ۶ ہجری) جب نبی کریم ﷺ اپنے دوسو صحابہ کے ساتھ مقام رجیع پر پہنچے جہاں صحابہ کو شہید کیا گیا تھا اور آپ کا دل بھر آیا تو ان کے لئے دعا فرمائی۔ چنانچہ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں فَتَرَحَّمَ عَلَيْهِمْ وَدَعَا لَهُمْ (مواھب مع زرقانی، ج ۳، ص ۱۰۷)۔ تو آپ ﷺ نے مہربانی فرمائی ان پر اور ان کے لئے دعا کی۔

دونوں قبیلہ (عضل اور قارہ) کے لوگ جنہوں نے غداری کر کے چھ صحابہ کو رجیع کے کنوے پر شہید کیا تھا، وہ ڈرتے ہوئے بچنے کے لیے دوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی عسفان میں فروکش ہوگئے تا کہ قریش کو پتہ چل جائے کہ آپ مکہ کے اتنے قریب آ چکے ہیں۔ نیز ان پر مسلمانوں کی قوت اور جرأت واضح ہوجائے۔

غزوہ ذی قرد (الغابہ): (ربیع الاول ۶ ہجری) عُیَیْنَہ بن حصن فزاری غطفان کے کچھ سواروں کی معیت میں رسول اللہ ﷺ کی دودھ والی بیس اونٹنیاں بھگا کر لے گیا جو مدینہ منورہ سے باہر "غابہ" میں چر رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ پانچ سو ساتھیوں کو لے کر ان کے پیچھے چلے۔ نتیجتاً دس اونٹنیاں ان سے چھڑا لی گئیں۔ آپ نے ذی قرد تک ان کا پیچھا کیا۔ پھر آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے (مواہب لدنیہ)۔

اس سال کے چند سرایا کا ذکر

سریہ عکاشہ بن محصن اسدی غمر کی طرف (ربیع الاول ۶ ہجری): رسول اللہ ﷺ نے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو چالیس آدمی دے کر بنو اسد کے کنویں غمر مرزوق کی طرف بھیجا جو مدینہ منورہ سے دو دن کے فاصلے پر تھا۔ لیکن وہاں لڑائی نہ ہوئی اور صحابہ واپس مدینہ منورہ آ گئے۔

سریہ محمد بن مسلمہ ذوقصہ کی طرف (ربیع الآخر ۶ ہجری): حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ دس ساتھیوں کے ساتھ بنو ثعلبہ کی طرف گئے۔ اعرابیوں نے نیزوں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور انہیں شہید کر دیا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہو گئے۔ اتفاقاً ایک مسلمان کا وہاں سے گزر ہوا تو وہ انہیں اٹھا کر مدینہ منورہ لے آیا۔

سریہ ابی عبیدہ بن الجراح ذوقصہ کی طرف (ربیع الآخر ۶ ہجری): رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو قتل کرنے والے بنو ثعلبہ اور بنو محارب کو سزا دینے کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو چالیس مجاہدین کے ساتھ بھیجا۔ وہ لوگ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کو تتر بتر کر دیا۔

سریہ زید بن حارثہ بنو سلیم کی طرف: ربیع الآخر ۶ ہجری میں زید بن حارثہ نے وادیٔ نخل میں جموم کے مقام پر بنو سلیم کے خلاف لشکر کشی کی۔

سریہ زید بن حارثہ عیص کی طرف (جمادی الاولی ۶ ہجری): ان کے ساتھ ۱۷۰ آدمی تھے۔

ان کا مقصد قریش کے ایک تجارتی قافلے کو شام سے واپسی پر راستے میں روکنا تھا۔

سریہ زید بن حارثہ: جمادی الآخرہ ۶ ہجری میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بنوثعلبہ کی طرف لشکر کشی کی۔

سریہ زید بن حارثہ حُسمیٰ کی طرف (جمادی الآخرہ ۶ ہجری): حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما ۵۰۰ مجاہدین کے ساتھ قبیلہ جذام کے علاقہ حُسمیٰ کی طرف گئے کیونکہ انہوں نے حضرت دِحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو لوٹ لیا تھا اور ان سے ہر چیز چھین لی تھی جو ان کے پاس تھی۔ صرف ایک کپڑا چھوڑا تھا جس کی کوئی قیمت نہ تھی۔

سریہ زید بن حارثہ وادی القری کی طرف (رجب ۶ ہجری): حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وادی القری کے علاقے میں ام قرفہ کی طرف گئے۔ ان کا مقصد قبیلہ فزارہ کی شاخ بنو بدر کے کچھ لوگوں کو سزا دینا تھا جنہوں نے مسلمانوں کا ایک تجارتی قافلہ لوٹ لیا تھا۔

سریہ عبدالرحمن بن عوف دومۃ الجندل کی طرف (شعبان ۶ ہجری): یہ دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کی طرف گئے تو اصبغ بن عمرو کلبی مسلمان ہو گیا۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اصبغ کی بیٹی تماضر سے شادی کر لی جن سے ابوسلمہ پیدا ہوئے۔

سریہ علی بن ابی طالب فدک کی طرف (شعبان ۶ ہجری): بنوسعد بن بکر کی بہت بڑی تعداد فدک میں جمع ہو گئی جن کا مقصد خیبر کے یہودیوں کی مدد کرنا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ۱۰۰ آدمی لے کر ان کی طرف چلے۔ بنو سعد بھاگ گئے لہٰذا لڑائی نہ ہو سکی اور آپ مدینہ واپس آ گئے۔

سریہ عبداللہ بن عتیک خیبر کی طرف (رمضان ۶ ہجری): حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ چار آدمیوں کے ساتھ ابورافع سلام بن ابی الحقیق نضری کو قتل کرنے کی غرض سے گئے اور خیبر میں جا کر اسے قتل کر دیا۔ یہی وہ شخص تھا جو بنوغطفان اور دوسرے مشرکین عرب کو اکٹھے کر کے مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں لے آیا تھا اور ان کو مسلمانوں سے لڑنے پر اکساتا رہا تھا۔

سریہ عبداللہ بن رواحہ خیبر میں اسیر بن زارم یہودی کے خلاف (شوال ۶ ہجری): اسیر بن زارم وہ شخص تھا جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر اکسانے اور آمادہ کرنے کے لیے غطفان اور دوسرے قبائل کے پاس گیا تھا۔ اس کی سرکوبی کے لیے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ۳۰ ساتھی لے کر خیبر گئے۔ اس نے امان مانگی جو اسے دے دی گئی مگر اس کے باوجود اس نے بدعہدی کی۔ لہٰذا اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا۔

سریہ کرز بن جابر فہری عرینہ کی طرف (شوال ۶ ہجری): عرینہ قبیلہ کے آٹھ آدمیوں نے غدر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) یسار رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا۔ کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ بیس آدمی لے کر ان کے پیچھے دوڑے۔ آخر ان کو جا لیا اور پکڑ کر کے مدینہ منورہ لے آئے۔ یہاں انہیں ان کے غدر کی سزا میں جہنم رسید کیا گیا۔

سریہ عمرو بن امیہ ضمری سلمہ بن اسلم کی معیت میں مکہ کی طرف: (۶ ہجری) ابوسفیان نے ایک آدمی مدینہ منورہ بھیجا تاکہ وہ موقع پا کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دے۔ پتہ چلنے پر حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ گئے تاکہ داؤ لگے تو ابوسفیان کو قتل کر دیں۔ معاویہ نے انہیں پہچان لیا۔ قریش کہنے لگے عمرو خیر کے ارادے سے نہیں آیا۔ اس لیے وہ اکٹھے ہونے لگے تاکہ ان کو پکڑ لیں۔ چنانچہ یہ دونوں مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

سریّہ بن حارثہ: اور اسی ماہ رمضان میں سریہ بن حارثہ ام فرقہ ناحیہ وادی قری کی جانب روانہ ہوا تو انہوں نے قتل کیا اور قیدی بنایا اور غنیمتیں حاصل کیں اور سلامتی سے واپس آ گئے۔

صلح حدیبیہ: ماہ ذوالحجہ ۶ ہجری میں یہ واقعہ پیش آیا اس کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ مع اپنے صحابہ کے امن و عافیت کے ساتھ مکے میں داخل ہوئے اور عمرہ کر کے بعض نے سر منڈائے اور بعض نے بال کتروائے ہیں۔ پھر رسول کریم ﷺ اس خواب کے بعد تقریباً ۱۴۰۰ صحابہ کو ساتھ لے کر عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ قربانی کے ۷۰ اونٹ تھے۔ سب نے عمرے کا احرام باندھ رکھا تھا تاکہ کسی کو جنگ کا خدشہ

نہ رہے اور قریش کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ صرف بیت اللہ کی زیارت اور تعظیم کے لیے آئے ہیں۔ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام حدیبیہ پہنچ گئے۔ ادھر قریش نے قسمیں اٹھالیں کہ ہمارے جیتے جی محمد ﷺ مکہ میں داخل نہ ہو سکیں گے۔

بیعت رضوان: صلح کا معاہدہ ہونے سے قبل رسول کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتانے کے لئے مکہ بھیجا تھا کہ رسول کریم ﷺ کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ ان کا مقصد صرف عمرہ کرنا ہے۔ کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر لیں مگر انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ میں رسول کریم ﷺ سے پہلے طواف نہیں کر سکتا۔ حضرت عثمان لوٹ کر نہ آئے اور خبر ملی کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ اس سے سخت ناراض ہوئے اور صحابہ کو بیعت القتال کی دعوت دی۔ چنانچہ صحابہ نے ایک درخت کے نیچے آپ کی بیعت کی اور وہ کیکر کا درخت تھا۔ اس میں وہ تمام لوگ شامل تھے جو آپ کے ہمراہ آئے تھے (الفصول فی سیرت الرسول)۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا اور فرمایا یہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے دائیں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے۔ پھر اسے بائیں ہاتھ پر مارا (صحیح بخاری کتاب المغازی)

اور اس بیعت رضوان کا ذکر قرآن کی سورہ فتح میں ہے۔ اللہ فرماتا ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (سورہ فتح ۱۸)۔ ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہو گیا ایمان داروں سے جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔

اور رسول کریم ﷺ نے بیعت کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ تم روئے زمین کے تمام لوگوں میں سے بہتر ہو (صحیح بخاری کتاب المغازی)۔

مزید رسول کریم ﷺ نے فرمایا لَا يَدْخُلُ النَّارَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اَحَدٌ مِّنَ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا تَحْتَهَا (صحیح مسلم)۔ ان شاء اللہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی شخص آگ میں نہیں جائے گا۔

معاہدہ کے شرائط: قریش نے مختلف لوگ آپ کی خدمت میں بطور وفد بھیجے۔ مثلاً بدیل بن ورقاء خزاعی، مکرز بن

حفص، حلیس بن علقمہ اور عروہ بن مسعود ثقفی۔ اور معاہدہ میں مختلف شرطیں شامل کی گئیں:

(۱) مسلمان اس سال لوٹ جائیں گے اور اگلے سال آ کر عمرہ ادا کریں گے۔ رسول کریم ﷺ نے اس کو منظور کر لیا کیونکہ اس میں مصلحت و برکت مضمر تھی۔ صحابہ کی ایک جماعت نے اس شرط کو ناپسند کیا۔ ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے اس ضمن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تبادلہ افکار بھی کیا۔ پھر رسول کریم ﷺ کی طرف مراجعت کی تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ اور وہ یہ کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ ان کو ضائع نہیں کرے گا۔ بلکہ ان کی مدد فرمائے گا۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو تفصیلاً ذکر کیا ہے (بخاری کتاب التفسیر)

(۲) دوسری شرط تھی کہ مسلمان اگلے سال اس شرط پر عمرہ کریں گے کہ ان کا اسلحہ نیام میں ہوگا۔ اور یہ کہ تین دنوں سے زیادہ مکہ میں نہیں ٹھہریں گے۔

(۳) تیسری شرط یہ تھی کہ دس سال تک لوگ امن وچین سے رہیں گے اور فریقین میں لڑائی نہیں ہوگی۔ اس طرح یہ مصالحت بقول عبداللہ بن مسعود مسلمانوں کے لئے بہت بڑی فتح تھی۔

(۴) لوگوں میں سے جو چاہیں رسول کریم ﷺ کے حلیف بن جائیں اور جو چاہیں قریش کے ساتھی قرار پائیں۔

(۵) جو شخص مسلمان ہو کر مدینے آئے گا اسے مکہ لوٹا دیا جائے اور اگر کوئی مسلمان مکہ چلا جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

ان تمام شرائط کو اللہ تعالیٰ نے برقرار رکھا۔ مگر یہ حکم دیا کہ جو مومن عورتیں ہجرت کر کے مدینہ آجائیں گی اُن کو کفار کی طرف لوٹایا نہیں جائے گا اس لئے کہ وہ کفار پر حرام ہیں (الفصول فی سیرت الرسول، وغیرہ)

صلح نامہ کی کتابت: حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذی قعدہ میں عمرہ کا ارادہ کیا۔ تو مکہ والوں نے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا حتی کہ ان سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ اگلے سال تشریف لائیں، مکہ میں تین دن قیام فرمائیں۔ تو جب حضور ﷺ نے تحریر لکھوائی تو لکھا گیا کہ وہ یہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے فیصلہ فرمایا۔ وہ بولے ہم اس کا اقرار نہیں کرتے کیونکہ اگر ہم جانتے ہوتے کہ آپ ﷺ اللہ

کے رسول ہیں تو آپ ﷺ کو نہ روکتے لیکن آپ محمد ابن عبداللہ ہیں ۔ تو فرمایا میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد ابن عبداللہ بھی ہوں ۔ پھر علی ابن ابی طالب سے فرمایا لفظ رسول اللہ کو محو کردو۔ وہ بولے اللہ کی قسم میں کبھی آپ ﷺ (کے نام) کو محو نہ کروں گا ۔ تب رسول اللہ ﷺ نے پکڑا حالانکہ آپ اچھی طرح لکھتے نہ تھے ۔ پھر لکھا وہ یہ ہے جس پر محمد ابن عبداللہ نے صلح فرمائی کہ مکہ میں داخل نہ ہوں گے ہتھیاروں کے ساتھ سوائے تلوار کے اور وہ بھی میان میں ۔ اور یہ کہ مکہ کے باشندوں میں سے جو آپ کے ساتھ جانا چاہے اسے نہ لے جائیں گے اور یہ کہ آپ ﷺ کے صحابہ میں سے نہ روکیں گے اگر وہ مکہ میں رہنا چاہیں ۔ پھر جب حضور مکہ میں تشریف لائے اور مدت گزر گئی تو مکہ والے علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ۔ بولے اپنے ایمان کے ساتھی سے عرض کرو کہ ہمارے پاس تشریف لے جاویں کہ میعاد گزر چکی ۔ چنانچہ نبی ﷺ تشریف لے گئے (مسلم ، بخاری)

صلح نامہ کی کتابت کے موقع پر رسول کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا **امح رسول اللہ** کہ لفظ رسول اللہ کو مٹادو۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا **لا واللہ امحاک ابدا** نہیں اللہ کی قسم میں آپ کو (رسول اللہ) ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔ یہ حکم سے سرتابی نہیں بلکہ خوش ایمانی اور جذبہ عشق رسول اللہ ہے (مراۃ)۔ یہ بے ادبی نہیں ۔ **الادب فوق الامر** پر عمل تھا۔ اور وصال کے وقت رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا قلم کاغذ لاؤ میں کچھ لکھ دوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا **حسبنا کتاب اللہ** ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے ۔ اس میں بھی جذبہ محبت و ادب تھا ۔ بعض لوگ پہلی بات کو مانتے ہیں اور دوسری کا انکار کرتے ہیں ۔ دونوں موقع پر **الامر فوق الادب** پر عمل نہیں ہوا بلکہ **الادب فوق الامر** پر عمل ہوا۔

اسی لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے

ادب گاھ است زیر آسمان از عرش نازک تر   نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

حلق اور قربانی: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیبیہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سر منڈوائے اور اپنے جانوروں کی قربانی کی یعنی رسول کریم ﷺ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنے سے فارغ ہوئے تو عمرہ کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوئے اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا۔ یہ بات لوگوں پر سخت ناگوار گزری اور انہوں نے توقف سے کام لیا کہ شاید عمرہ

منسوخ ہوگیا۔ رسول کریم ﷺ سخت ناراض ہوئے ۔

آپ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ اپنی قربانی ذبح کیجئے اور بال منڈوائیے ۔ لوگ بھی آپ کی پیروی کریں گے ۔ آپ نے باہر نکل کر اسی طرح کیا اور لوگوں نے آپ کی پیروی کرنے میں عجلت سے کام لیا۔ چنانچہ سب نے اپنے اپنے بال منڈوائے ۔ البتہ حضرت عثمان اور ابوقتادہ الحارث بن ربعی نے بال چھوٹے کروائے (اور حلق نہ کیا) (الروض الانف)

غم کی یہ کیفیت تھی کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے والے تھے ۔ وہ سمجھتے تھے کہ مشرکین نے رسول کریم ﷺ سے من مانی شرطیں منوالی ہیں ۔ اور یہ ان کی حد سے بڑھی ہوئی شجاعت اور اسلام کی تائید و نصرت کی حرص کا نتیجہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ حقائق الامور اور ان کے مصالح کو ان سے بہتر جانتا ہے ۔ اسی لئے جب رسول کریم ﷺ مدینہ کی طرف لوٹ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح نازل فرمائی ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فتح مکہ کو فتح کہتے ہیں مگر ہم صلح حدیبیہ کو فتح تصور کرتے تھے ۔ اور ان کی یہ بات درست تھی ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو فتح مکہ کا سبب بنایا ۔ صلح حدیبیہ کے عوض اللہ تعالیٰ نے جلد ہی فتح خیبر سے نوازا (الفصول فی سیرۃ الرسول)

سورہ فتح کا نزول: صلح حدیبیہ کو اللہ نے قرآن مجید میں اسلام کی فتح قرار دیا ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا** (سورہ فتح ۱) ۔ ترجمہ: یقینا ہم نے آپ کو شاندار فتح عطاء فرمائی ۔ حدیبیہ سے مدینہ منورہ واپسی کے دوران راستے میں ہی سورہ فتح نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی بشارتوں سے سرفراز فرمایا ۔ فتح مکہ کی بشارت میں پہلے پچھلے الزامات سے برأت داخل تھی ۔ فتح خیبر کی بشارت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ** (سورہ الفتح ۲۰) ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے کثیر غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کو حاصل کرو گے اور یہ تمہارے لئے اس نے مقدر کردیں ۔ سورۂ فتح نازل ہوئی تو مسلمانوں نے آپ کو مبارک باد دی ۔ اللہ برتر ارشاد فرماتا ہے **وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ** (سورہ بقرہ ۱۹۶) ۔ ترجمہ: اور تم حج و عمرہ اللہ کیلئے پورا کرو ۔ بعض لکھتے ہیں کہ اسی سال اقامت و حج و عمرہ کا حکم آیا تو بنظر سہولت عمرہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔

صلح میں عورتوں کی واپسی کی شرط نہیں تھی: چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۔ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۔ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۔ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۔ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔ (سورہ ممتحنہ ١٠)۔ ترجمہ: اے ایمان والو! جب آجائیں تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کرکے تو ان کی جانچ پڑتال کر لو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو۔ پس اگر تمہیں معلوم ہوجائے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کی طرف مت واپس کرو۔ نہ وہ عورتیں ان (کفار) کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ (کفار) حلال ہیں ان عورتوں کے لئے۔ اور دے دو کفار کو جو مہر انہوں نے خرچ کیے۔ اور تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم ان عورتوں سے نکاح کرلو جب تم انہیں ان کے مہر ادا کر دو۔ اور (اسی طرح) تم بھی نہ روکے رکھو (اپنے نکاح میں) کافر عورتوں کو اور مانگ لو جو تم نے (ان پر) خرچ کیا اور کفار بھی مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے۔ اور اللہ (سب کچھ) جاننے والا بڑا دانا ہے۔

عورتوں کی بیعت کا طریقہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ عورتوں کی بیعت کے متعلق اس آیت سے امتحان لیتے تھے۔ یا ایھا النبی اذا جاءك المؤمنات یبایعنك۔ اے نبی جب آپ کے پاس مومنہ عورتیں بیعت کرنے آئیں۔ تو ان میں سے جو بی بی اس شرط کا اقرار کرلیتی اس سے حضور فرماتے کہ میں نے تمہیں بیعت کرلیا اس کلام سے جو آپ اس سے کرتے۔ اللہ کی قسم بیعت میں حضور ﷺ کا ہاتھ مبارک کسی عورت نے نہ چھوا (مسلم، بخاری)۔ یعنی حضور ﷺ مردوں سے بیعت لیتے مگر عورتوں سے کبھی مصافحہ نہ فرماتے۔ صرف کلام سے بیعت فرماتے کیونکہ غیر عورت کو ہاتھ لگانا حرام ہے خواہ پیر ہو یا عالم یا شیخ یا کوئی دوسرا۔

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط مومنہ مہاجرہ ہو کر مدینہ منورہ آئیں۔ کنواری تھیں۔ ان کے اہل نے انہیں واپس بلایا۔ حضور انور نے واپس فرمانے سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح ان سے بیعت لی۔ بہرحال مشائخ کو چاہیے کہ عورتوں

سے اس طرح بیعت لیا کریں (مرات)

علامہ علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں وَالْحَاصِلُ اِنَّهَا تُرِيْدُ اَنَّ مُبَايَعَةَ ﷺ مَعَ النِّسَآءِ كَانَ بِالْكَلَامِ لَا بِالْوَضْعِ الْيَدِ فِيْ اَيْدِيْهِنَّ (حاشیہ مشکوۃ، ص ٣٥٤)۔ حاصل یہ ہے کہ نبی ﷺ کا عورتوں کی بیعت لینا بات کے ساتھ تھی نہ کہ آپ ان عورتوں کے ہاتھوں میں دست مبارک رکھتے تھے (اور نہ مصافحہ فرماتے تھے)۔

سورج گرہن: اسی سال سورج گرہن کا واقعہ پیش آیا۔ نیز سن ٨ ہجری میں بھی ہوا۔ وَكَسَفَتِ الشَّمْسُ اور سورج گرہن ہوا تھا۔

نماز استقاء: اسی سال مدینہ منورہ میں خشک سالی ہوئی اور نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز استقاء پڑھائی۔ پھر خوب بارش ہوئی۔ اور یہ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔

علامہ عذالدین ابو محمد عبدالعزیز ابن جماعہ لکھتے ہیں وفی هٰذه السنة قحط الناس فاستسقی رسول الله بالناس فی شهر رمضان فسقوا (مختصر کبیر فی سیرت النبی، ص ١٠٠)۔ اور اسی سال لوگ قحط (خشک سالی) میں مبتلا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو رمضان میں نماز استقاء پڑھائی پھر لوگ سیراب کئے گئے۔

اور اسی سال مسلمان عورتیں مشرکین پر حرام قرار دی گئیں۔ اور مسلمان مردوں سے مشرکہ عورتوں سے نکاح کی ممانعت کر دی گئی۔ حرمت المسلمات علی المشرکین۔ بذل القوہ میں ہے کہ ابو رافع سلاّم بن ابی الحقیق کو اسی سال قتل کیا گیا تھا۔ بعض نے اس واقع کو ہجرت کے پانچویں سال کے واقعات میں ذکر کیا ہے (واللہ اعلم)۔

ابوسفیان کا ھرقل کے دربار میں بیان: اسی سال حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ہرقل کے دربار میں اس کے دریافت کرنے پر نبی ﷺ کے حسب ونسب اور دیگر خوبیوں کا تذکرہ کیا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال یہ واقع ہوا تھا۔ نیز بعض کے نزدیک اسی سال ظہار کا حکم بھی نازل ہوا (خلاصۃ الوفا)۔

اور بعض کے نزدیک حرمت شراب کا حکم بھی اسی سال ملا (واللہ اعلم)۔

مہر نبوی ﷺ: رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد دعوتِ اسلام کے قصد سے بادشاہوں کو خطوط لکھنے کا

ارادہ فرمایا تو آپ سے گزارش کی گئی: اے اللہ کے رسول، بادشاہ کوئی ایسا خط نہیں پڑھتے جس پر بھیجنے والے کی مہر نہ لگی ہو۔ مہر کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے خط کے مضمون کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے نیز یہ بات بھی معلوم ہوجاتی ہے کہ ان باتوں کو مرسل الیہ کے علاوہ کوئی اور نہ پڑھے اور مہر سے جعل سازی اور تبدیلی کا خطرہ بھی نہیں رہتا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر نقش تین سطروں میں تھا۔ سب سے نچلی سطر میں لفظ محمد تھا، درمیان میں لفظ رسول اور سب سے اوپر لفظ اللہ تھا۔ گویا نیچے سے اوپر کو پڑھا جاتا تھا اور مہر کی کتابت الٹ تھی تاکہ مہر لگنے کے بعد تحریر سیدھی پڑھی جاسکے۔

یہ انگوٹھی مبارک رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں رہی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی حتیٰ کہ ان سے بئر اریس میں گرگئی (بئر اریس مسجد قباء کے قریب ایک کنواں ہے)۔ وہ تین دن تک انگوٹھی تلاش کرتے رہے حتیٰ کہ کنویں کا سارا پانی نکالا گیا مگر اسے نہ ملنا تھا، نہ ملی۔ اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے۔ رسول اللہ ﷺ انگوٹھی داہنے ہاتھ کی چھنگلی میں پہنتے تھے۔ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے (سنن ابی داود، باب ماجاء فی التختم فی الیمین او الیسار)۔ بعض دیگر صحابہ مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں پہننا بھی منقول ہے (صحیح مسلم اللباس والزینۃ، باب فی لبس الخاتم فی الخنصر من الید) (اطلس السیرۃ النبویۃ)

سلاطین کو اسلامی دعوت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (سورہ نحل)۔ ترجمہ: بلاؤ تم اپنے رب کے راستہ کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ۔ اور ان سے بحث ومناظرہ کیجئے اس انداز سے جو پسندیدہ ہے۔

دنیا کے مشہور بادشاہوں کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجے گئے۔ اور بعض نے لکھا ہے ۷ ہجری کو بادشاہوں کے نام خطوط لکھے گئے تھے۔ یا یہ کہ بادشاہوں کی طرف خطوط ارسال کرنے کا آغاز ہجرت کے چھٹے سال سے ہوا۔ پھر یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔

اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کُتُبًا اِلَی الْعَالَمِ یَدْعُوْھُمْ فِیْھَا الاسلام (الخلاصۃ البھیۃ)۔ رسول اللہ ﷺ نے دنیا کے بادشاہوں کی طرف مکتوبات بھیجے، ان میں انہیں اسلام کی دعوت دی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظاہر اور سرکش کو خطوط روانہ فرمائے اور ان سب کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی۔ انہوں نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کے نام گنوائے، اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ نجاشی ہی ہے جو اسلام قبول کرچکا تھا (صحیح مسلم ٣:١٣٩٧)۔ جن کے نام خطوط بھیجے گئے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

ھرقل بادشاہ کے نام خط: (١) حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم ہرقل کے دربار میں بھیجا اور وہ یہ خط لے کر گئے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی ھِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ۔ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ بِدِعَایَۃِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ یُؤْتِکَ اللّٰہُ اَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْکَ اِثْمَ الْاَرِیْسِیِّیْنَ۔ وَیٰاَھْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (رواہ البخاری)

محمد رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے روم کی عظیم شخصیت کی طرف۔ اس کے بعد میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرو بچ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دُہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم منہ پھیروگے تو تم پر تمہارے پیروکاروں کا گناہ بھی ہوگا۔ اور اہل کتاب آؤ ایک کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایک دوسرے کو رب مانیں۔ اگر تم پھر جاؤ تو کہو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

کسریٰ (خسرو پرویز) کے نام مکتوب گرامی: (٢) حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کو شاہ فارس کسریٰ کے دربار میں یہ خط بھیجا گیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلٰى كِسْرٰى عَظِيْمِ فَارِسٍ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَآمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَشَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ لِأُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ أَسْلِمْ تَسْلَمْ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ الْمَجُوْسِ۔

وَبَعَثَ الْكِتَابَ إِلٰى كِسْرٰى مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ فَلَمَّا قُرِئَ عَلَيْهِ مَزَّقَهٗ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مُزِّقَ مُلْكُهٗ۔

محمد رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (حضرت) محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے کسریٰ کی طرف جو فارس (ایران) کی عظیم شخصیت ہے۔ اس پر سلام ہو جو ہدایت کی اتباع کرے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں تمام لوگوں کی طرف رسول ہوں تاکہ وہ لوگ جو زندہ ہیں ان کو ڈرایا جائے اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے۔ اسلام قبول کرو سلامتی میں رہو گے۔ اگر تم منہ پھیر لو گے تو (تمام) آتش پرستوں کا گناہ تم پر ہوگا۔

جب اس کے سامنے خط پڑھا گیا تو اس نے اسے پھاڑ دیا۔ نبی اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا: اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

نجاشی بادشاہ کی طرف مکتوب: (۳) حضرت عمرو بن امیہ ضمری (حبشہ) کو نجاشی اصحمہ بن ابجر کے دربار میں بھیجا اور یہ خط ارسال فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلَى النَّجَاشِيِّ مَلِكِ الْحَبَشَةِ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكَ الْقُدُّوْسَ السَّلَامَ الْمُؤْمِنَ الْمُهَيْمِنَ وَأَشْهَدُ أَنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ

أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ الْبَتُوْلِ الطَّيِّبَةِ الْحَصِيْنَةِ فَحَمَلَتْ بِعِيْسٰى فَخَلَقَهٗ مِنْ رُوْحِهٖ وَنَفْخِهٖ كَمَا خَلَقَ آدَمَ بِيَدِهٖ وَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ إِلَى اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَالْمُوَالَاةِ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَأَنْ تَتَّبِعَنِيْ وَتُؤْمِنَ بِالَّذِيْ جَاءَنِيْ فَإِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ وَجُنُوْدَكَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَقَدْ بَلَّغْتُ وَنَصَحْتُ فَاقْبَلُوْا نَصِيْحَتِيْ وَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ ابْنَ عَمِّيْ جَعْفَرًا وَمَعَهٗ نَفَرٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔

محمد رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف۔ اس کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ، پاک، سلامتی والا، امن دینے والا (اور) حفاظت کرنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا۔ حضرت مریم پاکباز، پاک دامن خاتون تھیں، انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حمل ٹھہرا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی روح سے پیدا کیا اور پھونک ماری جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی اطاعت پر باہم دوستی ہوتی ہے۔ تم میری پیروی کرو اور میں جو دین لایا ہوں اس پر ایمان لاؤ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی، پس میری خیر خواہی کو قبول کرو۔ میں نے اپنے چچا زاد بھائی (حضرت) جعفر اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت (رضی اللہ عنہم) کو بھیجا ہے اور ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلام ہو۔

پھر اس کے بعد نجاشی نے نبی کریم ﷺ کو جواب لکھا تھا۔

مقوقس، جریج بن متی، کی طرف مکتوب گرامی: (۴) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو اسکندریہ مصر کے شاہ مقوقس کی طرف خط دے کر روانہ کیا۔ اس کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ إِلَى الْمُقَوْقِسِ عَظِيْمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ الْقِبْطِ وَيَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔

محمد رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں مقوقس کی طرف جو قبطیوں کا سربراہ ہے۔ اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی راہ پر چلتا ہے۔ ابتدائیہ کلمات کے بعد: میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ قبول کرو سلامتی حاصل کرو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دوگنا اجر عطا کرے گا۔ اور اگر منہ پھیرو گے تو تم پر قبطیوں (کے اسلام نہ لانے) کا گناہ بھی ہوگا۔ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہی ہم میں سے بعض دوسرے بعض کو رب مانیں گے۔ پس اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔ پھر اس خط کا جواب اس نے دیا تھا۔

منذر کی طرف مکتوب: (۵) حضرت علاء الدین حضرمی (بحرین) منذر بن ساوی کے دربار میں خط لے کر گئے جس کا مضمون یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلَى الْمُنْذِرِ بْنِ سَاوِى سَلَامٌ عَلَيْكَ فَإِنِّيْ أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ أُذَكِّرُكَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهٗ مَنْ يَنْصَحْ فَإِنَّمَا يَنْصَحُ لِنَفْسِهٖ وَإِنَّهٗ مَنْ يُطِعْ رُسُلِيْ وَيَتَّبِعْ أَمْرَهُمْ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ نَصَحَ لَهُمْ فَقَدْ نَصَحَ لِيْ وَإِنَّ رُسُلِيْ قَدْ أَثْنَوْا عَلَيْكَ خَيْرًا وَإِنِّيْ قَدْ شَفَّعْتُكَ فِيْ قَوْمِكَ فَاتْرُكْ لِلْمُسْلِمِيْنَ مَا أَسْلَمُوْا عَلَيْهِ وَعَفَوْتُ عَنْ اَهْلِ الذُّنُوْبِ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَإِنَّكَ مَهْمَا تُصْلِحْ فَلَنْ نَعْزِلَكَ عَنْ عَمَلِكَ وَمَنْ

أَقَامَ عَلَى يَهُوْدِيَّتِهٖ أَوْ مَجُوْسِيَّتِهٖ فَعَلَيْهِ الْجِزْيَةُ۔

محمد رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی طرف سے منذر بن ساوی کی طرف۔ تم پر سلام ہو۔ میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس شہادت کے بعد: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ جو شخص نصیحت پکڑتا ہے تو اپنے لیے ہی نصیحت حاصل کرتا ہے۔ پس جس نے میرے نمائندوں کی اطاعت کی اور ان کے معاملے کی پیروی کی بے شک اس نے میری بات مانی اور جس نے ان کی خیرخواہی کی اس نے میری خیرخواہی کی اور میرے نمائندوں نے تمہاری تعریف کی ہے اور میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری سفارش کو منظور کیا۔ پس مسلمانوں کو اس بات پر چھوڑ دو جس پر مسلمان ہوئے اور نافرمانی کرنے والوں کو میں نے معاف کیا، پس ان سے قبول کرو۔ اور جب تم اصلاح کی راہ اختیار کرو گے تو ہم تمہیں تمہارے منصب سے معزول نہیں کریں گے اور جو شخص یہودیت اور مجوسیت پر قائم رہے اس پر جزیہ لازم ہوگا۔

عمان کے دو حکمرانوں کی طرف مکتوب گرامی: (۶) حضرت عمرو بن عاص (عمان) کے جیفر عبد پسران جلندی کے پاس روانہ کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ إِلَى جَيْفَرٍ وَعَبْدٍ اِبْنَيِ الْجُلَنْدِى سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ أَدْعُوْكُمَا بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ اَسْلِمَا تَسْلَمَا فَإِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً لِأُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ وَإِنَّكُمَا إِنْ اَقْرَرْتُمَا بِالْإِسْلَامِ وَلَّيْتُكُمَا وَإِنْ أَبَيْتُمَا أَنْ تُقِرَّا بِالْإِسْلَامِ فَإِنَّ مُلْكَكُمَا زَائِلٌ عَنْكُمَا وَخَيْلِيْ تَحُلُّ بِسَاحَتِكُمَا وَتَظْهَرُ نُبُوَّتِيْ عَلَى مُلْكِكُمَا۔

محمد رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہو جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے اور اس کے رسول (حضرت) محمد

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جیفر اور عبد کی طرف جو جلندی کے بیٹے ہیں۔ ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو۔اس کے بعد میں تم دونوں کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔اسلام قبول کرو سلامتی پاؤ گے۔بے شک میں تمام لوگوں کی طرف رسول ہوں تا کہ ان لوگوں کو ڈراؤں جو زندہ رہنا چاہتے ہیں اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے۔اگر تم اسلام کا اقرار کرو تو میں تمہیں حکومت پر برقرار رکھوں گا اور اگر اسلام کا اقرار کرنے سے انکار کرو تو تمہاری حکومت تم سے چلی جائے گی اور میرا لشکر تمہاری سرزمین پر اترے گا اور تمہارے ملک میں میری نبوت ظاہر ہو جائے گی۔

یمامہ کے حکمران کی طرف مکتوب گرامی: (۷) حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ کو شاہ یمامہ ھوذہ بن علی کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مِنۡ مُحَمَّدٍ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ اِلٰی هَوۡذَةَ بۡنِ عَلِيٍّ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی وَاعۡلَمۡ اَنَّ دِيۡنِيۡ سَيَظۡهَرُ اِلٰی مُنۡتَهَى الۡخُفِّ وَالۡحَافِرِ فَاَسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ وَاَجۡعَلۡ لَكَ مَا تَحۡتَ يَدَيۡكَ۔

محمد رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحم والا ہے۔اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی طرف سے ہوذہ بن علی کی طرف۔اس پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔جان لو کہ عنقریب میرا دین وہاں تک پہنچے گا جہاں تک اونٹوں اور گھوڑوں کے قدم پہنچتے ہیں۔پس تم اسلام لاؤ سلامتی پاؤ گے۔جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے تمہارے ہی حوالے کردوں گا۔

حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف مکتوب: (۸) حضرت شجاع بن وہب اسدی کو دمشق کے حاکم حارث بن ابی شمر غسانی کے دربار میں بھیجا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مِنۡ مُحَمَّدٍ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ اِلَی الۡحَارِثِ بۡنِ اَبِيۡ شِمۡرٍ۔ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی وَاٰمَنَ بِاللّٰہِ وَصَدَّقَ وَاِنِّيۡ اَدۡعُوۡكَ اِلٰی اَنۡ تُؤۡمِنَ بِاللّٰہِ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ يَبۡقٰی لَكَ مُلۡكُكَ

محمد رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔اللہ کے رسول (حضرت) محمد ﷺ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کی طرف۔سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے، اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کرے۔میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ جو ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، تمہارے لیے تمہاری بادشاہی باقی رہے گا۔

اردن کے حاکم شرجیل کو مکتوب گرامی: (۹) حضرت حارث بن عمیر ازدی کو (اردن) کے حاکم شرجیل بن عمرو غسانی کے دربار میں بھیجا (مواہب لدنیہ اردو)۔آپ ﷺ کے چند قاصدوں اور مکتوبوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ان کی تعداد چھیالیس تک بیان کی گئی ہے جو مختلف حکماء امراء کے نام قاصد اور خطوط بھیجے گئے تھے تا کہ بتایا جائے اسلام ایک عالمگیر دین ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (سورہ انبیاء ۱۰۷)۔ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ ﷺ کو مگر سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

ظہار کا حکم: اسی سال ظہار کا حکم نازل ہوا۔حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے اس سال ظہار فرمایا۔ان کا نام حضرت خولہ بنت ثعلبہ انساریہ رضی اللہ عنہما تھا۔اسلام میں سب سے پہلے یہ ظہار تھا۔زمانہ جاہلیت میں ظہار کو طلاق شمار کیا جاتا تھا۔حضرت خولہ کے بارے میں آیت ظہار کا نزول ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّتِيۡ تُجَادِلُكَ فِيۡ زَوۡجِهَا الخ (سورہ مجادلہ ۱)۔

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ نے سن لی اس عورت کی بات جو آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑا کرتی ہے۔اس آیت کریمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اس گمان کو رد کردیا کہ ظہار طلاق ہے۔زمانہ جاہلیت میں لوگ اسے طلاق شمار کیا کرتے تھے (مدارج النبوۃ، بذل القوۃ)

اونٹ اور گھوڑوں کی دوڑ: ہجرت کے چھٹے سال کے واقعات میں اونٹوں اور گھوڑوں کے درمیان مسابقت

یعنی دوڑ کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کو دوڑائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کریں تا کہ دیکھا جائے کہ کونسا اونٹ اور گھوڑا تیز چلتا ہے اور کونسا آگے بڑھتا ہے۔ یہ بھی جہاد کے آلات واسباب میں سے ہے۔ اور اسی بات میں حدیث کو بیان کیا گیا ہے اور اس دوڑانے میں شرط بھی جائز ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ کریں کہ جو آگے بڑھ جائے گا اسے اتنا مال انعام میں ملے گا۔ یہ شرط اگر ایک طرف سے ہو تو جائز ہے اور اگر دونوں طرف سے ہو تو قمار یعنی جوا ہے اور یہ حرام ہوگا (مدارج النبوت)

ام رومان والدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات: چھٹے سال کے واقعات میں سے ام رومان والدہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا واقعہ ہے۔ ام رومان رضی اللہ عنہا کا نام زیب بنت عامر ہے۔ ان کی نسبت میں بہت زیادہ اختلاف ہے لیکن اس پر اتفاق ہے کہ وہ بنی غنم بن مالک بن کنانہ میں سے تھیں۔ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت عائشہ صدیقہ دونوں ایک والدہ سے ہیں۔ اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی والدہ اسماء بنت عمیس شعمیہ ہیں۔ ام رومان رضی اللہ عنہا کی وفات حضور اکرم ﷺ کی حیات طاہرہ طیبہ کے زمانہ میں ہوئی تھی اور حضور ﷺ ان کے دفن کے وقت موجود تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ان کی قبر میں داخل ہوئے تھے اور فرمایا جو چاہتا ہے کہ حور العین کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ ام رومان رضی اللہ عنہا کو دیکھے (مدارج النبوت)

۷ سن ہجری کے واقعات

اس سال متعدد واقعات وقوع پزیر ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

بعض سرایا کا ذکر

سریہ ابان بن سعید: نجد کی طرف ۷ سن ہجری میں روانہ کیا۔

سریہ عمر بن خطاب: تربہ کی طرف شعبان میں ۷ ہجری کو روانہ کیا۔

سریہ ابوبکر بنی فزارہ نجد: میں ماہ شعبان میں ۷ سن ہجری روانہ کیا۔ بنو کلاب نجد میں مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی سرکوبی کے لیے وہاں گئے۔

سریہ بشیر بن سعد فدک: میں بنی مرہ کی طرف شعبان میں ۷ ہجری میں روانہ کیا۔ بنو مرہ کے بہت سے لوگ مسلمانوں کے خلاف جمع ہو گئے تھے۔ لہٰذا حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ تیس مجاہد لے کر ان کی سرکوبی کے لیے گئے۔

سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی بنی ثعلبہ: ماہ صفر ۷ سن ہجری میں روانہ کیا (تاریخ طبری)۔ حضرت غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ ۱۳۰ آدمی لے کر بنو عوال اور بنو عبد کی طرف چلے جو میفعہ کے مقام پر مسلمانوں کے خلاف جمع تھے۔ میفعہ نجد کے علاقے میں وادی نخل کے پیچھے واقع ہے۔ یہاں لڑائی بھی ہوئی۔ اسی لڑائی میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس آدمی کو قتل کیا جس نے ''لا الہ الا اللہ'' پڑھ لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے غصے کے ساتھ فرمایا تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ وہ دل سے کلمہ پڑھ رہا تھا یا صرف زبان سے تا کہ تجھ پر اس کا سچ جھوٹ واضح ہو جاتا۔

سریہ بشیر بن سعد: شوال میں یمن اور حیار کی طرف ۷ ہجری میں روانہ کیا۔ عیینہ بن حصن فزاری نے غطفان قبیلہ کے بہت سے لوگوں کو یہ کہہ کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار کر لیا تھا کہ میں بھی تمہارا بھرپور ساتھ دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو ۳۰۰ آدمی دے کر بھیجا اور انہوں نے ان کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔

سریہ ابو العوجاء سلمی: بنی سلیم کی طرف ذی الحجہ ۷ ہجری کو بھیجا۔ حضرت ابن ابی العوجاء سلمی رضی اللہ عنہ پچاس آدمی لے کر بنی سلیم کی طرف گئے۔ وہ لوگ خوب ڈٹ کر لڑے حتیٰ کہ ان کے اکثر لوگ مارے گئے۔ حضرت ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہوئے۔ اور وہ بڑی مشکل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے۔ یہ یکم صفر ۸ ہجری کا واقعہ ہے۔

یہ غزوات (غزوہ خیبر، غزوہ فدک، غزوہ وادی القریٰ) کے یہودیوں کی اعلانیہ طور پر روایتی دشمنی، بنو غطفان کو مسلمان کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے اور خیبر کی ریاست کے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے خاتمے پر حلف اٹھانے کی بنا پر ہوئے تھے۔

(غزوہ خیبر، غزوہ فدک، اور غزوہ وادی القریٰ) یہودیوں کے ساتھ ہوئے تھے کیونکہ یہ اعلانیہ دشمنی کا اظہار کرتے تھے

طور مسلمانوں کو مدینہ کی اسلامی ریاست کو ختم کرنا چاہتے تھے اس پر انہوں نے قسم اٹھا رکھی تھی، اور ان کے ساتھ پہلا غزوہ خیبر کا واقعہ پیش آیا جس کی خبر اللہ نے پہلے دے دی تھی۔

غزوہ خیبر (محرم ۷ ہجری): اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا (سورہ فتح ۲۷)۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے قریبی فتح مقرر فرمائی۔ اس فتح سے مراد فتح خیبر مراد ہے۔ خیبر ایک بڑے شہر کا نام ہے جس میں قلعے اور باغات ہیں۔ اور مدینے سے شام کی جانب آٹھ منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ابن اسحاق راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ محرم کے آخری دنوں میں ہجرت کے ساتویں سال خیبر کو روانہ ہوئے۔

حضرت اکوع کا بیان: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر روانہ ہوئے اور رات کو سفر کر رہے تھے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ قوم میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے

تَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا * وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَيْنَا * فَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا
وَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

ترجمہ: خدا کی قسم اگر اللہ کی مدد نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ نہ صدقہ ادا کرتے نہ نماز پڑھتے۔ ہم تیرے فضل سے مستغنی نہیں ہیں دشمن سے۔ مقابلہ کے وقت تو ہم کو ثابت قدم رکھنا۔ اور ہم پر سکون نازل فرمانا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کون (خدی خواں) ہے؟ انہوں نے کہا میں عامر بن اکوع ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔ حضرت عامر ابن اکوع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس کے لیے بھی استغفار کرتے تھے وہ شہید ہو جاتا تھا۔ حضرت ابن اکوع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس حالت میں کے وہ اونٹ پر سوار تھے اے اللہ کے نبی آپ نے ہمیں عامر سے فائدہ کیوں نہیں اٹھانے دیا۔

حضرت عامر بن اکوع کی شہادت: ہم خیبر پہنچے تو ان کا بادشاہ مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا: خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیاروں سے لیس، بہادر اور آزمودہ ہوں جب لڑائی کی آگ بھڑکنے لگتی ہے۔ یہ سن کر میرے چچا عامر یہ رجز پڑھتے ہوئے اس کے مقابلے کے لیے نکلے: خیبر خوب جانتا ہے کہ میں عامر ہوں، ہتھیاروں سے لیس، بہادر

اور لڑائیوں میں گھسنے والا ہوں (بخاری کتاب المغازی غزوہ خیبر)

چنانچہ حضرت ابن اکوع بیان کرتے ہیں کہ دونوں کی تلواریں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔ اچانک مرحب کی تلوار حضرت عامر کی ڈھال پر پڑی۔ حضرت عامر اس کو تلوار مارنے کے لیے نیچے جھکے مگر تلوار لوٹ کر خود ان کو لگ گئی جس سے ان کے بازو کی ایک رگ کٹ گئی اور وہ شہید ہو گئے۔ حضرت سلمہ کہتے ہیں میں باہر نکلا تو نبی ﷺ کے اصحاب یہ کہہ رہے تھے کہ عامر کا عمل اکارت گیا کیونکہ انہوں نے خود کو قتل کر لیا۔ حضرت ابن اکوع کہتے ہیں میں نبی ﷺ کی خدمت میں روتا ہوا گیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا عامر کے اعمال رائیگاں ہو گئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کون کہتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس شخص نے یہ کہا ہے غلط کہا ہے، اس کو تو دوگنا اجر ملے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی سازشوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ایک بر پور وار کا فیصلہ فرمایا جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے یہودیوں کے تمام قلعے فتح کر لیے۔ خیبر میں قلعوں کے تین سلسلے تھے: نطاۃ، شق، کتیبہ۔ نطاۃ: تین قلعوں ناعم، صعب اور قلہ پر مشتمل تھا۔ شق: دو قلعوں اُبَی اور بَرِیٔ پر مشتمل تھا۔ کتیبہ: تین قلعوں قموص، وطیح اور سلام پر مشتمل تھا (معلوم ہوا کہ قلعہ خیبر ایک قلعہ نہیں تھا بلکہ متعدد قلعے تھے)۔ یہ قلعے بہت مضبوط تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانوں نے سب فتح کر لئے۔ ایک قلعہ کے فتح کرنے میں مشکل پیش آ رہی تھی تو نبی ﷺ نے فرمایا کل اس شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔

حضرت مولیٰ علی مرتضی کے متعلق پیشینگوئی: چنانچہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خیبر میں کل یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ خیبر فتح عطا کرے گا۔ وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ حضرت سہل فرماتے ہیں لوگ ساری رات اس بات میں مشغول اور خیال میں رہے کہ ان میں سے کس کو جھنڈا دیا جائے گا۔ صبح ہوئی اور وہ سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ ہر ایک جھنڈا دیئے جانے کا امید وار تھا۔ آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی آنکھوں میں سخت درد ہے۔ فرمایا ان کی طرف کسی کو بھیجو (کہ انہیں

لے آئے)۔پس ان کو لایا گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں کو لعاب لگایا اور ان کے لئے برکت کی دعاء کی۔گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں کبھی درد ہی نہیں ہوا۔پھر ان کو جھنڈا دیا تو حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں یہودیوں سے جنگ کروں گا حتی کہ وہ ہماری طرح (مسلمان) ہو جائیں۔آپ نے فرمایا تم سیدھے اپنی راہ پر چلتے جاؤ حتی کہ ان کے میدان میں چلے جاؤ۔پھر ان کو اسلام کی دعوت دو۔اور جو اللہ کے حقوق ان پر واجب ہیں ان کی انہیں خبر دو۔اللہ کی قسم اگر تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تمہارے لئے سرخ اونٹ ہوں (بخاری کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر)

خیبر شکن حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ: یہ پیشینگوئی پوری ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے فتح قلعہ قموص کا سہرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سراقدس پر باندھا۔خیبر میں چھوٹے بڑے قلعے تھے۔ان میں سے قلعہ قموص سب سے زیادہ مستحکم تھا۔اس کا محاصرہ کیا گیا مگر فتح نہ ہو سکا۔پھر اس کے فتح کرنے کا اعزاز حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔یہود خیبر کا مشہور و معروف بہادر پہلوان مرحب رجز پڑھتا ہوا مقابلہ کے لئے نکلا

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبٗ ٭ شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٗ

زِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبٗ

خیبر خوب جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیاروں سے لیس، بہادر اور آزمودہ ہوں جب جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔تو حضرت علی بھی اس کے جواب میں رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَيْدَرَهْ ٭ كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ

اُوْفِيْهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ

میں وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے۔جو جنگلوں کے شیر کی طرح رعب اور دبدبہ والا ہے میں لوگوں کے ایک صاع کے بدلہ میں اس سے بڑا پیمانہ دیتا ہوں۔

پھر حضرت علی نے مرحب کے سر پر ایک ضرب لگائی اور اس کو ہلاک کر دیا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا (شرح مسلم کتاب الجہاد)

حیدر کی وجہ تسمیہ: اس حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رجز میں فرمایا میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔حیدر کے معنی ہے شیر۔جب حضرت علی پیدا ہوئے تو ابتداء میں آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام حیدر رکھا۔اور مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کو شیر قتل کرے گا۔اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا نام شیر ذکر کیا تا کہ مرحب خوف زدہ ہو۔ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابتداء میں اسد رکھا تھا۔کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے جد امجد کا نام اسد بن ہشام بن عبد مناف تھا۔اس وقت ابو طالب کہیں گئے ہوئے تھے۔جب وہ آئے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام علی رکھا۔حیدر کا معنی غلظ اور قوت ہے اور شیر بھی سخت قوی درندہ ہے، اس لیے اس کو حیدر کہتے ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی قوت کے اعتبار سے اپنے آپ کو حیدر سے تعبیر فرمایا تھا (شرح مسلم کتاب الجہاد)

آپ نے یہودیوں کو خیبر سے نکالنے کے بجائے ان کو وہاں بطور مزارع ٹھہرنے کی اجازت دے دی کہ وہ خیبر کا نصف پھل مسلمان کو ادا کرتے رہیں گے۔البتہ یہ وضاحت فرمادی کہ جب ہماری مرضی ہوگی ہم تمہیں نکال دیں گے۔اسی طرح فدک کے یہودیوں نے بھی انہی شرائط پر آپ سے مصالحت کر لی۔پھر آپ نے وادی القریٰ کو بزور فتح فرمایا۔البتہ تیماء کو صلحاً زیر دست کیا گیا۔خیبر کے بعد فدک کی طرف متوجہ ہوئے۔وہاں کے لوگوں نے صلح کر لی۔اور اسی غزوہ میں نبی ﷺ نے صفیہ بنت حُیَیّ ابن احطب سے نکاح کیا۔

زہر آلودہ گوشت: غزوہ خیبر کے واقعات میں سے ہے کہ زینب بنت حارثہ یہودیہ عورت نے ایک زہر آلود بھنی ہوئی بکری بطور تحفہ پیش کی اور آپ کو اس کے گوشت نے بتا دیا کہ مجھ میں زہر ڈالا ہوا ہے۔اَهْدَتْ يُهُوْدِيَّةٌ شَاةً مُصْلِيَّةً مَسْمُوْمَةً اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَاَخَذَ لُقْمَةً فَاَخْبَرَتْهُ الشَّاةُ بِاَنَّهَا مَسْمُوْمَةٌ (بخاری، حدیث نمبر ۲۶۱۷)۔پھر اس جرم میں اس کو قتل کیا گیا ہے۔آپ نے اس زہر آلود گوشت سے جو لقمہ کھایا تھا اس کا اثر آخر وصال کے وقت ظاہر ہوا (سیرت ابن کثیر)

اسی سال رد شمس کا واقعہ بھی پیش آیا جو نبی ﷺ کے عظیم الشان معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے۔

غزوہ فدک: فدک خیبر کے مشرق میں دو دن کے فاصلے پر ایک بستی تھی جو آج کل ''حائل'' کے علاقے میں حائط کے

نام سے معروف ہے۔ نبی ﷺ نے خیبر پہنچ کر محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہود فدک کے پاس بھیجا۔ انہیں اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے تاخیر کی لیکن جب خیبر کے فتح کا حال سنا تو ان پر رعب طاری ہو گیا اور انہوں نے پیغام دیا کہ ان کے ساتھ بھی اہل خیبر جیسا معاملہ کیا جائے۔ نبی ﷺ نے اسے منظور فرمایا اور فدک کی زمین صرف نبی ﷺ کے لیے مخصوص تھی۔ اس میں سے آپ اپنے اوپر خرچ فرماتے تھے۔ بنو ہاشم کے بچوں کی عیالداری کرتے تھے اور ان میں سے غیر شادی شدہ ضرورت مندوں کی شادی فرماتے تھے (سیرت ابن ہشام)۔ غزوہ خیبر میں کل ٩٣ یہودی مارے گئے۔ ١٥ یا ١٦ مسلمان شہید ہوئے تھے۔

بحث فدک: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت النبی ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا جبکہ انہوں نے ان سے سید عالم ﷺ کی وراثت جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ منورہ میں بطور فئی دی اور فدک اور جو خمس خیبر سے بچا تھا اس کا مطالبہ کیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ فِيْ هٰذَا الْمَالِ۔ ہمارا کوئی وارث نہیں جو کچھ ہم ترکہ چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آل محمد ﷺ صرف اس مال میں سے کھا پی سکتے ہیں (مالک نہیں بن سکتے)۔ خدا کی قسم میں جناب رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں کچھ تبدیلی نہیں کروں گا۔ وہ اسی حال پر رہے گا جس حال پر جناب رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تھا اور اس میں وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ اور ابوبکر نے اس صدقہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے انکار کر دیا۔ اس لئے سیدہ رضی اللہ عنہا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں غمگین ہو گئیں (کہ میں نے میراث کا مطالبہ کیوں کیا) اور ان سے میراث کا مطالبہ کرنا ترک کر دیا اور وفات تک اس مسئلہ میں کلام نہ کیا اور آپ نبی کریم ﷺ کے بعد صرف چھ ماہ بقیہ حیات رہیں۔ جب فوت ہو گئیں تو ان کے شوہر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رات ہی کو انہیں دفن کر دیا اور ابوبکر کو خبر تک نہ کی (کیونکہ ان کو خبر ہو چکی ہو گی اس لئے کہ حضرت ابوبکر کی زوجہ اسماء بنت عمیس حضرت فاطمہ کی تیمارداری میں شریک تھیں) اور خود ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات طیبہ تک تو لوگوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وجاہت رہی۔ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے لوگوں کے چہرے پھرے ہوئے دیکھے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے

مصالحت اور ان کی بیعت کرنا چاہی جبکہ چھ ماہ تک انہوں نے بیعت نہ کی تھی۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور کوئی نہ آئے۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حاضر ہونے کو نامناسب سمجھتے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا! اے ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ تنہا ان کے پاس نہیں جا سکتے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے ان سے امید نہیں کہ وہ میرے ساتھ برائی کریں گے۔ اللہ کی قسم میں ان کے پاس ضرور جاؤں گا۔

چنانچہ ابوبکر ان کے پاس چلے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور کہا اے ابوبکر تمہاری فضیلت اور جو کچھ اللہ نے تمہیں عنایت کیا ہے جانتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ رضی اللہ عنہ کو بھلائی عطاء کی ہے ہم نے آپ رضی اللہ عنہ پر حسد نہیں کیا لیکن آپ نے خلافت کے بارے میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا حالانکہ جناب رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے سبب مشورہ میں ہم بھی اپنا حصہ سمجھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گفتگو کرتے رہے حتیٰ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلام کیا تو کہا اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ مجھے اپنی قرابت سے جناب رسول اللہ ﷺ کی قرابت زیادہ محبوب ہے کہ میں اس کی رعایت کروں۔ اور جو میرے اور تمہارے درمیان ان متروکہ اموال کے سبب اختلاف واقع ہوا ہے میں نے ان میں بھلائی سے تقصیر نہیں کی اور نہ ہی میں نے وہ کام ترک کیا ہے جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے لیکن میں نے اس کو ضرور کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا شام کے وقت آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کا وعدہ ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان اور ان کا بیعت سے پیچھے رہنا اور جو علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عذر کئے تھے انہیں بیان کیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استغفار کی اور خطبہ پڑھنے کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق کی عظمت ذکر کی اور بیان کیا کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے (بیعت میں تاخیر) ابوبکر پر حسد نہ تھا اور نہ ہی جو اللہ تعالیٰ نے انہیں فضیلت دی ہے اس کا انکار تھا۔ لیکن ہم دیکھتے تھے کہ خلافت کے بارے میں ہمارا بھی مشورہ میں حق تھا۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم پر خود مختار بن گئے تو ہم نے اپنے دلوں میں تکلیف پائی۔ یہ سن کر مسلمان خوش ہو گئے اور سب نے کہا تم نے درست کہا ہے۔ اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امر بالمعروف کی طرف رجوع کیا تو لوگ ان کے بہت قریب ہو گئے (بخاری کتاب المغازی)

فدک خیبر کا ایک علاقہ ہے اس میں کھجور کے باغات اور چشمے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ علاقہ نبی کریم ﷺ کو بطور فئی عطا کیا تھا (تاج العروس، ج ۷، ص ۲۶۶)۔ مال فدک مال فئی تھا جس میں وراثت نہیں ہوتی اور نہ ہبہ تھا۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے پانچ سال دور خلافت میں اس کے حق داروں کو دے دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خلفاء ثلاثہ کے طریقہ کو برقرار رکھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے فدک کو واپس نہیں کیا تھا۔ آمدنی کو اس کے سابقہ طریقہ پر لوٹا دیا تھا (اس کی زیادہ تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۳۸۸ میں ہے)۔ تیماء صوبہ تبوک کا مشہور شہر ہے جو خیبر کے شمال میں حَفِیرَۃ العیدا کے راستے سے تقریباً ۲۰۳ میل دور ہے (اطلس السیرت النبویہ)

وادی القریٰ: رسول اللہ ﷺ خیبر کے بعد وادی القریٰ تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں کو جو یہودی تھے اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے اسلام نہ قبول کیا، نہ آپ کے تابع فرمان ہوئے بلکہ جنگ کے لیے نکل آئے۔ ان کا ایک آدمی میدان میں آیا اور اسے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ پھر دوسرا آیا۔ اسے بھی انہوں نے قتل کیا۔ پھر تیسرا آیا۔ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اس طرح ان کے گیارہ آدمی قتل ہوئے۔ جب بھی کوئی ایک آدمی مارا جاتا تو نبی ﷺ یہود کو اسلام کی دعوت دیتے اور جب بھی کوئی نماز پڑھتا تو انہیں اسلام کی دعوت دیتے۔ غرض اسی طرح شام ہوگئی۔ دوسرے دن صبح آپ ﷺ پھر تشریف لے گئے لیکن سورج ابھی نیزہ بھر بھی بلند نہ ہوا تھا کہ یہود شکست کھا گئے اور مسلمانوں نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ پھر یہود نے گزارش کی کہ ان کے ساتھ بھی اہل خیبر جیسا معاملہ کیا جائے۔ آپ ﷺ نے منظور فرمالیا اور ان کے لیے یہ بات تحریر کروادی (زادالمعاد)

تیماء کے یہود کو خیبر، فدک اور وادی القریٰ کی خبریں موصول ہوئیں تو انہوں نے جزیہ کی آدائیگی پر مصالحت کر لی اور اپنے علاقے میں امن کے ساتھ برقرار رہے (زادالمعاد)

غزوہ خیبر سے حاصل بعض احکام واسباق

حرمت متعہ: متعہ کی حرمت کا ذکر اسی سن ہجری میں کیا ہے۔ اس سال غزوہ خیبر کے ایام میں نبی پاک ﷺ نے پہلی دفعہ عورتوں سے متعہ نکاح سے ممانعت فرمائی۔ اس سے قبل ابتدائے اسلام میں غزوہ خیبر کے دنوں تک یہ حلال تھا۔ فتح مکہ کے دن آپ نے اس کو دوبارہ جائز قرار دیا تھا۔ اور یہ جواز غزوہ اوطاس کے دن تک رہا۔ اوطاس کے تین دن بعد

آپ نے اسے قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ متعہ کی اباحت اور حرمت دو دو بار ہوئی۔ یہی درست اور مختار ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔

پہلی بار حرمت: بخاری اور مسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ نبی پاک ﷺ نے خیبر کے دن متعہ نساء سے منع فرمادیا۔

دوسری بار اجازت: مسلم نے حضرت سبرہ بن معد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ آپ نے فرمایا نبی پاک ﷺ نے فتح مکہ کے سال جب ہم مکہ مکرمہ داخل ہوئے متعہ کی اجازت دے دی۔

دوسری بار حرمت: امام مسلم نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا غزوہ اوطاس میں نبی کریم ﷺ نے تین راتوں تک متعہ نساء کی رخصت دی پھر اسے منع فرمادیا۔

امام مسلم نے حضرت سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو متعہ نساء کی اجازت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت کے دن تک منع فرمادیا۔

امام مسلم کی حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا آج سے لے کر روزِ قیامت تک حرام ہے (بذل القوۃ)

بعض راویوں کو تحریم متعہ کے اس بار بار اعلان سے یہ گمان ہوگیا کہ متعہ دو یا تین مرتبہ حلال کیا گیا اور دو یا تین مرتبہ حرام کیا گیا حالانکہ دوبارہ سے اعلان کوئی جدید تحریم نہ تھی بلکہ تحریم قدیم اور نہی سابق کا اعادہ اور تاکید تھی (سیرۃ مصطفی، حصہ دوم، ص ۴۳۶)

حرمت وحلت کے مسائل اور احکام بتدریج نازل ہوتے رہے ہیں جیسے سود اور شراب کے احکام اترتے رہے اور اس متعہ سے مراد شیعوں والا متعہ نہیں ہے جو کہ خالص بدکاری ہے۔ متعہ کی حرمت قرآن سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۔ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۔ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ** (سورہ معارج ۲۹ تا ۳۱)۔ ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں کے یا اپنی کنیزوں کے تو ان پر کوئی ملامت نہیں۔ البتہ جو خواہش کریں گے ان کے علاوہ تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔

فلاح اور بہتری اسی میں ہے کہ اہل ایمان اپنی شرمگاہوں کی پوری پوری حفاظت کریں۔سوائے بیوی اور شرعی باندی کے جماع حلال نہیں اور جو شخص ان دو طریقوں کے سوا کوئی اور طریقہ اختیار کیا کرے وہ حدود شریعت سے تجاوز کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (سورہ نساء ۳)۔ترجمہ: اور نکاح کرو جو پسند آئیں تمہیں (ان کے علاوہ دوسری) عورتوں سے دو دو، تین تین اور چار چار۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً (سورہ نساء ۲۴)۔ترجمہ: پس جو تم نے لطف اٹھایا ہے ان سے تو دو ان کو ان کے مہر جو مقرر رہیں۔

اس آیت سے متعہ ثابت نہیں ہوتا۔اس میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ جس منکوحہ عورت سے فائدہ حاصل کرو اس کا مہر ادا کرو۔متعہ ایسا عقد ہے جس میں مہر معین ہوتا ہے اور مدت معین ہوتی ہے۔مدت مقررہ گزرنے کے بعد عورت بائنہ ہو جاتی ہے۔طلاق کی ضرورت نہیں ہوتی مگر استقرار حمل سے رحم کی صفائی دیکھنے کے لئے ایک حیض کا انتظار کرنا ضروری ہے۔اگر مدت کے اندر زوجین میں سے کوئی مرجائے تو ایک دوسرے کی میراث بھی نہیں ملتی۔اس عقد کرنے والوں پر نہ زوج کا اطلاق ہوتا ہے (تفسیر مظہری)

معلوم ہوا ہے کہ متعہ نکاح موقت ہوتا ہے۔اس میں گواہ اور ولی کی اجازت بھی ہوتی ہے۔نکاح موقت کی ابتداء اسلام میں ممانعت نہیں تھی۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے قولاً اس کی اجازت دی تھی۔زیادہ تفصیل تفسیر مظہری اور سیرۃ المصطفیٰ میں ہے۔

حرمت حمار: جنگ خیبر کے دنوں میں نبی کریم ﷺ نے گھریلو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دیا (بذل القوۃ)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کھانے کی رخصت دی (بخاری کتاب المغازی)

رسول اللہ ﷺ نے گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے خچر کا گوشت کھانے کی بھی ممانعت فرمائی (مسند احمد)

آپ ﷺ نے ہر شکاری درندے اور پرندے کا گوشت کھانے سے بھی منع کیا (صحیح مسلم)

آپ نے ان قیدی عورتوں کے ساتھ جماع کرنے سے منع فرمایا جو حاملہ ہوں جب تک کہ وہ بچے کو جنم نہ دیں۔

بکثرت گندگی کھانے والے جانوروں پر سواری، ان کا گوشت کھانا اور دودھ پینا سب حرام ہے (سنن ابی داود)

تقسیم ہونے سے پہلے غنیمت کے مال سے لوٹ مار حرام ہے (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی نبوت کے اثبات اور عبرتِ عام کے لیے بعض معجزات ظاہر فرمائے مثلاً علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لعاب لگانے کا واقعہ اور بکری کے زہر آلود گوشت کا آپ ﷺ کو بتا دینا کہ میں زہر آلود ہوں۔اسی طرح صحیح روایت ہے کہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر تلوار کی ضرب لگی۔آپ ﷺ نے اس جگہ تین دفعہ اپنا لعاب مبارک لگایا۔اس کے بعد اس جگہ کبھی کوئی تکلیف نہ ہوئی (صحیح بخاری)

حبشہ سے آنے والے مہاجرین کو کچھ حصہ دینے کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی اضافی لشکر مدد کے لیے آئے اور وہ جنگ کے بعد پہنچے تو انہیں مال غنیمت سے حصہ نہیں ملے گا۔البتہ لڑائی کرنے والے لشکر کی رضامندی اور اجازت سے کچھ دیا جا سکتا ہے (زاد المعاد)

باغ اور کھیت بٹائی پر دینا جائز ہے یعنی محنت کرنے والے کو اسی باغ یا کھیت کی پیداوار سے معین حصہ دینا طے کر لیا جائے۔یہ مشارکت اور مضاربت کو تو جائز سمجھتا ہے مگر مزارعت، یعنی بٹائی پر زمین یا باغ دینے کو جائز نہیں سمجھتا۔وہ گویا ایک جیسی دو چیزوں میں فرق کر رہا ہے اس کا یہ عمل ٹھیک نہیں (زاد المعاد)

بٹائی کی صورت میں ضروری نہیں کہ بیج یا دوسرے اخراجات مالک زمین کی طرف سے ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو صرف زمین سپرد کی تھی۔باقی ہر قسم کے اخراجات انہی کے ذمے تھے۔

درخت پر لگے پھل یا کھیت میں کھڑی فصل کے غلے کا اندازہ لگانا اور پھر اس میں سے اندازے کے مطابق حصہ وصول کرنا جائز ہے۔تقسیم اور بیع میں فرق ہے۔ضروری نہیں کہ اندازہ لگانے یا تقسیم کرنے والے ایک سے زیادہ ہوں۔ایک فرد بھی کافی ہے۔

دشمن کے ساتھ جائز مصالحت درست ہے۔البتہ امیر المومنین جب چاہے اسے کالعدم کر سکتا ہے۔دشمن کے ساتھ صلح کو کسی شرط سے مشروط کیا جا سکتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے معاہدہ کرتے وقت یہ شرط عائد کی تھی کہ نہ وہ

کوئی چیز غائب کریں گے اور نہ چھپائیں گے۔خزانے سے بھری ہوئی مشک کا واقعہ اس کی واضح دلیل ہے۔

احکام میں قرائن اور علامات بھی معتبر ہیں۔نبی کریم ﷺ نے کنانہ سے فرمایا تھا: وہ مال بہت زیادہ تھا، ابھی وقت اتنا نہیں گزرا۔آپ نے یہ فرما کر اس کے اس جھوٹ کو ثابت کرنا چاہا کہ وہ مال تو جنگوں اور دیگر اخراجات میں ختم ہوگیا۔

اگر درپیش حالات کا تقاضا ہو تو ذمیوں کو دارالاسلام سے نکالا جاسکتا ہے۔عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں خیبر کے یہودیوں کو نکال دیا تھا۔

خیبر کے یہودیوں سے جزیہ نہ لینے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ذمی نہیں تھے بلکہ اس وقت تک جزیہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

اگر ذمیوں کی طرف سے عہد کی خلاف ورزی کی بناء پر معاہدہ ٹوٹ جائے تو اس کا اثر عورتوں اور بچوں پر بھی پڑے گا۔

ایسی صورت میں اگر چند افراد نقض عہد میں جراً شریک نہ ہوں مگر اپنی قوم ہی کا ساتھ دیں تو انہیں بھی خلاف ورزی کرنے والا سمجھا جائے گا۔بالخصوص جبکہ خلاف ورزی کرنے والے معزز اور سردار لوگ ہوں جیسا کہ کنانہ اور ابی الحقیق کے دو بیٹیوں کے واقعے سے ظاہر ہے۔البتہ جب خلاف ورزی کرنے والا کوئی عام فرد ہو اور باقی افراد اس کا ساتھ نہ دیں تو اس خلاف ورزی کا اثر اس کے بیوی بچوں پر بھی نہیں پڑے گا۔

آدمی کو حق ہے کہ اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے اور اسے بیوی بنا لے اور اس کی آزادی ہی کو اس کا حق مہر قرار دے۔ایسے نکاح میں لونڈی کی رضامندی، اس کے اولیاء کی اجازت اور گواہوں کی ضرورت نہیں بلکہ لفظ نکاح اور ایجاب و قبول بھی ضروری نہیں۔مزید برآں سفر کے دوران میں رخصتی اور بیوی کے ساتھ شب بسری بھی جائز ہے۔یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ اور صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے صاف ظاہر ہے۔

اپنے آپ پر یا کسی دوسرے پر جھوٹ بولنا جنگ میں اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اس دوسرے شخص کو اس جھوٹ سے کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو۔بشرطیکہ اس کا مقصد اپنا حق حاصل کرنا ہو۔

اگر کوئی شخص کسی کو زہر دے کر مار دے تو اسے قصاص میں قتل کیا جاسکتا ہے۔

اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور اور پکا ہوا کھانا جائز اور تحفہ بھی قبول کیا جاسکتا ہے۔

جو علاقہ بزور شمشیر فتح کیا جائے اس کے بارے میں امیر المومنین کو اختیار ہے چاہے مجاہدین میں تقسیم کردے، چاہے سرکاری ملکیت میں رہنے دے اور چاہے تو کچھ زمین تقسیم کردے اور باقی سرکاری ملکیت میں رکھے۔

حرمت والے مہینے میں کافروں کو قتل کیا جاسکتا ہے اور جن کفار و مشرکین کو دعوت اسلام دی جاچکی ہو انہیں بغیر تنبیہ و اطلاع حملے کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔

مال غنیمت غانمین میں برابر برابر تقسیم کیا جائے گا۔

از قبیل غنیمت کھانے پینے کی چیزیں تقسیم سے پہلے بھی بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت انفرادی طور پر استعمال کی جاسکتی ہیں، تاہم انہیں ذخیرہ نہیں کیا جاسکتا نہ کسی دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے (السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الاصلیۃ ٥١٠)

حبس شمس کے واقعات: نبی کریم ﷺ کے لئے سورج کا روکنا اور اسے لوٹانا تین مقامات میں وارد ہوا ہے۔ایک شب معراج کے بعد جبکہ حضور ﷺ نے خبر دی کہ اس رات واپسی پر قعیش کے قافلہ کو میں نے راہ میں دیکھا اور یہ نشانی بھی بتائی کہ ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا۔اور قافلہ کے کچھ لوگ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔اس پر قریش کے لوگوں نے پوچھا بتایئے وہ قافلہ کب تک یہاں پہنچے گا؟ فرمایا بدھ کے دن۔جب بدھ کا دن آیا تو قریش اس قافلہ کا انتظار کرنے لگے کہ کب پہنچتا ہے یہاں تک کہ دن تمام ہونے لگا اور قافلہ نہیں آیا۔اس وقت حضور ﷺ نے دعا کی۔چنانچہ اس دن سورج غروب ہونے سے حق تعالیٰ نے ایک گھنٹہ کے لئے روک دیا پھر قافلہ پہنچ گیا۔اس حدیث کو یونس بن بکر نے ابن اسحٰق کے مغازی میں ذکر کیا۔

دوسرا واقعہ حبس شمس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روز خندق میں بیان کیا گیا ہے جبکہ اس جنگ میں نماز عصر قضا ہوگئی۔پھر حضور ﷺ نے دعا کی اور جیسا کہ بعض روایتوں میں آیا ہے اور مشہور ہے بعد از غروب آفتاب قضا پڑھی تھی۔

اور تیسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضا ہوگئی۔پھر حضور ﷺ نے دعا کی اور سورج لوٹایا گیا اور انہوں نے نماز ادا کی (مدارج النبوت)

قصہ لیلۃ التعریس: اسی غزوہ کے واقعات میں سے لیلۃ التعریس کا قصہ ہے۔تعریس آخر شب میں سونے کے لئے مسافر کے اترنے اور ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر غزوہ خیبر کی واپسی میں رات سفر میں نیند کا غلبہ ہوا تو حضور ﷺ نے آخر شب میں خواب و استراحت کے لئے قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ہم سو جائیں تو ہمارے لئے رات کی نگہبانی کرنا اور جاگتے

رہنا اور صبح سے ہوشیار رہنا۔ جب صبح ہو جائے تو ہمیں بیدار کر دینا تا کہ صبح کی نماز ہاتھ سے نہ جائے۔ لیکن نماز تہجد سونے سے پہلے ادا فرمالی تھی یہاں تک کہ نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ اس نے مہلت نہ دی (مدارج النبوت)

خودکشی کرنا: اسی غزوہ خیبر کے واقعات میں اس شخص کے خودکشی کرنے کا واقعہ ہے جس نے بے مثال جنگ کی۔ اور کسی مشرک کو نہ چھوڑا یہاں تک اس نے اپنی تلوار سے یا تو اسے ہلاک کر دیا یا اسے شدید زخمی کر دیا۔ چنانچہ مسلمان آپس میں کہنے لگے ایسی جرات و کارکردگی میدان کارزار میں ہم سے کسی کی نہیں ہے۔ لوگوں نے حضور ﷺ کو اس کی خبر پہنچائی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ فلاں شخص ایسے کارنامے سرانجام دے رہا ہے جو کسی اور نے نہیں انجام دیئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا خبردار ہو جاؤ اور جان لو کہ وہ شخص بلاشبہ اہل نار میں سے ہے۔ اس پر مسلمانوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ وہ شخص تو معرکہ کارزار میں ایسے بے جگری سے مشرکوں کے ساتھ جنگ کر رہا ہے اور حضور ﷺ ایسا فرما رہے ہیں۔ دیکھنا چاہئے کہ حقیقت حال کیا ہے۔ قریب تھا کہ شک کے گرداب میں گر جائیں۔ اس پر ایک شخص نے کہا آج میں اس کے ساتھ رہتا ہوں اور ساتھ ساتھ پھرتا ہوں تا کہ دیکھوں کہ حقیقت حال کیا ہے؟ دوسری روایت میں ہے کہ میں اس کے پیچھے لگ گیا۔ اور جہاں وہ جاتا میں بھی جاتا اور جہاں وہ کھڑا ہوتا میں بھی کھڑا ہو جاتا اور جہاں وہ تیزی دکھاتا میں بھی تیزی کرتا۔ اس نے بڑی شدت سے جنگ کی اور بڑی بے جگری سے لڑا یہاں تک کہ وہ شدید زخمی ہو گیا۔ اور اپنے شدید مجروح ہونے سے تنگ آ گیا اور اس نے اپنی تلوار کے دستہ کو زمین پر رکھ کر اس کی نوک کو اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھا اور اس پر جھول گیا۔ اس طرح اس نے اپنی جان کو ہلاک کر لیا۔ بہر تقدیر جب اس شخص نے جو اس کے پیچھے لگا ہوا تھا اس کی یہ حقیقت حال دیکھی تو وہ دوڑتا ہوا حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ رسول اللہ ہیں)۔ رسول اللہ نے فرمایا کیا بات ہے اور کیوں تجدید شہادت کرتے ہو؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس شخص نے مشرکوں کے ساتھ خوب جنگ کی اور آپ ﷺ نے خبر دی کہ وہ اہل نار میں سے ہے۔ ہم لوگوں کو آپ ﷺ کی یہ خبر بڑی گراں گزری۔ میں حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے اس کے پیچھے لگ گیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ وہ بہت شدید زخمی ہو گیا اور اس نے اپنی جان کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کر دیا اور قاتل نفس اور خودکشی کرنے والا شخص جہنم میں ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا آدمی ظاہر میں جنت کے عمل کرتا ہے

حالانکہ وہ اہل نار میں سے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ اپنے عمل پر مغرور نہیں ہونا چاہئے۔ اور دوسرا شخص ظاہر میں اہل نار کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔ یہاں سے لازم نہیں آتا کہ ہر قاتل نفس اہل نار سے ہے مگر یہ کہ وہ خودکشی کو حلال جانتا ہو۔ یا یہ مراد ہو کہ وہ اہل نار میں سے ہے اگر حق تعالیٰ اسے نہ بخشے۔ قسطلانی نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ نیز فرمایا کہ ممکن ہے کہ وہ منافقین میں سے ہو یا قتل نفس کو حلال جاننے کی وجہ سے مرتد گیا ہو۔ اور حضور ﷺ کا یہ خبر دینا کہ وہ اہل نار میں سے ہے اسی بنا پر تھا۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا منادی کر دو کہ مومن کے سوا جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا۔ اور حق تعالیٰ اپنے دین کی مرد فاجر سے بھی تائید و تقویت کرا لیتا ہے (مدارج النبوۃ، مواہب لدنیہ)

عمرۃ القضاء: ذوالقعدہ ۷ھ میں عمرہ قضاء کیا اور اسے عمرۃ القصاص اور عمرۃ القضیہ بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے دو ہزار صحابہ کرام کے ساتھ مکہ پہنچے اور عمرہ ادا فرمایا اور بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے اوپر کھڑے ہو کر آذانیں کہیں۔ قریش بے بسی کے ساتھ دور سے سب کچھ دیکھتے اور سنتے رہے۔ تین دن ٹھہرنے کے بعد چوتھے دن آپ نے واپسی کا اعلان فرما دیا۔ اسی سفر میں رسول اللہ نے حضرت میمونہ بنت حلالیہ سے نکاح کیا۔ یہ حضرت عباس کی بیوی، ام فضل کی بہن تھی اور حضرت عباس کی سرپرستی میں نکاح ہوا تھا۔ بعض کہتے ہیں عمرہ کے احرام کے بعد نکاح ہوا۔ ایک قول احرام کی حالت میں نکاح ہوا تھا (سیرت حلبیہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ (سورہ بقرہ ۱۹۴)

ترجمہ: حرمت والا بدلہ (مقابل) ہے حرمت والے مہینے کا اور ادب رکھنے میں بدلہ ہے۔ یہ آیت عمرۃ القضاء کے بارے میں نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (سورہ بقرہ ۱۹۶)۔ ترجمہ: اور تم حج اور عمرہ کو پورا کرو اللہ تعالیٰ کے لئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (سورہ البقرہ ۱۹۶)۔

ترجمہ: پس اگر تم روک دیئے جاؤ تو جو قربانی کا جانور تمہیں میسر ہو (ذبح کرو)۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ عمرہ شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے۔ پس جب رکاوٹ ہو جائے تو اس

میں تاخیر جائز ہے۔ جب رکاوٹ ختم ہوجائے تو اسے بجالائے اور دونوں احراموں کے درمیان احرام سے نکل جانے سے قضاء کا ساقط ہونا لازم نہیں آتا۔

اسی سال آپ نے عمرۃ القضاء ادا کیا اور خواب کی عملی شکل ظاہر ہوئی جس کا ذکر سورہ فتح کی اس آیت میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ (سورہ فتح ۲۷)۔ ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا حق کے ساتھ کہ تم ضرور داخل ہوگے مسجد حرام میں جب اللہ نے چاہا امن و امان سے منڈاتے ہوئے اپنے سروں کو یا ترشواتے ہوئے، تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔

حضرت رسول کریم ﷺ نے یکم ذی قعدہ ۷ھ کو ذوالحلیفہ سے احرام زیب تن فرمایا اور روانہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے آگے آگے تلوار حمائل کیئے ہوئے یہ اشعار کہہ رہے تھے

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ ⋆ خَلُّوا، فَكُلُّ الْخَيْرِ فِيْ رَسُوْلِهٖ
اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰى تَأْوِيْلِهٖ ⋆ كَمَا ضَرَبْنَاكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ
ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَّقِيْلِهٖ ⋆ وَيُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهٖ

کفار ہو تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ راستہ چھوڑ دو کہ ساری بھلائی اس کے پیغمبر ہی میں ہے۔ آج ہم اس کی تاویل پر تمہیں ماریں گے جیسے اس کی تنزیل پر تمہیں مار چکے ہیں۔ اور مار بھی ایسی ماریں گے کہ کھوپڑی اپنی جگہ سے چھٹک جائے گی اور دوست کو دوست سے بے خبر کردے گی۔

آپ ﷺ کے ہمراہ بچوں اور عورتوں کے علاوہ بارہ سو سوار تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت ابو رہم کلثوم بن حصین غفاری رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ بعض علماء نے فرمایا حضرت عویف بن اضبط رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ بعض روایت میں ہے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اس وقت آپ کے خلیفہ تھے۔ مکہ مکرمہ میں چار ذی الحجہ کو داخل ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: مشرکین نے کہا کہ یہ لوگ (مسلمان) تمہارے پاس اس طرح آئے ہیں کہ ان کو یثرب (مدینہ طیبہ) کے بخار نے کمزور کردیا ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے

مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ (طواف کے تین چکروں میں رمل کریں اور دو رکنوں کے درمیان عام طریقے سے چلیں۔ اور ان کو تمام چکروں میں رمل سے اس لیے روکا کہ ان کی قوت برقرار رہے اور کمزور نہ پڑ جائیں (صحیح بخاری، ج ۲، ص ۶۱۰، کتاب المغازی)

نبی اکرم ﷺ نے ان پر شفقت فرماتے ہوئے حکم دیا۔ ایک روایت میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا رمل کرو تا کہ مشرک تمہاری قوت کو دیکھیں اور مشرکین قعیقعان (پہاڑ) کی جانب تھے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی سواری پر ہی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ پھر جب ساتویں چکر سے فارغ ہوئے اور سواری کا جانور مروہ کے پاس تھا تو آپ نے فرمایا یہ قربان گاہ ہے اور مکہ مکرمہ کی ہر گلی قربان۔ پس آپ نے مروہ کے پاس قربانی کا جانور ذبح کیا اور اس جگہ سر منڈوایا۔ صحابہ کرام نے بھی اسی طرح کیا (مواہب لدنیہ)۔ مکہ معظمہ میں تین روز گزارے پھر مدینہ کو روانہ ہوگئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا واقعہ: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے لگی اور پکارتی تھی اے چچا، اے چچا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جھگڑنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے اور حضرت زید نے کہا کہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی خالہ کے لئے اس کا حکم دیا اور فرمایا کہ خالہ بجائے ماں کے ہے یعنی اس کی پرورش کا حق اس کی خالہ کو ہے۔ وہی اس کی پروش کرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا ہوں۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہے یعنی تو میرے ظاہر اور باطن کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو ہمارا بھائی اور آزاد کردہ ہے (بخاری، مسلم، بحوالہ جامع الاصول)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی شادی: اسی سال نبی ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح کیا (زیادہ تفصیل راقم کی کتاب حج نبوی میں ہے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا حالانکہ آپ حالت احرام میں تھے اور جب ان کا قرب حاصل

کیا تو احرام کھول چکے تھے (صحیح بخاری، کتاب المغازی، ج ۲ ص ۶۱۱)۔حضرت یزید بن اصم، حضرت میمون رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔آپ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جب مقام سرف میں مجھ سے نکاح کیا تو ہم دونوں احرام سے نکل چکے تھے (صحیح مسلم)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا: اور اسی غزوہ خیبر میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس میں اور روآیتیں بھی ہیں۔

نجاشی کا اسلام لانا: اسی سال کے آخر میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو آپ کا مکتوب پہنچا تو اس نے اس کو بوسہ دیا اور اسلام قبول کیا۔حضرت نجاشی کا نام اَصْحَمَہ تھا۔اَربعہ کے وزن پر غیر منصرف ہے (بذل القوۃ) حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ غائبانہ اسلام لائے اور مسلمانوں کی بڑی حمایت کی۔

آپ ﷺ پر جادو کیا گیا: علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب لدنیہ کی شرح میں فرمایا جادو کا یہ واقعہ حدیبیہ سے واپسی کے بعد ۶ھ میں ہوا لیکن علامہ (محمد بن یوسف صالح) شامی نے اپنی سیرت میں فرمایا کی یہ جادو محرم الحرام ۷ھ میں کیا گیا تھا۔جب اس جادو کی چیزوں کو کنوئیں سے نکالا گیا تو سورہ الفلق اور سورالناس نازل ہوئیں۔اس میں ایک دھاگا تھا جس میں گیارہ گرھیں لگائی ہوئی تھیں۔جب کہ آپ ایک آیت پڑھتے ایک گرہ کھل جاتی۔ان دونوں سورتوں کی گیارہ آیات کی تلاوت کی تکمیل پر وہ ساری گرھیں کھل گئیں (بذل القوۃ مختصر)

اس کا اثر کتنا عرصہ رہا اس میں اختلاف ہے علامہ بدرالدین عینی نے تین قول نقل کئے ہیں

(۱) ایک سال (۲) چالیس راتیں (۳) چھ ماہ (عمدۃ القاری، ج ۲۱ ص ۴۱۶)۔اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام اسماعیلی کے نزدیک چالیس راتیں اور امام احمد کے نزدیک چھ ماہ۔اور فرماتے ہیں کہ ان دونوں روآیتوں میں یوں تطبیق ہوسکتی ہے کہ کل مدت چھ ماہ ہی ہے، البتہ چالیس دن جادو کا اثر بالکل مستحکم رہا (فتح الباری، ج ۱۳ ص ۲۷۸) اور یہ اثر صرف ظاہری تھا باطن پر نہیں تھا۔خیال رہے کہ جادو کے مئوثر ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔معتزلہ اور ان کے ہم خیال جادو کے اثر کا انکار کرتے ہیں۔علامہ غلام رسول سعیدی نے لکھا تھا کہ جادو کے متعلق جو روایات ہیں وہ صحیح نہیں ہیں (تفصیل تبیان القرآن، ج ۶ ص ۷۳۰)۔مگر دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ ان روایات کا

انکار درست نہیں پھر بعد میں علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمۃ نے تبیان الفرقان ج ۳ میں اس مسئلہ سے رجوع کرلیا تھا۔

صاحب تفہیم القرآن لکھتے ہیں کہ جہاں تک تاریخی حیثیت کا تعلق ہے نبی ﷺ پر جادو کا اثر ہونے کا واقعہ قطعی طور پر ثابت ہے اور علمی تنقید سے اس کو اگر غلط ثابت کیا جا سکتا ہو تو پھر دنیا کا کوئی تاریخی واقعہ بھی صحیح ثابت نہیں کیا جاسکتا۔اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ارقم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس سے بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، امام احمد، عبدالرزاق، حمیدی، بیہقی، طبرانی، ابن سعد، ابن مردویہ، ابن ابی شیبہ، حاکم عبد بن حمید وغیرہ محدثین نے اتنی مختلف اور کثیر التعداد سندوں سے نقل کیا ہے کہ اس کا نفس مضمون تواتر کی حد کو پہنچا ہوا ہے اگرچہ ایک ایک روایت بجائے خود خبر واحد ہے (تفہیم القرآن، ج ۶ ص ۵۵۳)

جادو کا اثر آپ ﷺ کے باطن پر نہیں ہوا تھا صرف ظاہر پر ہوا ہے جو منافی نبوت اور رسالت نہیں۔چنانچہ امام قاضی ابو الفضل عیاض رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۴ھ) فرماتے ہیں وَإِنَّمَا السِّحْرُ مَرَضٌ مِنَ الْأَمْرَاضِ وَعَارِضٌ مِنَ الْعِلَلِ يَجُوزُ عَلَيْهِ كَأَنْوَاعِ الْأَمْرَاضِ مِمَّا لَا يُنْكَرُ وَلَا يَقْدَحُ فِي نُبُوَّتِهِ إِنَّمَا تَسَلَّطَ عَلَى ظَاهِرِهِ وَجَوَارِحِهِ لَا عَلَى قَلْبِهِ وَاعْتِقَادِهِ وَعَقْلِهِ (الشفا، ج ۲ ص ۱۹۶)۔اور بلاشبہ جادو ایک مرض ہے جو امراض کی طرح واقع ہوسکتا جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس سے آپ کی نبوت میں عیب لگ سکتا ہے۔نیز فرماتے ہیں کہ (تمام روایات کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے) کہ جادو آپ کے ظاہر اعضا پر واقع ہوا تھا نہ کہ آپ کے دل اور عقیدے اور عقل پر۔

خیال رہے کہ نبوت و رسالت کی حیثیت و جہت سے آپ جادو کے اثر سے معصوم و محفوظ تھے۔کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا اور بشریت کی حیثیت سے بشری عوارض کا ذات محمد ﷺ پر ورود ہوتا تھا جیسے بیماری اور جادو بھی ایک بیماری ہے۔بیماری کا اثر ہمارے ظاہر باطن پر رہتا ہے مگر نبی ﷺ کے باطن پر ہرگز اثر نہیں ہوتا تھا۔معتزلہ کے علاوہ بعض دیگر علماء نبی ﷺ پر جادو کے اثر کا انکار کرتے ہیں۔امام ابوبکر احمد جصاص، مفتی محمد عبدہ، قطب شہید، امین اصلاحی، پروفیسر ابو سعود احسن علوی، صاحب تدریس لغۃ القرآن۔اور دوسرے تمام مفسرین بخاری، مسلم کی حدیثوں کے پیش نظر جادو کے اثر کو مانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (سورہ مائدہ ۶۷)۔ترجمہ: اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کو بچائے گا (کہ وہ آپ کو شہید نہیں کرسکیں گے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ (سورہ طٰہٰ ۶۹)۔ترجمہ: اورنہیں کامیاب ہوتا جادوگر جدھر سے بھی آئے۔کہ وہ اپنی مراد میں ناکام رہتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ سلام کے مقابلہ میں جادوگر ناکام رہے۔اس آیت میں جادوگر کا نبی کو شہید کرنے ،ان کے باطن پر جادو کا اثر ڈالنے میں ناکام ہونا مراد ہے۔لہٰذا اس آیت میں جادو کے ظاہر پر مؤثر ہونے کی نفی نہیں کی گئی ،باطن پر اثر ڈالنے کی نفی ہے۔

بعض صحابہ کی حبشہ سے واپسی: اسی سال غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ حبشہ سے واپس آئے تھے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح: اور اسی غزوہ خیبر میں نبی کریم ﷺ نے غزوۂ خیبر کے قیدیوں میں سے حضرت صفیہ بنت حیی اخطب کو اپنے لئے چاہا۔پھر ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح: اسی سال نبی ﷺ نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

۸ سن ہجری کے واقعات

اسی سال منبر شریف بنایا گیا۔اور حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ کی ولادت بسعادت اسی سال ہوئی ذوالحجہ ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت ماریہ قبطیہ تھیں۔نبی کریم ﷺ کی کنیت ابوابراہیم تھی۔حضرت جبرائیل امین نے حضرت ابراہیم کی ولادت کے موقع یوں سلام پیش کیا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا اِبْرَاهِيم اے ابوابراہیم آپ پر سلام ہو (بزل التورۃ ۵۹۵۲) اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی اسی ۸ سن ہجری میں ہوا۔

بعض حضرات کا ایمان لانا: اسی سال اسی مہینہ صفر میں حضرت عثمان بن ابی طلحۃ اور حضرت عمرو بن عاص ،حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر ایمان لائے (زرقانی ،ج ۳،ص ۲۲۴)

بعض سرایا کا ذکر: اس سال کے دستوں اور سرایا کی بہت تعداد زیادہ ہے۔ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے:

سریہ غالب عبداللہ اللیثی کدید میں بنی مُلَوّح کی طرف صفر میں ۸ ہجری میں روانہ کیا۔اپنے ساتھیوں سمیت بنولیث کے ایک قبیلے بنوملوح کی سرکوبی کے لیے گئے تھے۔

سریہ غالب عبداللہ اللیثی فَدَک کی طرف صفر میں ۸ ہجری میں روانہ کیا۔

سریہ شجاع بن وہب اَسدیٰ بنی عامر کی طرف ربیع الاول میں ۸ ہجری روانہ کیا۔ان کے ساتھ چوبیس آدمی تھے۔ان کا مقصد ہوازن کی ایک جماعت کی سرکوبی کرنا تھا۔یہ لوگ اسی مقام میں رہتے تھے۔

سریۂ کعب بن عُمیر غفّاری ذاتِ اطّلاح کی طرف ربیع الاول میں ۸ ہجری روانہ کیا۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ پندرہ آدمی تھے۔وہ انہیں لے کر ذات اطلاح مقام پر پہنچے جو وادی القریٰ سے آگے واقع تھا لیکن یہ سب لوگ شہید ہوگئے۔صرف ایک شخص بچا، وہ بھی زخمی تھا۔وہ مدینہ منورہ پہنچا اور سارا واقعہ آپ کو بتلایا۔آپ کو یہ سن کر سخت صدمہ پہنچا۔

سَریہ زید بن حارثہ مدین کی طرف ۸ ہجری روانہ ہوا۔

سَرِیَۂ مؤتہ جمادی الاولی میں ۸ ہجری میں روانہ کیا۔

سَرِیَۂ ذاتُ السَّلَاسِل جمادی الاخرہ ۸ ہجری میں روانہ کیا۔

سَرِیَۂ ابوحَدرَد غابہ کی جانب شعبان میں ۸ ہجری کو روانہ کیا۔

سَرِیَۂ اُسامہ بن زید حُرقات کی طرف ۸ ہجری میں روانہ کیا۔

سَرِیَۂ خالد بن ولید عُزّیٰ بت کو گرانے کیلئے رمضان ۸ ہجری کو روانہ کیا۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تیس سواروں کے ساتھ قریش اور بنو کنانہ کے خصوصی بت عزیٰ کو گرانے کے لیے نخلہ گئے جہاں یہ بت نصب تھا۔یہ مشرکین کا سب سے بڑا بت تھا۔بنو شیبان اور بنو سلیم کے لوگ اس کی خدمت اور حفاظت کیا کرتے تھے۔

سَرِیَۂ عُمرو بن عاص سُوَاع بت گرانے کے لئے رمضان ۸ ہجری کو روانہ کیا۔ان کا مقصد بنو ہذیل کے بت سواع کو زیرو زبر کرنا تھا۔

سَرِیَہ سعد زیدا شہلی مَنَا ۃ بت کو گرانے کیلئے رمضان میں ۸ ہجری کو روانہ کیا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیس شہسوار لے کر منات بت کی شکست وریخت کے لیے گئے۔

سَرِیَہ خالد بن ولید بن حذیمہ کی جانب شوال میں ۸ رمضان میں روانہ کیا۔ یہ لوگ مکہ مکرمہ کے نشیب میں یلملم کی طرف رہتے تھے۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۳۵۰ آدمی تھے۔اسی لڑائی میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے قیدی غلطی سے قتل ہو گئے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ مقتولین کی دیت ادا کریں اور ان کے نقصانات کی تلافی کریں۔بت شکنی کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی عبادت نہ کی جائے اللہ کی زمین بت پرستی سے پاک ہو۔

سَرِیَہ قیس بن سند بن عبادہ صُداء ۸ ہجری میں روانہ کیا۔

غزوہ موتہ (غزوہ جیش الامراء) (جمادی الاولیٰ ۸ ہجری): اسی سال غزوہ موتہ کا واقعہ پیش آیا (علاقہ شام میں ایک مقام کا نام موتہ ہے)۔

عام کتب سیر میں اس کا نام سریہ موئتہ ہے۔امام بخاری اور ابن اسحاق نے اس کا نام غزوہ موتہ رکھا۔**وسماھا البخاری وابن اسحاق غزوہ موءتة بکثرة جیش المسلمین فیھا** (السیرت النبویۃ لاحمد زینی دحلان)۔اس غزوہ میں لشکر بہت زیادہ تھا اس لئے غزوۂ جیش الامراء۔اور سریہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اسمیں شریک نہیں ہوئے تھے۔

شام کے گورنر شرجیل بن عمرو غسانی نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد حضرت عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا۔آپ نے اسے سزا دینے کے لیے جنوبی اردن کے شہر بلقاء کی طرف مسلمانوں کا ایک لشکر بھیجا۔اس لشکر کی تعداد تین ہزار تھی۔ان کے امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔غزوہ موتہ کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ موتہ میں زید بن حارث کو سردار بنایا اور فرمایا کہ زید مارا جائے تو جعفر طیار سردار ہے اور اگر جعفر شہید ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہیں۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس غزوہ میں اُن میں موجود تھا۔ہم نے جعفر بن ابی طالب کی شہادت کے بعد لاش کو تلاش کیا تو ان کو شہداء میں پایا اور ان کے جسم میں نیزوں اور تیروں

کے نوے سے زیادہ زخم پائے (بخاری کتاب المغازی)۔شام کے حاکم نے حضور ﷺ کے ایلچی کو مار ڈالا تھا۔اس واسطے حضرت نے ہجرت کے آٹھویں سال موتہ پر جو ملک شام میں ایک شہر ہے ہزار آدمی کا لشکر بھیجا اور زید بن حارثہ کو ان کا سردار بنایا۔پھر یہ حدیث بیان فرمائی۔چنانچہ تینوں سردار شہید ہو گئے۔پھر مسلمانوں نے مشورہ کر کے خالد بن ولید کو سردار بنایا تو خدا نے ان کی تدبیر سے فتح نصیب کی۔اس حدیث میں حضرت رسول کریم ﷺ کے معجزے کا بیان ہے کہ جیسا آپ ﷺ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علم زید نے لیا سو وہ شہید ہو گئے۔پھر جعفر نے علم لیا سو وہ بھی شہید ہو گیا۔پھر عبداللہ بن رواحہ نے علم کو تھاما سو وہ بھی شہید ہو گیا اور مقرر حضرت ﷺ کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔پھر علم کو خالد بن ولید نے لیا بدون سرداری کے سو خدا نے ان کو فتح نصیب کی۔بخاری، نسائی کے راویت میں **ذرفت العین** کے معنی ہیں ان سے آنسو جاری ہوئے۔حضرت محمد ﷺ کو وہاں کی خبر اسی دن بطریق وحی کے معلوم ہوئی۔آپ نے مدینے کے لوگوں سے بیان فرمایا۔پھر اسی کے مطابق وہاں سے خبر آئی۔چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر صحابہ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ زید نے علم لیا اور شہادت پائی۔پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور شہید ہو گئے۔پھر ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور وہ بھی شہید ہوئے حتی کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا لیا اور اللہ نے ان کو فتح دے دی۔اس سے مراد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔یہیں سے ان کا لقب ''سیف اللہ'' پڑا (بخاری کتاب المغازی)۔کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فتح عطا فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت: اسی غزوہ موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا اور آپ کی شہادت کا واقع بڑا ہی اندوہناک ہے کہ آپ کے دونوں بازو کاٹ دیئے گئے اور بہت سے زخم بھی آئے۔حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ شہادت کے بعد جب حضرت جعفر بن ابی طالب بریدہ بازوؤں کے ساتھ بہشت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم و رحمت سے پرندوں کی طرح بازو عطا

فرمادیئے جن کے ذریعہ وہ حسب خواہش ہر طرف پرندوں کی طرح اڑنے لگے (سیرت ابن کثیر)۔اسی لیے آپ کو جعفر طیار کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔

اسی سال حضرت زید بن حارثہ کلبی، حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری (رضی اللہ عنہم) کی خبر شہادت مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ نے دے دی۔مدینہ منورہ اور مقام مؤتہ کے درمیان اٹھائیس روز کی مسافت تھی (بذل القوۃ)

غم وحزن کی حالت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو مسجد میں بیٹھے حضور اکرم ﷺ کے چہرے میں حزن وغم کے آثار معلوم ہورہے تھے۔حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں دروازے کی درز سے دیکھ رہی تھی کہ ایک آدمی آپ کے پاس آکر کہنے لگا (اس آدمی کا نام نہیں معلوم ہوسکا کہ کون تھا) یارسول اللہ ﷺ جعفر کے گھر کی عورتیں رورہی ہیں۔حضور اقدس ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ جاکر ان کو منع کردو۔وہ گیا اور واپس آکر کہنے لگا خدا کی قسم وہ عورتیں تو ہم پر غالب آرہی ہیں اور بات نہیں مان رہی ہیں۔تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے منہ میں تم جاکر مٹی ڈالدو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے (دل میں) اس شخص کے لیے کہا **ارغم اللہ انفك فواللہ ما انت تفعل و ما ترکت رسول اللہ ﷺ من العناء**۔اللہ تیری ناک خاک آلود کرے۔خدا کی قسم نہ تو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کررہا ہے اور نہ حضور اکرم ﷺ کو مشقت سے بچا رہا ہے (بخاری کتاب المغازی)۔یعنی جب تو حضور اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل پر قادر نہیں ہے تو آکر صاف کیوں نہیں کہہ دیتا کہ مجھ سے کام نہیں ہوسکتا آپ کسی اور کو بھیج دیں تاکہ حضور اقدس ﷺ بار بار حکم دینے کی مشقت سے محفوظ ہوجائیں۔امام نووی رحمہ اللہ نے اس جملہ کا یہی مقصد بیان فرمایا ہے (فتح الباری)

طعام تعزیت: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہیں کہ اپ ﷺ کو جب شہادت جعفر کا علم ہوا تو گھر تشریف لائے اور دریافت کیا جعفر کے بچے کہاں ہیں؟ بچوں کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔آپ نے ان کو پیار کیا، بوسہ دیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے کچھ سنا ہے۔فرمایا

ہاں، جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے ہیں۔میں اٹھی اور بے خودی میں فریاد کرنا شروع کیا۔عورتیں میرے پاس آگئیں۔آپ نے فرمایا اسماء رضی اللہ عنہ فریاد نہ کرو اور سینہ مت کوٹ۔یہ فرماکر اٹھ گئے اور روتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لائے۔وہ بھی **واعمّاہ** کہہ کر رونے لگیں۔اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا آل جعفر کے لیے کھانا تیار کرو اس وجہ سے کہ وہ غم میں مبتلا ہیں۔کھانا پکانے کا ہوش نہیں ہے (روضۃ الاحباب وغیرہ)۔اس سے ثابت ہوا ہے کہ اہل میت کے یہاں کھانا پہنچانا مستحب اور مسنون ہے۔

حضرت جعفر کو طیار کہنے کی وجہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دو پروں جیسی قوت عطا فرمائی جس سے وہ جنت میں اُڑتے پھرتے تھے۔اسی لئے ان کا لقب طیار ہے۔حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو سلام کہتے تو کہتے **اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ**۔ سلام ہو تم پر اے دو پروں والے کے بیٹے۔

قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔کہا کہ میں نے خالد سے سنا، کہتے تھے کہ جنگ مؤتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں اور میرے ہاتھ میں صرف میری یمنی چوڑی تلوار رہ گئی۔وہ نہ ٹوٹی (بخاری کتاب المغازی)۔اس لڑائی میں بعض مجاہدین کی طرف پلٹ پلٹ کر آنے کا پینترا اختیار کیا گیا۔اس کا ذکر اس آیت میں کیا **اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ** (سورہ انفال ۱۶)۔ترجمہ: کہ پینترا بدلنے والا ہو لڑائی کے لئے یا پلٹ کر آنے والا ہو اپنی جماعت کی طرف۔اس کو شکست نہیں کہا جاتا۔

اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی اور دشمنوں کی تعداد ایک لاکھ سے کچھ زائد ہی تھی۔اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

غزوہ موتہ کے شہیدوں کے نام: غزوہ مؤتہ کے شہداء جنہوں نے اپنے جانوں کی قربانی دے کر بڑے لشکر کو شکست دی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (۲) حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (۴) مسعود بن الاسود رضی اللہ عنہ

(۵) وہب بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ (۶) عباد قیس رضی اللہ عنہ

(۷) حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ (۸) سرقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

(۹) ابوکلیب بن عمرو بن زید رضی اللہ عنہ

(۱۰) جابر بن عمرو بن زید رضی اللہ عنہ (یہ دونوں سگے بھائی تھے)

(۱۱) عمرو رضی اللہ عنہ

(۱۲) عامر رضی اللہ عنہ (یہ دونوں بھی سگے بھائی تھے اور سعد بن حارث بن عباد کے فرزند تھے)

(الاکتفاء فی مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

منہ بولے بیٹے کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو: حضرت زید بن حارثہ کے بارے میں قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّاسَ۔ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ۔ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْہَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَھَا** (سورہ احزاب ۳۷)۔ ترجمہ: اور یاد کیجئے جب آپ نے فرمایا اس شخص کو جس پر اللہ نے بھی احسان فرمایا اور آپ نے بھی احسان فرمایا اپنی بی بی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر۔ اور آپ مخفی رکھے ہوئے تھے اپنے جی میں وہ جسے اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو اندیشہ تھا لوگوں (کے طعن وتشنیع) کا حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔ پھر جب پوری کرلی زید نے اسے طلاق دینے کی خواہش تو ہم نے اس کا آپ سے نکاح کردیا۔ لوگ کہا کرتے تھے حضرت زید آپ کے بیٹے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ** (سورہ الاحزاب ۴۰)۔ ترجمہ: نہیں ہیں محمد (فداہ روحی) کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَکُمْ اَبْنَآءَکُمْ** (سورہ الاحزاب ۴)۔ ترجمہ: اور نہیں بنایا اس نے تمہارے منہ بولے بیٹیوں کو تمہارے فرزند۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ** (سورہ الاحزاب ۵)۔ ترجمہ: بلایا کرو انہیں ان کے

باپوں کی نسبت سے یہ زیادہ قرین انصاف ہے اللہ کے ہاں۔

بعض سرایا کا تذکرہ

سریہ ذات السلاسل: (زنجیروں سے باندھے ہوئے) جنگ مؤتہ سے واپسی کے چند دن بعد ابن سعد کے مطابق جمادی الآخرہ ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ بنو قضاعہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لیے دوبارہ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ آپ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ وہ آئے تو آپ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ تمہیں ایک لشکر پر امیر مقرر کرکے بھیجوں اللہ تعالیٰ تمہیں صحیح سالم رکھے گا اور غنیمت بھی عطا فرمائے گا۔ میں تمہیں کافی مال دینا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عرض کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں مال لینے کے لیے مسلمان نہیں ہوا بلکہ میں تو اسلام کو اچھا دین سمجھ کر مسلمان ہوا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہوں۔ آپ نے فرمایا عمرو پاکیزہ مال نیک آدمی کے لیے بہترین معاون ہوتا ہے۔

اسی ہدایت کے مطابق عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تین سو مہاجرین وانصار کا لشکر لے کر چلے حتی کہ انہوں نے قبیلہ بَلِّی کا علاقہ روند ڈالا اور انہیں تابع فرمان بنالیا۔ پھر عذرہ اور بلقین کے علاقوں کو فتح کیا۔ آخر میں ان کا مقابلہ ایک جماعت سے ہوا۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد وہ مدینہ منورہ لوٹ آئے (الطبقات الکبریٰ)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اجتہاد: واپسی کے دوران میں ایک انتہائی سرد رات میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو احتلام ہوگیا۔ انہوں نے مارے سردی کے غسل نہیں کیا تیمم سے گزارا کیا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل پکڑی **وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا** (سورہ نساء ۲۹)۔ ترجمہ: اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقیناً اللہ تم پر بہت رحیم ہے۔

بذل القوہ فی حوادث سنی النبوۃ میں ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے نماز فجر تیمم کرکے پڑھی۔ مدینہ منورہ واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا سردی میں جنابت کے لئے تیمم کا حکم تم نے کہاں سے استنباط کیا۔ انہوں نے عرض کیا **وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا** (سورہ نساء ۲۹)۔ ترجمہ: تم اپنے آپ

کو قتل مت کرو۔ بیشک اللہ تم پر رحم فرمانے والا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کچھ بھی نہ فرمایا (روضۃ الاحباب)

سریہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ: اسے سریہ خبط بھی کہتے ہیں کیونکہ خوراک کی قلت کی وجہ سے مسلمانوں کو پتے کھانے پڑے تھے۔ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین سو آدمی تھے۔ مقصود جہنیہ کے ایک قبیلے کی سرکوبی تھا۔ اس کی تفصیل بخاری کتاب المغازی باب سیف البحر میں ہے۔

نوٹ: معلوم ہوتا ہے "عنبر" دراصل کوئی وہیل "مچھلی" تھی جو دنیا کا سب سے بڑا حیوان ہے۔

ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا لقب امین الامہ تھا۔ ان کی والدہ امیمہ بنت غنم رضی اللہ عنہا مسلمان ہوگئیں تھیں جبکہ ان کا باپ عبداللہ بحالت کفر غزوہ بدر میں انہیں کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔

سریہ حضرت ابوقتادہ ربعی انصاری: بطن اِضم کی طرف (رمضان ۸ ھ) جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو ۸ افراد کے ساتھ بطن اِضم (ذی خُشُب اور ذمی مردہ کے مابین) کی جانب بھیجا تا کہ لوگ سمجھیں کہ آپ اس طرف پیش قدمی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لشکر میں مُحَلَّم بن جثامہ لیثی بھی تھے۔ عامر اشجعی ان کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے سلام کیا۔ دوسرے افراد نے تو انہیں کچھ نہ کہا، لیکن محلم (محکم) بن جثامہ نے انہیں قتل کر دیا اور ان کا ساز و سامان لے لیا۔

مُحَلَّم بن جثامہ دو چادریں اوڑھے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے طالب معافی ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدا تجھے معاف نہ کرے۔

یہ آیت نازل ہوئی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۔ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِیْرَةٌ (سورہ النساء ۹۴)۔ ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم زمین میں سفر کرو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام کہے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو تم دنیا کا ساز و سمان چاہتے ہو اور اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔

قبر کا قاتل محلّم (محکم) کو قبول نہ کرنا: معافی نہ ملنے پر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور آنسو چادروں سے پونچھ رہا تھا۔

چنانچہ سات دن کے بعد مر گیا۔ زمین نے اس کی لاش باہر پھینک دی۔ پھر دفن کیا۔ پھر باہر پھینک دی۔ جب اہل قبیلہ سخت پریشان ہوئے تو وہ اسے اٹھا کر دو پہاڑوں کے درمیان لے گئے جسے انہوں نے ہموار کیا۔ پھر اوپر پتھر ڈالے، اور لاش چھپا دی۔ آپ کے سامنے اس کا ذکر آیا تو فرمایا زمین تو بدترین آدمی کو قبول کر لیتی ہے لیکن خدا تمہیں عبرت کا نمونہ دکھانا چاہتا تھا کہ تمہارے لئے بندہ مؤمن کے قتل کے بارے میں ایک نشانی ہے (ابن کثیر، مواہب لدنیہ) حدیث میں وارد ہے کہ لَزَوَالُ الدُّنْیَا اَهْوَنُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ سَفْكِ دَمِ اِمْرَئٍ مُّسْلِمٍ بِغَیْرِ حَقٍّ (روضۃ الاحباب، مسلم، ترمذی)، اللہ تعالیٰ کے لئے دنیا کو تباہ کر دینا مسلمان آدمی کے ناحق قتل کر دینے سے یادہ آسان ہے۔

نبی کریم رؤوف ورحیم، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وہ سب پر رحمت اور شفقت اور مہربانی فرمانے والے تھے کسی کے لئے بددعا نہیں فرماتے تھے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مسلمان کے خون جان و مال کی بہت بڑی حرمت وعزت تھی۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا تا کہ لوگوں کے جان و مال محفوظ رہیں۔ محلم بن جثامہ کے واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔ لہٰذا کسی مسلمان کو بغیر تحقیق کے کافر کہنا جائز نہیں ہے۔ اور مسلمان کو قتل کر دینا کبیرہ گناہ اور موجب سزا ہے۔

قبر کا مؤمن کے قاتل کو قبول نہ کرنا: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک عیسائی مسلمان ہو گیا اور اس نے سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران پڑھی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کاتب بن گیا۔ وہ پھر دوبارہ نصرانی ہو گیا۔ وہ کہتا تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جو کچھ میں لکھتا تھا اس کے سوا ان کو اور کچھ پتا نہیں تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مار دیا۔ لوگوں نے اس کو دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا زمین نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا۔ عیسائیوں نے کہا یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کا فعل ہے جنہوں نے ہمارے ساتھی کو قبر سے باہر نکال کر پھینک دیا ہے کیونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ گیا تھا۔ انہوں نے دوبارہ اس کے لئے خوب گہری قبر کھودی۔ صبح ہوئی تو پھر زمین اس کو قبر سے باہر پھینک چکی تھی۔ عیسائیوں نے کہا یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کا فعل ہے جنہوں نے ہمارے ساتھی کو قبر سے باہر نکال کر پھینک دیا ہے کیونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ گیا تھا۔ انہوں نے پھر اس کے لئے خوب گہری قبر کھودی جتنی وہ کھود سکتے تھے۔ صبح ہوئی تو پھر زمین اسے باہر پھینک چکی تھی۔ تب انہیں یقین آیا کہ یہ لوگوں کا کام نہیں ہے۔ پھر انہوں نے اس کو زمین پر ڈال

دیا (صحیح بخاری کتاب المناقب حدیث ۳۶۱۸)۔معلوم ہوا کہ گستاخ رسول ﷺ کو قبر بھی اپنے اندر جگہ نہیں دیتی۔ اس میں گستاخی بچنے کا درس ہے۔

سریہ ابوقتادہ حضرہ کی طرف: یہ شعبان ۸ ہجری روانہ کیا۔حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ پندرہ آدمی لے کر نجد میں بنو محارب کے علاقہ کی طرف گئے۔مقصد غطفان کی ایک جماعت کو تتر بتر کرنا تھا (طبقات ابن سعد)۔

غزوہ فتح مکہ (فتح اعظم): اللہ تعالیٰ نے مدد اور نصرت کا وعدہ فرمایا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (سورہ [غافر] مؤمن ۵۱)۔

ترجمہ: بے شک ہم البتہ مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور مؤمنین کی اس دنیاوی زندگی میں اور اس دن بھی (مدد کریں گے) جس دن گواہ (گواہی دینے کے لئے) کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (سورہ الصافات ۱۷۳)۔ترجمہ: اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب ہوا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورہ الروم ۴۷)۔ترجمہ: اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے اہل ایمان کی مدد فرمانا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (سورہ فتح)۔ترجمہ: یقینا ہم نے آپ کو شان دار فتح عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (سورہ نصر)۔ترجمہ: جب اللہ کی مدد آ پہنچے اور فتح نصیب ہو جائے اور آپ دیکھ لیں لوگوں کو وہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوج در فوج۔

اسی سال مکہ معظّمہ فتح ہوا اور لوگ اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے لگے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ (سورہ حدید ۱۰)۔ترجمہ: نہیں برابر تم میں سے جس نے خرچ کیا مکہ کے فتح ہونے سے پہلے۔

قریش کی عہد شکنی: صلح حدیبیہ میں طے پایا تھا کہ جو قبیلہ رسول اللہ ﷺ کے عہد و پناہ میں آنا چاہے وہ ایسا کرسکتا

ہے اور قریش کے عہد و پیمان کو قبول کرنا چاہے وہ بھی ایسا کرسکتا ہے۔چنانچہ بنو بکر نے قریش کا عہد اختیار کرلیا اور ان کی حمایت و پشت پناہی قبول کر لی اور قبیلہ خزاعیہ نے رسول اللہ ﷺ کی حمایت و پشت پناہی پسند کر لی۔بنو بکر اور خزاعہ میں پرانی دشمنی چلی آ رہی تھی۔اسلام نے آ کر ان دونوں کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی اور اس معاملہ کے سوا کسی اور چیز پر غور کرنے کی فرصت لوگوں کے پاس نہ ہوئی۔جب یہ صلح ہوئی تو بنو بکر نے اس فرصت سے فائدہ اٹھانا چاہا تا کہ بنو خزاعہ سے پرانا بدلہ چکالیں۔چنانچہ بنو بکر کے کچھ لوگوں نے ساز باز کر کے خزاعہ پر اس وقت شب خون مارا جب وہ پانی کے ایک چشمے کے پاس مقیم تھے۔جھڑپ ہوئی اور خزاعہ کے متعدد آدمی مارے گئے۔قریش نے ہتھیاروں سے بنی بکر کی مدد کی اور رات کے اندھیرے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے قریش کے بڑے بڑے سردار اس جنگ میں شریک ہوئے۔یہاں تک کہ ان کو دھکیلتے ہوئے حرم تک پہنچ گئے۔جب خزاعہ نے حرم میں پناہ لی تو بنو بکر نے اپنے لوگوں سے کہا اب ہم حرم میں داخل ہو گئے ہیں۔اپنے معبود کا خیال کرو، اللہ کا خوف کرو۔جواب ملا کہ آج کے دن کوئی معبود نہیں۔اے بنو بکر آج کے دن کوئی معبود نہیں۔اے بنو بکر آج بدلہ چکالو۔آج کے بعد تمہیں یہ موقعہ نہ مل سکے گا۔

اس موقعہ پر عمرو بن سالم الخزاعی رسول اللہ ﷺ سے آ کر مدینہ میں ملے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ اشعار پڑھے۔ان اشعار میں آپ کے اور خزاعہ کے درمیان جو عہد و پیمان ہوا تھا اس کا واسطہ دیا اور آپ کی حمایت اور اعانت کے طالب ہوئے۔اور آپ کو اطلاع دی کہ قریش نے عہد شکنی کر دی ہے اور آپ کے عہد نامہ و میثاق کو توڑ دیا ہے۔اور یہ کہ انہوں نے اس حالت میں جب ہم اپنے پانی پر تھے شب خون مارا ہے اور رکوع و سجود کی حالت میں ہم لوگ قتل کیے گئے۔رسول اللہ ﷺ نے سن کر فرمایا عمرو بن سالم تمہاری ضرور مدد ہوگی (سیرت خاتم النبیین للاطفال)

قریش کی ندامت: ابوسفیان کا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔قریش نے خود ہی صلح حدیبیہ کی شرائط توڑ ڈالیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکری کی مدد کی اور بنو خزاعہ کے بیس آدمی قتل کر ڈالے۔ بعد میں قریش کو اس پر ندامت ہوئی۔ادھر عمرو بن سالم خزاعی چالیس سوار لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔اس نے پوری تفصیل بیان کی اور آپ سے مدد طلب کی۔لہٰذا نبی ﷺ نے بنو خزاعہ کے آدمیوں کو بتا دیا تھا کہ ابوسفیان تجدید عہد کے لئے آئے گا چنانچہ اسی طرح ہوا۔ہوا یہ کہ قریش اپنے کئے پر پشیمان ہو گئے۔انہوں نے

ابوسفیان کو رسول کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تا کہ اس معاہدہ کو از سرِنو تازہ کریں اور اس کی مدت بڑھا دیں۔ ابو سفیان مکہ سے نکل کر عسفان پہنچا تو اسے بدیل بن ورقہ ملا جو مدینہ سے آ رہا تھا۔ بدیل نے رسول کریم ﷺ کی بات کو پوشیدہ رکھا۔

ابوسفیان مدینہ پہنچ کر اپنی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچا اور رسول کریم ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا۔ ام حبیبہ نے روک دیا۔ ابوسفیان نے کہا بیٹی تمہارے دماغ میں خرابی لاحق ہو گئی ہے۔ پھر رسول کریم ﷺ تشریف لائے تو ابوسفیان نے ماجرا بیان کیا مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا کہ وہ آپ کے ساتھ بات کریں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر ابوسفیان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں اسے سخت سست کہا۔ اور فرمایا کہ میں یہ کیسے کر سکتا ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بخدا اگر میرے ساتھ اور کچھ نہ ہو صرف چیونٹیاں ہوں تو ان سے مل کر میں تمہارے خلاف لڑوں گا۔ پھر ابوسفیان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے انکار کیا۔ پھر اس نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ لوگوں کو پناہ دے۔ انہوں نے کہا میرا بیٹا ابھی اس عمر کو نہیں پہنچا۔ اور رسول کریم ﷺ سے کون کسی کو پناہ دلا سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ وہ اُٹھے اور لوگوں کو اپنے یہاں پناہ دے۔ ابوسفیان نے ایسا ہی کیا اور مکہ جا کر انہیں تفصیلات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا علی رضی اللہ عنہ نے صرف تمہارے ساتھ مزاق کیا ہے۔ پھر رسول کریم ﷺ نے مکہ جانے کی تیاری کی اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ قریش کو خبر نہ ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی (الفصول فی سیرۃ الرسول)

فتح مکہ کی تیاریاں: رسول اللہ ﷺ نے لشکر کشی کا حکم دیا اور اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی تیاری کریں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے جبکہ وہ حضور ﷺ کے سفر کے سامان کو ترتیب رکھ رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بیٹی کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم سامانِ سفر تیار کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، جی ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے تیاری کا حکم دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی سامانِ سفر تیار کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے کہ آپ کہاں کا ارادہ کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی اللہ کی قسم میں کچھ نہیں جانتی۔ پھر حضور ﷺ نے لوگوں کو تیاری کا

حکم دیا اور یوں دعا کی اَللّٰھُمَّ خُذِ الْعُیُوْنَ وَالْاَخْبَارَ عَنْ قُرَیْشٍ حَتّٰی نبغتھا فِیْ بِلَادِھِمْ۔ اے اللہ جاسوسوں اور مخبروں کو قریش سے روک لے یہاں تک کہ ہم اچانک ان کے علاقہ میں پہنچ جائیں تو پھر لوگوں نے تیاری کی (سیرت ابن ھشام)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا قریش کے نام خفیہ خط لکھنا: اسی سال نبی کریم ﷺ نے فتح کے لئے لشکر کشی فرمائی۔ اللہ نے آپ کے ہاتھوں اسے فتح فرمایا۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (سورہ فتح:۱) الخ آیات میں اللہ تعالیٰ نے جس فتح کا وعدہ فرمایا تھا وہی فتح عظیم تھی۔ غزوہ فتح مکہ سے قبل نبی کریم ﷺ کی مکہ معظمہ کی جانب روانگی سے پہلے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو اپنی مجبوری کی وجہ سے مکہ کی اطلاع کیلئے خفیہ طور پر خط لکھا۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت حاطب کے خط کے الفاظ حسب ذیل تھے: امابعد۔ اے قبائل قریش! رسول اکرم ﷺ تمہاری طرف ایک ایسا جرار لشکر جو طوفان کی طرح بڑھتا لے کر آ رہے ہیں۔ بخدا اگر وہ اکیلے بھی حملہ آور ہوئے تو خدا انہیں کامیاب کرے گا۔ اور ان کی خواہش کو پورا کرے گا۔ تم اپنے بچاؤ کا بندوبست کر لو۔ والسلام (الروض الانف)

نبی ﷺ کو بطور معجزہ اس خط کی اطلاع مل گئی کہ سارہ عورت کے ہاتھوں ایک خط قریش کو روانہ کیا۔ حضرت رحمت عالم ﷺ نے حضرت علی، حضرت مقداد، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا۔ فرمایا وہ عورت خاخ کے باغ میں ملے گی۔ چنانچہ عورت مل گئی۔ اس نے خط دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت علی نے تلوار سونت لی۔ فرمایا خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار ڈالیں گے۔ اس نے خط نکال دیا۔

ان کے بارے میں سورۂ ممتحنہ کی آیات نازل ہوئیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ۔ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ۔ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ۔ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (سورہ ممتحنہ ۱ تا ۳)۔ ترجمہ: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست قرار نہ دو۔ تم انہیں دوستی کے پیغام ارسال کرتے ہو جب کہ وہ تمہارے سچے دین سے منکر ہیں۔ رسول ﷺ کو اور خود تمہیں گھروں سے نکالتے ہیں اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو جو تمہارا پروردگار ہے۔ اگر تم میری راہ میں جہاد اور میری رضا کو طلب کرنے کے لئے نکلے ہو۔ تم انہیں پوشیدہ طور پر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔ مجھے خوب معلوم ہے جو تم نے چھپایا ہے اور جو تم نے ظاہر کیا۔ جو کوئی تم میں سے ایسا کام کرے وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ اگر تم ان کے ہاتھ آ جاؤ تو وہ تمہارے دشمن بن جائیں گے۔ اپنے ہاتھ اور زبانیں برائی کے ساتھ تم پر دراز کریں گے اور چاہیں گے کہ تم بھی کسی طرح کافر بن جاؤ۔ تمہارے خاندان اور اولادیں، قیامت کے دن، تمہارے کسی کام نہ آئیں گے۔ وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے دریافت کرنے پر عذر پیش کیا تو رحمت عالم ﷺ نے معاف فرمادیا اور انہیں کوئی سزا نہ دی۔

نبی کریم ﷺ نے ابورھم کلثوم بن حسین غفاری کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنایا (الفصول فی سیرۃ الرسول)۔ یا حضرت عبداللہ بن مکتوم کو خلیفہ بنایا۔

اسلامی لشکر کی مکہ روانگی: دس رمضان ۸ سن ہجری کو روانگی ہوئی۔ چنانچہ امام زہری نے روایت کی کہ عبیداللہ بن عبداللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے خبر سنائی کہ نبی کریم ﷺ رمضان مبارک میں مدینہ منورہ سے نکلے جبکہ آپ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا۔ اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف لائے ہوئے ساڑھے آٹھ برس گزرے تھے۔ آپ اور آپ کے ساتھ دوسرے مسلمان مکہ کی طرف روانہ ہوئے جبکہ آپ روزے سے تھے اور دوسرے مسلمان بھی روزے سے تھے حتی کہ کدید پہنچے۔ وہ عسفان اور قدید کے درمیان پانی کی جگہ ہے تو آپ نے روزہ افطار کر دیا اور لوگوں نے بھی روزے افطار کر دیئے۔ امام زہری نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ آخری فعل لیا جاتا ہے (صحیح البخاری کتاب المغازی)

۱۰ ماہ رمضان مبارک میں ۸ ھ کو بدھ کے دن عصر کے بعد مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کی تعداد میں ہزار یا بارہ ہزار تھی۔ حضرت عباس نے مکے سے بعد از قبول اسلام ہجرت کی تھی۔ رسول کریم ﷺ جحفہ کے مقام اجز پر ملے تھے۔ مقام ابواء میں ابوسفیان حارث اور ان کے بیٹے جعفر سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور مکہ کے فتح ہونے سے قبل دونوں ایمان لا چکے تھے۔ مقام قدید پہنچ کر علم تیار کر کے مختلف قبائل کے حوالے کئے۔ مرالظہر ان پر پہنچے تو آگ جلانے کا حکم دیا۔ بہت سی آگ جلائی تا کہ دائیں بائیں روشنی ہو۔ قریش نے ابوسفیان بن حرب کو روانہ کیا اور کہا اگر تمہاری محمد ﷺ سے ملاقات ہو جائے تو امان کی درخواست کرنا۔ ابوسفیان حکیم بن حزام (سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے)، بدیل بن ورقاء مکہ سے نکلے تو مرالظہر ان پہنچ گئے۔ جب مسلمانوں کا لشکر دیکھا تو ڈر گئے۔ آپ کی حفاظت کرنیوالوں کو دیکھا تو انہوں ان کو پکڑ لیا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لائے۔ تو ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا۔ وہاں سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر روک رکھو تا کہ اس لشکر کو دیکھے۔ تو ابوسفیان اس لشکر کے دستوں کو دیکھنے لگے جو یکے بعد دیگر گزر رہے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ سے رحم کی اپیل کی۔ آپ نے فرمایا آج رحم اور شفقت کا دن ہے۔ اَلْيَوْمَ يَوْمُ بِرٍّ وَّوَفَاءٍ کہ آج نیکی اور وفا کا دن ہے۔ نبی کریم ﷺ انتہائی تواضع اور انکساری سے سراقدس کو جھکاتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے حرم میں داخل ہوئے۔

سورہ فتح شریف کی تلاوت: حضرت معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مغفل کو فرماتے سنا، وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے دن دیکھا اپنی اونٹنی پر سوار ہیں اور آپ سورہ فتح پڑھ رہے ہیں اور کہا کہ یہ حال نہ ہوتا کہ لوگ میرے اردگرد جمع ہو جائیں گے تو خوش الحانی سے پڑھتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خوش الحانی سے پڑھا تھا (بخاری کتاب المغازی)

اہل مکہ کو امان عام دیا گیا: فتح مکہ کے غزوہ سے قبل حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ نے اہل مکہ کو امان دے دی۔ اعلان کرنے والے کو حکم دیا کہ مکہ مکرمہ کے راستوں میں اعلان کر دے جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ امان ہے۔ جو شخص کربہ معظّمہ کے پردوں سے لپٹ جائے وہ امان ہے۔ جو ہتھیار ڈال دے اسے امان ہے۔ جو حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں آ جائے اسے امان ہے۔ جو اپنے گھر میں رہ کر اپنا دروازہ بند کر لے اسے بھی امان ہے۔ یہ

اعلان فرمانے والے حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ تھے۔ مکہ معظّمہ کے باشندوں نے ان پانچوں باتوں پر عمل کیا۔ اس وجہ سے سب کو امان دے دی گئی نبی کریم ﷺ نے پندرہ افراد کو امان سے مستثنٰی قرار دیا۔ اور نبی ﷺ نے مکی اور غیر مکی ان پندرہ افراد کے قتل کا اعلان فرمایا جو شخص انہیں ملے قتل کردے۔ (جیسا کہ مسلم شریف کتاب الجہاد میں ہے)۔

مجرمین کے نام جن مجرمین کے قتل کرنے کا حکم دیا وہ مختلف جرائم کے مرتکب ہوئے تھے۔ ان میں ۹ مرد تھے اور ۶ چھ عورتیں تھی۔ جن کے نام یہ ہیں:

۱) عکرمہ بن ابی جہل، ۲) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، ۳) ھبار بن اسود، ۴) کعب بن زھیر بن ابی سلمی صاحب قصیدہ بانت سعاد، ۵) عبداللہ (عبدالعزی بن خطل، ۶) مقیس بن صبابہ، ۷) حویرث بن نقید بن قصی، ۸) وحشی بن حرب، ۹) حارث بن طلاطل

مجرمین عورتوں کے نام:

۱) حضرت سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی بیوی ہند بنت عتبہ، ۲) عمرو بن ہاشم کی آزاد کردہ لونڈی سارہ، ۳) قریبہ، ۴) فرتنا، ۵) ارنب، ۶) ام سعد

مندرجہ ذیل مرد دولت ایمان سے مشرف ہوئیں:

۱) حضرت عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ ۲) حضرت عبداللہن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ

۳) حضرت کعب بن زھیر رضی اللہ عنہ ۴) حضرت ھبار بن اسود رضی اللہ عنہ

۵) حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ

اور دو عورتوں ایمان لائی:

۱) حضرت ہند بن عتبہ رضی اللہ عنہا ۲) حضرت فرتنا رضی اللہ عنہا۔ (بذل القوۃ اردو ۴۵۱)۔

مکہ میں داخلہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر مکہ کی بالائی جانب سے داخل ہوئے جبکہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا اور بلال رضی اللہ عنہ اور خانہ

کعبہ کے حاجب عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے حتی کہ مسجد میں اونٹنی کو بٹھا دیا اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ بیت اللہ کی کنجی لائے۔ جناب رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ اسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ بیت اللہ میں بہت دیر ٹھہرے رہے۔ پھر باہر تشریف لائے تو لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ اور سب سے پہلے عبداللہ بن عمر داخل ہوئے تو بلال کو دروازے کے پیچھے کھڑے دیکھا۔ تو ان سے پوچھا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہاں نماز پڑھی؟ انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی۔ عبداللہ نے کہا میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں (بخاری کتاب المغازی)۔ چند افراد کو اپنے قتل کرنے کا حکم دیا جو مختلف جرائم کے مرتکب تھے۔

حضرت ام ھانی کا اسلام لانا: حضرت ام ہانی فاختہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی چچازاد بہن یعنی ابو طالب کی بیٹی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے خاوند کا نام ہبیرہ بن عمرو تھا۔ فتح مکہ کے دن ان کا خاوند بھاگ کر بحران چلا گیا اور ام ہانی رضی اللہ عنہا نے ایمان قبول کرلیا۔ آپ رضی اللہ عنہا اس وقت صاحب اولاد تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا لیکن آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں صاحب اولاد عورت ہوں۔ ممکن ہے کہ میری اولاد کی طرف سے آپ کو کچھ تکلیف پہنچے۔ نیز عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ میری آنکھوں اور کانوں سے زیادہ عزیز ہیں لیکن خاوند کا حق بہت بڑا ہوتا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ میں وہ حق ادا نہ کرسکوں گی۔ صحاح ستہ میں آپ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث موجود ہیں (الاصابہ، ج ۴، ص ۵۰۳)

حضرت ام ہانی نے اپنے دو دیوروں کو پناہ دی۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے ام ہانی! جس کو تم نے پناہ دی ہم نے بھی اسے پناہ دے دی۔ وہ دونوں مرد حارث بن ہشام اور زبیر بن امیہ بن مغیرہ تھے جیسا کہ ابن ہشام نے کہا ہے۔ حالانکہ حضرت ام ہانی کے بھائی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن ام ہانی نے ان پر دروازہ بند کرلیا اور نبی اکرم ﷺ کے پاس چلی گئیں۔ آپ نے فرمایا خوش آمدید ام ہانی۔ کیونکر آنا ہوا؟ انہوں نے دونوں آدمیوں اور علی رضی اللہ عنہ کا حال بتایا تو آپ نے فرمایا قد اجرنا من اجرت امنا من امنت فلا یقتلھما۔ جسے تم نے پناہ دی، اسے ہم نے پناہ دی جسے تم نے امن دیا اسے ہم نے امن دیا، علی رضی اللہ عنہ انہیں

قتل نہ کریں (سیرۃ ابن ہشام)

نماز چاشت ادا کی: نبی کریم ﷺ ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بہن کے گھر تشریف لائے اور تازہ غسل فرما کر آٹھ رکعت ہلکی چاشت کی پڑھیں (مدارج النبوت)۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر غسل فرمایا پھر چاشت کی آٹھ رکعت نماز پڑھیں۔ وہ فرماتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس سے مختصر نماز پڑھتے (کبھی) نہیں دیکھا۔ البتہ آپ رکوع اور سجدہ مکمل کرتے تھے (صحیح بخاری کتاب المغازی، تقصیر الصلوٰۃ)

کیا حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے؟ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس دن حالت احرام میں نہیں تھے۔ ہمارا خیال یہی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول عبدالرحمن بن مہدی نے قطعی طور پر روایت کیا ہے۔ اسے دارقطنی نے الغرب میں ذکر کیا۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل کی ہے وہ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ اس میں یوں ہے کہ نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا اور آپ احرام کے بغیر تھے (صحیح مسلم، ج۱، ص۴۳۹)۔

ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت طاؤس سے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے دن کے علاوہ کبھی بھی مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل نہیں ہوئے (فتح الباری، ج۴، ص۵۳)

علماء کرام کا اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ کیا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والے پر احرام واجب ہے یا نہیں؟ تو امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ مطلقاً واجب نہیں ہے۔ اور ایک قول میں وہ واجب قرار دیتے ہیں۔ جو شخص بار بار داخل ہوتا ہے، اس کے بارے میں اختلاف ہے لیکن عدم وجوب اولیٰ ہے۔

باقی تین آئمہ (ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) سے مشہور ہے کہ احرام واجب ہے اور ان میں سے ہر ایک سے عدم وجوب کی روایت بھی منقول ہے۔ حنبلی فقہ والوں نے ان لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا جن کو ضرورت کے تحت بار بار مکہ مکرم میں داخل ہونا پڑتا ہے اور احناف نے ان لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا جو میقات کے اندر ہیں۔ واللہ اعلم (فتح الباری، ج۴، ص۵۰، مواہب لدنیہ اردو، ج۱، ص۴۲۴)

حضرت خالد بن ولید کا مجبوراً حملہ کر دینا: دخول مکہ کے وقت بنوبکر، بنوحارث بن مناف، بنوہذیل اور دیگر قبائل کے لوگوں نے عکرمہ بن ابوجہل کی سرکردگی میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا حالانکہ حضرت خالد بن ولید لڑنا نہیں چاہتے۔ تو پھر حضرت خالد بن ولید نے جوابی کاروائی کی تو بنوبکر کے بیس آدمی اور بنوخزیل کے تین یا چار آدمی مارے گئے اور یہ لڑائی حزوارہ تک جو مسجد کے دروازے کے پاس ہے پھیل گئی۔ بچاؤ کے باوجود یہ جنگ ہوگئی۔ حضرت خالد بن ولید کے لشکر میں سے ایک حضرت حنیش بن الاشر اور دوسرے کرز بن جابر رضی اللہ عنہما نے شربت شہادت نوش فرمایا۔ مفتی محمد عنایت احمد کاکوری لکھتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن جب ستر مسلمان مع حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تھے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر قریش پر قابو پاؤں گا تو ان کے ستر آدمیوں کو قتل کر دوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس بات کو سچا کر دکھایا
(تواریخ حبیب اللہ مختصراً بحوالہ روضۃ الاحباب)

مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کی منزل وقیام گاہ: صحیح بخاری میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فتح کے وقت پوچھا یارسول اللہ ﷺ! کل آپ کہاں ٹھہریں گے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا عقیل نے ہمارے اترنے کے لیے کوئی ٹھہرنے کی جگہ چھوڑی ہے؟ (صحیح بخاری کتاب المغازی: ۴۲۸۲)۔ اور ایک روایت میں ہے (فرمایا) کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان یا گھر چھوڑا ہے؟

عقیل اور طالب اپنے والد ابوطالب کے وارث ہوئے اور حضرت جعفر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما ابوطالب کے وارث نہیں ہوئے تھے کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے جبکہ عقیل اور طالب کافر تھے (صحیح البخاری کتاب المغازی: ۴۲۸۳، فتح الباری)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ کوئی کافر کسی مومن کا اور کوئی مومن کسی کافر کا وارث نہیں بن سکتا (صحیح بخاری کتاب المغازی)

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ ہمیں فتح عطا فرمائے گا تو انشاء اللہ ہمارے اترنے کی جگہ خیف ہے۔ اس جگہ کفار نے کفر پر باہم قسمیں کھائی تھیں (صحیح بخاری)۔ اور وادی محصب ہے۔

یعنی قریش اور کنانہ نے بنوہاشم اور بنومطلب کے خلاف متحد ہو کر باہم قسمیں کھائیں کہ نہ تو ان سے نکاح کریں گے اور نہ

خرید وفروخت یہاں تک کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو ان کے حوالے کر دیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے (فتح الباری)
صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر غسل فرمایا۔ پھر چاشت کی آٹھ رکعات پڑھیں۔ وہ فرماتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس سے مختصر نماز پڑھتے (کبھی) نہیں دیکھا۔ البتہ آپ رکوع اور سجدہ مکمل کرتے تھے (صحیح بخاری کتاب المغازی)

اشارہ سے بت شکنی کرنا: آپ نے خانہ کعبہ میں داخل ہو کر اشارے سے بت شکنی فرمائی۔ اور اس وقت زبان مبارک پر یہ آیت جاری تھی وَجَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۔اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (سورہ بنی اسرائیل ۶۱)۔
ترجمہ: اور حق آ گیا باطل بھاگ گیا۔ بلا شبہ باطل بھاگنے والا ہے۔
عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ فتح کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے جبکہ بیت اللہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ کی چھڑی سے ان کو توڑنا شروع کیا اور فرمایا حق آیا باطل مٹ گیا۔ حق آ گیا اب باطل نہ ظاہر ہوگا اور نہ واپس آئے گا (صحیح البخاری کتاب المغازی)

طواف بیت اللہ: ابن اسحق نے کہا مجھ سے محمد بن جعفر بن زید نے بواسطہ عبید اللہ بن عبداللہ بن ابوثور، صفیہ بنت شیبہ کی روایت بیان کی کہ (فتح حاصل ہو جانے کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں نزول فرمایا اور عام اطمینان ہو گیا۔ تو آپ نکلے اور بیت اللہ پہنچے۔ آپ نے سواری پر بیٹھے ہوئے سات مرتبہ طواف کیا۔ بہ حالت طواف آپ کے ہاتھ میں (عصا) چھڑی تھی۔ اس سے حجر اسود کو (بہ عرض بوسہ) چھوتے تھے۔ جب آپ طواف پورے کر چکے تو عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے اس حجر کی کنجی لے کر کعبۃ اللہ کو کھولا۔ داخل ہوئے۔ اندر لکڑی کے بنے ہوئے کبوتر دیکھے تو انہیں دست مبارک سے توڑ کر پھینک دیا۔ پھر کعبۃ اللہ کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ لوگ آپ ﷺ کے لیے مسجد حرام میں جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا (سیرۃ ابن ہشام)

کعبہ کی چھت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا آذان دینا: ظہر کی نماز کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر آذان دیں اور چند لمحوں کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آذان کی صدائیں مسجد حرام کی مقدس فضاؤں میں گونجنے لگیں۔ عتاب بن اسید اور خالد بن اسید نے صحن

کعبہ میں بیٹھے آذان کی آواز سنی تو کہنے لگے اللہ نے ہمارے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز کو سننے سے پہلے اس کو دنیا سے اٹھا لیا۔ رسول اللہ ﷺ جب ان کی طرف سے گزرے تو فرمایا جو کچھ تم نے کہا اللہ نے مجھے اس کی اطلاع کر دی اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا وہ بیان فرما دیا۔ عتاب بن اسید نے جب اپنی بات حضور ﷺ کی زبانی سنی تو مشرف با سلام ہو گئے (زاد المعاد)۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو مکہ کا والی مقرر فرمایا اور تا حیات وہ مکہ کے والی رہے۔ ان کی وفات اسی دن ہوئی جس دن حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ)۔ غزوہ حنین سے واپسی پر حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آذان سن کر وہ بطور تمسخر آذان کی نقل اتار رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو حاضر کئے جانے کا حکم دیا۔ وہ آئے تو آپ نے ان سے آذان کہلوائی اور وہ مشرف با سلام ہوئے۔ آپ نے انہیں مسجد حرام کا مؤذن مقرر فرمایا (سیرۃ المصطفیٰ ﷺ)

خطبہ نبوی اور سب کی آزادی کا اعلان: اس کے بعد حضور ﷺ نے انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور جاہلیت کی رسوم و عادات کو بیخ برکندہ کیا اور قصاص دیت کے احکام جو اہل جاہلیت اس میں افراط وتفریط کرتے تھے بیان فرمائے کہ تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور حضرت ادم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔ کسی کو کسی پر کوئی فضل وزیادتی نہیں ہے بجز تقوی و پرہیز گاری کے۔ اور اس آیت کریمہ کو پڑھا يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۔اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۔اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (سورۃ الحجرات ۱۳)۔ ترجمہ: اے لوگو ہم نے پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنا دیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں سے زیادہ معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔ یقینا اللہ علم والا، باخبر ہے۔
پھر اہل مکہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جماعت قریش تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں سب نے کہا بھلائی کی امید رکھتے ہیں۔ آپ کریم بھائی اور کریم بھائی کے بیٹے ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (سورہ یوسف ۹۲)۔ ترجمہ: نہیں کوئی الزام تم پر آج اللہ بخش دے تمہیں اور وہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا

ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔ جاؤ، اب تم آزاد ہو۔ قید سے رہائی پا چکے ہو۔ (السیرۃ النبویۃ)

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بشکر وصل کہ حاصل بکام دل کروم　　ستمگران حسد پیشہ را بحل کروم

جو لوگ ۱۳ برس مکی زندگی میں شب و روز اذیتیں دیتے رہے، جان کے دشمن بنے رہے، پھر ہجرت کے بعد ۸ برس تک کفار مکہ نے دوسروں کی حمایت لے کر جنگ کرتے رہے اور شہید کرنے کے منصوبے بناتے رہے، تکلیفیں دینے میں کسی قسم کی کمی نہ کی، آج اکیس برس ستانے والے ظلم کرنے والوں پر قدرت حاصل ہوئی۔ تو رحمۃ اللعالمین ﷺ نے انتقام لینے کی بجائے (چند افراد کے سوا) سب کو معاف کر دیا۔ آپ نے مکہ کو فتح کرنے کے ساتھ ساتھ دلوں پر بھی فتح حاصل کر لی پھر کیوں نہ پڑھیں

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا　　مرادیں غریبوں کی بھر لانے والا
مصیبت میں غیروں کا کام آنے والا　　وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
خطا کار سے درگذر کرنے والا　　بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیروزبر کرنے والا　　قبائل کا شیر وشکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا　　اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو چابی دینا: رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ بیت اللہ شریف کی چابی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ عرض کی یا رسول اللہ ہمارے حاجیوں کو پانی پلانے کے ساتھ ساتھ بیت اللہ شریف کی خدمت کو بھی جمع کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کہاں ہیں۔ ان کو بلایا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان۔ هَاكَ مِفْتَاحَكَ يَا عُثْمَانُ اَلْيَوْمُ يَوْمُ بِرٍّ وَّوَفَاءٍ۔ (سیرت ابن هشام) اپنی چابی لے لو، آج نیکی اور وفا کا دن ہے۔

حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ

يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا (سورہ النساء ۵۸)۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل لوگوں کو لوٹا دو۔

عورتوں کی بیعت لی گئی: آپ نے اس موقع پر مردوں اور عورتوں سے بیعت فرمائی۔ ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ یہ تھا کہ چادر مبارک کا ایک کنارہ دستِ اقدس میں پکڑتے اور دوسرا کنارہ ان کے ہاتھ دیا جاتا۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک پیالہ پانی کا لایا جاتا اور حضور ﷺ اپنا دستِ اقدس اس میں داخل کرتے۔ اس کے بعد ان کو دیا جاتا تاکہ وہ اپنا ہاتھ اس میں ڈالیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ زبان سے تھی جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں صراحت سے آیا ہے۔ عورتوں سے بیعت لینے کے بارے میں یہ آیت کریمہ بیان فرمائی ہے يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ (سورہ ممتحنہ ۱۲)۔

ترجمہ: اے نبی جب آپ کے پاس ایماندار عورتیں اس پر بیعت کرنے آئیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو نہ شریک کریں گی اور نہ چوری کریں گی (مدارج النبوت)۔

حضرت ہندہ کی بیعت: ان عورتوں میں بیعت کے لیے رئیس العرب عتبہ کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ہندہ بھی آئیں۔ یہ وہی ہندہ ہیں جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرایا تھا۔ اور ان کا سینہ چاک کر کے ان کا کلیجہ چبایا تھا لیکن اللہ نے ان کی قسمت میں اسلام کی ابدی سعادت لکھی تھی۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بیعت ہوئی۔

فضالہ کے اسلام کا واقعہ: ابن ہشام نے کہا مجھے بتایا گیا ہے کہ فضالہ بن عمیر نے حضور ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا جبکہ فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ طواف کعبہ کر رہے تھے۔ جب فضالہ آپ کے قریب آیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو فضالہ ہے؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ، فضالہ ہوں۔ فرمایا تم کیا سوچ رہے تھے؟ عرض کی کچھ بھی نہیں، میں تو اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ مسکرائے۔ پھر استغفر اللہ کہا۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا تو اس کا دل مطمئن ہو گیا۔ فضالہ کہا کرتے تھے اللہ کی قسم رسول اللہ نے میرے سینے سے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا کہ آپ کی ذات سے بڑھ کر کوئی چیز مجھے محبوب نہ تھی۔ فضالہ نے کہا میں اپنے گھر واپس آیا۔ میں ایک عورت کے پاس سے گزرا جس سے میں

راز و نیاز کی باتیں کرتا تھا۔ اس نے کہا آؤ۔ میں نے کہا نہیں۔

فضالہ نے یہ شعر گنگنانا شروع کر دیئے:

قَالَتْ هَلُمَّ إِلَى الْحَدِيْثِ لَهَا لَا   يَأْبَى عَلَيْكِ اللهُ وَالْإِسْلَامُ

اس نے مجھ سے کہا آؤ باتیں کریں۔ میں نے اس سے کہا نہیں، اللہ تعالیٰ اور اسلام تجھ سے باتیں کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

لَوْ مَا رَأَيْتِ مُحَمَّدًا وَقَبِيْلَهُ   بِالْفَتْحِ يَوْمَ تُكَسَّرُ الْأَصْنَامُ

اگر تو حضرت محمد ﷺ اور اس کے قبیلہ کو دیکھ لیتی جب فتح مکہ کے روز بت ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے

لَرَأَيْتِ دِيْنَ اللهِ أَضْحَى بَيِّنًا   وَالشِّرْكُ يَغْشٰى وَجْهَهُ الْإِظْلَامُ

تو دیکھتی کہ (اللہ کا) دین تو روشن اور واضح ہو گیا ہے اور شرک کے چہرے پر تاریکی چھا گئی ہے (سیرت ابن ہشام)

جب نبی کریم ﷺ نے حضرت فضالہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سینہ پر اپنے دست رحمت رکھا تو ان کے دل کی دنیا بدل گئی۔ جو چیز ان کے دل میں مبغوض تھی وہ محبوب ترین بن گئی اور ان کا دل عداوت اور کفر کی مرض سے پاک ہو گیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيُزَكِّيْهِمْ کہ نبی ﷺ انہیں پاک فرماتے ہیں۔

حضرت ابوقحافہ کا اسلام: جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے اور مسجد میں تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد (حضرت ابوقحافہ عثمان بن عامر رضی اللہ عنہ) کو لے کر حاضر ہوئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا فرمایا تم نے شیخ کو گھر میں ہی کیوں نہیں چھوڑ دیا یہاں تک کہ میں خود اس کے پاس آتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ خود چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں بنسبت اس کے کہ آپ چل کر ان کے پاس تشریف لے جاتے۔ حضور ﷺ نے ابوقحافہ کو سامنے بٹھایا پھر ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا۔ پھر فرمایا اسلام قبول کر لو۔ ابوقحافہ نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوبکر ابوقحافہ کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے گویا ان کا سر ثغامہ (سفید پھولوں والا درخت) ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کے سر کے بالوں کو بدل (رنگ) دو۔ پھر حضرت ابوبکر اٹھے، اپنی بہن کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا میں اللہ

اور اسلام کا واسطہ تمہیں دیتا ہوں کہ میری بہن کا طوق واپس کر دو (کسی نے آپ کی بہن کا چاندی کا ہار چھین لیا تھا)۔ کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بہن اپنے طوق سے کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ آج لوگوں میں امانت کم ہے (سیرت ابن ہشام)

ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ وہ نابینا ہو چکے تھے۔ انہیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے بطور احترام فرمایا تم نے اپنے والد بزرگوار کو گھر ہی پر کیوں نہ رہنے دیا؟ میں خود ہی ان کے پاس حاضر ہو جاتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اللہ کے رسول! ان کا آپ کی خدمت میں آنا ہی زیادہ مناسب تھا بجائے اس کے کہ آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد کو آپ کے سامنے بٹھا دیا۔ آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا مسلمان ہو جایئے۔ وہ مسلمان ہو گئے (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام)

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کے والد محترم کے مسلمان ہونے کی مبارک باد دی (المغازی للذہبی)

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا: فتح مکہ کے دنوں یا اس سے کچھ عرصہ بعد حضرت صفوان بن امیہ بن خلف جمحی رضی اللہ عنہ نے ایمان قبول کیا۔ آپ سے اس کا باپ امیہ بن خلف جنگ بدر میں بحالت کفر قتل ہوا تھا (بذل القوۃ)

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے زہری نے بیان کیا ہے کہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام اور فاختہ بنت ولید دونوں مسلمان ہو گئیں۔ فاختہ صفوان بن امیہ کی بیوی تھی اور ام حکیم عکرمہ کی بیوی تھی۔ ام حکیم نے عکرمہ کے لئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں امان طلب کی تو حضور ﷺ نے اسے امان دے دی۔ وہ اسے یمن میں جا کر ملی اور اسے واپس لائی۔ جب عکرمہ اور صفوان مسلمان ہو گئے تو حضور ﷺ نے ان دونوں کے پہلے نکاح میں ہی قائم رکھا (سیرۃ ابن ہشام)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا: اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے کچھ دنوں بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان بن حرب قرشی اموی بھی فتح مکہ کے دنوں میں ایمان لے آئے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنے والد ماجد سے بہت عرصہ پہلے صلح حدیبیہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے ایمان قبول

کرلیا تھا۔لیکن انہوں نے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا اور فتح مکہ کے دنوں میں اس کو ظاہر کر دیا (بذل القوۃ)۔زیادہ تفصیل راقم کی کتاب تذکرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہے۔

حارث بن ہشام اور عتاب بن اسید کا اسلام قبول کرنا: حضرت ابوسفیان حارث بن ہشام عتاب بن اسید حضرت بلال کی اذان کے دوران کچھ باتیں کر رہے تھے ان کے پاس سے نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا تو آپ نے بتا دیا کہ تم لوگوں میں کیا باتیں ہوئی ہیں تو یہ سنتے دونوں ہی مسلمان ہوئے۔حضرت عتاب اسید بن ابی عیص بن قریشی مکی بشرف اسلام ہونے کے آپ مخلص مومن تھے۔اسی لئے نبی کریم ﷺ نے انہیں اس سال ۸ ھ مکہ معظمہ پر عامل مقرر فرمایا۔اور لوگوں نے حضرت عتاب رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں حج کیا۔(بذل القوۃ)۔

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا: حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دنوں میں مشرف بایمان ہوئے۔پہلے وہ مسلمان تھے اور کاتب وحی تھے لیکن ایمان کو ترک کر بیٹھے۔دوبارہ فتح مکہ کے دنوں میں ایمان لائے۔اور اس کے بعد ایمان پر ثابت قدم رہے (بذل القوۃ)۔یہ مصر کے حاکم تھے۔جہاد افریقہ میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت ہوئے تھے۔

حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کا دائرہ اسلام میں داخلہ: فتح مکہ کے دنوں میں حضور ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے۔بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ غزوہ طائف کے بعد ایمان لائے (بذل القوۃ)

حضرت وحشی کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کے زمانہ میں میں نے اس ہتھیار سے جس سے کہ حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا مسیلمہ کذاب کو قتل کیا، یہ کہتے تھے قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ وَقَتَلْتُ شَرَّ النَّاسِ میں نے بہترین آدمی (حضرت حمزہ) کو بھی قتل کیا اور بدترین مسیلمہ کذاب کو بھی۔

حضرت سعد بن خولہ کی عیادت کرنا: حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عامر کہتے ہیں کہ سعد بن

خولہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھ کو پوچھنے آئے۔میں مکہ میں تھا۔آپ اس کو برا سمجھتے تھے کہ کوئی آدمی وہاں مرے جہاں سے وہ ہجرت کر چکا ہو۔آپ نے فرمایا اللہ عفراء کے بیٹے پر رحم کرے (سعد بن خولہ پر)۔میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔میں نے کہا آدھے مال کی۔آپ نے فرمایا نہیں۔میں نے کہا تہائی مال کی۔آپ نے فرمایا ہاں تہائی اور تہائی بہت ہے۔اگر تو اپنے وارثوں کو کھاتا پیتا چھوڑ جائے تو یہ اس بات سے اچھا ہے کہ ان کو محتاج چھوڑ جائے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔بات یہ ہے کہ تو اللہ کے لیے جو خرچ کرے وہ خیرات ہے یہاں تک کہ وہ لقمہ بھی جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے۔اور عجب نہیں کہ اللہ تجھ کو عمر دے۔تیرے سبب سے بعضوں کو فائدہ پہنچائے اور بعضوں کو نقصان پہنچائے۔ان دنوں سعد کی اولاد کوئی نہ تھی ایک بیٹی تھی (صحیح بخاری کتاب الوصایا، باب الوصیۃ)۔آنحضرت ﷺ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔سعد اس بیماری سے اچھے ہو گئے۔ان کے کئی فرزند پیدا ہوئے: عمر، ابراہیم، یحییٰ، اسحاق، عبداللہ، عبدالرحمٰن، عامر، عمران، صالح، عثمان اور بارہ بیٹیاں (مدارج النبوۃ، بذل القوۃ)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سفارش مسترد کی گئی: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک عورت (فاطمہ مخزومی) نے جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ شریف میں فتح مکہ میں چوری کی تو اس کی قوم کے لوگ گھبرا کر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جبکہ وہ اسامہ رضی اللہ عنہ سے سفارش چاہتے تھے۔عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب اسامہ رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ سے (اس بارے میں) کلام کیا تو آپ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا۔اور فرمایا کیا تم مجھ سے اللہ کی حد میں کلام کرتے ہو۔اسامہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے استغفار فرمائیں۔جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ثنا کی جس کے وہ لائق ہے۔پھر فرمایا امابعد! تم سے پہلے لوگوں کو اس شئی نے ہلاک کیا کہ اگر ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر ان میں کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اس کے بعد اس عورت نے بہت اچھی توبہ

کی اور نکاح کرلیا۔اس کے بعد وہ میرے پاس آئی تو میں اس کی حاجت جناب رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتی تھی (صحیح البخاری کتاب المغازی)

ابولہب کے دونوں بیٹوں کا اسلام لانا: اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت کی توفیق دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ابولہب ساری زندگی نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرتا تھا لیکن اس کے دونوں بیٹے حضرت عتبہ اور حضرت متعب مشرف بایمان ہوئے (بذل القوۃ)

حضرت عکرمہ بن ابی جہل کا اسلام قبول کرنا: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول عکرمہ آپ کے ڈر سے یمن بھاگ گیا ہے۔اسے ڈر ہے کہ آپ اس سے قتل کر دیں گے۔لہٰذا امان عنایت فرمائیے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ھُوَ آمِنٌ۔ یہ سن کر ام حکیم اسے تلاش کر لائیں اور آپ کی خدمت میں حاضر کیا۔تو اس نے نبی کریم ﷺ کے حسن اخلاق کی وجہ سے اسلام قبول کرلیا۔اور یہ اللہ کی قدرت ہے کہ نبی کے دشمن کا بیٹا نبی کریم ﷺ کے قدموں میں آ گیا ہے۔پھر یہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے تھے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (سورہ آل عمران ۲۷)۔ترجمہ: تو نکالتا ہے زندہ (مومن) کو مردہ (کافر) سے اور تو نکالتا ہے مردہ (کافر) کو زندہ (مومن) سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ (سورہ تغابن ۲) ترجمہ: وہ ہی اللہ جس نے پیدا کیا تم کو تو بعض تم میں سے کافر ہیں اور بعض تم میں سے مومن ہیں۔

مکہ مکرمہ میں مدت قیام: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ دس دن (مکہ مکرمہ) میں اقامت کی اور نماز قصر کرتے رہے (صحیح البخاری کتاب المغازی)۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں انیس روز ٹھہرے اور دو دو رکعتیں پڑھتے تھے (صحیح البخاری کتاب المغازی)

شعب ابی طالب اور وادی محصب میں قیام پزیر رہے۔

غزوۂ فتح مکہ سے متعلقہ احکام واسباق: (۱) مسافر ماہ رمضان میں روزہ رکھ بھی سکتا ہے اور چھوڑ بھی سکتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس سفر میں روزے رکھے۔البتہ جب کدید کے علاقے میں پہنچے تو روزہ کھول دیا۔

(۲) نبی کریم ﷺ نے ضحیٰ (چاشت) کی آٹھ ہلکی رکعات پڑھیں (صحیح بخاری)۔اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ صلاۃ ضحیٰ مسنون ہے۔

(۳) عورت بھی امان دے سکتی ہے اور دیگر مسلمانوں کے لیے اس امان کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ام ہانی کے امان وجوار کو تسلیم فرمایا تھا۔انہوں نے اپنے خاوند کے دو رشتہ داروں کو مہیا کیا تھا (صحیح بخاری)

(۴) آپ نے قاعدہ بیان فرمایا کہ بچہ صاحب فراش (یعنی خاوند یا آقا) کی طرف منسوب ہوگا نہ کے زانی کی طرف جیسا کہ زمعہ کی لونڈی کے بچے کے بارے میں آپ نے فیصلہ فرمایا۔اس بچے کے بارے میں سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ کے درمیان تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا۔آپ نے عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا کیونکہ یہ بچہ ان کے باپ کی لونڈی سے پیدا ہوا تھا (صحیح بخاری)

(۵) مشرک میاں بیوی میں سے اگر بیوی مسلمان ہوجائے تو نکاح قائم رہے گا بشرطیکہ بیوی کی عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے خاوند مسلمان ہوا جیسا کہ صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ ہوا۔ان دونوں کی بیویاں ان سے پہلے مسلمان ہوگئیں۔پھر عدت گزرنے سے پہلے یہ دونوں بھی مسلمان ہوگئے اور سابقہ نکاح برقرار رہے (شرح زرقانی)

ترکے کے ایک تہائی زائد کی وصیت نہیں کی جا سکتی۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد وہیں بیمار ہوگئے تھے۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وصیت کی اجازت طلب کی تو آپ نے ایک تہائی مال سے زائد کی وصیت کی اجازت نہیں دی (صحیح بخاری)

(۶) اگر شوہر طبعاً کنجوس ہو، بال بچوں کے اخراجات کما حقہ پورے نہ کرتا ہو تو بیوی اپنے بال بچوں اور اپنی ضروریات کے لیے خاوند کو بتائے بغیر اس کے مال سے مناسب رقم لے سکتی ہے جیسا کہ ہند بنت عتبہ اور ابوسفیان کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے (صحیح بخاری)

شراب، مردار اور بتوں کی خرید وفروخت حرام ہے (صحیح بخاری)

(۷) سفید بالوں کو مہندی یا کسی دوسرے رنگ سے رنگا جا سکتا ہے۔البتہ سیاہ رنگ لگانا حرام ہے جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے (صحیح مسلم)۔بعض علماء سیاہ رنگ کے جواز کے قائل ہیں۔

(۸) حاکم کے سامنے مقدمہ پیش ہونے کے بعد اللہ کی حدود ختم کرنے کی سفارش کرنا منع ہے جیسا کہ مخزومی عورت کے بارے میں ہوا۔اس نے چوری کی تھی۔اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس کی سفارش کی تو رسول اللہ ﷺ سخت ناراض ہوئے۔پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا إِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔ترجمہ: تم سے پہلے لوگ اسی بنا پر ہلاک ہوئے کہ جب ان کا کوئی معزز چوری کرلیتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرلیتا تو اس پر حد قائم کردیتے تھے۔قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا (صحیح بخاری)

(۹) رسول اللہ ﷺ نے عورت کو قتل کرنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ لڑائی میں حصہ نہ لے۔روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ کا ایک مقتولہ عورت پر گزر ہوا تو آپ نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور ارشاد فرمایا یہ کون سی جنگ کرتی تھی؟ (مسند احمد)

کسی معین غزوے اور سریہ سے قطع نظر آپ نے ویسے بھی عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے (صحیح بخاری)

(۱۰) جو شخص حج وعمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس کے لیے مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا جائز ہے۔رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن جنگ کی حالت میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔اس موقع پر آپ ﷺ احرام میں نہیں تھے (صحیح بخاری)

(۱۱) جن لوگوں سے معاہدہ ہوا اگر وہ ایسے لوگوں پر حملہ آور ہوں جنہیں امام نے عہد و پیمان دے رکھا ہو تو اس صورت میں کوئی عہد باقی نہیں رہے گا اور ان پر اور ان کے گھروں میں شب خون مارنا جائز ہوگا اور اعلان جنگ کی بھی ضرورت نہیں۔اعلان کی تو اس وقت ضرورت ہے جب ان سے خیانت کا خدشہ ہو۔جب عملاً خیانت ثابت ہوجائے تو عہد ختم ہوجائے گا (زاد المعاد)

(۱۲) جاسوس کو قتل کرنا امام کی صواب دید پر موقوف ہے۔اگر وہ دیکھے کہ اسے قتل کرنے سے مسلمانوں کو مجموعی طور پر فائدہ ہوگا تو اسے قتل کردے اور اگر اسے زندہ رکھنے میں مصلحت ہو یا اسے قتل کرنے میں یہ رکاوٹ ہو تو قتل نہ کرے جیسا کہ حاطب رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ہوا (زاد المعاد) جب کوئی شخص کسی مسلمان کو غصے کی حالت میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ یا دین اسلام کی حمایت کرتے ہوئے منافق یا کافر کہہ دے تو وہ خود نہ کافر ہوگا نہ گنہگار بلکہ اسے اپنی نیت اور خلوص کی وجہ سے ثواب ہوگا بشرطیکہ اس میں اس کا کوئی ذاتی مفاد یا نفسانی خواہش نہ ہو۔(السیرۃ النبویۃ)

کیا فتح مکہ قوت وطاقت سے فتح ہوا یا صلح سے؟ ڈاکٹر محمد بن محمد ابو شہبۃ لکھتے ہیں کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا مکہ زبردستی فتح ہوا ہے یا صلح سے۔امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ اور دیگر علماء اور اہل سیر کے نزدیک مکہ شریف زبردستی فتح ہوا ہے۔امام شافعی اور ایک روایت میں امام احمد کے نزدیک صلح سے فتح ہوا ہے۔متعدد دلائل سے ثابت ہے کہ مکہ زبردستی فتح ہوا ہے۔

(۱) حکم دیا گیا تھا (کہ فلاں فلاں کو) قتل کرڈالو (مسلم)

(۲) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے قتال واقع ہوا ۲۴ یا ۲۵ کفار مارے گئے۔اور ایک روایت کے مطابق ۷۰ افراد قتل ہوئے اور دو مسلمان شہید ہوئے۔منادی کی گئی کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا وہ امان میں ہے۔جو ہتھیار ڈال دے امان میں ہے۔اگر مکہ صلح سے فتح ہوتا تو اس اعلان کی ضرورت نہیں تھی۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو ام ھانی پناہ دے اس کو ہم نے پناہ دی۔

بعض کہتے ہیں کچھ زبردستی فتح ہوا اور کچھ صلح سے فتح ہوا (السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ مختصراً ص ۴۵۹)۔

فتح مکہ کا اثر یہ ہوا کہ اھل عرب کے دلوں میں گہرا اثر ہوا کہ اسلام ہی کو غلبہ ہے اور وہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (سورۃ النصر)۔ترجمہ: اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے۔

بت شکنی کی مہم: اور اس کے بعد عزی اور منات وغیرہ بتوں کو گرانے کے لیے دستے بھیجے گئے تھے۔

آنحضرت ﷺ فتح کے بعد تقریباً پندرہ روز مکہ میں مقیم رہے۔جو بت خانہ کعبہ میں تھے ان کو منہدم کرایا اور یہ منادی کرادی مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدَعُ فِي بَيْتِهِ صَنَمًا۔جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا

وہ اپنے گھر میں کوئی بت باقی نہ چھوڑے۔

جب مکہ مکرمہ بتوں سے پاک ہوگیا اوراس کے تمام بت گرادئے گئے تو مکہ کے اطراف واکناف میں بتوں کے منہدم کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی جماعتیں روانہ فرمائی۔

سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تیس سواروں کے ساتھ قریش اور بنو کنانہ کے خصوصی بت عزیٰ کو گرانے کے لیے نخلہ گئے جہاں یہ بت نصب تھا۔ یہ مشرکین کا سب سے بڑا بت تھا۔ بنو شیبان اور بنو سلیم کے لوگ اس کی خدمت اور حفاظت کیا کرتے تھے۔

سریہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ان کا مقصد بنو ہذیل کے بت سواع کو زیروزبر کرنا تھا۔

سریہ سعد رضی اللہ عنہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیس شہسوار لے کر منات بت کی شکست وریخت کے لیے گئے۔

سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: بنو جذیمہ کی طرف یہ لوگ مکہ مکرمہ کے نشیب میں یلملم کی طرف رہتے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۳۵۰ آدمی تھے۔ اسی لڑائی میں خالد رضی اللہ عنہ سے بہت سے قیدی غلطی سے قتل ہوگئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ مقتولین کی دیت ادا کریں اوران کے نقصانات کی تلافی کریں۔

غزوہ حنین: شوال ۸ ہجری مکہ شریف کے فتح ہونے کے بعد قبیلہ ہوازن بنو ثقیف کے ساتھ جنگ ہوئی اوراسی کو غزوہ حنین اور ہوازن بھی کہتے ہیں۔ حنین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے۔ یہاں ہوازن اور بنو ثقیف مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہوگئے تھے۔ ان کی قیادت مالک بن عوف نصری کے پاس تھی۔ یہ وادیٔ اوطاس میں مورچہ زن ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر سمیت ان کی طرف چلے۔ آپ کے ساتھ دس ہزار مدنی صحابہ تھے اور دو ہزار مکہ والے نو مسلم بھی شامل ہوگئے۔

حنین کی جانب روانگی: آپ ﷺ مکہ سے ہفتہ ۶ شوال ۸ھ کو روانہ ہوئے۔ راستے میں لوگوں نے بیر کا ایک بڑا سا درخت دیکھا جس پر عرب اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے، وہاں جانور ذبح کرتے تھے۔ اسے ذات انواط کہا جاتا تھا۔

بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ ہمارے لئے بھی ذات انواط بنا دیجئے جیسے ان کے لئے ذات انواط ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر تم نے ویسی بات کہی جیسی موسی علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہی تھی۔ اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۔ ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دیجئے جیسے ان کے لئے معبود ہیں اور حضرت موسی علیہ السلام نے جواب میں کہا تھا کہ تم لوگ جہالت (کی بات) کررہے ہو۔ (پھر آپ نے فرمایا) یہ طور طریقے ہیں۔ تم لوگ بھی یقینا پہلوں کے طور طریقے اپناؤ گے گمراہ ہوجاؤ گے (جوامع السیرۃ)۔ پھر نبی کریم ﷺ روانہ ہوئے۔

تو غزوہ حنین پہنچے دوران جنگ پہلے مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان مال غنیمت کے اکٹھا کرنے میں مشغول ہوگئے۔ بعض مسلمانوں نے اپنی کثرت پر فخر کرنا شروع کردیا۔ اس وجہ سے کافروں نے پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان اپنی کثرت سے فخر کے باعث ہزیمت اٹھانے لگے اور مکہ مکرمہ کی جانب بھاگنے لگے۔ نبی پاک ﷺ کے ہمراہ صرف دس افراد رہ گئے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے پاس بارہ مجاہد رہ گئے تھے۔ آپ نے اپنے خچر کو ایڑی لگا کر کفار کی جانب بڑھنا شروع فرمادیا۔

حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کے خچر مبارک کو روکنے لگے۔ بعدازاں جب کہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پکارا تو وہ جلد ہی پلٹ کر اپنے آقا ﷺ کے پاس پہنچ گئے (بذل القوۃ اردو)

معجزہ نبوی ﷺ: اس غزوہ میں نبی کریم رؤوف ورحیم ﷺ کا ایک معجزہ ظاہر ہوا کہ جب نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس جمع ہوگئے تو آپ اپنے خچر مبارک سے اترے۔ مٹھی بھر سفید کنکر اٹھائے اور کفار کے چہروں کی طرف پھینک دیئے اور فرمایا رب کعبہ کی قسم کفار بھاگ گئے۔ نیز فرمایا کفار کے چہرے بگڑ گئے۔ کفار کے چہرے بگڑ گئے۔ کفار کے چہرے بگڑ گئے۔ وہ کامیاب نہ ہوں گے۔ لشکر کفار سے ایک فرد بھی باقی نہ بچا جس کی آنکھیں ان کنکروں سے بھر نہ گئی ہوں۔ ان میں سے ہر ایک کو یوں محسوس ہوا کہ ہر درخت، پتھر اور جس چیز پر ان کی نظر پڑتی تھی ایک گھوڑا ہے جو ان کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتح ونصرت سے کفار کو بھگا دیا اور مسلمانوں کو جنگ اور مقابلہ کی ضرورت نہ رہی۔ نہ ہی انہیں تیر چلانا پڑا اور نہ نیزہ پھینکنے کی ضرورت پڑی (بذل القوۃ)۔ ہوازن کا لشکر اتنی دیر

بھی کھڑا نہ رہ سکا جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ دوہا جاتا ہے اور وہ راہ فرار اختیار کر گئے (مدارج النبوت)۔

مٹھی بھر کنکریوں کا تمام کفار کی آنکھوں میں پڑ جانا یہ معجزہ نبوی ﷺ تھا۔ ابو اسحاق نے کہا میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا جبکہ اس کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا۔ اے ابو عمارہ کیا تم حنین کے دن بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے کہا میں نبی کریم ﷺ کے حال پر گواہی دیتا ہوں کہ آپ نہیں بھاگے تھے لیکن جلد باز لوگوں نے جلدی کی تو ہوازن نے ان پر تیر اندازی شروع کی۔ قبیلہ ہوازن کے لوگ سخت تیر انداز تھے ابو سفیان بن حارث آپ کے سفید خچر کا سر پکڑے ہوئے تھے جبکہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ　　أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں اللہ کا نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ بالآخر مسلمانوں نے قبائل کفار کو ان کو شکست فاش دی۔ وہ ایسے بھاگے کہ طائف پہنچ کر سانس لیا۔ اور مسلمان ان کے پیچھے طائف پہنچ گئے۔

اسی اللہ تعالیٰ بطور احسان فرماتا ہے لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ. ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ (سورہ توبہ ۲۵، ۲۶)۔ ترجمہ: اور البتہ تحقیق مدد کی اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہت سی جگہوں میں اور حنین کے دن میں جب کہ بھلی لگی تمہیں اپنی کثرت۔ پس نہ فائدہ دیا تمہیں (اس کثرت نے) کچھ بھی اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے پھر تم مڑ گئے پیٹھ پھیرتے ہوئے، پھر نازل فرمائی اللہ نے اپنی (خاص) تسکین اپنے رسول پر اور اہل ایمان پر اور اتارے لشکر جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے کافروں کی۔

اور مسلمانوں کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتوں کا نزول فرمایا۔ اور مسلمانوں کو بہت سامال ومتاع بطور غنیمت حاصل ہوا۔ جس کو جمع کر کے مقام جعرانہ میں پہنچا دیا گیا تھا۔

غزوہ حنین میں ثابت قدم رہنے والے صحابہ: جب اس غزوہ میں مسلمان بھاگے تو جو نبی کریم ﷺ

کے ساتھ رہے ان کی تعداد میں اختلاف ہے: حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن فضل بن عباس، حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت اسامہ بن زید اور کچھ اور افراد اہل بیت اور صحابہ سے آپ کے ساتھ رہے (انوار محمدیہ)۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ساتھ رہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بعض نے ان کی تعداد دس بیان کی ہے اور بعض نے بارہ کہا ہے۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے حارثہ بن نعمان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے ان کی تعداد ایک سو ہے (زرقانی، ج ۳ ص ۵۲۱)

غزوہ حنین کے شہداء: غزوہ حنین میں چار اہل ایمان شہید ہوئے: نبی پاک ﷺ کی پرورش کنندہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے لخت جگر حضرت ایمن بن عبید رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن زمعہ بن اسود رضی اللہ عنہ، حضرت سراقہ بن حارث بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ۔

سریہ اوطاس اور ابو عامر اشعری کی شہادت: کچھ لوگ باگ کر اوطاس پہنچ گئے ان کے تعاقب کے لئے شوال ۸ ہجری میں حضرت ابو عامر اشعری کو روانہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (جو حضرت ابو عامر اشعری کے بھتیجے تھے) نے کہا جب نبی کریم ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہوئے تو ابو عامر اشعری کو ایک لشکر کا امیر مقرر کر کے اوطاس کی طرف بھیجا۔ اس کا درید بن صمہ سے مقابلہ ہوا۔ درید بن صمہ تو قتل ہو گیا اور اس کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے شکست دی۔ ابو موسیٰ نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے ابو عامر اشعری کے ساتھ بھیجا۔ ابو عامر کے گھٹنے میں تیر لگا۔ ان کو ایک جشمی نے تیر مارا جوان کے گھٹنے میں بیٹھ گیا۔ میں ابو عامر کے پاس گیا اور کہا اے چچا تجھے کس نے تیر مارا ہے؟ اس نے ابو موسیٰ کو اشارہ سے بتایا اور کہا میرا قاتل وہ ہے جس نے مجھے تیر مارا ہے۔ میں نے اس کا قصد کیا اور اس کو جا ملا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ بھاگا۔ میں نے اس کا پیچھا کیا اور اسے یہ کہنا شروع کیا کیا تو شرم نہیں کرتا؟ کیا تو ٹھہرتا نہیں؟ وہ ٹھہر گیا اور ہم نے ایک دوسرے پر تلواروں سے حملے کئے۔ تو میں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر میں نے ابو عامر اشعری سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے قاتل کو ہلاک کر دیا ہے۔ ابو عامر اشعری نے کہا (گھٹنے سے) یہ تیر نکالو میں نے اس کو نکالا تو گھٹنے سے پانی بہنے لگا۔ ابو عامر اشعری نے کہا اے بھتیجے نبی کریم ﷺ کو سلام کہو اور آپ سے عرض

کروکہ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ ابو عامر نے مجھے اپنی جگہ لوگوں کا سپہ سالار مقرر کیا اور تھوڑی دیر ٹھہرے پھر فوت ہوگئے۔ میں غزوہ سے واپس آیا تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ اپنے گھر میں رسیوں سے بنی ہوئی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ اس پر بستر نہیں بچھا تھا۔ ہلکا سا کپڑا بچھا ہوا تھا اور چارپائی کی رسیوں کے نشان آپ کی کمر اور پہلو شریف پر پڑ گئے تھے۔ میں نے آپ سے اپنا اور ابو عامر کا واقعہ ذکر کیا۔

حضرت ابو عامر اشعری کیلئے دعا میں ہاتھ اٹھانا: (میں نے عرض کیا کہ) ابو عامر نے مجھے کہا تھا کہ حضور سے عرض کرو کہ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ آپ نے پانی منگوایا اور وضوء کیا۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعُبَیْدٍ اَبِیْ عَامِرٍ۔ اے اللہ ابو عامر اشعری بندے کو بخش دے۔ اور میں نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی (کہ زیادہ اوپر اٹھا کر دعا مانگی)۔ پھر فرمایا اے اللہ قیامت کے دن اس کو کثیر مخلوق پر فضیلت عطاء فرما۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے بھی مغفرت کی دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ عبداللہ بن القیس کے گناہ بخش اور اس کو قیامت کے دن اچھی جگہ عطاء فرما۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے کہا ان میں سے ایک دعاء ابو عامر کے لئے اور دوسری ابو موسیٰ کے لئے تھی (صحیح بخاری کتاب المغازی)۔ حضرت ابو عامر کی شہادت کے بعد حضرت ابو موسیٰ نے جھنڈا پکڑ لیا اور مشرکوں سے جنگ کی۔ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا ہے دعا کے ارادہ کے وقت وضو کرنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب ہے۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ مسلمان اور فوت شدہ مسلمان دونوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنا آپ کی سنت ہے (نعمۃ الباری)۔ مسلمانوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ جب کوئی مسلمان مرجاتا ہے تو اس کے لئے دعا مغفرت کی جاتی ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی۔

سریہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی: ذوالکفین کی طرف طائف روانگی سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کو عمرو بن حُمَمَہ دوسی کے بت ذوالکفین کو زیر و زبر کرنے کے لیے بھیجا۔ آپ نے فرمایا اپنی قوم کے مسلمان افراد کو اپنے ساتھ لے لینا۔ طائف ہی کے دوران میں اپنے علاقے کی طرف بڑھے۔ ذوالکفین کو تاخت و تاراج کیا اور اپنی قوم کے چار سو افراد کے ساتھ محاصرۂ طائف ہی کے دوران میں آپ ﷺ واپس پہنچ گئے۔

غزوہ طائف: غزوۂ حنین شوال ۸ ہجری کے بعد غزوہ طائف ہوا۔ اور طائف ایک بہت بڑا شہر ہے جو مکہ میں سے تین منزل پر واقع ہے۔ نبی ﷺ غزوہ حنین کے بعد ہجرت کے آٹھویں سال شوال کے مہینہ میں طائف کو روانہ ہوئے۔ اس غزوہ میں منجنیق بھی استعمال کی گئی۔ اور اسی لڑائی میں حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ بھی باہر نکل آئی تھی۔ اور انہوں نے جنت کی آنکھ کو پسند کیا اور جنگ یرموک میں شریک رہے کہ تو وہاں ان کی دوسری آنکھ بھی نکل گئی تھی۔ جب لشکر نے کوچ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھو اور اللہ کا شکر ادا کرو جس نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔

مسلمانوں نے ۱۸ یا ۲۰ سے زائد دن تک طائف کا محاصرہ جاری رکھا۔ طائف کے قلعہ کو توڑنے کے لیے منجنیق بھی لگائی گئی۔ رسول اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا جو غلام ہم سے آکر مل جائے وہ آزاد تصور ہوگا۔ نتیجتاً بہت سے غلام قلعے سے اتر آئے۔ اور اس غزوہ میں بارہ صحابہ شہید ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے محاصرہ اٹھا لیا۔ ثقیف کو یقین ہوگیا کہ ہم مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ ارد گرد کے سب لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔

بنی ثقیف کے لئے دعا کرنا: اور نبی کریم ﷺ نے بنی ثقیف کے لئے دعا فرمائی تھی۔ جب کسی نے کہا ان کے حق میں بُری دعا کریں تو آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا وَّاٰتِ بِھِمْ (ترمذی) اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں لے آ۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ایک وفد ۹ھ میں آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا جس نے بنو ثقیف کے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ تبوک کے بعد پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔

حضرت سراقہ بن مالک جعشمی کا اسلام لانا: حضرت سراقہ بن مالک کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح فرمایا اور حنین وطائف کی جنگوں سے فارغ ہوئے تو میں یہ تحریر لے کر۔ جِعِرّانہ میں آپ سے ملا۔ انصار کے لشکر میں داخل ہوا تو وہ لوگ مجھے برچھوں سے مارنے لگے اور بولے ہٹ جا ہٹ جا تو چاہتا کیا ہے؟ میں رسول اللہ ﷺ کے قریب آ گیا۔ آپ اونٹنی پر تشریف فرما تھے۔ واللہ! مجھے اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا میں آپ کی پنڈلی مبارک دیکھ رہا ہوں۔ اور وہ رکاب میں کھجور کے درخت کے گابھے کی سی سفید اور نرم ہے۔ میں نے تحریر نامہ نکال کر اپنا

ہاتھ بلند کیا اور عرض کی یارسول اللہ یہ میری نسبت آپ کی تحریر ہے۔ میں سراقہ بن جعشم ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا يَوْمُ وَفَاءٍ وَبِرٍّ۔ آج کا دن وعدوں کے پورا کرنے اور نیکی کرنے کا ہے۔ آپ نے فرمایا اس سے میرے قریب لائیں۔ میں آپ کے قریب لے گیا اور اسلام قبول کرلیا۔ پھر میں نے ایک بات یاد آئی کہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کروں لیکن وہ بات مجھے یاد نہ آئی تھی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! بھولے بھٹکے اونٹ میرے پانی کے حوض پر آتے ہیں اور میں نے اسے اپنے اونٹوں کے لیے بھر رکھا ہوتا ہے۔ اگر میں انہیں پانی پلاؤں تو کیا کوئی اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نَعَمْ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ حَرِّيٍّ اَجْرٌ۔ ہاں، ہر پیاسے جگر والی چیز کے متعلق اجر ہے۔ پھر میں اپنی قوم کی جانب واپس ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس زکوٰۃ کے اونٹ روانہ کیے (سیرت ابن ھشام، ج ۱ ص ۴۲۱)۔

دوسری روایت میں ہے کہ سراقہ بن مالک نے عرض کی کہ میری قوم پر حملہ نہ کرنا، وہ اسلام لے آئے گی۔ یہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان قُدَیْد نامی بستی میں رہا کرتے تھے (بذل القوۃ)۔ ایک وقت تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ سفر ہجرت کے موقع پر آپ کا تعاقب کرنے کے لئے نکلا تھا کہ میں انعام حاصل کروں۔ اور آٹھ سن ہجری میں دائرہ اسلام میں داخل ہو کر ابدی زندگی حاصل کر لی۔ ان کا ذکر واقعہ ھجرت میں کیا گیا ہے۔

تقسیم غنائم حنین: طائف سے چل کر آپ پانچ ذی القعدہ کو جِعِرّانہ پہنچے جہاں مال غنیمت جمع کیا تھا۔ چھ ہزار قیدی اور چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ یہاں پہنچ کر آپ نے دس دن سے زیادہ انتظار کیا کہ شاید وہ اپنے عزیزوں بچوں اور عورتوں کو چھڑانے آئیں لیکن جب دس بارہ روز کے انتظار کے بعد بھی کوئی نہ آیا تب آپ نے مال غانمین (غنیمت حاصل کرنے والوں) پر تقسیم کر دیا (فتح الباری)

مال غنیمت اور غلام اہل مکہ اور مہاجرین میں تقسیم فرمائے اور تقسیم غنیمت کے دوران **ذو الخویصرہ تمیمی** نے جس کا نام حرقوص تھا رسول کریم ﷺ کو نیزے کی نوک چبھوئی۔ بعض امراء نے کہا کہ کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ مگر آپ نے معاف کر دیا اور بردباری کا ثبوت دیا۔ فرمایا اسے قتل مت کرو۔ پھر فرمایا اس کی نسل سے ایک ایسی قوم نکلے گی جو قرآن تو پڑھے گی مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ انہیں جہاں پاؤ قتل کر دو۔ اس لئے کہ ان کا قاتل اجر کا مستحق ہوگا

(مسلم کتاب الزکوۃ، باب اعطاء المؤلفۃ قلوبہم)

مالک بن عوف النصری کی قوم کے جو لوگ اسلام لائے تھے رسول کریم ﷺ نے مالک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ مالک بن عوف النصری صحیح معنی میں اسلام لائے اور اس میں بڑے پختہ ثابت ہوئے۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ لکھا جس کو ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے (الفصول فی سیرت الرسول)

انصار کی شکایت: غزوہ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم سے فراغت ہوئی تو انصار کے بعد چند نوجوانوں نے شکایت کی کہ قتال و جہاد ہم نے کیا، شمشیر زنی کے جوہر ہم نے دکھائے اور مال دوسروں کو ملا۔

حضرت سعد بن مالک الانصاری متوفی ۷۴ھ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب آپ نے قریش اور قبائل عرب کو بڑے بڑے تحفے عطا فرمائے مگر انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس میں سے تھوڑا سا بھی حصہ نہیں دیا تو انصار کے اس قبیلے نے اس کو اپنے دل میں برا سمجھا (یعنی ان کو یہ کام پسند نہیں آیا) جس کی وجہ سے ان میں الٹی سیدی باتیں ہونے لگیں حتی کہ ان میں سے ایک کہنے والے نے یہاں تک کہہ دیا خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ تو اپنی قوم سے جا ملے ہیں۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ انصار کا یہ قبیلہ آپ سے کچھ ناراض (شکایت) ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے جو مال غنیمت حاصل کیا ہے اپنی قوم میں تقسیم کر دیا۔ قبائل عرب کو بڑے بڑے تحفے عطا فرمائے لیکن آپ نے انصار کے اس قبیلہ کے لئے اس میں تھوڑا سا حصہ بھی نہیں رکھا (اس وجہ سے انصار کا قبیلہ آپ پر ناراضگی کا اظہار کر رہا ہے)۔ آپ نے فرمایا کہ اے سعد کیا تم بھی ان میں سے ہو؟ تو سعد رضی اللہ عنہ کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنی قوم سے ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اپنی قوم کو میرے پاس اس باڑہ میں جمع کرو۔ راوی کہتے ہیں مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم آئے۔ آپ نے ان کو جانے دیا۔ وہ اندر داخل ہو گئے اور دوسرے لوگ آئے تو آپ نے ان کو لوٹا دیا (واپس کر دیا)۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا کہ انصار کا قبیلہ جمع ہو گیا ہے۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے اور اللہ کی حمد و ثنا ان کلمات کے ذریعہ سے بیان کی جن کا وہ اہل ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے انصار! وہ کونسی مشہور بات ہے جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچی ہے؟ اور تم نے اپنے جی میں کونسی بات پال لی ہے؟ کیا میں تمہارے پاس اس حالت میں نہیں آیا کہ تم گمراہ تھے پھر میرے

ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔ تم فقیر تھے پھر اللہ نے میرے ذریعہ تم لوگوں کو غنی کر دیا۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے میرے ذریعہ تم لوگوں کو غنی کر دیا۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ احسان وفضل والے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اے انصار تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ تو انہوں نے عرض کیا اے رسول ہم کیا جواب دیں۔ اللہ اور اس کے رسول ہی کے لئے احسان وفضل ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا سنو! خدا کی قسم اگر تم چاہتے تو کہہ ڈالتے اور تم سچے ہوتے اور میں بھی تمہاری تصدیق کرتا کہ آپ ہمارے پاس اس حال میں آئے کہ آپ کی تکذیب کی گئی تھی تو ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ آپ کی قوم نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا تو ہم نے آپ کی مدد و نصرت کی۔ آپ نکال دئے گئے تھے تو ہم نے آپ کو پناہ دی۔ آپ ہمارے پاس مفلس ہو کر آئے تھے تو ہم نے آپ کے ساتھ ہمدردی کی۔ اے انصار کیا تم دنیا کے معمولی تنکے پر میرے اوپر غضبناک ہو کہ اس کے ذریعہ میں کسی قوم کے ساتھ الفت ومحبت سے پیش آیا تاکہ وہ اسلام لے آئیں (اس سے مراد وہ لوگ مراد ہیں جو مؤلفۃ قلوبھم میں داخل تھے۔ آپ نے ان کو مال دیا تاکہ وہ اسلام پر جمے رہیں) اور تمہیں تمہارے اسلام کے سپرد کر دیا۔

انصار کی خوشی: اے انصار کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریوں اور اونٹوں کو ساتھ لے کر جائیں اور تم اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اپنی قیام گاہ کی طرف پلٹو؟ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے جس کو لے کر تم واپس جاؤ گے وہ اس سے زیادہ بہتر ہے جس کو لے کر وہ واپس جائیں گے۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی میں سے ایک شخص ہوتا۔ اگر لوگ ایک پہاڑی راستے اور وادی پر چلتے اور انصار دوسرے پہاڑی راستے اور وادی پر چلتے تو میں انصار کے راستے اور وادی پر چلتا (اور اسی کو اختیار کرتا)۔ انصار تو شعار ہیں (یعنی مجھ سے ان کا اتصال بہت ہی قوم اور مستحکم ہے)۔ اور دیگر لوگ دثار ہیں (یعنی ان کا اتصال مجھ سے اتنا مستحکم نہیں ہے)۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَاَبْنَاءَ الْاَنْصَارِ وَاَبْنَاءَ اَبْنَاءَ الْاَنْصَارِ۔ اے اللہ انصار، ان کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد پر رحم فرما۔ راوی فرماتے ہیں کہ قوم اتنا روئی کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور انہوں نے کہا ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تقسیم اور حصہ کے اعتبار سے راضی ہیں (زاد المعاد)

انصار اندر کا کپڑا ہیں جو جسم سے ملا رہتا ہے اور دوسرے لوگ باہر کا کپڑا ہیں۔ اگر اور لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔ میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیع دی جائے گی۔ پس صبر سے جیو تاکہ مجھ سے حوض پر آملو۔

حدیث میں ہے حُبُّ الْاَنْصَارِ مِنَ الْاِیْمَانِ، انصار کی محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے۔

اپنی رضاعی والدہ اور رضاعی بہن کی عزت کرنا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رضاعی ہمشیرہ شیماء بنت حارث بن عبدالعزیٰ حاضر لائی گئیں اور انہوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ آپ نے فرمایا اس کا ثبوت؟ انہوں نے عرض کیا میں آپ کو اٹھائے ہوئی تھی کہ آپ نے میری پیٹھ میں کاٹا تھا یہ ہے وہ نشان۔

راوی کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علامت سے پہچان لیا اور اپنی چادر بچھا دی۔ اس پر بٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر احسان فرمایا۔ آپ نے فرمایا اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو اکرام واحترام سے رہو گی۔ اور اگر اپنی قوم کی طرف جانا ہو تو بھی میں عطا کروں گا۔ انہوں نے عرض کیا آپ انعام دیجئے اور مجھے اپنی قوم کی طرف لوٹا دیجئے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ساز وسامان دیا اور انہیں ان کی قوم کے پاس واپس بھیج دیا ایک غلام اور ایک لونڈی عطا فرمائی۔ شیماء نے ان کا ایک دوسرے سے نکاح کر دیا ان کی نسل میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی فرد باقی رہا (سیرت ابن ہشام)۔

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جعرانہ میں گوشت تقسیم کر رہے ہیں اور میں اس وقت جوان تھا، اونٹ کا عضو اٹھا رہا تھا تو ایک دیہاتی خاتون آئی اور وہ نب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہو گئی۔ بَسَطَ لَھَا رِدَاءَہٗ فَجَلَسَتْ عَلَیْہِ۔ ان کے لئے آپ نے اپنی چادر بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون عورت ہے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا یہ حدیث راقم الحروف کتاب الادب المفرد کے ۳ نسخوں میں تلاش کرنے کے باوجود نہیں مل سکی سنن ابوداود کتاب الادب ابن حبان کتاب النکاح میں ہے۔

دشمن کے تمام جنگی قیدیوں کو رہا کر دینا: مال غنیمت ذی قعد آٹھ ہجری نے ہوازن کا ایک وفد آیا ان کا

رئیس ابوصرد زہیر بن صرد تھا انہوں نے اسلام قبول کیا بیعت کی پھر عرض پرواز ہوئے کہ یارسول اللہ آپ نے جنہیں گرفتار کیا۔ان میں مائیں ہیں، بہنیں ہیں، خالائیں ہیں اور یہی قوموں کی رسوائی کا سبب ہوتی ہیں۔

فَامْنُنْ عَلَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ فِيْ كَرَمٍ ۔ فَإِنَّكَ الْمَرْءُ نَرْجُوْهُ وَنَنْتَظِرُ

اُمْنُنْ عَلٰى نِسْوَةٍ قَدْ كُنْتَ تَرْضَعُهَا ۔ اِذْ فُوْكَ تَمْلَؤُهُ مِنْ مَحْضِهَا الدُّرَرِ

لہٰذا اے اللہ کے رسول ہم پر احسان وکرم فرمائیے، آپ ایسے آدمی ہیں کہ آپ سے امیدیں وابستہ ہیں اور آپ کے کرم کا انتظار ہے۔آپ ان عورتوں پر احسان کیجئے، جن کا دودھ پیتے تھے، آپ کا منہ ان کے دودھ کے موتیوں سے بھر جاتا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد ان سب کو رہا کر دیا تھا۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں: نبی ﷺ کے پاس یہ چودہ آدمی تھے۔اور زہیر بن صرد ان کا سردار تھا۔نیز ان میں نبی ﷺ کے رضاعی چچا ابو برقان تھے۔انہوں نے نبی ﷺ سے غلاموں اور اموال کی درخواست کی۔نیز انہوں نے اپنے گرفتار شدگان کی واپسی کی درخواست کی۔نبی ﷺ نے قبول فرمائی اور تمام قیدی واپس کر دیئے (زاد المعاد)

جِعِرَّانہ سے عمرہ ادا کرنا: جعرانہ مکہ وطائف کے درمیان ایک کنواں ہے جو مکہ سے قریب تر ہے اور یہاں شاندار مسجد ہے یہاں آپ نے ۱۳ دن قیام فرمایا تھا اور جنگ حنین میں حاصل شدہ قیدیوں اور مال غنیمت کو جمع کیا گیا تھا۔پھر یہاں ہی مال غنیمت تقسیم فرما کر مسجد میں تشریف لائے۔جتنی رکعتیں اللہ کو منظور تھیں ادا کیں۔پھر عمرہ کا احرام باندھا اور رات کو مکہ میں داخل ہوئے اور رات ورات طواف اور سعی کی۔اور مروہ کے پاس احرام کھولا اور اپنے سر کا حلق کرایا۔حلق کرنیوالے کا نام ابوہند ہجام تھا (تاریخ الخمیس)۔یا ابو حراش بن امیہ تھا (سیرت حلبیہ)

حضرت ابن عباس رحمہ اللہ بیان کرتے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سر اقدس کے بال مروہ کے پاس تیر کے پر کے ساتھ کاٹے تھے (البدایۃ والنھایۃ، حجۃ الوداع)۔یہی روایت زیادہ معروف مشہور ہے۔

اور لفظ جعرانہ کو تخفیف (جِعْرَانہ) کے ساتھ پڑھنا تشدید (جِعِرَّانہ) کے ساتھ پڑھنے کے مقابلہ میں زیادہ فصیح ہے۔یہ جگہ مکہ سے اٹھارہ میل دور ہے۔ایک عورت کے نام پر اس کا نام رکھا گیا ہے۔راقم الحروف نے بتوفیق الٰہی جِعِرَّانہ

سے احرام باندھ کر ماہ رمضان میں عمرہ ادا کیا تھا۔الحمد اللہ علی احسانہ۔

حضرت عتاب بن اسید کو امیر مکہ مقرر کرنا: اور اسی سال فتح مکہ کے دنوں میں حضرت عتاب بن اُسید مشرف باسلام ہوئے اور آپ نے مکہ معظمہ میں امیر مکہ مقرر فرمایا۔ان ہی کی عمارت میں اس سال لوگوں نے حج بھی ادا کیا۔اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو تعلیم دین کے لئے وہاں چھوڑا۔حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کا ایک درہم یومیہ بیت المال سے مقرر فرمایا (روضۃ الاحباب) اور ۱۹ ماہ ذی قعدہ میں آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

حضرت قیس کو صداء کی طرف بھیجنا: حضور اکرم ﷺ نے قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو چار سو سوار دے کر یمن کے علاقے میں روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ جب وہ راستے میں قبیلۂ صداء کے پاس سے گزرے تو ان سے جنگ کرے۔اتنے میں زیادہ بن حارث صدائی حاضر خدمت ہوا۔اس نے لشکر کی روانگی کی وجہ دریافت کی تو اسے بتادیا گیا۔اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں ان کی طرف سے وفد بن کر آیا ہوں۔آپ لشکر کو واپس بلالیں۔میں آپ ﷺ کے سامنے اپنی قوم کا ذمہ لیتا ہوں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لشکر کو واپس بلالیا اور صدائی پندرہ دن کے بعد آکر مسلمان ہو گئے۔

کعب بن زہیر کا ایمان لانا: اسی سال حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ مدینہ شریف وبارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قصیدہ بانت سعاد پڑھا (سیرت ابن ھشام)۔حضرت کعب بن زہیر نے اپنا قصیدہ پڑھا جس کا پہلا مصرع یہ ہے

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِي الْيَوْمَ مَتْبُوْلُ ۔ مُتَيَّمٌ اِثْرَهَا لَمْ يُفْدَ مَكْبُوْلُ

ترجمہ: سعاد جدا ہو گئی اور میرا دل آج خستہ حال ہے جو اس کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چلتا ہے اور ایک ایسے قیدی کے مانند ہے جس کا فدیہ نہ دیا گیا۔

جب کعب بن زہیر نے یہ شعر عرض کیا

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ ۔ مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوْفِ اللهِ مَسْلُوْلُ

ترجمہ: بیشک رسول کریم البتہ نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ یہ اللہ کی تلواروں سے سونتی ہوئی ہندی بے نیام تلوار ہیں۔

تو پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک دوشِ اطہر سے اتار کر حضرت کعب بن زہیر کو عطا فرمائی (تاریخ الخلفاء شرح قصیدہ بانت سعاد)

علامہ احمد قسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں امام ابوبکر بن انباری کی روایت میں ہے کہ جب وہ اس شعر اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ کے آخر تک پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے وہ چادر جو آپ پر تھی ان کی طرف ڈال دی۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس چادر پر دس ہزار درہم کی پیش کش کی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا نبی اکرم ﷺ نے یہ چادر مجھے عنایت فرمائی ہے۔ لہٰذا میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک کپڑے کے ساتھ کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔

جب حضرت کعب بن زہیر کا انتقال ہوا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ورثاء کی طرف بیس ہزار درہم بھیجے اور ان سے وہ چادر لے لی۔ ابوبکر بن انباری کہتے ہیں وہ چادر مبارک آج تک سلاطین کے پاس ہے (زرقان، ج ۳، ص ۶۰)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرنے والے انعام پاتے ہیں۔ راقم الحروف بھی اپنی کمزوریوں کے باوجود رحمت خدا اور شفاعت مصطفی ﷺ کے انعام کا امیدوار ہے۔

حضرت کعب بن زہیر، ان کے والد زہیر، ان کا بھائی بجیر، اس کا بیٹا عقبہ اور اس کا پوتا عوام بن عقبہ بہت بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔ راقم الحروف عاصم ماتریدی نے شرح قصیدہ بانت تحریر کی ہے جو طبع ہو چکی ہے۔

مسلمان عورتوں کو ہیجڑوں سے دور رہنے کا حکم: زینب بنت ابی سلمہ نے اپنی والدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے حالانکہ میرے پاس ایک ہیجڑہ بیٹھا تھا۔ میں نے سنا کہ وہ عبداللہ بن ابی امیہ سے کہہ رہا ہے اے عبداللہ! دیکھو اگر اللہ تعالیٰ کل کو تمہیں طائف میں فتح عطاء کرے تو غیلان کی بیٹی پکڑ لو کیونکہ وہ آتی ہے تو اس کے آگے چار بل پڑتے ہیں اور پیٹھ پھیر کر جاتی ہے تو اس کے پیچھے آٹھ بل پڑتے ہیں۔ (یہ سن کر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ لوگ تمہارے پاس نہ آنے پائیں۔

ابن عیینہ نے کہا اس ہیجڑے کا نام ہیت ہے (بخاری کتاب المغازی)

ہیجڑہ وہ ہے جس کی پیدائش عورتوں سی ہو۔ ہیجڑہ کا معنی نرمی ہے۔ اس کو مخنث اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے اعضاء میں لینونت ہوتی ہے۔ اس کے کلام میں عورتوں کی طرح نرم آواز اور انکسار ہوتا ہے (بخاری کتاب المغازی)

حضرت ابراھیم رضی اللہ عنہ کی ولادت: اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کے لختِ جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ نبی کریم ﷺ کی باندی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت کے سال اور مہینہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے اگرچہ آپ کے وصال کے سال اور مہینہ میں اختلاف ہے۔

نبی اکرم نورِ مجسم ﷺ نے اپنے لختِ جگر کا نام اپنے جداعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے نام پر رکھا۔ اور ولادت کے ساتویں روز آپ رضی اللہ عنہ کے عقیقہ کے لئے دو مینڈھے ذبح فرمائے۔ اسی روز آپ رضی اللہ عنہ کے بال اتارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ بنی بیاضہ کے غلام ابوہند بیاضی نے آپ رضی اللہ عنہ کے سر کے بال اُتارے۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ بالوں کے وزن کے برابر چاندی مساکین کو صدقہ کے طور پر دی جائے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ بالوں کو دفن کر دیا جائے۔ مذکورہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ساتویں روز رکھا گیا۔ لیکن صحیح بات حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مسلم میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ولادت کی شب ہی رکھ دیا گیا تھا (بذل القوۃ)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات: اسی سال آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ ان کا عقد عمرو بن عاص سے ہوا تھا۔ اور صلح حدیبیہ کے بعد وہ مسلمان ہو کر واپس آ گئے تھے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے نکاح اول ہی باقی رکھا۔ سیرت ابن هشام میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص جب ایمان لائے تو اسی سابق نکاح پر رہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اور ایک روایت کے مطابق اسی سال رسول اللہ ﷺ نے بادشاہوں کی طرف خطوط

بھی ارسال کئے یعنی کسریٰ، قیصر، نجاشی، ملک غسان ھوذۃ بن علی وغیرھم۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنی باری حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دی۔ اور آپ نے ارادہ سے رجوع فرما لیا (تلقیح)۔ حافظ شرف الدین فرماتے ہیں وَفِيْهَا وَهَبَتْ سَوْدَةُ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ حِيْنَ اَرَادَ طَلَاقَهَا (سیرت النبویہ، ص ۲۶۶)۔ معلوم ہوا کہ آپ نے حضرت سودہ کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا لیکن طلاق نہیں دی تھی (واللہ اعلم)۔

بعض نے کہا ہے کہ اسی سال مہر بنوائی اور اس کے ساتھ جو بادشاہوں کی طرف خطوط بھیجے جاتے ان پر مہر لگاتے۔ بعض نے لکھا ہے کہ بادشاہوں کو سات ہجری میں خطوط لکھتے تھے۔

اور بعض نے لکھا ہے کہ اسی سال گھریلو گدھے حرام کئے گئے۔ نیز بعض نے شراب کی حرمت اسی سال لکھی ہے اور چور کی سزا کا بھی حکم ملا۔ نیز متعہ کرنے سے خیبر کے دن منع کیا گیا (سیرت دمیاطی)

اسی سال منبر نبی ﷺ بنایا گیا اور اس پر آپ نے خطبہ دیا۔ اور یہ اسلام میں پہلا منبر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہجرت کے ساتویں سال منبر تیار کیا گیا تھا (حدائق الانوار)

ستون کا فراق میں رونا: اور جب آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو اس کھجور کے ستون نے رسول اللہ ﷺ کی جدائی میں رونا شروع کر دیا کیونکہ آپ اس کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر آپ نے اس کو تسلی دی۔

اسی سال سَرِیَّہ طفیل بن عمرو دوسی کو ذُو الْكَفَّيْن (بت) کو گرانے کیلئے شوال میں ۸ ہجری میں روانہ کیا۔ اور علاء بن حضرمی کو منذر بن ساری حاکم بحرین کے پاس سفارت پر بھیجا تھا۔

اسی سال پہلی مرتبہ سورج گرہن ہوا اور آپ نے نماز پڑھائی۔ اور اسی سال وفد عبدالقیس آپ ﷺ کی خدمت حاضر ہوا اور یہ وفد دس دن مدینے میں رہا (روضۃ الاحباب، مدارج)

۹ سن ہجری کے واقعات

وفد نجران سے مباھلہ کرنا: وفد نجران ۹ سن ہجری کو مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔

نجران ایک بہت بڑا شہر ہے جو مکہ سے یمن کی طرف سات مراحل کے فاصلے پر ہے۔ اس میں تہتر (۷۳) بستیاں ہیں۔

نجران نصاری کا ٹھکانا تھا اور یہ اہل کتاب تھے (عمدۃ القاری)

اسی موقع پر عیسائیوں کے ساتھ مباھلہ کا واقعہ بھی پیش آیا تھا جس کا ذکر سورہ آل عمران کی اس آیت میں ہے فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (سورہ آل عمران ۶۱)،

ترجمہ: پھر جو شخص جھگڑا کرے آپ سے اس بارے میں اس کے بعد کہ آ گیا آپ کے پاس یقینی علم تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی۔ اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی۔ اور اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی۔ پھر بڑی عاجزی سے اللہ کے حضور التجاء کریں تو اللہ کی لعنت بھیجیں جھوٹوں پر۔

حضرت جابر نے کہا اَنْفُسَنَا اور اَنْفُسَكُمْ سے مراد رسول اللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اَبْنَآءَنَا سے مراد حسن وحسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور نِسَآءَنَا سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں (تفسیر در منثور)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيًّا وَّفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَّحُسَيْنًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰٓؤُلَآءِ اَهْلُ بَيْتِيْ (صحیح مسلم، باب فضائل علی، ۲۴۹۴)۔ جب یہ آیت اتری کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تو رسول اکرم ﷺ نے جناب علی، فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ پس عرض کیا اے اللہ میرے گھر والے یہ ہیں۔

نبی ﷺ خلفاء ثلاثہ اور ان کے بیٹوں کو بھی ہمراہ لے گئے تھے۔ چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ ابن عساکر نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے اَنَّهٗ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا جَآءَ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَّوَلَدِهٖ وَبِعُمَرَ وَوَلَدِهٖ وَبِعُثْمَانَ وَوَلَدِهٖ وَبِعَلِيٍّ وَّوَلَدِهٖ (روح المعانی، ج ۲، ص ۱۹۰، در منثور ۲۸۰)۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر اور ان کے بیٹے، حضرت عمر اور ان کے بیٹے، حضرت عثمان اور ان کے بیٹے اور حضرت علی اور ان کے بیٹے رضی اللہ عنہم اجمعین کو ساتھ لائے۔

یعنی نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو ان کی اولادوں کے ساتھ اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔

اوران نفوس قدسیہ کو دیکھ کر عیسائی خوف زدہ ہو گئے اور مقابلہ ومباہلہ نہ کر سکے اور صلح پر راضی ہو گئے ۔اور سورہ آل عمران کی ابتدائی تراسی آیات ان کے بارے میں نازل ہوئیں۔

اسی سال بعض سرایا کی روانگی: سَرِیَہ ضَحَّاک بن سفیان قُرْطَاء کی طرف ربیع الاول میں روانہ کیا۔حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ چند ساتھیوں سمیت بنوکلاب کی طرف گئے ۔زج لاوہ مقام پر ان سے ٹکراؤ ہوااور خوب لڑائی ہوئی۔

سَرِیَّہ علی بن ابی طالب فُلس (قلس) (بت) کو گرانے کے لئے ربیع الاول کو ۹ ہجری میں روانہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے ہمراہ ایک سو پچاس انصار صحابہ کرام کو بھیجا جن کے پاس ایک سو اونٹ اور پچاس گھوڑے تھے۔ابن سعد کہتے ہیں کہ دو سو مرد تھے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بت کو تباہ کر کے قیدی، اونٹ اور بکریاں مال غنیمت کے طور پر حاصل کر لیں۔قیدیوں میں سفانہ بنت حاتم الطائی (جو مشہور سخی تھا) بھی تھیں (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۶۴)۔ یہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔آپ نے اس خاتون کو چھوڑ دیا۔

عدی بن حاتم طائی کا قبول اسلام: پس آپ کا یہی عمل حضرت عدی کے اسلام لانے کا سبب بنا۔ابن سعد کے نزدیک یہی ہے کہ جس نے حضرت عدی کی بہن کو قیدی بنایا تھا وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے (مواہب لدنیہ)۔عدی بن حاتم نے اپنی بہن سے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے حالات سنے تو مدینہ منورہ آ کر اسلام قبول کر لیا۔

سریہ حضرت علی بن ابی طالب یمن کی طرف ماہ رمضان میں نو ہجری کو روانہ ہوا۔

سَریہ طلحۃ بنِ عبداللہ سُوَیلم یہودی کا گھر جلانے کے خاطر رجب کو ۹ ہجری میں روانہ کیا۔

سریہ خالد بن ولید اُکَیدِرؔ مَلِک دوما کی طرف رجب میں ۹ ہجری میں روانہ کیا۔

سریہ خالد بن ولید خَشعم کی طرف ۹ ہجری میں گیا۔

سریہ ابی سفیان اور مغیرہ بن شعبہ لات (بت) کو گرانے کیلئے رمضان میں ۹ ہجری کو روانہ کیا۔

سریہ خالد بن عاص کو یمن کی جانب ۹ ہجری کو روانہ کیا تھا۔

عاملین صدقات کی تقرری: اس سال یکم محرم کو نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے ایمان لانے والے قبائل سے صدقات (زکوٰۃ) کی وصولی کے لئے عاملین مقرر فرمائے تاکہ وہ ان قبائل سے زکوٰۃ وصول کر کے مدینہ منورہ

لائیں۔

حضرت عیینہ بن حفص فزاری رضی اللہ عنہ کو بنوتمیم پر مقرر فرمایا۔

حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو قبیلہ غفار اور اسلم کا عامل مقرر فرمایا۔

ایک قول کے مطابق ان دونوں قبیلوں پر حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

قبیلہ بن سلیم اور بن مزینہ پر حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کا تقرر ہوا۔

جہینہ قبیلہ پر حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ کو عامل بنایا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو فزارہ قبیلہ کا عامل بنایا۔

حضرت ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ کو اپنے قبیلہ بنی کلاب پر متعین فرمایا۔

قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ بنی کعب پر حضرت بسر بن سفیان کعبی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن لتبیہ رضی اللہ عنہ کو بنی ذبیان پر عامل مقرر فرمایا (بذل القوۃ)

عیینہ بن حصن فزاری کو بنوتمیم کی طرف بھیجنا: حضور اکرم ﷺ نے عیینہ بن حصن الفزاری رضی اللہ عنہ کو ہجرت کے نویں سال محرم کے مہینے میں پچاس سوار (جو نہ مہاجر تھے اور نہ انصار) کے ساتھ بنوتمیم کی بستیوں (سیقا) کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ لوگ رات کو چلتے تھے اور دن کو چھپے رہتے تھے۔اور انہوں نے زکواۃ دینے سے انکار کر دیا تھا آخر کار لشکر نے اُن پر صحرا میں حملہ کر دیا جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے اور اپنے مویشی چرنے کو چھوڑ رکھے تھے۔گیارہ مرد، گیارہ عورتیں اور تیس بچے پکڑے۔ پھر ان کا وفد اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔اس وقت نبی ﷺ قیلولہ فرما رہے تھے اور حجرے کے باہر سے پکارا۔اے محمد آپ باہر تشریف لائے کچھ طویل سے بات ہوئی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے قیدی واپس کر دیئے۔اور یہ ایت انہی کے بارے میں نازل ہوئی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ (سورہ حجرات) جو لوگ آپ (ﷺ) کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر ناسمجھ ہیں۔

ولید بن عقبہ کو بنومصطلق کی طرف صدقات جمع کرنے کے لئے بھیجا: اس کے بعد آپ نے

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بنو مصطلق کی طرف جو خزاعہ کی ایک شاخ تھی صدقات جمع کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں باہم ان میں دشمنی تھی۔ یہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور مسجدیں تعمیر کر لی تھیں۔ جب انہیں ولید رضی اللہ عنہ کے آنے کا علم ہوا تو ان میں سے بیس آدمی ضیافت کے اونٹ اور بکریاں لے کر احتراماً وتعظیماً استقبال کو آئے۔ شیطان نے حضرت ولید کے کان میں کہہ دیا کہ یہ لوگ تمہیں قتل کرنے آرہے ہیں چنانچہ وہ ان تک پہنچنے سے پہلے ہی واپس لوٹ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر کہا کہ وہ لوگ مسلح ہو کر آئے تھے اور جمع صدقات سے مجھے روک دیا تھا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف جہاد کا ارادہ کیا۔ جب بنو مصطلق کو اس کا علم ہوا تو جن سواروں نے ان کا استقبال کیا تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے اور ولید کے سامنے ساری بات آپ کو بتادی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا (سورہ حجرات ۶)۔ ترجمہ: اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت انہیں پڑھ کر سنائی۔ اس کے بعد حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ جمع صدقات کے لئے روانہ ہوئے جو انہیں احکام شریعت کی تعلیم دیتے تھے اور قرآن پاک پڑھاتے تھے۔

بعض سرایا کا تذکرہ

سریہ عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ عنہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ عنہ کو صفر کی پہلی تاریخ کو بنو عمرو بن حارثہ کی طرف دعوت اسلام کے لیے روانہ کیا۔ انہوں نے دعوت اسلام سے انکار کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی۔ رسول کریم نے ان کی کند ذہنی کے لئے دعا ضر کی۔ چنانچہ وہ آج (صاحب مواہب لدنیہ کہ زمانہ) تک اپنی کپکپاہٹ، جلد بازی اور یاوہ گوئی کے لیے بدنام چلے آرہے ہیں (انوار محمدیہ من مواہب لدنیۃ، ص ۵۸۲)

سریہ قطبہ بن عامر: یہ مہم ہجرت کے نویں سال بہ جانب خشعم (جو مضافات مکہ میں تربت کے قریب واقع ہے) روانہ ہوئی۔ یہ بیس آدمیوں پر مشتمل تھی۔ آپ نے ان پر حملے کا حکم دیا تھا۔ ان میں باہم سخت لڑائی ہوئی اور دونوں طرف کافی آدمی زخمی ہوئے۔ اور قطبہ کے ہاتھوں کئی آدمی مارے گئے۔ وہ ان کے اونٹ، بکریاں اور عورتیں پکڑ کر مدینہ لے آئے۔

سریہ ضحاک بن سفیان کلابی: یہ مہم بنو کلاب کے خلاف ہجرت کے نویں سال ربیع الاول میں بہ جانب قرطاء روانہ کی گئی۔ انہیں دعوت اسلام دی گئی لیکن انہوں نے انکار کیا۔ جنگ ہوئی۔ بنو کلاب بھاگ گئے اور مسلمانوں کو مال غنیمت حاصل ہوا۔

سریہ علقمہ بن مجزز مدلجی: یہ مہم حبشہ کے کچھ لوگوں کے خلاف ہجرت کے نویں سال ربیع الآخر میں تین سو آدمیوں کی معیت میں بھیجی گئی۔ یہ لوگ سمندر کے جزیرے میں تھے۔ جب اسلامی لشکر سمندر میں داخل ہوا تو وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ لوٹے تو بعض لوگوں کو گھر لوٹنے کی جلد بازی پڑ گئی۔ ان جلد بازوں کے خلاف حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس گروہ میں کچھ لوگ ظریف بھی تھے۔ راستے میں انہوں نے تاپنے کے لیے آگ جلائی۔ اس پر حضرت علقمہ کہنے لگے کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تمہیں اس آگ میں کودنا ہوگا۔ جب ان میں سے بعض لوگوں نے کودنے کا ارادہ کیا کہنے لگے بیٹھ جاؤ میں تو مزاق کر رہا تھا۔ واپسی پر ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص تمہیں گناہ کا حکم دے اس کی بات نہ مانو۔ ایک روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر یہ آگ میں داخل ہوتے تو کبھی نہ نکل سکتے۔

سریہ عکاشہ بن محصن: یہ مہم حجاز کے ایک گاؤں کی طرف جو عذرہ اور بلی (قبیلوں کا نام ہے) کی بستی (یا قرارہ) اور بنو کلب کی بستی ہے اس کی جانب ربیع الاول میں ۹ ہجری روانہ کیئے گئے۔ یہاں عُذرہ اور بَلِّی کے کے قبائل رہتے تھے اور ان کی سرکوبی کی۔

غزوہ تبوک: غزوہ تبوک ماہ رجب ۹ ہجری میں پیش ایا تھا اور تبوک ایک مشہور مقام کا نام ہے جو مدینہ اور دمشق کے درمیان واقع ہے۔ اسے غزوہ عسرہ بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (سورہ توبہ ۱۱۷)۔ ترجمہ: جنہوں نے تنگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی۔

اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ چلا کہ رومیوں نے جنوبی شام میں بہت سے لشکر جمع کئے ہیں اور ان کے ساتھ کچھ عربی قبائل لخم، جذام، عاملہ اور غسان بھی مل گئے حتی کہ رومیوں کے کچھ دستے تو بلقاء تک پہنچ گئے ہیں۔ ادھر سخت گرمی اور خشک سالی کے دن تھے اور انتہائی تنگی کا وقت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر تبوک کو پہنچے

لیکن رومی واپس چلے گئے اور لڑائی نہ ہوئی۔ جب رومیوں سے لڑائی کے امکانات ختم ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اور غزوہ تبوک رسول اللہ ﷺ کے غزوات میں آخری غزوہ ہے۔ اور تبوک کے متعلق قرآن مجید میں متعدد آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (سورہ التوبہ:۲۹)۔ ترجمہ: جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور نہ روز قیامت پر اور نہیں حرام سمجھتے جسے حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ دیں وہ جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورہ التوبہ:۴۱)، ترجمہ: نکل پڑو تھوڑے سامان سے اور زیادہ سامان سے اور اللہ کی راہ میں اپنے جان اور مال سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم یقین رکھتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (سورہ التوبہ:۳۸)۔ ترجمہ: اے ایمان والو تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو۔ کیا تم نے آخرت کے عوض دنیوی زندگی پر قناعت کر لی۔ سو دنیوی زندگی کا تمتع تو کچھ بھی نہیں، بہت قلیل ہے۔ اس آیت میں ترغیب دی گئی ہے کہ راہ خدا میں جلدی نکلو اور سستی سے کام نہ لو۔ جہاد کرنے کا اجر باقی ہے اور دنیا کی زندگی کا سامان فانی ہے۔

منافقین کا رویہ: جب آپ نے جہاد کے لئے تیاری فرمائی تو منافق کہنے لگے نہ نکلو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۔ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورہ التوبہ:۸۱)۔ ترجمہ: وہ کہتے ہیں گرمی میں نہ نکلو۔ آپ

فرما دیجئے جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے اگر وہ سمجھتے۔ چاہیئے کہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں زیادہ۔ بدلہ ہے ان کاموں کا جو وہ کماتے تھے۔

صحابہ کی مالی خدمات: نبی کریم ﷺ کے اعلان پر صحابہ کرام نے دل کھول کر تعاون کیا۔ بالخصوص حضرت عثمان غنی نے مال کثیر پیش کیا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ دس ہزار دینار خرچ کئے۔ بعض کا کہنا یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہزار اونٹ اور ایک سو گھوڑے مع ساز و سامان دیئے۔

حضرت عبد الرحمن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جیش عسرت کی تیاری شروع ہوئی ایک ہزار دینار آستین میں لئے کرائے اور نبی کریم ﷺ کی جھولی میں ڈال دیئے۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ جھولی میں دیناروں کو الٹ پلٹ کر رہے تھے اور فرما رہے تھے مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ (مشکوۃ بحوالہ مسند احمد) نہیں ضرر کرے گا عثمان کو وہ گناہ کہ کرے آج کے عمل کے بعد دوبار فرمایا۔

امام طبرانی نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جیش عسرت کے لیے دس ہزار دینار بھیجے تھے جو حضور اکرم ﷺ کے سامنے ڈال دیئے گئے۔ آپ اپنے دست مبارک سے دیناروں کو اوپر نیچے الٹتے پلٹتے تھے اور فرماتے تھے عثمان رضی اللہ عنہ تجھے اللہ معاف کرے۔ جو کچھ تو نے علی الاعلان کیا یا خفیہ طور پر کیا وہ قیامت تک باقی رہے گا۔ تو اس کے بعد جو کچھ بھی کرے گا اس کا کوئی مؤاخذہ نہیں (مواہب اللدنیہ)۔ (یہ ان کے مستقبل کے بارے میں خوشخبری تھی کہ ان سے کوئی غلط کام سرزد نہ ہوگا)۔ علامہ احمد بن زینی دحلان لکھتے ہیں فَفِيْهِ بِشَارَةٌ عَظِيْمَةٌ بِاَنَّ اللّٰهَ غَفَرَ لَهُ الذُّنُوْبَ اَيْ سَتَرَ عَنْهَا عَنْهُ فَمَنَعَهُ مِنْهَا بِبَرَكَةِ دُعَائِهِ لَهُ وَنَفَقَتِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَيْسَ يُبَالِيْ بِمَا عَمِلَ اِذْ لَا يَقَعُ مِنْهُ اِلَّا الْخَيْرُ (السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۱۲۶، لاحمد بن زینی)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ چار ہزار درہم گھر میں تھے۔ وہ سارے بارگاہ رسالت میں پیش کر دیئے (گھر کا سارا سامان دے دیا)۔ نبی ﷺ نے پوچھا اے صدیق رضی اللہ عنہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے کیا رکھا ہے۔ عرض کیا اللہ اور اللہ کے رسول کے نام کی برکت ہے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس ☆ صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گھر کا آدھا مال خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو سو اوقیہ چاندی پیش کی۔ حضرت عباس، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما بھی کثیر مال لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ستر وسق کھجوریں پیش کی۔ حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ نے چار کلو کھجوریں لا کر بارگاہ مصطفی ﷺ میں پیش کیں۔ تو آپ نے ان کو دیگر سامان میں بانٹ کر رکھنے کا حکم دیا۔ اور خواتین نے اپنے زیورات اتار کر غزوہ تبوک کے لئے پیش کئے۔ یہ صحابہ اور صحابیات کی بے مثال جانثاری اور قربانی تھی۔

منافقین کا طعنہ زنی کرنا: حضرت ابو خیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ ایک صاع کھجوریں لے کر حاضر خدمت ہوئے اور حضرت ابو عقیل نصف صاع (دو سیر) کھجوریں لے کر آئے تو منافقوں نے ان کا مزاق اڑایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ** (سوہ التوبہ:۷۹)۔ ترجمہ: یہ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جن کو بجز محنت اور مزدوری کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا ان سے تمسخر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اس تمسخر کا بدلہ دے گا اور ان کے لیے دردناک سزا ہوگی۔

حضرت محمد بن مسلمہ کو نائب مقرر کرنا: آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں نائب مقرر کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت سباع بن عرفط رضی اللہ عنہ کو اور بعض کے نزدیک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا۔ مگر زیادہ صحیح پہلا قول ہے۔

حضرت علی کو اہل وعیال کا محافظ بنانا: صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ میں عورتوں اور بچوں کے محافظ تھے۔ اسی لئے منافقین نے آپ رضی اللہ عنہ کو طعنہ دیا اور کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کو عورتوں اور بچوں پر اپنا نائب مقرر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ سے جا ملے اور اس بات کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی غَیْرَ اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ**۔ ترجمہ: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تجھے وہی مرتبہ حاصل ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ کے بعد حاصل تھا۔ صرف بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا (بخاری کتاب المغازی، باب غزوہ تبوک)

اپنی ناداری پر رونا: بعض اصحاب رضی اللہ عنہم رونے والے بھی تھے جن کے پاس سواریاں نہیں تھیں۔ تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس روتے ہوئے سواریاں مانگتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس سواریاں نہیں ہیں کہ میں تم کو ان پر سوار کروں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے **وَلَا عَلَى الَّذِیْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَیْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا یَجِدُوْا مَا یُنْفِقُوْنَ** (سورہ توبہ:۹۲)۔ ترجمہ: اور ان پر کوئی گناہ نہیں کہ جب وہ آپ کے پاس آئے تاکہ آپ انہیں سوار کرائیں تو آپ نے کہا کہ مے نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کروں۔ وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ انہیں اس بات کا دکھ تھا کہ وہ خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں پاتے۔ یہ وہ چند صحابہ تھے جن کے پاس جہاد میں شریک ہونے کے لئے سواریاں نہیں تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے بعد میں کسی سے خرید کر ان کو دس سواریاں دی (اونٹ) تاکہ یہ غزوہ تبوک میں شریک ہو کر سعادت حاصل کریں۔

منافق بغیر عذر کے شریک نہ ہوئے: اور منافقین کسی عذر و بیماری کا اظہار کئے بغیر گھروں میں بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَقَعَدَ الَّذِیْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ** (سورہ توبہ:۹۰)، ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جھوٹ بولا وہ بیٹھ گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَلَا تَفْتِنِّیْ ۔ اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌ بِالْكٰفِرِیْنَ** (سورہ توبہ:۴۹)، ترجمہ: اور ان میں کوئی تم سے یوں عرض کرتا ہے کہ مجھے رخصت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے۔ سن لو وہ فتنہ ہی میں پڑے اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔

جب نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک کے لئے تیاری فرمائی تو جد بن قیس نے کہا یا رسول اللہ میری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بڑا شیدائی ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں رومی عورتوں کو دیکھوں گا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا۔ اس لئے آپ مجھے یہیں ٹھہر جانے کی اجازت دیجئے اور ان عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالئے۔ میں آپ کی اپنے مال سے مدد کر دوں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ اس کا حیلہ تھا اور اس میں سوائے نفاق کے اور کوئی علت نہ تھی۔ رسول کریم ﷺ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اسے اجازت دے دی۔ اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی (خزائن

حضرت ابوذر اور ابوخیثمہ رضی اللہ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نہ جا سکے بعد میں جا کر ملے۔

اسلامی لشکر کی تبوک کی طرف روانگی: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک کیلئے جمعرات (۹ سن ہجری) کو روانہ ہوئے اور آپ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرماتے تھے (بخاری کتاب الجھاد، حدیث ۲۹۵۰)۔ حضور ﷺ کے لشکر کی تعداد تیس ہزار اور گھوڑوں کی تعداد دس ہزار تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے نکلے یہاں تک کہ ثنیۃ الوداع تک پہنچ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رو کر کہنے لگے کیا آپ ﷺ مجھے پیچھے چھوڑتے ہو۔ تو اس موقع پر آپ نے فرمایا کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے نزدیک وہ ہے جو حضرت ہارون کا مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا، سوائے نبوت کے (اس لئے کہ ہارون نبی تھے اور تم نبی نہیں ہو بلکہ وقتی جانشینی کے اعتبار سے ہو) (مسند احمد بن حنبل)

مقامِ حجر سے گزرنا: رسول اکرم ﷺ جب مقام حجر سے گزرے تو فرمایا یہاں کا پانی بالکل نہ پینا اور تم میں جو بھی گزرے اس کے ساتھ اس کا ساتھی ہونا چاہیے۔ چنانچہ لوگوں نے اسی طرح کیا (حجر وہ مقام جہاں قوم ثمود پر عذاب نازل ہوا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ اور شام کے درمیان ایک وادی ہے) (مواھب لدنیہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ حَذَرًا أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ ۔ ان لوگوں کے مساکن (گھروں) میں داخل نہ ہونا جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا مگر روتے ہوئے جاؤ کہ تمھیں وہ عذاب نہ آلے جس نے انھیں آلیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی سواری کو ڈانٹا اور جلدی چلایا یہاں تک کہ حجر پیچھے رہ گیا (بخاری مسلم)۔

اونٹنی کا گم ہونا: نبی اکرم ﷺ ابھی راستے میں تھے کہ آپ کی اونٹنی گم ہوئی۔ زید بن لصیت جو منافق تھا کہنے لگا کیا محمد ﷺ کا یہ خیال نہیں ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر ہیں اور تمھیں آسمانی حالات سناتے ہیں حالانکہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایک آدمی ایسے باتیں کہتا سنا گیا ہے اور آپ نے اس کے الفاظ نقل فرمائے۔ اور بخدا میں صرف وہی باتیں جان سکتا ہوں جو خدا مجھے بتادے اور خدا نے ناقہ کے بارے میں بتادیا کہ وہ

فلاں وادی میں ہے اور اس کی مہار ایک درخت سے اٹک کر رہ گئی ہے جاؤ اور اسے وہاں سے لے آؤ۔ چنانچہ چند آدمی گئے اور اسے لے آئے۔ (مواھب لدنیہ)

سخت آندھی: جب نبی کریم ﷺ تبوک کے مقام پر پہنچے آپ نے لشکر سے فرمایا کہ آج کی رات تم پر سخت آندھی چلے گی۔ کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ جن کے اونٹ ہیں وہ انہیں رسیوں سے جکڑ دیں۔ رات کو آندھی کے دوران میں ایک شخص اپنی جگہ سے اٹھا جسے آندھی نے بنو طے (قبیلہ) کے پہاڑوں میں پھینک دیا (مسلم)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان تبوک کے چشمے پر پہنچے تو اس سے تھوڑا تھوڑا پانی رس رہا تھا۔ صحابہ کرام نے اس سے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرے۔ پھر ایک پرانی مشک میں اسے جمع کر لیا۔ حضور ﷺ نے اس سے اپنے ہاتھ اور منہ دھوئے۔ پھر وہ پانی اسی چشمے میں انڈیل دیا۔ چنانچہ اس سے کافی پانی پھوٹ نکلا اور ساری سپاہ نے پیاس بجھائی۔ (مسلم)

ایلہ کے حاکم کا خدمت اقدس میں حاضر ہونا: نبی اکرم ﷺ تبوک کے مقام پر سکونت پذیر تھے کہ ایلہ کا حکمران آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے معاہدہ کیا اور جزیہ ادا کیا۔ اور اسی طرح جرباء اور اذرح کے لوگ آئے اور انہوں نے جزیہ ادا کیا تو آپ نے انہیں ایک تحریر دے دی۔ جرباء اور اذرح شام کے دو شہر ہیں جن کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے (مواھب لدنیہ)

خالد بن ولید کو اُکیدَر نصرانی کی طرف بھیجنا: اس موقعہ پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو رجب کے مہینے میں چار سو سپاہی اور بیس گھوڑے دے کر دومۃ الجندل کو اکیدر بن عبدالملک نصرانی کے خلاف روانہ کیا۔ آپ نے حضرت خالد سے فرمایا کہ تم اسے رات کو ایسی حالت میں ملو گے کہ وہ نیل گائے کا شکار کر رہا ہوگا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو وہ چاندنی رات میں قلعے سے نکل کر نیل گائے کا شکار کھیل رہا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر نے ان پر سخت حملہ کیا۔ اکیدر گرفتار ہو گیا اور اس کا بھائی حسان مارا گیا اور ساتھی بھاگ گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ قلعے میں داخل ہوئے اور اکیدر کو پناہ دے دی اور اسے رسول کریم ﷺ کے پاس لے آئے تا کہ وہ دومۃ الجندل کی فتح میں امداد کرے۔ اس نے یہ شرط پوری کر دی۔ بعدہ اس سے دو ہزار اونٹوں، آٹھ سو

گھوڑوں، چارسوزرہوں اور چارسونیزوں پر صلح ہوئی (انوار محمدیہ)

ہرقل روم کو دعوت اسلام: اس غزوہ میں نبی اکرم ﷺ نے تبوک میں ہرقل کو خط لکھ کر اسلام کی طرف بلایا۔ وہ اسلام کے قریب ہوا لیکن (قوم کے خوف سے) اس نے اسلام قبول نہ کیا۔ اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کی۔ مسند امام احمد میں ہے کہ تبوک میں ہرقل نے نبی اکرم ﷺ کی طرف ایک خط لکھا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ نصرانیت پر قائم ہے (مسند امام احمد، ج ۳، ص ۴۴۲)

ابوعبید کی کتاب الاحوال میں صحیح سند کے ساتھ بکر بن عبداللہ کی مرسل (روایت) سے اسی طرح ہے اور اس کے الفاظ یوں ہیں کہ آپ نے فرمایا یہ اللہ کے دشمن کا خط ہے جو مسلمان نہیں ہوا (فتح الباری، ج ۳، ص ۴۴۲)

تبوک میں معجزات کا ظہور: غزوہ تبوک کے موقع پر متعدد معجزات وکرامات کا ظہور ہوا اور بہت سے ہدایات دی گئیں۔ اس میں مخلصین اور اہل ایمان کا امتحان لیا گیا اور منافقین کو ذلیل ورسوا کیا گیا۔ اور صحابہ کرام نے جانثاری اور قربانی کی مثال قائم کی۔ سورہ توبہ میں غزوہ تبوک کے بارے میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں۔ غزوہ تبوک میں نبی پاک ﷺ نے ایک عظیم الشان اور جامع خطبہٗ ارشاد فرمایا جو نصائح پر مشتمل تھا۔ اور خطبہٗ تبوک کے نام سے مشہور ہے۔ اس خطبہ کو علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ افاق تالیف سبل الھدی والرشاد کی پانچویں جلد میں بیان کیا ہے۔

حضرت معاویہ مزنی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا: اسی سال حضرت معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور آپ تبوک میں تھے۔ تو ان کی چارپائی آپ کے سامنے کردی اور آپ نے ان کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی (البدایۃ والنھایۃ)۔

عبداللہ ذوالبجادین کی قبر میں کھڑا ہونا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ نصف شب کو بیدار ہوا تو لشکر کے ایک کنارے پر اُگ جلتی ہوئی دیکھی۔ میں اس

اُگ کی جانب چلا کہ دیکھوں کیا ماجرا ہے۔ وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ وہاں موجود ہیں اور عبداللہ ذوالبجادین مزنی رضی اللہ عنہ وفات پاچکے ہیں۔ ان لوگوں نے ان کے لیے قبر کھودی اور رسول اللہ ﷺ اس قبر کے اندر کھڑے تھے۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما انھیں اپ ﷺ کی طرف نیچے اتار رہے تھے۔ اور آپ ﷺ فرماتے تھے أَدْنِيَا إِلَيَّ أَخَاكُمَا اپنے بھائی کو میری طرف تاعو) قریب کرو۔ تو ان دونوں نے ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کو اتار دیا، پھر جب اپ ﷺ نے انھیں پہلو پر لٹایا تو دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَمْسَيْتُ رَاضِيًا عَنْهُ فَارْضَ عَنْهُ اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے خوش ہوجا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا یَا لَيْتَنِي كُنْتُ صَاحِبَ الْحُفْرَةِ کاش میں اس قبر میں دفن ہوتا۔

ابن ھشام کہتے ہیں کہ امن کا نام ذوالبجادین اس لیے رکھا گیا کہ یہ اپنی قوم کے لوگوں سے اسلام کے لیے جھگڑتے رہتے تھے اور اسی لیے انھوں نے ان کی زندگی تنگ کررکھی تھی۔ ان کو حالت یہ تھی کہ انھوں نے جسم پر صرف ایک موٹی چادر رہنے دی، اس کے علاوہ ان کے جس، پر کچھ نہ تھا۔ اخر یہ بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس اگئے۔ جب یہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوئے تو انھوں نے چادر پھاڑ کر دوٹکڑے کر لیے، ایک ٹکڑے کو تہ بند اور دوسرت کو اوڑھنے والی چادر بنالیا، پھر (اس حالت میں) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس بنا پر انھیں ذوالبجادین (دو چادروں والا) کہا گیا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام)۔

اس ایمان افروز واقعہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ پر بہت ہی شفقت فرماتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کو دفن کرنا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادین (کمبل کے دوٹکڑوں والے) غزوہ تبوک میں فوت ہوئے اور ان کی قبر تیار کی گئی۔ نبی کریم ﷺ ان کی قبر میں کھڑے ہوئے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کی نعش مبارک کو پکڑے ہوئے تھے۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کو نزدیک کرو۔ پھر آپ نے قبر میں پہلو کے بل لٹادیا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا اے اللہ۔ میں اس سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہوجا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش میں اس قبر میں مدفون ہوتا (البدایۃ والنھایۃ مختصرا)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی اقتداء میں نماز ادا کرنا: اسی غزوہ تبوک کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کی اقتداء میں نماز ادا کی (بذل القوۃ)

غزوہ تبوک سے واپسی: پھر نبی اکرم ﷺ تبوک میں دس روز سے کچھ زیادہ دن ٹھہرنے کے بعد واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ علامہ دمیاطی نے دس سے زیادہ اور ابن سعد نے بیس راتوں کا قول بیان کیا ہے اور کہا کہ آپ وہاں دو رکعتیں پڑھتے تھے (قصر کرتے تھے) اور لڑائی نہیں ہوئی۔ نیز آپ نے راستے میں کئی مساجد تعمیر کیں۔ اور نبی اکرم ﷺ واپسی میں مقام ذی اوان میں اترے (جو مدینہ منورہ میں تھوڑے فاصلے پر ہے) اور آپ کو آسمان سے (وحی کے ذریعے) مسجد ضرار کی خبر ملی (مواہب لدنیہ)

مسجد ضرار کا انہدام: مسجد ضرار جو منافقین نے اسلام کے خلاف سازشوں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کیلئے بنوائی تھی بحکم رسول ﷺ جلا دی گئی تھی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ. لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا (سورہ توبہ ۱۰۷، ۱۰۸)، ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے بنائی ہے مسجد نقصان پہنچانے کے لئے اور کفر کرنے کیلئے اور پھوٹ ڈالنے کیلئے مومنوں کے درمیان اور (اسے) کمین گاہ بنایا ہے اس کیلئے جو لڑتا رہا ہے اللہ سے اور اس کے رسول سے اب تک۔ اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ نہیں ارادہ کیا ہم نے مگر بھلائی کا۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ صاف جھوٹے ہیں۔ آپ نہ کھڑے ہوں اس میں کبھی۔

مدینہ طیبہ میں تشریف آوری: جب رسول اللہ ﷺ فتح یابی کے بعد مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لیے گھروں سے باہر تک آئے یہاں تک کہ عورتیں، لڑکے اور لڑکیاں آپ کے استقبال کے لیے نکلیں اور یہ شعر پڑھنے لگیں

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ٭ مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

ہم پر چودھویں رات کا چاند ٭ وداع کی گھاٹیوں سے طلوع ہوا

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا ٭ مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

اور ہم پر شکر واجب ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا بلاتا رہے

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی: جب آپ مدینہ شریف میں داخل ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں آپ کی مدح میں کچھ کہوں۔ فرمایا ہاں۔ اللہ تیرے چہرے کو رسوا نہ کرے۔

جو قصیدہ آپ نے اس وقت پڑھا اس کے دو شعر یہ ہیں

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْض ٭ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

وَنَحْنُ فِيْ ذٰلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّوْرِ ٭ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

آپ کی جب ولادت ہوئی زمین چمک اٹھی اور آپ کے نور سے دنیا کے افق جگمگا اٹھے اور ہم اس روشنی میں، نور میں اور ہدایت کی راہ میں لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کے عزر کو قبول کرنا: جب نبی پاک ﷺ مدینہ پاک تشریف لائے تو منافقین نے عذر پیش کرنے شروع کئے تو آپ نے ان کو معاف کر دیا۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کی چار اقسام ہیں: (۱) اجازت یافتہ اور اجر وثواب سے مالا مال مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن مسلمہ اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما (۲) معذور یعنی ضعیف و ناتواں اور مریض (۳) تنگ دست، مثلاً بکائین اور رونے والے (۴) خطا کارتین، ابولبابہ اور ان کے رفقاء اور (۴) منافقین، ملامت و ندامت یافتہ (البدایۃ والنھایۃ، ج ۵ ص ۲۸)

تین صحابہ کا معاملہ موٴخر کیا: حضرت مسلمانوں میں کچھ ایسے افراد بھی تھے جنہیں اسلام کی حقانیت کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا۔ لیکن وہ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہو سکے اور واپسی پر عزر پیش کرنے والوں کو معاف کر دیا گیا ان کا معاملہ موخر کیا گیا۔ اور وہ یہ تین صحابہ تھے

حضرت کعب بن مالک خزرجی، حضرت حلال بن امیہ اوسی، حضرت مرارۃ بن ربیع رضی اللہ عنہم جو اس غزوہ میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے۔ جب یہ نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سچ سچ کہہ دیا اور ان کا پچاس دن تک سخت امتحان لیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور وہ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ وَّعَلَي الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (سورہ التوبہ ۱۱۷،۱۱۸)، ترجمہ: بیشک رحمت سے توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے (اپنے) نبی پر، نیز مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ٹیڑھے ہو جائیں دل ایک گروہ کے ان میں سے۔ پھر رحمت سے توجہ فرمائی ان پر۔ بیشک وہ ان سے بہت شفقت کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔ اور ان تینوں پر بھی (نظر رحمت فرمائی) جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔

عتابِ محبت: جن لوگوں نے مدینے میں پیچھے رہ جانے کی اجازت لی اور رحمت عالم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی تو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۔ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ (سورہ توبہ ۴۳، ۴۴)، ترجمہ: اللہ بخشے آپ کو۔ کیوں رخصت دے دی آپ نے ان کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے آپ پر سچ کہنے والے اور جان لیتے آپ جھوٹوں کو۔ نہیں رخصت مانگتے آپ سے وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اس سے کہ لڑیں اپنے مال اور جان سے اور اللہ خوب جانتا ہے ڈرنے والوں کو۔ اسی طرح سورہ عبس و تولی میں مزکور ہے۔

عروہ بن مسعود کا اسلام لانا اور شہادت پانا: غزوہ تبوک کے بعد ۹ سن ہجری کو حضرت عروہ بن مسعود ثقفی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور ساتھ ہی مسلمان ہونے کی حالت میں اپنی قوم میں واپس جانے کی درخواست کی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہیں ثقیف قتل کر ڈالیں گے۔ عروہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ان کے نزدیک باکرہ عورتوں سے زیادہ ان کے لیے محبوب ہوں۔ ایک روایت ہے کہ میں ان کی آنکھوں

سے زیادہ محبوب ہوں۔ واپس جا کر بنی ثقیف کو دعوت اسلام دی تو انہوں نے تیروں کی بارش برسا دی اور آخر یہ شہید ہو گئے۔ اور ان ہی شہیدوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شہید ہو گئے تھے۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا ان (عروہ) کی مثال اپنی قوم میں وہی ہے جو صاحب یٰسین کی اپنی قوم میں ہے۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد (نو ھجری میں) بنو ثقیف نے نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا (سیرت ابن ھشام مختصر)

واقعہ ایلاء: اور اسی سال واقعہ ایلاء پیش آیا۔ ایلاء کے لغوی معنی قسم کھانے کے ہیں۔ فقہاء کے نزدیک مرد کا اپنی عورت کے پاس چار ماہ تک نہ جانے کی قسم کھانے کا نام ایلاء ہے۔ اگر چار ماہ گزر جائیں اور قربت نہ کرے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طلاق بائن واقع ہو گی۔ اس دوران اگر مرد اپنی بیوی کے پاس چلا جائے تو قسم کا کفارہ ادا کرے۔ نبی کریم ﷺ نے صرف ایک ماہ تک ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن کے قریب نہ جانے کی قسم کھائی تھی (مدارج النبوت اردو ترجمہ، ج ۲ ص ۵۶۷)۔ آپ کا ایلاء لغوی اعتبار سے تھا۔ فقہا کے نزدیک متعارف ایلاء نہ تھا (الزرقانی شرح المواھب اللدنیہ، ج ۳ ص ۹۷)

آیت تخیر: اور اسی سال تخیر (اختیار دینا) کا حکم نازل ہوا۔ اور ازواج مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ اگر وہ دنیا کی زیب و زینت چاہتی ہیں تو انہیں رخصت کر دیا جائے اور اگر اللہ و رسول ﷺ کی رضامندی اور دار آخرت کی طلبگار ہیں تو ان کے لیے زیادہ اجر و ثواب ہے۔ اور اس تخیر و اختیار کا حکم سورہ احزاب میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۔ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (سورہ احزاب ۲۸، ۲۹)۔ ترجمہ: اے نبی مکرم آپ فرمادیجئے اپنی بیویوں کو کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی آرائش (و آسائش) کی خواہاں ہو تو آؤ تمہیں رخصت کر دوں بڑی خوبصورتی کے ساتھ۔ اور اگر تم چاہتی ہو اللہ کو اور اس کے رسول کو اور دار آخرت کو تو بے شک اللہ تعالیٰ نے جو تم میں سے نیکوکار ہیں ان کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

جب یہ ازواج مطہرات کو اختیار دیا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اور آخرت کو پسند کیا اور دنیا کی زیب وزینت کو ترک کر دیا۔

جسد اقدس پر خراشیں آنا: آپ ﷺ اس سال ایک گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس سے زمین پر گر پڑے جس کے باعث دائیں پنڈلی مبارک پر خراشیں آگئیں۔ آپ اپنے حجرہ مبارکہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ مسجد میں تشریف نہ لا سکتے تھے۔ تمام نمازیں اسی حجرہ مبارکہ میں بیٹھ کر ادا فرماتے رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عیادت کے لئے حاضر ہوتے اور آپ کے ہمراہ کھڑے ہو کر نمازیں ادا کرتے (بذل القوۃ)۔ خیال رہے یہ گھوڑے سے گرنے کا واقع ہجرت کے پانچویں اور چھٹے سال میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ یا تو یہ مختلف واقعات ہیں یا تاریخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے (واللہ اعلم)۔

لعان کا قضیہ: اور اسی سال کے ذی قعدہ کے مہینے میں اور بقولِ بعض ذی الحجہ میں مدینہ منورہ میں سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت عویمر بن حارث عجلانی رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ حضرت خولہ بنت قَیس رضی اللہ عنہا کے درمیان نمازِ عصر کے بعد اپنی مسجد شریف میں لعان کرایا۔

حضرت عویمر رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک سے واپس آئے تو انہیں حاملہ پایا۔ تو انہوں نے (اس حمل کے) بچے (کی اپنی طرف نسبت) کی نفی کر دی۔ ان دونوں میاں بیوی کے بارے میں یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔ وَيَدْرَءُ عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ (سورہ النور ۶ تا ۱۰)۔ ترجمہ: اور جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا (دعویٰ کا) کوئی گواہ نہ ہو تو ان کی شہادت یہ ہے کہ چار بار اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ کہہ دیں کہ بے شک میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں۔ اور عورت سے سزا ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک یہ (میرا خاوند) جھوٹا ہے اور

پانچویں بار کہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر یہ سچا ہو۔ اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہو (تو تمہاری زندگیاں اجیرن ہو جائیں) اور بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور رحمت والا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ یہ آیات حضرت ہِلَال بن اُمَیَّہ وَاقفی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں جب انہوں نے اپنی بیوی خولہ بنت عاصم کو شریک بن سحماء کے ساتھ پایا۔ دونوں اقوال کے درمیان تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ یہ دونوں واقعات قریب قریب وقوع پذیر ہوئے تو ان کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں اور اس طرح ان آیات کا تعلق دونوں واقعات کے ساتھ ہے (مدارج النبوۃ)

فرضیت حج: بعض روایات کے مطابق اسی سال حج فرض ہوا۔ ایک قول کے مطابق ۹ ہجری میں فرض ہوا تھا اور ایک اور قول میں ہے کہ ۱۰ ہجری میں فرض ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (سورہ البقرہ ۱۹۶)، ترجمہ: اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ (کی رضا) کے لئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حج: اور پھر اسی سال ذی قعدہ ۹ ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں صحابہ کرام حج کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تین سو مسلمانوں کا امیر الحجاج بنا کر بھیجا (اور بیس قربانی کے اونٹ بھی ساتھ لے گئے) تا کہ وہ حج کے دن منادی کرائیں کہ اس سال کے بعد نہ تو کوئی مشرک حج کر سکے گا اور نہ کوئی ننگا آدمی طواف کرے گا۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو روانہ فرمایا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عرج کے مقام پر پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان سے جا ملے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ (سورہ توبہ ۳)۔ ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے لوگوں کی طرف حج اکبر کے دن کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہے۔

اور چار ماہ کی مہلت دی گئی۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ (سورہ توبہ ۲)، ترجمہ: تو تم چلو پھرو زمین میں چار ماہ تک۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورہ توبہ کی چالیس آیتیں مقامات حج میں پڑھ کر سنائیں۔ اور براءت اور بیزاری کا

اعلان کیا گیا اور یہ بھی فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (سورہ توبہ ۲۸)۔ترجمہ: اے ایمان والو! مشرک پلید ہیں۔ پس اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیر حج کی حیثیت سے حج کرایا۔ اور حضرت علی مرتضیٰ نے سورہ براءت کی آیتوں کو سنا کر معاہدہ توڑنے کا اعلان کیا جو سورہ براءۃ (سورہ توبہ) کی ابتدائی آیات ہیں۔

سود کی حرمت: اور حرمت سود کی آیات نازل ہوئیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۔ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۔ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۔ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ (سورہ بقرہ ۲۷۵۔۲۷۶)، ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپیٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ سود بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسا بیع حالانکہ سَودے کو خدا نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ تو جس شخص کے پاس خدا کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آ گیا تو پہلے ہو چکا وہ اس کا۔ اور (قیامت میں) اس کا معاملہ خدا کے سپرد۔ اور جو پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں (جلتے) رہیں گے۔ خدا سود کو نابود (یعنی بے برکت) کرتا اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے۔ اور خدا کسی ناشکرے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۔ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ (سورہ بقرہ ۲۷۸۔۲۷۹)۔ اے مؤمنو! خدا سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔ تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہو جاؤ (کہ تم) خدا اور رسول سے جنگ کرنے کے لئے (تیار ہوتے ہو) اور اگر توبہ کر لو گے (اور سود چھوڑ دو گے) تو تم کو اپنی اصلی رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ اوروں کا نقصان اور نہ تمہارا نقصان۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورہ ال عمران: ۱۳۰)، ترجمہ: اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور خدا سے ڈرو تاکہ نجات حاصل کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۔ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (سورہ الروم: ۳۹) ترجمہ: اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو خدا کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی اور جو تم زکوٰۃ دیتے ہو اور اس سے خدا کی رضامندی طلب کرتے ہو تو (وہ موجب برکت ہے) اور ایسے ہی لوگ (اپنے مال کو) دوچندسرچند کرنے والے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی تعلیم: اور اسی سال بنو تمیم کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ جب انہوں نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجرات مبارکہ کے باہر سے پکارا تو یہ دو آیتیں نازل ہوئیں اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ الحجرات: ۴۔۵)۔ ترجمہ: جو لوگ حجرات مبارکہ کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں سے اکثر کو عقل نہیں۔ اگر یہ (تھوڑی دیر کے لئے) صبر کر لیتے یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس باہر تشریف لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مابین اس قبیلہ پر امیر مقرر کرنے کے معاملہ میں اختلاف ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس قبیلہ پر (حضرت) قعقاع بن معبد رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایئے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ان کی امارت (حضرت) اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کے سپرد کیجئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم نے یہ تجویز صرف مخالفت کی بنا پر پیش کی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا آپ رضی اللہ عنہ کا ارادہ صرف مخالفت کرنا ہے۔

اس کے بعد دونوں جھگڑنے لگے یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اس پر ارشاد باری تعالیٰ نازل ہوا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ

تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورہ الحجرات: ۱۔ ۲)۔ ترجمہ: اے ایمان والوں! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے سبقت نہ کیا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری باتوں کو سننے والا اور تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی پاک ﷺ کی آواز سے بلند مت کرو۔ نہ ہی ان سے بلند آواز کے ساتھ بات کرو جیسا کہ تم آپس میں بلند آواز سے باتیں کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال باطل ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر تک نہ ہو۔

اس حکم ربانی کے نزول کے بعد یہ دونوں حضرات رضی اللہ عنہما ہمیشہ پست آواز سے کلام کیا کرتے تھے تو ان کی شان میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (سورہ الحجرات: ۳)، ترجمہ: بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے آزما لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے (بذل القوۃ)۔ ان آیات میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتکریم اور ادب کی تعلیم دی گئی ہے۔ اگرچہ نزول کے خاص واقعات ہوئے ہیں مگر حکم عام ہے۔ اور یہی حکم مشائخ واساتذہ کا ہے۔

حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات: اسی سال ماہ رجب میں حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ شاہ حبشہ کا وصال ہوا اور نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ ادا فرمائی۔ اور اپنے صحابہ اکرام سے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کرو (مدارج نبوت وغیرہ)۔ نیز اس سال بعض دستے بھی روانہ کئے گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت نجاشی فوت ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا آج ایک نیک شخص فوت ہو گیا ہے پس اٹھو۔ اپنے نجاشی اصحمہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت نجاشی رسول اللہ ﷺ پر غائبانہ ایمان لائے تھے اور نبی ﷺ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے لئے عیدگاہ میں صفیں بنائیں۔ پھر آپ نے حضرت نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں پڑھیں (صحیح بخاری کتاب المناقب، باب موت النجاشی)

وفود کی آمد: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ

اَفْوَاجًا (سورہ نصر)۔ اس ارشاد کے مطابق اسی سال وفود کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا (تاریخ الاحکام، دین مصطفی)۔ اور علامہ عبدالمؤمن لکھتے ہیں وَفِيْهَا قَدِمَتِ الْوُفُوْدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ كُلِّ نَوَاحِيْ وَكَانَتْ تُسَمّٰى سَنَةُ الْوُفُوْدِ (سیرت دمیاطی ۲۶۶)۔

اسی سال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اطراف عالم سے وفود حاضر ہوئے اور اس سال کو سنۃ الوفود کہا جاتا ہے۔ اور اس سال لوگ اسلام میں فوج در فوج جماعت در جماعت داخل ہونے لگے۔ یہ وفود کے آنے کا سلسلہ وفات شریف تک جاری رہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نصر میں اس کی خبر دی اور اس کو آپ کی وفات کی علامت بنایا۔

وفود کی تعداد اور ان کے اسماء: سن وفود (۹ ہجری) جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح فرمالیا اور غزوہ تبوک سے فارغ ہو گئے اور ثقیف جیسا اکھڑ قبیلہ بھی بیعت کر کے مسلمان ہو گیا تو ہر طرف سے عربوں کے وفد آنے لگے۔ اور وفود کی تعداد بعض نے ساٹھ بیان کی ہے اور بعض نے اسیّ اور مقالات سیرت طیبہ میں بہتّر (۷۲) وفود کا تفصیلی اور تحقیقی تذکرہ کیا ہے۔ اور سبل الھدیٰ میں سو سے زائد وفود کا ذکر کیا گیا ہے (واللہ اعلم)۔ یہاں بعض وفود کے اسماء تحریر کئے جاتے ہیں

(۱) وفد مزینہ: یہ رجب ۵ ہجری میں آیا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا تم جہاں بھی رہو مہاجرین میں شمار ہو گے۔ لہٰذا واپس اپنے علاقے میں چلے جاؤ۔ اس لیے وہ واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔

(۲) وفد بنی عبد القیس (۳) وفد بنی حنیفہ (۴) وفد نجران (۵) وفد بنی عامر (۶) ضمام بن ثعلبہ کی اپنی قوم بنو سعد بن بکر کی طرف سے آمد (۷) وفد بنو طئی: ان میں زید الخیل (زید الخیر) اور عدی بن حاتم بھی شامل تھے (۹) وفد اھل یمن: یہ اشعر قبیلے سے تعلق رکھتے تھے (۱۰) وفد فروہ بن مسیك مرادی (۱۱) وفد زبید: اس وفد کی قیادت عمرو بن معدیکرب زبیدی کر رہے تھے (۱۲) وفد کندہ: اس وفد کی قیادت اشعث بن قیس کے ہاتھ میں تھی (۱۳) صرد بن عبد اللہ ازدی کی اپنی قوم کے چند افراد کے ہمراہ آمد (۱۴) شاھان حمیر کے قاصد کی آمد (۱۵) حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی کی آمد (۱۶) وائل بن حجر بن ربیعه کی آمد۔ یہ حضرموت کے شاہی خاندان کے فرد تھے (۱۷) زیاد بن حارث صدائی کی آمد (۱۸)

وفد بنی اسد: ان میں ضرار بن ازور اور طلیحہ بن خویلد بھی شامل تھے۔(۱۹)وفد بنی فزارہ(۲۰) وفد بنی مرہ(۲۱) وفد بنی ثعلبہ(۲۲) وفد بنی محارب(۲۳) وفد بنی کلاب: ان میں مشہور شاعر لبید بن ربیعہ بھی شامل تھے (۲۴) وفد کنانہ(۲۵) وفد باھلہ(۲۶) وفد بنو سلیم (۲۷) وفد بنو ھلال بن عامر (۲۸) وفد اھل یمن: ان کا تعلق تجیب اور خولان قبائل سے تھا(۲۹) وفد ازد(۳۰) وفد اشجع (۳۱)وفد بنی بکاء۔

معزرت خواہ ہو جا کہ وفود حالات اختصار کی خاطر نہ تحریر کر سکا اصل کتب کی طرف رجوع کرنا چاہے۔

رئیس المنافقین کی موت: اسی سال ماہ رمضان یا ماہ شوال ۹ ہجری میں عبداللہ بن ابی بن سلول راس المنافقین مرا تھا۔

اس کا بیٹا رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اپنی قمیص مبارک عطا فرمائیں تا کہ اس میں اپنے باپ کو کفن پہناؤں۔ رسول اکرم ﷺ نے قمیص عطا فرما دی۔ پھر اس نے عرض کیا کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (سورہ التوبہ: ۸۴)۔ ترجمہ: آپ ان (منافقین) کے لئے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں (آپ کو اختیار ہے)۔ اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی بخشش مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ اس لئے کہ وہ رسول اللہ کے منکر ہیں۔

عبداللہ بن اُبی بن سلول کی نماز جنازہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول (رئیس المنافقین) کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ چلنے کے لئے کھڑے ہو گئے تو میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے آپ کا دامن تھام کر عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھائیں گے حالانکہ اس نے فلاں روز یہ اور فلاں روز وہ بات کہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی خرافات بیان کرنی شروع کر دیں۔ تو

رسول اللہ ﷺ (جو مجسم رحمت تھے) یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا اے عمر مجھے نہ روکو۔ جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا کہ مجھے اس کے بارے میں (احسان کرنے اور نہ کرنے) کا اختیار دیا گیا ہے۔ تو میں نے یہ پہلو (احسان کرنیکا) اختیار کر لیا ہے۔ لہٰذا اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ ستر (۷۰) دفعہ سے زیادہ بخشش مانگنے پر اس کی مغفرت ہو جائیگی تو میں زیادہ دفعہ اس کے لئے بخشش کی دعا کرونگا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر رسول اللہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جب واپس لوٹے تو تھوڑی دور ہی آئے تھے کہ سورۂ برات کی یہ دونوں آیتیں نازل ہو گئیں وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (سورہ توبہ: ۸۴)

ترجمہ: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمانی کی حالت میں ہی مرے (بخاری کتاب التفسیر)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ تشریف لائے اس وقت جب عبداللہ بن ابی کو قبر میں رکھ دیا گیا تھا (یعنی اتار دیا گیا تھا)۔ آپ نے اس کے نکالنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ اسے نکالا گیا۔ تو آپ نے اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور اس کو اپنا کرتہ پہنایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نے آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کرتہ پہنایا تھا (مشکوٰۃ کتاب الجنائز بحوالہ مسلم، بخاری) آپ نے راس المنافقین کی نماز جنازہ پڑھائی اور لعاب دہن منہ میں ڈالا اور اپنا کرتہ پہنایا اور اپنے خلق عظیم کا مظاہرہ کیا۔

نماز جنازہ پڑھانے کی حکمت: تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے بیٹے حضرت عبداللہ کی فرمائش اور کئی حکمتوں کے پیش نظر اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ امام طبرانی رحمہ اللہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری قمیص اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے گی اور نہ اس کو کوئی فائدہ دے گی اور بیشک میں امید کرتا ہوں اس کے ذریعہ سے اس کی قوم کے ہزار افراد اسلام لائیں۔ پھر اس کے بعد آپ نے کسی منافق پر نماز جنازہ نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض فرما لیا۔ امام قسطلانی رحمہ اللہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ قبیلہ خزرج کے ایک ہزار آدمی اسلام لائے (سیرت النبویہ، ج ۲ ص ۱۴۹)۔

اور اس کے بعد کسی منافق پر نماز جنازہ کبھی نہیں پڑھی کیونکہ اللہ نے منع فرما دیا تھا وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ

اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (سورہ توبہ:۸۴)، ترجمہ: اور آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں جو مر جائے کبھی بھی اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ بے شک انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کیا اور حالت فسق (کفر کی حالت) میں مر گئے۔

نماز جنازہ پڑھانے کی ایک وجہ یہ تھی کہ عبداللہ بن ابی منافق کا بیٹا حضرت عبداللہ جلیل القدر مخلص صحابی تھے اور ان کی فرمائش پر دل جوئی کی خاطر نماز جنازہ پڑھائی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ منافق لوگ مسلمانوں میں رہتے تھے اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا گیا تھا۔ مشرکین کے لئے استغفار کرنے کی ممانعت تھی۔ جب عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی تو اس کے بعد ہمیشہ کیلئے نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرما دیا گیا تھا۔ تو پھر نہ نماز جنازہ پڑھی اور نہ استغفار کی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس امید پر نماز پڑھائی تا کہ دوسرے لوگ ایمان لائیں تو ایسا ہوا۔ قمیص مبارک دینے کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر جب قریش کے چند سردار گرفتار ہو گئے تھے ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ان کے بدن پر کرتے ہیں تو صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو قمیص پہنا دیا جائے۔ چونکہ عبد اللہ بن ابی دراز قد تھا اور حضرت عباس بھی دراز قد تھے اس لئے اس کے علاوہ کسی اور کی قمیص حضرت عباس کے جسم پر فٹ نہیں آ رہی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی سے قمیص لے کر اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پہنائی۔ اس کے اس احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص اس کو عطا فرما دی (عمدۃ القاری)۔ زیادہ صحیح یہ ہے جب عبداللہ بن ابی نے قمیص مبارک مانگی تو از روئے شفقت اس کو عطا فرمائی۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ عبداللہ بن ابی کے دفن ہونے کے بعد اس کی قبر کے پاس آئے اور باہر نکالا اور اس کے منہ میں لعاب مبارک ڈالی اور اس کو اپنا کرتہ پہنایا (بخاری کتاب الجنائز)

آپ رحمۃ للعلمین ہیں اس لئے فرمایا ستر بار یا اس سے زیادہ دعا کرنے میں اس کی بخشش ہو جائے تو میں ستر بار یا اس سے زیادہ دعا کروں۔ سبحان اللہ آپ کی شفقت اور مہربانی کا کیا کہنا۔ تکلیف دہ موذی راس المنافقین پر کتنی رحمت فرمائی۔

علامہ وحیدالزمان کا خواب میں مدد مانگنا: علامہ وحیدالزمان، مولوی وحیدالزمان (الحدیث) لکھتے ہیں

کہ ماہ رجب ۱۳۲۲ھ میں نے حالت خواب میں یہ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں اور میں بے ساختہ یہ اشعار پڑھ رہا ہوں۔

بہ پیش تو حاضر بحال تباہ — وحیدزمان مذنب و روسیاہ
بدہ کفشہا تا بہ سر برنہم — کنم سرمۂ چشم خاک قدم
رسول خدا شو مراد ستگیر — نداریم غیر از تو مرشد نہ پیر
ﷺ تسلیما کثیرا کثیرا — (تیسیر الباری، ج۴، ص۴۸۴)

یہ عجیب بات ہے کہ زندگی اور بیداری میں مدد مانگنے سے انکار کرتے رہے مگر خواب میں مدد مانگی جا رہی ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات: اسی سال حضرت کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی۔ اس کا آپ ﷺ کو بہت صدمہ ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر میرے یہاں تیسری بیٹی ہوتی اس کی شادی بھی تم سے کر دیتا (الرحیق المختوم)

عورت کی حکمرانی میں فلاح نہیں: اسی سال ۹ ہجری میں فارس والوں (ایران) کا بادشاہ قتل کیا گیا تھا تو انہوں نے اسی کی بیٹی (بوران) کو ان پر ملکہ (بادشاہ) بنا دیا۔ تو جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ فارس والوں نے اپنا بادشاہ کسریٰ کی بیٹی کو بنا لیا آپ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمُ امْرَاَةً (الخلاصۃ البھیۃ)

وہ قوم کبھی کامیاب نہ ہو گی (ہمیشہ ناکام نامراد رہے گی) جس نے اپنے کاموں کا حاکم و سربراہ عورت کو بنا لیا (مشکوۃ باب امارت بحوالہ بخاری)۔

اسی سال غامدیہ عورت کو رجم کیا گیا۔

۱۰ سن ہجری کے واقعات

سریہ رَعیۃ سحیمی ۱۰ ہجری میں روانہ کیا گیا۔

سریہ علی بن ابی طالب یمن کی جانب رمضان ۱۰ ہجری میں بھیجا۔

سَرِیَہ جریر بن عبداللہ بجلی ذوالخلصہ (بت) کوگرانے کیلئے رمضان میں ۱۰ ہجری روانہ کیا۔

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا: اسی سال شعبان المعظم کے مہینہ میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور ایمان قبول کیا۔اس سے پہلے وہ شام کی طرف بھاگ گئے۔شام سے اپنی ہمشیرہ حضرت سفانہ بنت حاتم طائی رضی اللہ عنہما کے مشورہ سے واپس آئے۔انہوں نے اپنے بھائی کوایمان لانے کا اشارہ کیااوران سے کہا یہ دنیااور آخرت میں آپ کی نجات کا سبب ہے (بذل القوۃ)

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجنا: پھر حجۃ الوداع سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کے دوالگ الگ صوبوں کی طرف بھیجااور نبی ﷺ نے دونوں سے فرمایا يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا (صحیح بخاری، ج ۲،ص ۶۲۲) آسانی اختیار کرنااورتنگی میں نہ ڈالنااور خوشخبری دینااورتنفرنہ کرنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کونجران کی طرف بھیجنا: پھرآپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کوحجۃ الوداع سے پہلے ربیع الاول ۱۰ھ میں نجران میں بنوعبدالمدان کی طرف بھیجا۔تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ الاکلیل میں ہے کہ ربیع الآخر میں بھیجا تھا۔ایک قول کے مطابق جمادی الاولیٰ میں بھیجا (مواھب لدنیہ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ تین سو شہسوار ساتھ لے کر گئے تھے۔اس علاقے میں اس لشکر کی پہلی آمد تھی اور یہ ملک یمن میں مذحج قبیلے کا سکونتی علاقہ تھا۔اوران سواروں کو مختلف اطراف میں روانہ کردیا۔وہ بہت سامال غنیمت،عورتیں، بچے،اونٹ اور بکریاں وغیرہ لے کرآئے۔پھر مشرکین سے آمنا سامنا ہوگیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔انہوں نے انکار کیااور مسلمانوں پر تیر باری کی۔پھرحضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر دھاوابول دیا۔ان کے بیس آدمی مارے گئے۔وہ دوسرے بھاگ کھڑے ہوئے اور ادھرادھر بکھر گئے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا تعاقب کرنا چھوڑ دیا۔انہیں پھر اسلام کی دعوت دی تو

انہوں نے فوراًقبول کرلیا۔پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ واپس ہوئے اور مکہ میں حضور اکرم ﷺ سے جاملے۔اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا۔

حجۃ الوداع: اسی سال آپ نے حجۃ الوداع ادافرمایااور ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کرام شریک ہوئے۔اوراسی حج کے موقع پر عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورہ مائدہ:۳)،ترجمہ: آج میں نے مکمل کردیا ہے تمہارے لیے تمہارادین اور پوری کردی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کرلیا تمہارے لیے اسلام کوبطوردین۔

اس کا حجۃ الوداع اس لئے نام رکھا گیا کہ آپ نے خطبہ دیااورصحابہ کووصیتیں فرمائیں ہیں اور فرمایا لَعَلَّكُمْ لَا تَرَوْنِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَوَدَّعَهُمْ (امتاع الاسماع،ص ۱۰۳)۔ترجمہ: شاید کہ تم مجھے اس سال کے بعد نہ دیکھو گے اورسب کوآپ نے الوداع کہااور رخصت فرمایا۔اوراسی موقع پر سورۂ نصر نازل ہوئی۔

فتح مکہ کے بعد یہ فرمان نازل ہوا اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۔ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (سورہ النصر)۔

ترجمہ: جب اللہ کی مدد آگئی اور مکہ فتح ہوچکا،اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہورہے ہیں۔پس آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیں اوراستغفار کریں۔اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

تو نبی کریم ﷺ سمجھ گئے کہ وقت رحلت قریب آگیا ہے۔اس لئے ضروری تھا کہ شریعت اوراخلاق کے تمام اساسی واصول مجمع عام میں پیش کردئے جائیں۔

ہجرت کے بعداب تک ۹ برس گزرچکے تھے مگرآپ نے فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔

چنانچہ ذی قعدہ ۱۰ھ میں اعلان ہوا کہ امام الانبیاء ﷺ حج کے ارادہ سے مکہ مشرفہ تشریف لے جارہے ہیں۔یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہرسوپھیل گئی اورشرف ہمرکابی کے لیے تمام عرب اُمڈآیا۔

ہفتہ کے دن ۲۵ ذی القعدہ کوآپ نے غسل فرمایااوراحرام کی چادراورتہبند باندھا۔

نمازظہر کے بعد مدینہ منورہ سے روانگی ہوئی۔تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن بھی ساتھ تھیں۔مدینہ سے چھ میل کے

فاصلہ پر ذوالحلیفہ، جو مدینہ منورہ کا میقات ہے، پہنچ کر شب بھر قیام افشانی کی۔ دوسرے دن دوبارہ غسل فرمایا اور سید عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے جسم پر عطر افشانی کی۔

بعد ازاں آپ نے نماز ظہر دو رکعت ادا کی اور احرام کی نیت کی اور قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر بلند آواز سے تلبیہ پکارا لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔ ترجمہ: اے اللہ ہم تیرے سامنے حاضر ہیں۔ ہم حاضر ہیں۔ اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں۔ ہم حاضر ہیں۔ بے شک تعریف اور نعمت اور سلطنت سب تیرے ہی لیے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ انسانوں کا ایک تلاطم خیز سمندر آپ کے آگے پیچھے، دائیں بائیں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ کم و بیش لاکھ کا جم غفیر تھا۔

مکہ مکرمہ کے قریب سرِف (وادی فاطمہ) میں پہنچ کر نبی ﷺ نے غسل فرمایا۔ اگلے دن اتوار ۴ ذوالحجہ کو صبح کے وقت مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا یہ سفر ۹ دن میں طے ہوا۔ جب کعبہ شریف پر نظر پڑی تو فرمایا: یا اللہ اس گھر کے عز و شرف کو دوبالا کر دے۔

طواف کعبہ: پھر کعبہ کا طواف ادا فرمایا۔ پہلے تین چکر رمل (کندھے ہلا کر، اکڑ کر چلنا) کے ساتھ، باقی چار چکر عام چال سے پورے فرمائے۔ طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر تشریف لائے اور آیت پڑھی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (سورہ بقرہ:۱۲۵)۔ ترجمہ: اور مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ۔ یہاں دو نفل ادا کئے۔ پہلی رکعت میں سورہ کافرون (قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ) اور دوسری میں سورہ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) پڑھی۔ پھر سعی کے لیے صفا و مروہ پر تشریف لائے۔ سات چکر ادا کر لینے کے بعد اعلان فرمایا کہ جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں وہ احرام نہ کھولیں اور باقی آدمی حجامت بنوا کر احرام کھول دیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنہیں یمن سے نبی کریم ﷺ کے لیے قربانی کے اونٹ لانے کو بھیجا گیا تھا۔ وہ ایک سو اونٹ اور یمن کے حجاج کا قافلہ لے کر تشریف لائے۔

منیٰ کی طرف روانگی اور عرفات: جمعرات کے روز آٹھ ذوالحجہ کو صبح سورج طلوع ہونے کے بعد آپ منیٰ میں تشریف لے گئے جہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نویں تاریخ کی نماز صبح ادا فرمائیں۔ جمعہ کے دن نویں تاریخ کو منیٰ

سے عرفات روانہ ہوئے۔ نمرہ میں کمبل کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ وہاں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد ناقہ پر سوار ہو کر میدان عرفات میں تشریف لائے اور ناقہ پر ہی خطبہ ارشاد فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس حج میں لوگوں کو ارکان و اعمال حج کی تعلیم دی۔ لوگوں نے آپ کو پورا حج کرتے ہوئے دیکھا۔

آپ نے اس حج میں اپنا مشہور خطبۂ الوداع (الوداعی خطبہ) ارشاد فرمایا۔ **خطبہ حج:** مؤرخ ابن ہشام کی روایت کے مطابق اس خطبہ کے چند الفاظ یہ ہیں

''اے لوگو! میری بات سنو! یوں لگتا ہے کہ اس سال کے بعد میری اور تمہاری ملاقات اس مقام پر نہیں ہو سکے گی۔ اے لوگو! تمہاری اپنے رب سے ملاقات تک تمہارے خون اور تمہارے مال ایک دوسرے کے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح یہ مہینہ اور یہ دن قابل احترام ہے۔ خبردار تم ضرور اپنے رب کے پاس جاؤ گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا۔ سن لو! میں نے تمہیں ہر بات پہنچا دی۔ اور سنو! ہر قسم کا سود ختم ہے لیکن تمہیں تمہارا اصل مال ملے گا۔ نہ کسی پر ظلم کرو، نہ تم پر کوئی زیادتی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے کہ سود باقی نہیں رہے گا۔ اس پر عمل کرتے ہوئے میں اعلان کرتا ہوں کہ میرے چچا عباس کا سب سود معاف ہو چکا ہے۔ اے لوگو! تمہاری عورتوں کے ذمے تمہارے حقوق ہیں اور تمہارے ذمے ان کے حقوق ہیں۔ لہٰذا اپنی عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔ اے لوگو! میری باتوں کو اچھی طرح سمجھ لو۔ بے شک میں نے تمہیں شریعت کی ہر بات پہنچا دی ہے۔ اے اللہ گواہ رہنا۔''

خطبہ سے فارغ ہو کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آذان کا حکم دیا۔ ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا فرمائیں۔ پھر موقف میں تشریف لائے۔ دیر تک قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا میں مصروف رہے۔

مزدلفہ میں قیام: جب آفتاب ڈوبنے لگا تو چلنے کی تیاری فرمائی۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اونٹ پر پیچھے بٹھا لیا۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک آذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا فرمائیں۔ رات آرام فرمانے کے بعد صبح نماز پڑھ کر سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ واپس تشریف لے گئے۔ اس وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اونٹنی پر پیچھے بیٹھے تھے۔

منیٰ میں رمی جمار اور قربانی: وادی محسر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ مجھے کنکریاں چن دیں۔ جمرۂ

عقبہ کی رمی سے فارغ ہوکر میدانِ منیٰ میں تشریف لائے۔سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ناقہ کی مہار تھامے ہوئے تھے۔منیٰ میں آپ نے ایک سو اونٹوں کی قربانی ادا فرمائی۔۶۳ اونٹ آپ نے خود اپنے دستِ اطہر سے اور ۳۷ اونٹ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ذبح کئے۔قربانی سے فارغ ہوکر سر مبارک معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منڈوایا۔فرطِ محبت سے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا کو اپنے دستِ مبارک سے کچھ بال عنایت فرمائے اور باقی ماندہ بال ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک، دو دو کر کے تقسیم کر دئے۔

مرا از زلف تو موئے بسند است فضولی می کنم بوئے بسند است

طواف زیارت: بعد ازاں طوافِ زیارت کیا۔پھر چاہِ (کنواں) زمزم پر تشریف لائے۔سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ڈول میں پانی نکال کر پیش کیا۔آپ نے قبلہ رو کھڑے ہوکر نوش فرمایا۔احناف کے نزدیک آپ نے طواف زیارت کے بعد سعی بھی کی تھی اور نماز ظہر پڑھی۔پھر منیٰ واپس تشریف لے جا کر نماز نفل ادا فرمائی۔عند البعض۔۲۳ ذی الحجہ شنبہ تک منیٰ میں قیام فرمایا۔(راقم الحروف نے حجۃ الوداع اور خطبہ حجۃ الوداع کے موضوع پر ایک مستقل کتاب شرح حج نبوی کے نام سے تحریر کی ہے۔اور اس میں حجۃ الوداع کی زیادہ تفصیل بیان کی گئی ہے)۔

مدینہ منورہ کی جانب روانگی: زوال کے بعد منیٰ سے چل کر وادی محصب (معابدہ) میں قیام کیا۔رات وہاں بسر فرمائی اور سحری کے وقت مکہ شریف تشریف لائے۔کعبہ شریف کا الوداعی طواف ادا فرمایا اور نماز صبح کے بعد مدینہ منورہ کو روانگی فرمائی (صحیح مسلم باب حجۃ النبی، اطلس السیرت النبویۃ)

حجۃ الودع سے واپسی پر مدینہ منورہ کی جانب سفر کے دوران نبی کریم ﷺ غدیر خم کی منزل پر جحفہ کے قریب آپ ﷺ نے نماز ظہر ادا فرمائی۔اس کے بعد خطبہ دیا جس میں اہل بیت کے ساتھ محبت کرنے کی تاکید فرمائی۔پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑا اور ان کی شان میں فرمایا **مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَاَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ كَانَ**۔ترجمہ: جس کا میں دوست ہوں علی اس کا بھی دوست ہے۔اے اللہ اس شخص سے محبت فرما جو اس سے محبت کرتا ہے اور اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھتا ہے۔جو اسے رسوا کرنے کی کوشش کرے اسے ذلیل فرما۔جو اس کی مدد کرے اس کی مدد

فرما۔یہ جہاں بھی ہو حق کو اس کے ساتھ پھیر دے۔یعنی حضرت علی کی دوستی میری دوستی ہے۔اور میری دوستی علی کی دوستی۔اور اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مبارک باد پیش کی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم الشان منقبت بیان کی گئی ہے۔

ردِ روافض: شیعہ و روافض اس حدیث کو حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل پر نص قطعی شمار کرتے ہیں جو ان کے اپنے اصول کے مطابق بھی غلط ہے کیونکہ نص قطعی کے لئے ان کے نزدیک بھی تواتر شرط ہے۔حدیث جب تک متواتر نہ ہو اس سے امامت پر استدلال درست نہیں ہے۔یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے لیکن متواتر نہیں۔بعض علماء نے اس کی صحت میں بھی کلام کیا ہے۔شیعوں کا کہنا ہے کہ اس حدیث نبوی میں مولیٰ کا معنی اولیٰ بالتصرف ہے۔اولیٰ بالتصرف ہونا ہی عین امامت ہے۔اس کے بارے میں گزارش ہے کہ لفظ مولی اولیٰ کے معنے میں لغت کی کسی کتاب میں مذکور نہیں۔اگر اس کو اولیٰ کے معنوں میں تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کے ساتھ بالتصرف کا لاحقہ بالکل لایعنی اور غلط ہے۔لفظ مولیٰ کئی معنوں میں مشترک ہے جو دس سے زائد ہیں اور لغت کی کسی کتاب میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔جس لفظ کے اس قدر مختلف معانی ہوں حتی کہ غلام، لڑکا، تابع حکم پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہو، اس سے بغیر کسی قرینہ کی موجودگی کے کسی خاص معنی کا استدلال کرنا سینہ زوری کے سوا کیا ہے۔حق یہ ہے کہ یہاں مولیٰ کا معنے محبوب اور ناصر ہے کیونکہ شیعہ اور سنی دونوں اس معنے پر اعتقاد رکھتے ہیں۔نیز **اَللّٰهُمَّ وَالِ** اور **عَادِ** کے الفاظ بھی اسی معنے کو متعین کرتے ہیں۔مزید تفصیل کے لئے اختلافی مسائل پر مشتمل کتب جیسے (تحفۂ اثنا عشریہ وغیرہ دیکھئے)۔

رمضان المبارک کا عمرہ حج کے برابر ہے: حجۃ الوداع سے فراغت کے بعد سرورِ کائنات فخر موجودات ﷺ واپس مدینہ منورہ تشریف لا چکے تو حضرت ابو سنان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سنان انصاریہ سے پوچھا ہمارے ساتھ حج کرنے سے تجھے کونسا امر مانع تھا۔انہوں نے عرض کیا میرے پاس سواری نہ تھی کہ حج کو جاتی۔آپ نے فرمایا رمضان المبارک میں عمرہ کر لو کیونکہ رمضان المبارک کا عمرہ حج کے برابر ہے۔ایک روایت میں ہے میرے عمرہ کرنا کے برابر ہے۔ہر دو روایتیں صحیح بخاری میں موجود ہیں (بذل القوۃ)۔

صورۃ بشری میں جبریل علیہ السلام کی آمد: اسی سال حضرت جبریل علیہ السلام نے لوگوں کو دین سکھانے

کیلئے ایک سائل کی صورت میں حاضر ہوکر چند سوالات کئے۔مثلاً ایمان، اسلام، احسان کیا ہے، اور قیامت کب آئے گی اور بعض علامات قیامت کا ذکر ہے اور اولاد کا نافرمان ہونا جو حدیث جبرئیل میں بیان کی گئی ہیں۔اس حدیث کو ام السنہ کہا جاتا ہے جو مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان کے آغاز میں ہے۔

سریہ جریر بن عبداللہ بجلی: اسی سال نبی کریم ﷺ نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو ذی الکاع بن کور بن حبیب بن مالک بن حسان بن تبع کی طرف بھیجا تھا مگر ان کی روانگی سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا (مدارج النبوت)

حضرت ابراھیم کی وفات: اور اسی سال حضرت ابراھیم بن نبی ﷺ کی ماہ ربیع الاول میں وفات ہوئی وَفِيهَا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ ﷺ فِي شَهْرِ رَبِيعُ الْأَوَّلِ (سیرت دمیاطی)۔ترجمہ: اور اسی سال ابراھیم بن نبی ﷺ نے ماہ ربیع الاول میں وفات پائی۔اور حضرت ابراھیم کی وفات کے وقت سورج گرہن ہوا تو لوگوں نے کہا حضرت ابراہیم بن نبی ﷺ کی وفات کی وجہ سے چاند گرہن ہوا ہے (حدائق الانوار)

اس پر نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو جمع فرمایا اور انہیں نماز کسوف پڑھائی۔پھر آپ نے انہیں ایک خطبہ فرمایا إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ (صحیح مسلم کتاب الکسوف، صحیح البخاری کتاب الکسوف)۔ترجمہ: بیشک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔کسی کے موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔

۱۱ سن ہجری کے واقعات

جھوٹے مدعیان نبوت کا ظاہر ہونا: ۱۰ سن ہجری میں وفد بنی حنیفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور اس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا۔جس کو یمامہ کا رحمٰن کہا جاتا تھا اور اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔لیکن یہ آپ کے خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا بلکہ اپنے ساتھیوں کے سامان کے پاس ایک مقام میں ٹھہرا تھا (سیرت ابن ھشام)۔پھر دوبارہ مسیلمہ کذاب نے مدینہ منورہ میں حاضر ہونے سے پہلے نبی کریم ﷺ کے بارگاہ میں ایک خط روانہ کیا تھا جس کا مضمون یہ

ہے مِنْ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلِ اللهِ إِلَى مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللهِ. أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي قَدْ أُشْرِكْتُ فِي الْأَمْرِ مَعَكَ وَإِنَّ لَنَا نِصْفَ الْأَمْرِ وَلَيْسَ قُرَيْشٌ قَوْمًا يَعْدِلُوْنَ۔ترجمہ: یہ خط مسیلمہ کی طرف سے ہے جو اللہ کا رسول ہے بنام محمد ﷺ جو اللہ کے رسول ہیں۔امابعد! مجھے امر نبوت میں آپ کے ساتھ شریک کردیا گیا ہے۔آدھی چیز ہمارے لئے ہوگی۔قریش ایسا قبیلہ ہے جو عدل انصاف نہیں کرتا ہے۔نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں یہ گرامی نامہ تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللهِ إِلَى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ. سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (سیرت ابن ھشام، ج ۲، ص ۱۰۹۰)

ترجمہ: یہ گرامی نامہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب گرامی طرف۔اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرنے والا ہے۔امابعد! زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنادیتا ہے اور متقین کیلئے ہی بہترین انجام ہے۔

اور مسیلمہ کذاب کو بعد میں حضرت وحشی بن حرب حبشی نے دور صدیقی میں قتل کر کے واصل جہنم کیا تھا۔اور اس کا پورا نام مسیلمہ بن ثمامہ بن حبیب بن الحارث بنوحنفیہ تھا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔مجھے ان کا معاملہ سنگین معلوم ہوا۔پس خواب میں میری طرف وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں سو میں نے ان دونوں پر پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔میں نے ان کی یہ تعبیر لی کہ یہ دونوں جھوٹے جو میرے بعد نکلیں گے ان میں سے ایک العنسی تھا اور دوسرا مسیلمہ تھا (صحیح البخاری کتاب المغازی حدیث ۴۳۷۳)۔اور صحیح بخاری کتاب المناقب حدیث ۳۶۲۰ اور ۳۶۲۱ میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) اسود عنسی مدعی نبوت یمن میں ظاہر ہوا اور نبوت کا دعویٰ کیا۔نجران (صنعا) کے لوگ اس کی طرف مائل ہوگئے اور اس کی وجہ سے بڑا فتنہ پیدا ہوا۔نبی کریم ﷺ کی وفات سے ایک دن قبل یا تدفین کی صبح کو حضرت فیروز دیلمی نے صنعا یمن میں مار ڈالا۔اور اس کا ذکر امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المغازی باب قصة الاسود العنسی میں کیا

ہے۔اور طلیحۃ بن خویلد اسدی نے بھی نبوت کا دعوی اسد اور غطفان میں کیا تھا۔اس کے ساتھ حضرت خالد نے جنگ کی تو یہ باگ گیا پھر اسلام لایا (جوامع السیر ۃ ابن حزم ص ۳۳۹)۔

(۳)اور مدعیہ نبوت سجاح بنت الحارث بن مؤید بنی یربوعیۃ کی ایک عورت بھی تھی جس نے مسیلمہ کذاب کے ساتھ نکاح کرلیا تھا۔پھر مسیلمہ کذاب کے قتل ہونے کے بعد اس نے اسلام قبول کرلیا تھا (جوامع السیر ۃ ابن حزم ص ۳۳۹)۔ان کا مختصر ذکر ۱۱ ھجری میں اس لئے کیا ہے کہ ان کے حالات اور انجام کا تذکرہ روضۃ الاحباب اور مدارج نبوت میں اسی سن ھجری میں ہے لیکن مسیلمہ کذاب اس کے خط اور جواب خط کا ذکر ۱۰ سن ھجری میں آیا ہے۔

جیش،اسامہ بن زید کی بلقاء کی طرف روانگی: نبی ﷺ حجۃ الوداع کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے۔ماہ ذی الحجہ کے باقی دن اور محرم صفر میں قیام پزیر رہے۔پھر آپ نے لوگوں کو شام کی طرف جانے کے لیے تیاری کا حکم دیا اور اس لشکر کا امیر حضرت اسامہ بن زید بن حارث رضی اللہ عنہما کو بنایا تا کہ وہ اپنے والد حضرت زید بن حارثہ کے شہید کرنے والوں سے بدلہ لیں۔یہ آپ کی زندگی کی آخری لشکر کشی تھی۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے فرمایا لشکر لے کر اس جگہ جاؤ جہاں تمہارے والد شہید ہوئے (جنوبی بلقاء میں مؤتہ کے مقام پر) اور ان کو گھوڑوں کے نیچے رونڈ ڈالو۔حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے مدینہ منورہ سے تین میل باہر شام کی جانب جرف کے مقام پر پراؤ ڈال لیا۔لوگ تیاری کر کے ساتھ شامل ہو رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی۔آپ نے وصیت فرمائی اسامہ کا لشکر لازمی جانا ہوگا۔رسول اللہ ﷺ اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔پھر خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی وصیت کے مطابق اس لشکر کو بھیج دیا اور لشکر فتح مند ہو کر واپس آیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ٭ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

بابِ ہفتم: وصال شریف

موت سب کے لئے ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ (سورہ زمر: ۳۰-۳۱) ترجمہ: بیشک آپ وفات پانے والے ہیں، وہ بھی فوت ہونے والے ہیں، پھر قیامت کے دن تم اپنے رب کے حضور جھگڑو گے۔اس آیت میں ﷺ کی وفات شریف کا ذکر ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخٰلِدُوْنَ۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَۃً وَّاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ (سورہ انبیاء: ۳۴-۳۵)۔ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لئے دُنیا میں ہمیشگی نہ بنائی تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو یہ ہمیشہ رہیں گے۔ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں بُرائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور ہماری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے (کنز الایمان) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ (سورۃ آل عمران: ۱۴۴)۔ترجمہ: اور حضرت محمد مصطفی ﷺ رسول ہیں، آپ سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں، پس کیا اگر آپ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔

نبی اکرم ﷺ کی ذات میں زندگی اور موت، فعل و قول اور تمام احوال کے اعتبار سے ایک بہترین نمونہ ہے اور ناظرین کے لیے عبرت اور سمجھنے والوں کے لیے بصیرت کا سامان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی معزز نہیں، کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل، حبیب اور اس سے مناجات کرنے والے منتخب۔رسول اور نبی ہیں، تو دیکھو آپ کے وصال کے وقت آپ کو ایک گھڑی کی مہلت بھی ملی؟ اور جب وصال کا وقت آیا تو ایک لحظہ کی تاخیر ہوئی؟ نہیں، بلکہ آپ کے پاس وہ مقرر معزز فرشتے بھیجے گئے جو مخلوق کی روحیں قبض کرتے ہیں۔انہوں نے نہایت جدّ و جہد کے ساتھ آپ کی پاکیزہ و مکرم روح کو جسم مطہر و منور سے رحمت و رضوان اور عمدہ اچھے مقامات بلکہ رحمٰن کے جوار میں سچائی کے مقام پر منتقل کیا، اس کے باوجود آپ پر نزع کی حالت میں کرب و تکلیف زیادہ ہوئی۔آپ کی زبان مبارک سے فریاد جاری ہوئی۔رنگ مبارک بدل گیا اور پیشانی پر پسینہ آ گیا۔نیز حالتِ اضطراب میں آپ کے دونوں ہاتھ مبارک کبھی کُھلتے اور کبھی بند ہوتے۔حتیٰ کہ حاضرین بھی رونے لگے اور جس نے یہ منظر دیکھا وہ اس شدتِ حال کی وجہ سے بہت رویا، تو کیا منصبِ نبوت کی وجہ سے یہ تقدیر آپ سے ٹلی، اور کیا ملک الموت نے آپ کے گھر والوں اور خاندان کا خیال

کیا' یااس بات کا خیال کیا کہ آپ حق کے مددگار رہیں اور لوگوں کے لیے بشیر ونذیر ہیں۔

ہرگز نہیں' بلکہ انہوں نے حکمِ خداوندی کی تعمیل کی اور جو کچھ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا تھا اس کی اتباع کی' تو نبی اکرم ﷺ کے وصال کا یہ معاملہ ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کو مقامِ محمود حاصل ہے اور آپ حوضِ کوثر پر تشریف لے جانے والے اور جام پلانے والے ہیں' سب سے پہلے آپ ہی کی قبر مبارک کُھلے گی' قیامت کی پیشی کے موقع پر آپ شفاعت فرمانے والے ہیں۔

تو تعجب کی بات ہے کہ ہم ان حالات سے سبق نہیں سیکھتے' جو کچھ ہم پر گزرنے والا ہے' ہمیں اس پر یقین نہیں آتا بلکہ ہم خواہشات کے قیدی اور گناہوں کے ساتھی ہیں تو ہمیں کیا ہو گیا کہ ہم سید المرسلین حضرت محمد مصطفی ﷺ کے وصال کے واقعات کو سامنے نہیں رکھتے حالانکہ آپ متقی لوگوں کے امام اور تمام جہانوں کے پروردگار کے محبوب ہیں (احیاء العلوم)

کسی نے کیا خوب کہا ہے

وَلَوْ كَانَ اِنْسَانٌ يَدُوْمُ بَقَاؤُهٗ　　لَمَا مَاتَ خَيْرُ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدًا

ترجمہ: اگر انسان ہمیشہ باقی رہنے والا ہوتا تو سارے رسولوں کے سردار محمد ﷺ کا وصال نہ ہوتا

اندیشہ ز مرگِ مصطفیٰ باید کرد　　شادی طرب جملہ رہا باید کرد

چوں سید ہر دو کون جاوید نماند　　ماراطمع خام چرا باید کرد

حضرت مصطفی ﷺ کی وفات سے فکر کرنا چاہئے۔ خوشی اور مسرت کے اسباب چھوڑ دینے چاہئے۔ جب دونوں جہاں کے سردار ہمیشہ دُنیا میں نہیں رہے تو ہمیں بیکار طمع نہیں کرنا چاہئے۔

آخرت کی تیاری: حق تعالیٰ نے جس مقصد کیلئے رسول اللہ ﷺ کو دُنیا میں مبعوث فرمایا تھا جب وہ پورا ہو گیا تو اس کے بعد اس دُنیا سے نبی اکرم ﷺ کے جانے کا وقت قریب آ گیا تو پھر آپ نے آخرت کی تیاری شروع فرمائی۔ بعض روایت کے مطابق سورہ نصر شریف وصال شریف سے ۶ ماہ قبل نازل ہوئی تھی اور اس میں آپ کو وصال شریف کی خبر دی گئی تھی۔ بعض نے فرمایا سورہ نصر مقامِ منیٰ میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔ (قرطبی، ج ۲۰ ص ۲۳۲)

چنانچہ اس سورہ مبارکہ کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا کہ مجھے اپنی موت کی خبر دی گئی ہے' وہ یہ سن کر روئیں' آپ نے فرمایا مت روئیے کیونکہ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے مجھ سے تم ملو گی' یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خوشی سے ہنس پڑیں (مشکوٰۃ عن ابن عباس)

غرضیکہ آپ نے اس کے بعد آخرت کی مکمل تیاری فرمائی کہ ہر وقت اُمت کی تعلیم کیلئے تسبیح واستغفار پڑھتے تھے' آخری ماہ رمضان میں ۱۰ھ کو آپ نے ۲۰ دنوں کا اعتکاف فرمایا اور اسی ماہ رمضان المبارک میں حضرت جبریل امین کے ساتھ دو مرتبہ قرآن مجید کا دور فرمایا اور دس ہجری کو حجۃ الوداع کے موقع پر مقامِ عرفات میں سورہ مائدہ کی آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (سورۃ المائدہ: ۳) نازل ہوئی جس میں تکمیل دین کا اعلان کیا گیا اور حجۃ الوداع کے خطبات شریفہ میں الوداعی جُملے ارشاد فرمائے جس سے واضح تھا کہ اب محبوبِ کائنات کی جُدائی کا وقت قریب آ گیا اور وصالِ خداوندی کا شوق بڑھ گیا ہے' اور یہ آیت عرفات میں نازل ہوئی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سورہ نصر کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ یہ کلمات بہت کثرت سے پڑھتے تھے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ (ریاض الصالحین)۔ ترجمہ: اللہ پاک ہے اور میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

شہداءِ احد کی قبروں کی زیارت: ۲۶ صفر ۱۱ھ کو شہداءِ اُحد کی قبروں پر تشریف لے جا کر نماز پڑھی اور دعائیں کیں اور واپس تشریف لا کر منبر شریف پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔

بیماری کا آغاز: ۶ صفر ۱۱ھ کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دردِ سر مبارک سے بیماری کا آغاز ہوا اور ۱۳ یا ۱۴ دن تک بیمار رہے اور ان ایام میں تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بحکم حضرت محمد مصطفی ﷺ نمازیں پڑھاتے رہے۔ آپ نے آخری ہفتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں گزارا۔

مسواک فرمانا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر میں اور میرے تُھوک اور آپ کے تھوک (لعاب) مبارک کو نبی کریم ﷺ کی وفات شریف کے وقت جمع فرما دیا وہ اس طرح کہ میرے پاس اس وقت حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق (یعنی میرے

بھائی) آئے اوران کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکیہ دیئے بیٹھی تھی' میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ عبدالرحمن کی طرف دیکھ رہے ہیں تو میں پہچان گئی کہ آپ مسواک چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا میں ان سے آپ کے لئے مسواک لے دوں تو آپ نے اپنے سر مبارک سے اشارہ فرمایا' ہاں' تو میں نے وہ مسواک لے لی۔ آپ پر مسواک سخت ہوئی تو میں نے کہا کہ کیا آپ کیلئے نرم کردوں تو سر مبارک سے اشارہ فرمایا ہاں' چنانچہ میں نے مسواک نرم کردی تو کریم نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مبارک دانتوں پر پھیرا اور اس وقت آپ کے سامنے ایک برتن تھا جس میں پانی تھا' پھر آپ اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈالتے پھر انہیں چہرۂ انور پر پھیرتے تھے۔

اور زبان سے فرماتے تھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٌ (مشکوٰۃ کتاب الفتن، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کا بیان' پہلی فصل)۔ ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں' بلاشبہ موت کی بہت سختیاں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آخری کلام: پھر اپنا ہاتھ کھڑا کیا' پھر فرمانے لگے فِى الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔ بہت بلند دوستوں میں ملا دیجیے۔ یہاں تک کہ جان (روح) شریف قبض کرلی گئی اور آپ کا ہاتھ مبارک جھک گیا۔ ایک دوسری روایت میں' یہ الفاظ اس طرح ہیں اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى (میں نے اوپر کے ساتھی قبول کئے)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وصال کے وقت دیکھا' آپ کے سامنے پانی کا ایک پیالہ تھا' آپ اس میں دست مبارک ڈالتے اور چہرہ پر ملتے' پھر آپ نے دُعا مانگی اَللّٰهُمَّ اَعِنِّىْ عَلٰى مُنْكَرَاتِ الْمَوْتِ۔ اَوْقَالَ عَلٰى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ (ترمذی/ ابن ماجہ/ مشکوٰۃ کتاب الجنائز' باب عیادۃ المریض' دوسری فصل)۔ ترجمہ: اے اللہ موت کی سختیوں پر (یا آپ نے فرمایا) موت کی بے ہوشیوں پر میری مدد فرما۔

تاریخ وصال مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ۱۳ یا ۱۴ دن بیمار رہنے کے بعد پیر کے دن ۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو ۶۳ برس کی عمر شریف میں آپ نے وصال فرمایا اس میں اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن ہوئی ہے البتہ تاریخ وفات میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک وفات کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات یکم یا دو ربیع الاول کو ہوئی ہے اگرچہ یہ جمہور کے خلاف ہے لیکن صحیح یہی ہے (نعمۃ الباری ج ۷ ص ۸۱۳، سیرت رسولِ عربی، الروض الانف ج ۴ ص ۲۷۰، فتح الباری ج ۸ ص ۱۲۹، الزرقانی ج ۴ ص ۱۵۴، النوار محمدیہ ج ۱ ص ۲۰۱ روضۃ الاحباب فی سیر الال والاصحاب ج ۱ ص ۴۰۲)۔

حافظ عبدالمومن الدمیاطی مختلف اقوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں توفی یوم الاثنین للیلتین مضتا من شهر ربيع الاول سنة احدى عشرة (السیرت النبویۃ) کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیر کے دن دو ربیع الاول ۱۱ سن ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال سوموار کے دن ہوا۔ نیز حضرت امام جعفر فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت امام باقر فرماتے ہیں کہ سوموار کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہوا' پھر اس دن اور منگل کی رات (انتظام خلافت وغیرہ کی وجہ سے) توقف کے بعد آئندہ رات (بدھ کی رات) آپ کو دفن کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت' بعثت مکہ معظّمہ سے ہجرت مدینہ منورہ داخلہ اور وصال کا دن پیر (سوموار) ہے۔

روشنی اور تاریکی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیر کے دن بوقت چاشت یا غروب آفتاب کے وقت وصال ہوا تو دُنیا تاریک ہوگئی جس طرح غروبِ آفتاب کے وقت رات چھا جاتی ہے۔ آفتابِ نبوت کے غروب ہونے سے تاریکی ہوئی' چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انوار نبوت سے ہر چیز روشن ہوگئی اور جس دن آپ کا وصال مبارک ہوا ہر چیز تاریک ہوگئی اور ابھی ہم نے (قبر شریف کی) مٹی مبارک سے ہاتھ جھاڑے بھی نہ تھے اور تدفین ہی میں مصروف تھے کہ ہمارے دلوں کی حالت بدلی ہوئی تھی (یعنی شدتِ غم و رنج کی وجہ سے) (شمائل ترمذی/ مشکوٰۃ کتاب الفتن' باب وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' دوسری فصل)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی اچھا اور روشن اس دن سے زیادہ نہیں دیکھا جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے (کیونکہ جمالِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیدارِ عام کا دن تھا) اور میں نے کوئی غمگین کرنے والا برا تاریک دن اس سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات پائی ہے (دارمی/ مشکوٰۃ باب وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دوسری فصل)

کیونکہ وہ دن محبوبِ خدا اور رحمت کائنات کی جُدائی و فراق کا دن تھا اور آپ کی جدائی کا جو صدمہ جو ہوا تھا اس کا اندازہ صحابہ کرام کے حالات سے کیا جا سکتا ہے اور جدائی رسول اللہ ﷺ سب کیلئے ناقابل برداشت تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس وقت خطبہ دیا جو ایک تسلّی کا پیغام تھا جس کی وجہ سے صحابہ کرام کو کچھ صدمہ برداشت کرنے کا درس

ملا۔

شرکاءِ غسل شریف: رسول اللہ ﷺ کو ان ہی کپڑوں میں غسل دیا گیا تھا جو زیبِ تن تھے۔ مگر بعد میں زیبِ تن کپڑے مبارک اُتار لئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور حضرت فضل بن عباس اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے پردہ کیا' مگر بعض کتب میں ہے کہ یہ سب حضرات شرکاءِ غسل مبارک تھے۔ حضرت عباس' حضرت علی' حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم اور نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت صالح جن کا نام شقران تھا۔ حضرت اوس بن خولی الانصاری اور حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دیتے تھے اور حضرت فضل اور حضرت قثم دونوں بھائی ان کے شریک تھے اور حضرت اسامہ اور حضرت صالح رضی اللہ عنہ پانی ڈالتے جاتے تھے اور آپ کو اسی حُجرہ شریفہ میں غسل دیا گیا جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔

کفن شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ تین کپڑوں میں کفنائے گئے تھے جو سفید یمنی اور سحول کی بنی ہوئی روئی کے تھے، نہ ان میں کرتہ تھا نہ پگڑی تھی (بخاری)

نماز جنازہ کی ادائیگی: اور وہاں ہی تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام نے صلوۃ وسلام کی صورت میں باری باری بغیر کسی امام کے نماز جنازہ پڑھی۔ سیرت ابن کثیر میں ہے کہ سب نے صف بستہ ہو کر بغیر امام کے عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور پھر نبی کریم ﷺ کو اسی حجرہ شریف میں دفن کیا گیا جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔

قبر شریف میں اتارنے والے: حضرت عباس، حضرت علی، حضرت فضل، حضرت صالح (شقران) رضی اللہ عنہم (النبی الاطہر)۔ اور بعض نے قبر شریف میں اُتارنے والوں کے نام اس ترتیب سے ذکر کئے ہیں۔ حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت عباس کے دونوں صاحبزادے، حضرت فضل اور حضرت قثم۔ اور حضرت اسامہ، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت عقیل بن ابی طالب بھی شریک تھے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اصح (زیادہ صحیح) یہ ہے کہ حضرت علی مرتضی، حضرت عباس، حضرت فضل، حضرت قثم نبی کریم ﷺ کی قبر میں داخل ہوئے۔

اور حضرت قثم آخری شخص تھے جو آپ کی قبر انور سے باہر آئے (مدارج النبوت)

قبر شریف پر پانی چھڑکا گیا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر پر پانی چھڑکا گیا اور حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے پانی اس طریقہ سے چھڑکا کہ مشکیزہ کے ساتھ سر کی جانب سے شروع کیا یہاں تک کہ پاؤں تک پہنچا۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ علی قاری رحمہ اللہ الباری امام طیبی کے حوالہ سے فرماتے ہیں لَعَلَّ ذٰلِكَ اِشَارَةٌ اِلٰی اِسْتِنْزَالِ الرَّحْمَةِ الْاِلٰهِيَّةِ وَالْعَوَاطِفِ الرَّبَّانِيَّةِ كَمَا وَرَدَ فِي الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَاهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ کہ شاید اس میں رحمت الٰہیہ اور عواطفِ ربانیہ کے نزول کی طرف اشارہ ہے جیسے حدیث میں وارد ہے۔ یا اللہ اس کے گناہوں کو پانی، برف اور ٹھنڈک کے ساتھ دھو ڈال۔

قبر شریف کوہان نما تیار کی گئی تھی: چنانچہ حضرت سفیان تمار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کو کوہان نما دیکھا (مشکوۃ کتاب الجنائز' باب دفن المیت' پہلی فصل بحوالہ بخاری)۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قبر شریف زمین سے ایک بالشت بلند کی گئی تھی اور تین گز زمین میں گہری تھی (طبقات اب سعد)

قبر شریف کو ظاہر نہ کرنے کی وجہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اس مرض (بیماری) میں (جس سے آپ اُٹھ نہ سکے (دوسری روایت میں ہے کہ جس میں آپ نے انتقال فرمایا) فرمایا کہ یہود و نصاری پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنا لیا (کہ قبروں کی طرف سجدہ کرنے لگے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ آپ کی قبر شریف کو سجدہ گاہ بنالیں گے تو آپ کی قبر شریف ظاہر کی جاتی (بخاری کتاب الجنائز)

لہٰذا اسی لئے قبر شریف کو ظاہر نہیں کیا گیا' اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا تو قبر شریف کے حائل پردہ اٹھا دیا جاتا اور قبر شریف کو ظاہر کیا جاتا کہ لوگ زیارت کرتے مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ تاکہ نازیبا باتوں سے محفوظ رہے۔

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

آپ ﷺ کا کوئی وارث نہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

اپنے وصال کے بعد نہ درہم ودینار چھوڑا اور نہ بکریاں اور نہ اونٹ اور نہ آپ نے کسی چیز کے بارہ میں کوئی وصیت فرمائی (مسلم، مشکوٰۃ کتاب الفتن)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ کہ ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوسکتا، جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ سب کا سب صدقہ ہے (متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الفتن)

اِنَّا مَعْشَرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرَثُ کہ ہم نبیوں کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا (انبیاء کرام کا ورثہ علم ہے) (مسند احمد حدیث ۹۹۸۵)

چنانچہ حضرت بشیر بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ (رواہ اصحاب السنین)۔ ترجمہ: بیشک علماء نبیوں کے وارث ہیں اور بلاشبہ انبیاء کرام نے میراث نہیں چھوڑی دینار کی اور نہ درہم کی اور انہوں نے صرف علم کی میراث چھوڑی ہے۔ یعنی نبیوں کا ورثہ علم ہے اور اس کے وارث علماء ربانی ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبیوں کا ورثہ وترکہ دُنیاوی مال متاع نہیں ہوتا کہ وہ خاندان میں تقسیم کیا جائے بلکہ ان کا ورثہ علم ہے جو اُمت کے ہر فرد کے لئے ہے مگر اس ورثہ کو صرف زیادہ تر علماء ہی حاصل کرتے ہیں، لہٰذا علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ حضرت عمرو بن حارث جو اُم المؤمنین جویریہ بنت حارث کے بھائی ہیں اُنہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات کے وقت نہ کوئی درہم ودینار چھوڑا اور نہ ہی کوئی غلام اور نہ لونڈی اور نہ کوئی اور چیز چھوڑی تھی سوائے ایک سفید خچر، ہتھیار اور زمین کے جس کو آپ نے صدقہ کردیا تھا یعنی تینوں چیزیں صدقہ کردیں (بخاری، مشکوٰۃ کتاب الفتن)۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ یہاں زمینِ فَدَک مراد ہے جسے پہلے صدقہ کردیا تھا اور وفات شریف کے وقت اس کی خبر دی تھی، تاکہ صدقہ میں داخل کردیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے ورثہ کچھ دینار تقسیم نہ کریں، میں نے اپنی بیویوں کے نفقہ اور عاملوں کی اُجرت کے بعد جو چھوڑا وہ سب صدقہ ہے (متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الفتن)

ان حدیثوں کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متروکہ مال تقسیم نہیں ہوا۔

ایک اور حدیث میں ہے اِنَّا مَعَاشَرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ کہ ہم نبیوں کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور نہ ہم وارث ہوتے ہیں۔ اس حدیث کے بارہ میں بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے صرف مروی ہے یہ بات اُن کی جہالت اور نادانی کی خبر دیتی ہے، کیونکہ اس قسم کی حدیثیں متعدد صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد اَزواجِ مطہرات کے نفقہ کے علاوہ باقی مال صدقہ تھا، کیونکہ نبی اللہ کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (سورہ بقرہ: ۱۵۴)۔ ترجمہ: اور جو خدا کی رہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

علماء، محدثین، مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی رحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وعدۂ خداوندی کے مطابق موت آئی ہے مگر صرف ایک خاص وقت کیلئے مگر پھر آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور سلام سنتے ہیں اور اس کا جواب فرماتے ہیں۔ صاحب ''وفاء الوفا'' لکھتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارک میں کوئی شک نہیں، آپ وفات کے بعد بھی زندہ ہیں، اور اسی طرح تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کی حیات ان شہیدوں کی زندگی سے زیادہ اکمل ہے جن کی زندگی کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو شہیدوں کے سردار ہیں، بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عِلْمِيْ بَعْدَ وَفَاتِيْ كَعِلْمِيْ فِيْ حَيَاتِيْ (وفاء الوفا) کہ میرا علم وفات کے بعد بھی ایسا ہے جیسا کہ میرا علم میری ظاہری زندگی میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (وفاء الوفا، جلد دوم، ص ۳۵۲)۔ ترجمہ: یعنی نبی زندہ ہیں اپنی قبروں میں، نمازیں پڑھتے ہیں۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ

يَقُوْلُوْنَ يَلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ (مشکوٰۃ باب الجمعہ دوسری فصل بحوالہ / ابوداؤد/ نسائی/ دارمی/ وبیہقی)۔ ترجمہ: کہ تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی میں وفات دیئے گئے اور اسی میں صور پھونکنا ہے اور اسی میں بے ہوشی ہے' لہٰذا اس دن مجھ پر زیادہ درود بھیجو کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتے ہیں۔ لوگ بولے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درود آپ پر کیسے پیش ہوں گے' آپ رمیم ہو چکے ہوں گے (یعنی گلی ہوئی ہڈی)۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجساد حرام کر دیئے ہیں یعنی ان کے اجسادِ طیبہ کو خاکِ قبر نہیں کھاتی۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نبیوں کے جسم کو خاک نہیں کھاتی' وہ زندہ ہوتے ہیں اور یہ سب نبیوں کے بارہ میں ارشاد ہے۔ جب سب نبی زندہ ہیں تو سید الرسل کی زندگی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ مَشْهُوْدٌ يَّشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَاِنَّ اَحَدًا لَّمْ يُصَلِّ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ (مشکوٰۃ باب الجمعہ تیسری فصل بحوالہ ابن ماجہ)۔ ترجمہ: کہ مجھ پر جمعہ کے دن زیادہ درود پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں' اور مجھ پر کوئی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے حتّٰی کہ اس سے وہ فارغ ہو جاتے ہیں' فرماتے ہیں' میں نے عرض کیا کہ کیا موت کے بعد بھی؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں اور روزی دیئے جاتے ہیں۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَیْ جَمِيْعَ اَجْزَائِهِمْ. فَلَا فَرْقَ لَهُمْ فِي الْحَالَيْنِ وَلِذَا قِيْلَ اَوْلِيَاءُ اللهِ لَا يَمُوْتُوْنَ وَلٰكِنَّ يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ وَفِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ الْعَرْضَ عَلٰى مَجْمُوْعِ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ، مِنْهُمْ بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ وَمَنْ فِي مَعْنَاهُمْ مِنَ الشُّهَدَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ فَاِنَّ عَرْضَ الْاُمُوْرِ وَمَعْرِفَةَ الْاَشْيَاءِ اِنَّمَا هُوَ بِاَرْوَاحِهِمْ مَعَ اَجْسَادِهِمْ (مرقاۃ، ج ۳، ص ۳۳۸)۔ ترجمہ: یعنی ان کے تمام اجزاء بدن محفوظ ہوتے ہیں' لہٰذا اسی لئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوست مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں' اور اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ درود کا پیش ہونا ان سے روح و جسم کے مجموعہ پر ہے بخلاف دوسروں کے

اور وہ جو ان کے معنی میں شہیدوں اور ولیوں سے کیونکہ ان اُمور کا پیش ہونا اور چیزوں کی معرفت وہ ان کی ارواح اور جسموں کے ساتھ ہے۔ لہٰذا انبیاء کرام روح و بدن کے ساتھ زندہ ہیں کہ انبیاء کرام کے زندہ ہونے کی واضح دلیل ہے کہ سب کا بیت المقدس میں نماز پڑھنا اور آسمانوں پر مختلف مقام پر ملاقاتیں کرنا ثابت ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں وَحُلُوْلُهُمْ فِيْ اَوْقَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ فِيْ اَمَاكِنَ مُتَعَدَّدَةٍ جَائِزٌ عَقْلًا كَمَا وَرَدَ بِهٖ خَبَرُ الصَّادِقِ (مرقاۃ، ج ۳، ص ۲۳۱)۔ ترجمہ: اور ان کا مختلف اوقات میں کئی جگہوں میں اُترنا (داخل ہونا) عقلاً جائز ہے۔ جیسے کہ سچی خبر میں وارد ہے' جیسے حدیثِ معراج میں ہے' لہٰذا ثابت ہوا کہ سب نبی زندہ ہیں' اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدرجہ اولیٰ زندہ ہیں' یہی بات حق ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ سلام کا جواب فرماتے ہیں چنانچہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَآئِيًا اُبْلِغْتُهٗ (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضلھا' تیسری فصل ص ۸۷) کہ جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے گا میں اس کو سن لیتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود پڑھے وہ مجھے پہنچایا جائیگا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ مذکورہ بالا حدیث کا ترجمہ وتشریح یوں لکھتے ہیں کیسکہ درود بفرسد برمن نزدے قبر من من صلوٰۃ او را وکیسکہ درود بفرستد برمن از دورونہ درحضور قبر رسانیدہ شود۔ صلوٰۃ او مرا کہ ملائکہ سیاحیں می رسانند و بہ ہر تقدیر کہ رد سلام می کنم و جواب سلام وے میگویم ازینجا میتواں دانست کہ سلام برآں حضرت چہ فضلیت دارد وسلام گونیدہ برآن حضرت خصوصًا بسیار گوینده را چہ شرف است۔ اگر سلام تمام عمر را جواب آید سعادت است چہ جائے آنکہ ہر سلام را جواب بشنود ہر سلام مکن رنجہ در جواب آن لب ☆ کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو (اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۴۱۱)

معلوم ہوا کہ آپ زائرین کے صلوٰۃ وسلام کو خود سماعت فرماتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ آپ کا صلوٰۃ سلام کو سماعت فرمانا اس حدیث کے لفظ سمعتہ سے ثابت ہے' اور سلام کا جواب دینا دوسری حدیث سے ثابت ہے' چنانچہ حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر کوئی سلام نہیں بھیجتا مگر مجھ پر میری روح کو اللہ تعالیٰ لوٹا تا ہے حتی کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں مَا مِنْ اَحَدٍ يُّسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ رُوْحِيْ عَلَيَّ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ' باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' دوسری فصل)

روح کے لوٹانے سے مراد توجہ کرم ہے یعنی جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو آپ کی توجہ شریف مبذول کی جاتی ہے۔

علامہ خفاجی اس حدیث مذکورہ کی شرح میں یوں لکھتے ہیں

دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ حَيٌّ حَيَاةٌ مُسْتَمِرَّةٌ لِاَنْ يَّكُوْنَ لَا يَخْلُوْ مِنْ مُسَلِّمٍ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِيْ كُلِّ لَحْظَةٍ وَقَدْ ثَبَتَ بِالْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ (نسیم الریاض، ج ۳، ص ۴۹۹)

ثابت ہوا کہ آپ زندہ ہیں، نیز وہاں صلوٰۃ والسلام عرض کرنے والوں کا صلوٰۃ والسلام سنتے ہیں اور عرض کرنیوالوں کو جواب بھی دیتے ہیں، لہٰذا صلوٰۃ وسلام کا سماعت فرمانا اور جواب دینا ہی تو زندہ ہونے کی دلیل ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

بہر سلام مکن رنجہ در جواب ان لب ......☆...... کہ صد سلام مرا بس یکے جواب تو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حَيَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَوْتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ (شفاء) ترجمہ:- کہ میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری موت بھی۔

نبی کریم ﷺ کا دُنیا میں زندہ رہنا اُمت کیلئے بہتر ہونا تو ظاہر ہے کہ وحی کا نزول ہوتا تھا، دیدار عام تھا، جو جان عبادت تھا۔ اور آپ کی وفات کا اُمت کے لئے رحمت ہونا اور بہتر ہونا یوں ہے کہ اُمت کے اعمال نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں تو آپ برے اعمال والوں کیلئے شفاعت فرماتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اور دوسرے حضرات کے لئے دعا فرماتے ہیں کہ اچھی حالت پر قائم رہیں، اس لئے اُمت کیلئے زندگی اور موت دونوں رحمت ہے، اور موت سے مراد ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونا ہے، آپ قبر میں زندہ ہیں، اس لیے آپ کی برزخی زندگی ہی اُمت کیلئے رحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الانبیاء: ۱۰۷)۔ ترجمہ: ہم نے نہیں بھیجا آپ کو (اے محبوب) مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔ لہٰذا آپ عالم دُنیا، عالم برزخ اور عالم آخرت سب کیلئے رحمت ہیں۔

سب انبیاء کرام علیہ السلام زندہ ہیں: علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ابو عبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل

کرتے ہوئے انه قد صح عن النبی ﷺ ان الارض لاتاکل اجساد الانبیاء وانه علیه السلام اجتمع بالانبیاء لیلة الاسراء فی بیت المقدس وفی السماء وخصوصا بموسٰی علیه السلام وقد اخبر بانه ما من مسلم یسلم علی الا رد الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام الی غیر (کتاب الروح)۔ ترجمہ: لکھتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ سے یہ بات صحیح طور پر منقول ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی اور یہ کہ آپ علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ معراج کی رات جمع ہوئے بیت المقدس اور آسمان میں۔ خصوصاً موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور حضور ﷺ نے یہ بھی خبر دی کہ جب بھی کوئی مسلمان آپ علیہ السلام پر درود پڑھتا ہے آپ علیہ السلام کی روح لوٹا دی جاتی ہے، آپ اس سلام کا جواب دیتے ہیں اس کے علاوہ اور روایات ہیں جن سے یہ بات یقینی طور پر حاصل ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت اس طرح ہے کہ وہ ہم سے غیب ہیں ہم ان کو پا نہیں سکتے اگرچہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں۔

باب ہشتم: ازواج مطہرات واولاد پاک

ازواج مطہرات: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (سورہ احزاب: ۶)۔ ترجمہ: نبی کریم مومنون کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ (سورہ احزاب: ۳۲)، ترجمہ: اے نبی کی ازواج مطہرات تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو۔

نیز اللہ فرماتا ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (سورہ احزاب: ۳۳)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کردے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو اور تم کو پوری طرح پاک صاف کرے۔ ازواج مطہرات ادب واحترام کے اعتبار سے سب مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ ان کا اجمالی ذکر یہ ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا: سب سے پہلی زوجہ حضرت خدیجہ کبریٰ بنت خویلد القرشیہ ہیں جو نبوت سے پہلے زوجیت میں آئیں اس وقت آپ کی عمر ۴۰ سال تھی مگر ان کی زندگی میں رسول اللہ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی وہ حضرت خدیجہ نبوت کے بار گراں اٹھانے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصائب برداشت کیئے

اور اپنا سدا را مال راہ خدا میں خرچ کیا۔ ہجرت سے تین سال قبل ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا: اور ان کی وفات کے بعد حضرت سودہ بنت زمعۃ القریشہ سے شادی کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: پھر عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر الصدیق (رضی اللہ عنہا) سے عقد کیا۔ ازواج مطہرات میں صرف یہی ایک جوان تھیں اور سب سے زیادہ ذی علم تھیں بہت سے صحابہ فتوی لیتے تھے آپ کی یہ فضیلت کیا کم ہے کہ آپ کی طہارت و برات پر خود قرآن نے شہادت دی ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا: پھر حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہا) سے شادی کی ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ آپ نے انہیں طلاق دے دی تھی مگر پھر رجوع کر لیا تھا۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا: حضرت زینب خزیمہ بنت الحارث القیسیہ ہیں جو شادی سے دو ماہ بعد فوت ہو گئیں۔ پھر ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ القرشیۃ المخزومیہ سے شادی ہوئی جو ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ عرصہ زندہ رہیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا: پھر حضرت زینب بنت جحش (قبیلہ بنی اسد) سے شادی کی یہ آپ کی پھوپھیری بہن یعنی امیمہ کی بیٹی تھیں۔ انہیں کے متعلق قرآن مجید میں آیت نازل ہوئی کہ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (سورہ احزاب: ۳۷)، ترجمہ: جب زید اس سے سیر ہو گیا (طلاق دے دی ہم نے تجھ سے اس کی شادی کر دی)۔ وہ اس پر فخر کیا کرتیں اور دوسری بیویوں سے کہتیں تمہیں تمہارے ماں باپ نے بیاہا ہے مگر میرا رشتہ خود اللہ نے سات آسمانوں پر جوڑا ہے اوائل خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں انتقال کیا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا: پھر جویریہ بنت حارث سے شادی کی جو بنی مصطلق کے قیدیوں میں تھیں جو اپنا فدیہ دینے میں مدد لینے کے لئے حاضر ہوئیں آپ نے فدیہ ادا کر دیا اور عقد کر لیا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا: پھر ام حبیبہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب ہیں جو عبداللہ بن جحش کی زوجیت میں

تھیں دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی شوہر نے مرتد ہو کر عیسائیت قبول کر لی مگر وہ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ آپ کو خبر پہنچی تو نجاشی کو ان کے عقد نکاح کے لئے لکھا نجاشی نے خود ہی مہر ادا کیا اور نکاح کر دیا یہ ۷ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا: ان کے بعد حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب سے شادی ہوئی یہ جنگ میں خاص آپ کے حصہ میں کنیز ہو کر آئی تھیں آپ نے آزاد کر دیا اور اسی آزادی کو مہر قرار دیکر عقد کر لیا جس کے بعد یہ سنت پوری امت کے لئے قائم ہو گئی کہ انسان کنیز کو آزاد کر کے اس کی آزادی کو مہر قرار دیدے اور شادی کر لے (زرقانی شرح مواہب)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا: پھر حضرت میمونہ بنت حارث الہلالیہ سے شادی کی یہ آخری شادی تھی (مختصر زاد المعاد)۔ اور جب نبی کریم کا وصال ہوا تو آپ کی نو ازواج مطہرات زندہ تھیں۔ حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق التیمیہ، حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب العدویہ، حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ الامویہ، حضرت زینب بنت جحش اسدیہ، حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ مخزومیہ، حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ، حضرت سودہ بنت زمعہ عامریہ، حضرت جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار مصطلقیہ، حضرت صفیہ بنت حُیَیِّ بن اخطب نضریہ اسرائیلیہ ہارونیہ رضی اللہ عنہن وارضاھن (تہذیب سیرۃ ابن کثیر ۱۷۱)

آپ ﷺ کی اولاد: حضرت ابراھیم کے سوا باقی ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر سے پیدا ہوئی تھی دو صاحبزادے قاسم اور عبداللہ (سیرت ابن ھشام)۔ اور چار صاحبزادیاں تھیں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن اور انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام قبول کیا نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔

امام محمد بن سعد لکھتے ہیں كَانَ اَوَّلُ مَنْ وُلِدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمَكَّةَ قَبْلَ النبوت القَاسِمُ وَبِهٖ يُكْنٰى ثُمَّ وَلَدَ لَهٗ زَيْنَبُ ثُمَّ رُقَيةُ ثُمَّ فَاطِمَةُ ثُمَّ اُمُّ كَلْثُوْمٍ ثُمَّ وُلِدَ لَهٗ فِي الْاِسْلَامِ عَبْدُ اللهِ فسمي الطَّيِّبُ وَالطَّاهِر وَاُمُّهُمْ جَمِيْعًا خَدِيْجَةُ بِنْتِ خُوَيْلِدِ بْنِ اَسَدٍ (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۸۵، عیون الاثر ج ۲ ص ۳۷۸)۔ نبوت سے پہلے مکہ شریف میں نبی کریم ﷺ کے ہاں آپ کے پہلے فرزند حضرت قاسم پیدا ہوئے ان

کے ساتھ آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی پھر حضرت سیدہ زینب پیدا ہوئی پھر سیدہ رقیہ پیدا ہوئی پھر سیدہ فاطمہ پیدا ہوئی پھر سیدہ ام کلثوم پیدا ہوئی پھر اسلام کے دور میں آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ متولد ہوئے ان ہی کو طیب اور طاہر کہا جاتا تھا اس ساری اولاد کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ بنت خولید بن اسد رضی اللہ عنہا تھیں۔

حافظ شرف الدین عبدالمؤمن دمیاطی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے بیان کیا ہے کَانَ اَوَّلُ مَنْ وُّلِدَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ بِمَکَّۃَ قَبْلَ النُّبُوَّۃِ الْقَاسِمِ وَبِہٖ یُکَنّٰی ثُمَّ وُلِدَ لَہٗ زَیْنَبُ ثُمَّ رُقَیَّۃُ ثُمَّ فَاطِمَۃُ ثُمَّ کُلْثُوْمُ ثُمَّ وُلِدَ فِی الْاِسْلَامِ عَبْدُ اللّٰہِ فَسُمِّیَ الطَّیِّبَ وَالطَّاہِرُ (سیرت النبویہ ۴۹)۔اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں اور سب سے چھوٹی حضرت کلثوم ہیں۔

امام محمد بن مسلم عبیداللہ بن شہاب زہری (المتوفی ۱۲۵) فرماتے ہیں وُلِدَتْ لَہٗ بَنَاتُہُ الْاَرْبَعُ زَیْنَبُ وَفَاطِمَۃُ وَرُقَیَّۃُ وَاُمُّ کُلْثُوْمٍ (کتاب المغازی ص ۴۲)۔اور اسی طرح تاریخ یعقوبی میں بھی چار صاحبزادیوں کا ذکر آیا ہے۔اور طیب اور طاہر حضرت عبداللہ ہی کو کہا جاتا ہے۔اور سب سے پہلے حضرت قاسم مکہ میں فوت ہوئے پھر ان کے بعد حضرت عبداللہ مکہ شریف میں فوت ہوئے تو عاص بن وائل سہمی نے اس موقع پر کہا کہ حضرت محمد ﷺ ابتر ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۔ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ۔ ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو (جو کچھ عطا کیا) بے حد و بے حساب عطا کیا۔ پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کیلئے اور قربانی دیں (اسی خاطر) یقینا آپ کا جو دشمن ہے وہی بے نام ہوگا)۔اور ایک تیسرے صاحبزادے حضرت ابراھیم تھے جو حضرت ماریہ قطبیہ کے بطن اطہر سے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے تھے۔اور وہ بھی جلدی اللہ کو پیارے ہوگئے تھے۔

حضرت سیدہ زینب بعثت سے دس سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئی تھیں جبکہ آپ کی عمر تیس سال تھی ان کا نکاح مکہ میں خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع بن عبدالشمس بن عبدمناف سے ہوا تھا اور والدہ کے ساتھ ہی اسلام میں داخل ہوئیں تھیں۔

ہجرت کے موقع پر آپ نے سخت تکلیف برداشت کی تو نبی ﷺ نے ان کی فضیلت میں فرمایا ھِیَ اَفْضَلُ بَنَاتِیْ اُصِیْبَ فِیَّ (زرقانی، ج ۳،ص ۱۹۵)۔ یہ میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہیں میرے لئے اس سے مصیبت پہنچی۔سید زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ۸ سن ہجری میں ہوئی۔(لمحب الدین الطبری)

وَوَلَدَتْ زَیْنَبُ لِاَبِی الْعَاصِ عَلِیًّا مَّاتَ صَغِیْرًا وَاَمَامَۃُ الَّتِیْ حَمَلَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِی الصَّلٰوۃِ

وَعَاشَتْ فِیْ تَزَوَّجَھَا عَلِیٌّ بَعْدَ مَوْتِ فَاطِمَۃَ خلاصۃ السید سید البشر ف ۱۸۰۔

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا آپ کی ۳۳ سال کی عمر میں پیدا ہوئیں تھیں ان کا نکاح مکہ میں ہی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا اس وقت یہ بات مکہ میں بہت ہی مشہور تھی اَحْسَنُ زَوْجَیْنِ رَاٰھُمَا اِنْسَانٌ رُقَیَّۃُ وَزَوْجُھَا عُثْمَانُ کہ سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رقیہ اور ان کا شوہر عثمان ہیں۔سیدہ رقیہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کی حاکم نے یہ حدیث ان کی منقبت میں نقل کی ہے اِنَّ ھُمَا الْاَوَّلُ مَنْ ھَاجَرَہٗ بَعْدَ لُوْطٍ وَاِبْرَاھِیْمَ کہ حضرت لوط اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی ہے۔حضرت سیدہ رقیہ نے ۲ھ میں انتقال کیا حضرت سیدہ ام کلثوم کا نکاح ۳ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا اسی لئے آپ کو ذونورین کا خطاب ملا۔

حضرت سیدہ ام کلثوم نے ۹ھ انتقال کیا۔خیال رہے سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عہد نبوت سے پہلے عتیبہ بن ابی لہب کی زوجیت میں تھیں اور ان کی بہن سیدہ ام کلثوم عتیبہ کے بھائی عتبہ بن ابی لہب کی زوجیت میں تھیں۔جب سورۃ الہب نازل ہوئی تو ابولہب کے کہنے پر دونوں بہنوں کی رخصتی سے پہلے طلاق دے دی (مدارج النبوت، مواھب اللدنیہ) پھر ان دونوں بہنوں کے نکاح حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ یکے بعد دیگر کئے گے تھے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ بعثت سے ایک سال پہلے یا پانچ سال پہلے (اختلافات روایات) پیدا ہوئیں جبکہ آپ کی عمر ۴۱ سال تھی، اور آپ کا نکاح حضرت علی سے سن ۲ ہجری ہوا تھا۔حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ راہ خدا میں مشقتیں برداشت کیں اور بہت سے اہم کارنامے سرانجام دیئے ایک مرتبہ حرم شریف میں رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کسی کافر نے آپ پر مردہ جانور کی اوجڑی ڈال دی اور کسی نے اطلاع دی تو آپ چھوٹی عمر ہونے کے باوجود دوڑتی ہوئی آئیں اور اس کو اتار پھینکا اور کافروں کو برا بھلا کہا حضرت سیدہ فاطمہ نے غزواء احد میں عملاً حصہ لیا رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر فوراً پہنچ گئی آپ کے بیشمار فضائل اور مناقب ہیں فتح مکہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا۔حضرت زہرا رضی اللہ عنہ نے سنا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر کہنے لگیں آپ کی قوم کہتی ہے کہ آپ اپنی صاحبزادیوں کے لئے ناراض نہیں ہوتے۔یہ دیکھئے کہ علی ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کرنے لگے ہیں۔یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اما

بعد میں نے ابوالعاص سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔اس نے مجھ سے بات کہی اور سچ کر دکھائی۔ مجھ سے وعدہ کیا اور پورا کیا۔فاطمہ میرا گوشت پارہ ہے۔ میں پسند نہیں کرتا کہ اسے تکلیف پہنچے۔اللہ کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لڑکی اور دشمن خدا کی لڑکی ایک شخص کے پاس جمع نہ ہوں گی۔ یہ سن کر علی رضی اللہ عنہ خواستگاری چھوڑ دی (سیرۃ رسول عربی ص ۴۳۹)۔

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے انہیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور ایک روایت میں ہے کہ جو چیز انہیں پریشان کرے مجھے کرتی ہے اور جو چیز انہیں تکلیف دے وہ مجھے ستاتا ہے (مشکوۃ بحوالہ بخاری مسلم)۔

حضرت سیدۃ النساء العلمین حضرت فاطمۃ الزھراء (رضی اللہ عنہا) کا ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو وصال ہوا حضرت سیدہ سے جو حدیثیں مروی ہیں ان کی تعداد مسند امام احمد بن حنبل میں دس بیان کی گئی ہیں۔خیال رہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا ہونا قرآن سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ (سورہ احزاب) اس آیت میں لفظ بنات مذکور ہے جو تین یا تین سے زیادہ پر بولا جاتا ہے۔اس لئے آپ کی ایک صاحبزادی ثابت نہیں ہوتیں چار ہوں گی یہی قرآن، حدیث، تاریخ سے ثابت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی: ۱) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، ۲) حضرت عبداللہ بن جحش، ۳) عبداللہ بن حارث بن عبدالعزی بن حلیمہ، ۴) حفص بن حارث، ۵) امیہ بنت حارث، ۶) خذامہ ۷) ابوسلمہ، ۸) عبداللہ بن عبد الاسد، ۹) ابوصفیان بن حارث (سبل الھدی والرشاد ج ا ص ۳۷۹)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچاؤں کا ذکر: ۱) حارث، ۲) قُثَم، ۳) زُبَیر، ۴) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، ۵) حضرت عباس رضی اللہ عنہ، ۶) ابوطالب نام عَبدِ مَناف ہے، ۷) ابولھب نام عَبدُ العُزّٰی ہے، ۸) عبدالکعبہ، حَجَل نام مُغِیرہ ہے، ۹) ضِرار اور غَیداق۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیاں: ۱) حضرت صَفِیّہ رضی اللہ عنہا، ۲) عَاتِکَہ، ۳) اَروٰی، ۴) اُمَیمَہ، ۵) بَرَّہ، ۶) اور اُمِّ حَکِیم بَیضَاء

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اکرام: امام عبدالباسط حنفی متوفی ۹۲۰ھ لکھتے ہے کہ آپ کے صحابہ کی بہت بڑی جماعت تھی ان کی تعداد میں اختلاف کیا گیا ہے۔ ۲۰ لاکھ سے زیادہ تعداد تھی ان میں سے زیادہ بزرگ وہ دس صحابہ ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گی تھی وہ حضرت ابوبکر اور وہ با جماع اھل السنت والجماعۃ سب سے افضل ہے اور حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی اور یہی خلافاء راشدین ہے اور دوسرے چھ صحابہ۔حضرت طلحۃ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت سعید، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، اور حضرت عبدالرحمن بن عوف۔اور یہ دین کے رہنما ائمہ اسلام تھے رضی اللہ عنھم اجمعین۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں اور باندیوں کا ذکر: زید بن حارثہ (انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد فرمایا) ان کے بیٹے اسامہ بن زید، ثَوبَان بن بُجدُد، ابُو کَبشَۂ سُلَیم، (غزوہ بدر میں شرکت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد فرمایا)۔

باب نہم: شمائل واخلاق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حسن صورت اور حسن سیرت میں) معتدل اور بے مثل تھے۔اور آپ کے حلیہ مبارک (حسن صورت) کا ذکر بہت سے صحابہ کرام نے کیا ہے: حضرت علی، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوھریرہ، حضرت براء بن عازب، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابن ابی ہالہ، حضرت ابن ابی جحیفہ، حضرت جابر ابن سمرہ، حضرت ام معبد، حضرت ابن عباس، حضرت معرض بن معقیب، حضرت ابی طفیل، حضرت عداء بن خالد، حضرت خریم ابن فاتک، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنھم (الشفاء)

شمائل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ اُجلا خوبصورت تھا، آنکھیں سیاہ، گہری اور قدرے سرخی مائل تھیں۔رنگ ایسا سفید تھا جو سرخی کی جانب مائل ہو۔آنکھوں کے بال لمبے تھے۔دونوں حاجب (ابرو) جدا اور لمبائی میں ان پر باریک بال تھے۔ناک مبارک لمبی اور منور تھی، سامنے والے دانت ایک دوسرے سے جدا تھے۔چہرہ مبارک کسی قدر گول، پیشانی کشادہ، ریش مبارک بھاری جو سینہ کو ڈھانپ لیتی تھی، سینہ بے کینہ اور شکم مبارک

برابر تھے۔صدرانور کشادہ اور بڑے جوڑ موٹے تھے۔بازو کلائیاں بھاری، ہاتھ پیروں کی انگلیاں موٹی اور لمبی تھیں جسم پر بال بہت کم تھے،سینہ فیض گنجینہ سے ناف مبارک تک بالوں کی ہلکی سی دھاری تھی،قد میانہ تھا یعنی نہ بہت لمبے تھے اور نہ پست قد لیکن لمبے قد والا آدمی بھی اگر آپ کے ساتھ چلتا تو دیکھنے والے کو آپ ہی اونچے محسوس ہوتے تھے۔ بال مبارک شکن دار تھے،جب تبسم فرماتے تو بجلی کی سی روشنی یا بادلوں کی چمک کے مانند دہن مبارک کھلتا،جب کلام فرماتے تو سامنے والے اوپر نیچے کے دندان مبارک سے نور کی شعاؤں کے چشمے پھوٹ نکلتے تھے۔گردن حسین ترین تھی جو زیادہ لمبی اور بہت چھوٹی نہ تھی۔آپ ﷺ زیادہ فربہ نہ تھے،چہرہ پرنور بالکل گول نہ تھا،جسم پھرتیلا اور کم گوشت تھا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کانوں کی لوتک بال رکھنے والے کسی شخص کو سرخ لکیروں والی چادر میں رسول اللہ ﷺ جیسا خوبصورت نہیں دیکھا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔جب کوئی آپ کی طرف دیکھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ سورج کی شعاعیں چہرہ پر اتر رہی ہیں اور تبسم فرماتے تو سامنے کے درودیوار جگمگانے لگتے تھے۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کسی آدمی نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور کی تلوار کی طرح تھا۔میں نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ شمس وقمر جیسا نورانی اور گولائی کی جانب تھا۔

حضرت ابن ہالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا (الشفاء اردو، حصہ اول، ص ۱۲۲)۔زیادہ تفصیل جمالِ مصطفی ﷺ میں ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اَخِلَّآیَ اِنْ شَطَّ الْحَبِیْبُ وَدَارُہٗ ٭ وَعَزَّ تَلَاقِیْہِ وَنَاءَتْ مَنَازِلُہٗ

وَفَاتَکُمْ اَنْ تَبْصُرُوْا بِعَیْنِکُم ٭ فَمَا فَاتَکُمْ مِنْہُ فَھٰذِیْ شَمَائِلُہٗ

(جمع الوسائل)

ترجمہ:اے میرے دوستو اگر دوست اور اس کا مکان دور ہو گیا اور اس سے ملنا دشوار ہو گیا اور اس کی منزلیں بعید ہو گئیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھنا فوت ہو گیا تو تم سے نہیں فوت ہوئیں اس کی عادتیں تو یہ ہیں اس کی عادتیں۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں

کَرِیْمُ السَّجَایَا جَمِیْلُ الشِّیَمْ ٭ نَبِیُّ الْبَرَایَا شَفِیْعُ الْاُمَمْ

(بوستان)

شریف عادتوں والے خوبصورت خصلتوں والے مخلوق کے پیغمبر امتوں کے شفاعت کرنے والے

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ٭ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

اپنے کمال کی وجہ سے بلندی پر پہونچے اپنے جمال سے تاریکیوں کو روشن کیا

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ ٭ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ (گلستان)

ان کی سب ہی عادتیں بھلی ہیں ان پر اور ان کی آل پر درود پڑھو

جسم اطہر کی خوبیاں: رسول اللہ ﷺ کے متعلق رب ارشاد فرماتا ہے قَدْ جَآءَ کُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ (سورہ النساء:۱۷۵)،ترجمہ: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی۔

اور اس آیت میں برہان سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں کیونکہ رسول ﷺ کا وجود مسعود اور جسم اطہر سرتا پا معجزہ ہے۔ آپ کا ہر عضو پاک، ہر بال مبارک مطہر اور آپ کی ذات بے مثل اور آپ کا ہر عضو بے مثال ہے۔آپ کا بدن مبارک پیدائشی طور پر خوشبودار تھا۔آپ کے بدن مبارک سے جو چیز لگ جاتی آپ اپنا دست کرم کسی پر پھیرتے یا جس راستہ سے آپ کا گزر ہوتا تو ہر طرف خوشبو پھیل جاتی۔غرضیکہ آپ کا وجود خوشبودار تھا۔چنانچہ اس سلسلہ میں متعدد روایتیں ہیں جن میں آپ کا خوشبودار ہونا ثابت ہے۔

حضرت علی حضور ﷺ کا حلیہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَکَانَ عِرْقُہٗ کَالُّلؤْلُوْءِ (شمائل الرسول، ص ۴۰) کہ آپ کا پسینہ موتی کی طرح تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کی خوبی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے بڑھ کر کسی عمدہ خوشبو دیباج وریشم کو نہیں چھوا اور نہ ہی میں نے رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے بڑھ کر کسی عمدہ خوشبو کو سونگھا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ کے کسی راستہ سے گزرتے تو لوگوں کو وہاں سے خوشبو آتی اور وہ کہتے کہ اس راستہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے ہیں (شمائل الرسول:۴۶)

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو سے پہچانے جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ خود بھی پاکیزہ خوشبو لاتے اور آپ کی خوشبو بھی پاکیزہ تھی۔ اس کے باوجود آپ خوشبو کو پسند فرماتے تھے (شمائل الرسول)

اور جن روایات میں آیا ہے کہ آپ کی زلفیں معطر تھیں، دست مبارک خوشبودار تھے اور پسینہ شریف دنیا بھر کی خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار تھا اس سے دیگر اعضائے مبارکہ کا عدم معطر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا سارا وجود مسعود، معطر و خوشبودار تھا۔

کسی نہ کیا خوب کہا ہے

سرتیں لیکھے پیراں توڑیں جُسا پاک نبی دا — خوشبودار بنایا رب نے ہر ہر وال صفی دا

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔ جب کہ آپ کو پسینہ آیا تو میری والدہ ایک شیشی لائیں اور اس کو پونچھ کر جمع کرنے لگیں۔ اسی دوران آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے ان سے پوچھا اے ام سلیم! تم یہ کیا کر رہی ہو۔ انہوں نے عرض کیا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ کو جمع کر رہی ہوں تاکہ ہم خوشبو کے طور پر استعمال کریں کیونکہ یہ سب خوشبوؤں سے زیادہ لطیف خوشبو ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چند مخصوص علامتیں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی راستہ طے فرماتے تو وہ جسم اطہر کی خوشبو سے مہک جاتا اور لوگ جان لیتے کہ آپ اس راہ سے گزرے ہیں تو وہ سجدہ کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ کے راہ گیر راستوں کی خوشبو سے جان لیتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر سے گزرے ہیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی بیٹی کی شادی کر رہا ہوں آپ اس میں میری مدد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اس وقت (خوشبو) موجود نہیں لیکن تم کھلے منہ کی شیشی اور درخت کی ٹہنی لاؤ وہ دونوں چیزیں لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کلائیوں سے پسینہ پونچھ کر

شیشی کو بھر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ شیشی اپنی بیٹی کو دو اور کہو کہ یہ ٹہنی شیشی میں ڈبو کر خوشبو لگائے۔ وہ گھر بیت **المطیبین** خوشبوؤں کا گھر کے نام سے مشہور ہو گیا (خصائص کبری، مدارج النبوت، مشکوٰۃ، سیرت ابن کثیر)

عام انسانوں کے جسم سے خوشبو نہیں آتی اور اگر چند دن غسل نہ کریں تو ان سے بدبو آنے لگتی ہے مگر شان مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا کہنا کہ آپ کا جسم ہی خوشبودار تھا اور آپ کے جسم اطہر کی خوشبو تمام دنیا کی خوشبوؤں سے کئی درجہ زیادہ تھی۔ عاشقوں کو اب بھی مدینہ پاک کی گلیوں سے خوشبوئے زلف حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ رہی ہے کیونکہ آپ وہاں جلوہ افروز ہیں۔

مہر نبوت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرنیوالوں نے مہر نبوت کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وَرَأَيْتُ الْخَاتِمَةَ عِنْدَ كَتِفِهِ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يُشْبِهُ جَسَدَهُ (رواہ مسلم)۔ ترجمہ: اور میں نے مہر نبوت کو آپ کے کندھے شریف کے پاس دیکھا کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔ جسم اطہر کے ہم رنگ تھی۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے جا کر عرض گزار ہوئیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ میرا بھانجا بیمار ہے۔ آپ نے سر پر ہاتھ پھیرا۔ میرے لئے برکت کی دعا کی۔ آپ نے وضوء فرمایا تو میں نے آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی پی لیا۔ پھر میرے لئے برکت کی دعا کی۔ پس میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں فَنَظَرْتُ اِلٰی خَاتَمٍ بَیْنَ کَتِفَیْہِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ۔ پھر میں نے مہر نبوت کو دیکھا، آپ کے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں ایسی تھی جیسے چکور کا انڈا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت گوشت کے ٹکڑے کے مانند تھی جس میں گوشت کے ساتھ یعنی قدرتی طور پر لکھا ہوا تھا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ۔

مہر نبوت شریف کی تعریف مختلف الفاظ میں بیان کی گی ہے۔ چنانچہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فَاِذَا هُوَ مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ (شمائل ترمذی، باب خاتم النبوت حدیث:۱)، ترجمہ: وہ چکور کے انڈے جیسی تھی۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غُدَّةً حَمْرَاءَ مِثْلُ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ (شمائل ترمذی)، ترجمہ: جو سرخ رسولی جیسی کبوتر کے انڈے کے برابر تھی۔

حضرت عِلباء بن احمر الیشکری عمر بن اخطب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا شَعَرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ (شمائل ترمذی)۔ترجمہ: مہر نبوت ایک بالوں کا مجموعہ تھی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں كَانَ فِیْ ظَهْرِهٖ بِضْعَةٌ نَاشِزَةٌ (شمائل ترمذی)،ترجمہ: آپ کی پشت مبارک پر گوشت کا ایک لوتھڑا تھا یعنی مہر نبوت ایک گوشت کے لوتھڑے کی طرح تھی۔

حضرت عبداللہ بن سرجس فرماتے ہیں میں نے آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کی جگہ دیکھی (مِثْلُ الْجُمْعِ حَوْلَهَا خِیْلَانٌ كَاَنَّهَا ثَآلِیْلُ) جو کہ مٹھی بند کے برابر تھی اور اس کے چاروں طرف تل تھے گویا یہ مسوں کے برابر تھے۔ان کے علاوہ مہر نبوت کی تاریخ میں اور بھی روایتیں ہیں۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مہر نبوت چھوٹی اور بڑی ہوتی رہتی تھی۔جس طریقہ پر راوی نے دیکھا اسی طرح نقل کر دی (شرح شمائل)۔ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے اوصاف ذکر کرتے تھے تو یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ نبی ﷺ کے دونوں کندھوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے (شمائل ترمذی، باب مہر نبوت حدیث: ۴) (خیال رہے کہ بعض علماء کے نزدیک) مہر نبوت پیدائشی تھی اور وصال شریف کے وقت مہر نبوت ختم ہوگئی تھی (یعنی غائب ہوگئی تھی) (جمع الوسائل)

اخلاق مصطفیٰ ﷺ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور بیشک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔ خُلُقٌ ظاہری اچھی عادت اور خصلت اور شکل وصورت کو کہتے ہیں۔اور خَلْقٌ باطنی سیرت کو کہا جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ دونوں صفتوں اور خوبیوں سے متصف تھے۔اسی لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ حَسَّنَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ (مشکوٰۃ شریف ۴۲۴)،ترجمہ: سب تعریفیں اس اللہ کی جس نے میری صورت اور سیرت دونوں کو حسین بنایا۔امام بوصیری فرماتے ہیں:

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ * وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ

تمام نبیوں پر فوقیت لے گئے خلقت اور خلق میں اور نہیں پہنچ سکا کوئی ان کے برابر علم اور کرم میں

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی فرماتے ہیں:

تیرے خُلق کو رب نے عظیم کہا ☆ تیری خَلق کو رب نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ☆ تیرے خالق حسن وادا کی قسم

یہاں مختصر سا آپ کے خُلق عظیم کا ذکر کیا جاتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور بیشک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔

خُلُقٌ کی جمع اَخْلَاق آتی ہے اسی لئے اخلاق عظیمہ کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو عظیم فرمایا ہے مثلاً عرش عظیم، قرآن عظیم۔اور اللہ نے جو آپ پر فضل فرمایا اس کو بھی عظیم فرمایا: وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا تم پر اللہ کا عظیم فضل ہے۔دنیا کے مال ومتاع کو قلیل فرمایا ہے: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ تم فرمادو دنیا کا سامان تھوڑا ہے۔عقلاء کی اصطلاح میں خُلق وہ ملکہ نفسانیہ ہے کہ جس سے وہ ملکہ حاصل ہو اس کے لئے اچھے کام کرنا آسان ہوجاتا ہے۔امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: اَلْخُلُقُ مَلَكَةٌ نَفْسَانِیَّةٌ یَسْهَلُ عَلَی الْمُتَّصِفِ بِهَا الْاِتْیَانُ بِالْاَفْعَالِ الْجَمِیْلَةِ (تفسیر کبیر ج۸ ص ۱۸۵) خُلق وہ ملکہ نفسانیہ ہے اس کے ساتھ متصف کو اچھے کاموں کا کرنا آسان ہوجاتا ہے۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شان میں خلق عظیم فرمایا ہے اور خُلق ایک ایسی صفت اور عادت ہے جو نبی کریم ﷺ میں جبلی اور طبعی طور پر پائی جاتی تھی۔چنانچہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ محققین نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ اخلاق پر اصل خلقت واول فطرت میں پیدا ہوئے تھے اور یہ آپ کو سواء اللہ تعالیٰ کی عنایت اور ربانی خصوصیت کے کسب وریاضت سے حاصل نہیں تھا۔اسی طرح باقی پیغمبروں کا حال ہے (الشفاج ا ص ۱۱۲)۔معلوم ہوا کہ خلق وہبی دولت ہے۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہیں اِنَّ اللّٰهَ قَسَّمَ اَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَّمَ اَرْزَاقَكُمْ (مواہب الدنیہ ج۲ ص ۸۳)۔بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان، تمہارے اخلاق اس طرح تقسیم فرمائے جس طرح رزق تقسیم فرمائے۔یہ دلیل ہے کہ خلق وہبی نعمت ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کی شان میں فرماتا ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورہ قلم: ۲)،ترجمہ: اور بیشک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔

حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول

اللہ ﷺ کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا۔ میں نے عرض کیا ہاں (میں نے قرآن پڑھا ہے)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ کہ نبی کریم ﷺ کا خلق قرآن تھا (شمائل الرسول ص ۱۴۲)۔ اور آپ ﷺ کی رضامندی اور ناراضگی اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضگی کے ساتھ تھی (الشفاء)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ يَرْضٰى بِرِضَاهُ وَيَسْخَطُ بِسُخْطِهٖ حَتّٰى قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ جَبَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ اَصْلِ فِطْرَتِهٖ عَلٰى مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَزَانَةِ الطَّبْعِ وَاعْتِدَالِ الْمِزَاجِ (شیم الحبیب) کہ آپ کا خلق قرآن تھا۔ اس خوشی کی بات سے آپ خوش ہوئے تھے اور اس کی ناخوش بات سے آپ ناخوش ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ خلق عظیم پر قائم ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اصل فطرت میں مکارم اخلاق اور متانت طبع اور اعتدال مزاج پر پیدا کیا تھا۔

تھے اخلاق عظیم آپ کے آئینہ قرآن ☆ خوشی ناخوشی سب میں اسی کے تابع فرمان۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ (سبل الھدی، ج ۷، ص ۶)، ترجمہ: میں بھیجا گیا ہوں اچھے عادات کو پورا کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ ترجمہ: میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تاکہ اچھے اخلاق کو پورا کروں۔ آپ اخلاقیات کے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ کے مخالف وموافق سب مانتے تھے کہ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے مَا سُئِلَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا۔ ترجمہ: ہرگز آپ سے کوئی چیز نہیں مانگی گئی کہ آپ نے (لا) نہیں فرمایا ہو۔ فرزدق شاعر نے کیا خوب کہا ہے

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِيْ تَشَهُّدِهٖ ・ لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاءُهُ نَعَمٌ

سوائے تشہد کے آپ نے (لفظ) لا نہیں فرمایا۔ اگر تشہد میں لا نہ ہوتا تو آپ نعم (ہاں) بجائے لا کے فرماتے۔

زمانہ نے زمانہ میں سخی ایسا کہیں دیکھا ☆ زبان پر جس کے سائل نے نہیں آتے دیکھا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے احد کے روز آپ پر پتھر چلایا۔ اس سے آپ کا دندان رباعیہ زیریں جانب راست کا شکستہ ہوا اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ان پر

بددعا کریں۔ آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ ترجمہ: اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت دیجئے کیونکہ ان کو خبر نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کی ہے۔ مجھے کبھی کسی بات پر نبی کریم ﷺ نے اف تک نہیں فرمایا اور جو کام میں نے کیا اس کے متعلق بھی نہیں فرمایا اور جو کام میں نے چھوڑ دیا اس کے متعلق بھی کچھ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ (حضرت انس کہتے ہیں) وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا ترجمہ: اور اللہ کے رسول ﷺ تمام لوگوں میں سب سے بہترین اخلاق والے تھے۔ اور میں نے کبھی کوئی ریشم کپڑا یا خالص ریشم یا کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو رسول اللہ ﷺ کی بابرکت ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا کوئی عطر كَانَ اَطْيَبُ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ ﷺ رسول اللہ ﷺ کے پسینہ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کہ آپ مدینہ کی گلیوں میں سے کسی بھی گلی سے گزرتے تو خوشبو سے معلوم ہو جاتا تھا کہ آپ اس گلی سے گزرے ہیں (مجمع الزوائد)

کسی کوچے سے ہوتا جب گزر محبوب باری کا ☆ تو چلتا کارواں اک نکہت باد بہاری کا
فضاء ساری مہک جاتی تھی وہ جس راہ سے جاتے ☆ نکلتے جستجو میں خشبو سے پتہ پاتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بیماروں کی مزاج پرسی کرتے تھے اور جنازوں کے ساتھ جاتے تھے۔ غلام کی دعوت قبول کر لیتے تھے اور دراز گوش پر سوار ہوتے تھے۔ میں نے خیبر کے دن دیکھا آپ ﷺ ایک گدھے پر سوار تھے جس کی مہار پوست کھجور کی تھی (مشکوۃ بحوالہ ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا يَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَيَخِيْطُ ثَوْبَهٗ وَيَعْمَلُ فِيْ بَيْتِهٖ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُمْ فِيْ بَيْتِهٖ وَقَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَيَحْلِبُ شَاتَهٗ وَيَخْدُمُ نَفْسَهٗ (مشکوۃ بحوالہ ترمذی)، ترجمہ: اپنا جوتا شریف درست کر لیتے تھے، اپنے کپڑے سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں ایسے ہی کام کرتے تھے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھر میں کام کرتا ہے۔ فرماتی ہیں آپ بشروں جیسی زندگی رکھتے تھے، اپنے کپڑوں کو دھوتے، اپنی بکری کا دودھ لیتے اور اپنے کام خود کرتے تھے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ نے پہلی وحی کے موقع پر آپ ﷺ کے خلق عظیم کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا تھا کَلَّا وَاللّٰہِ لَا یُخْزِیْکَ اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ (بخاری کتاب بدء الوحی)، ترجمہ: ہرگز نہیں اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا۔ آپ رشتہ داروں سے میل جول رکھتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کیلئے کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور راہ حق میں پیش آنیوالی مشکلات میں مدد کرتے ہیں۔

خارجہ بن زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ایک جماعت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ وہ بولے ہم کو رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں سنائیے۔ فرمایا کہ میں حضور ﷺ کا پڑوسی تھا تو جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو مجھے بلاتے۔ میں اسے لکھتا۔ تو جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ بھی وہ ہی ذکر کرتے تھے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ وہ ہی ذکر کرتے۔ اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ وہی ذکر کرتے۔ یہ تمام باتیں ہیں میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے متعلق خبر دے رہا ہوں (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

حضرت براء ابن عازب بیان کرتے ہیں کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْھًا وَاَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا (بخاری کتاب المناقب ۲۳)۔ کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ حسین چہرے والے تھے اور تمام لوگوں سے اچھی عادتوں والے تھے۔

غزوۂ ہوازن میں جب کہ صحابہ کرام پسپا ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ اس دن خچر پر سوار ثابت قدم رہے اور آپ خچر کو دشمن کی طرف بڑھاتے ہوئے فرماتے تھے اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب۔ میں نبی ہوں کذب بیانی نہیں، میں عبد المطلب کا بہادر بیٹا ہوں (السیرۃ نبویہ ابن کثیر) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے۔ میرا ایک بھائی ابو عمیر تھا اس کی مدت رضاعت ختم ہو چکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ جب تشریف لاتے تو اسے دیکھ کر فرماتے ابو عمیر نغیر کا کیا حال ہے۔ اَبَا عُمَیْرِ مَا فَعَلَ النُّغَیْر۔ نغیر ایک چڑیا تھی جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا۔ بسا اوقات نماز کا وقت آ جاتا اور آپ ہمارے گھر ہی میں تشریف فرما ہوتے تو بچھے ہوئے بستر کے متعلق حکم فرماتے۔ اسے جھاڑ چھڑکاؤ کر دیا جاتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نماز پڑھاتے اور ہم آپ کے پیچھے ہوتے۔ ان کا بیان ہے بستر کھجور کی شاخوں کا تھا (السیرت النبویۃ لابن کثیر)

کفار حسن اخلاق کی وجہ سے اسلام میں داخل ہوتے تھے: لوگ آپ کے حسن اخلاق کی وجہ سے اسلام میں داخل ہوتے تھے، بغیر کسی منفعت کے۔ چنانچہ شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ لَمْ یَتَّبِعُوْہُ لِرَغْبَۃٍ وَلَا لِرَھْبَۃٍ فَاِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ عِنْدَہٗ مَالٌ یُعْطِیْھِمْ وَلَا جِھَاتٌ یُوَلِّیْھِمْ اِیَّاھَا، وَلَا کَانَ لَہٗ سَیْفٌ بَلْ کَانَ السَّیْفُ وَالْمَالُ وَالْجَاہُ مَعَ اَعْدَائِہٖ وَقَدْ آذَوْا اَتْبَاعَہٗ بِاَنْوَاعِ الْاَذٰی وَھُمْ صَابِرُوْنَ مُحْتَسِبُوْنَ لَا یَرْتَدُّوْنَ عَنْ دِیْنِھِمْ لِمَا خَالَطَ قُلُوْبُھُمْ مِنْ حَلَاوَۃِ الْاِیْمَانِ وَالْمَعْرِفَۃِ (الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ج ۵ ص ۴۳۶)۔ اور جن لوگوں نے آپ کی پیروی کی انہوں نے کسی (دینوی) حرص یا خوف کی بناء پر نہیں کی اس لئے کہ آپ کے پاس تلوار (زور) تھی بلکہ تلوار، مال اور عہدہ تو آپ کے دشمنوں کے پاس تھے، ان دشمنوں نے آپ کے متبعین کو مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچائیں اور وہ متبعین صبر کرنے والے اور اجر کی امید رکھنے والے تھے۔ ان کے دلوں کو جو ایمان اور معرفت کی حلاوت حاصل ہو گئی تھی اس کی وجہ سے وہ اپنے دین سے مرتد نہیں ہوئے تھے۔ یعنی دین سے نہیں پھرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ (آل عمران)، اللہ کی عنایت سے تم ان سے بہ نرمی پیش آتے ہو اگر تم کہیں کج خلقی اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے آس پاس سے ہٹ جاتے۔

آپ جامع اخلاق تھے مثلاً صبر و حلم وعفو، شفقت و رحمت و رافت، کافروں پر رحمت، عورتوں پر شفقت و رحمت، حسن معاشرت، یتیم و مساکین و بیوگاں پر شفقت و رحمت، بچوں پر شفقت و رحمت و رافت، غلاموں پر شفقت و رحمت، چوپایوں پر شفقت و رحمت و رافت، پرندوں اور حشرات الارض پر شفقت و رحمت، نباتات و جمادات پر رحمت، ادب و تواضع، حسن معاشرت، سخاوت و وایثار و شجاعت و قوت و عزم استقلال، خوف خدا، عدل و رحم و انصاف، صدق، حسن عہد و وفا، عفت و عصمت، حیا، شرم و مہربانی و محبت، صدق و امانت، زہد و عبادت (سیرت رسول عربی) اور سکوت و کلام، خادموں کیلئے دعا، ارباب و فضل کی قدر و منزلت اعداء پر رحم، جود و کرم۔

اور آپ نے اپنی امّت کو بھی حسن اخلاق کی تعلیم دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ ہی فحش باتیں کرتے تھے اور آپ فرماتے تھے اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقًا (بخاری کتاب المناقب باب ۲۳) کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ اس کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی

فرماتے ہیں وحسن الخلق اختیار الفضائل فیہ وترق الرذائل ھو صفت الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام والاولیاء رضی اللہ عنھم (عمدۃ القاری، ج ۱۶، ص ۱۵۴)۔ دوسری روایت میں ہے اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقًا (الآیات البینات لابن دحیہ ص ۲۲۵)
اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا (مشکوۃ ص ۴۲۵)۔ ترجمہ: مومن کامل وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ ☆ وَلَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمٍ
تمام نبیوں پر فوقیت لے گئے خلقت اور خلق میں اور نہیں پہنچ سکا کوئی ان کے برابر علم اور کرم میں

فَھُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاہُ وَصُوْرَتُہٗ ☆ ثُمَّ اصْطَفَاہُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ
سو وہی ہیں کہ کمالات ظاہری اور باطنی ان پر ختم ہیں پھر حبیب بنالیا ان کو مخلوق کے پیدا کرنیوالے نے

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ ☆ فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٍ
اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں۔ تو ان میں جو جوہر حسن ہے وہ بے تقسیم ہے

تیرے خُلق کو رب نے عظیم کہا ☆ تیری خَلق کو رب نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ☆ تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

اور آپ کے خلق کے ابواب بہت بڑے وسیع ہیں جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں

داماں نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار ☆ گلچین تو از تنگی داماں گلہ دارد

دیدار کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول بہت ہیں۔ تیرے پھول چننے والا دامن کی تنگی کی شکایت کرتا ہے۔
یا اللہ ذکر رسول اللہ ﷺ کو میرے گناہوں کا کفارہ بنا۔ یا اللہ نبی ﷺ کی برکت جسمانی روحانی بیماریوں سے نجات عطا فرما۔ یا اللہ اس ناقص العلم والعقل کی لغزشوں، خطاؤں سے درگزر فرما۔ یا اللہ ایام زندگی کی تکلیفوں کو دور فرما۔ یا اللہ اس قیل وقال کو شرف قبولیت عطا فرما اور صدقہ جاریہ بنا۔ یا اللہ میری مدد وتعاون کرنیوالوں کو دنیا ودین اور آخرت میں کامیابی عطا فرما۔ یا اللہ ہمیں ایمان، جان، اولاد، مال کی سلامتی اور برکتیں عطا فرما۔ یا اللہ میرے والدین اور سب اہل ایمان کی مغفرت فرما۔ یا اللہ ہر قسم کی محتاجی سے محفوظ فرما۔ یا اللہ محمد مرتضی کو شفا عطا فرما۔ یا اللہ بندہ راقم الحروف ابو عاصم

غلام حسین حنفی ماتریدی کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرما۔ آمین۔

باب دہم: فضائل الرسول ﷺ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ (سورۃ فاطر: ۳۲)، ترجمہ: تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا۔

انبیاء علیہم السلام کے نفوس مصفی ہوتے ہیں اور ان کے جسم بھی عیب سے پاک ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ ان سب میں سے اعلیٰ ہیں۔ از روئے مزاج سب سے زیادہ کریم ہیں اور از روئے روح سب سے مصفی ہیں اور از روئے خلق سب سے زیادہ اتم (زیادہ کامل) ہیں۔ اس لئے آپ کے فضائل بھی بے انتہا ہیں (روضۃ الاحباب، ج ۱، ص ۴۳۵)۔ اور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں سے دنیا اور آخرت میں افضل ہیں۔ اسی لئے آپ کو افضل الرسل کہا جاتا ہے اور آپ ﷺ کا افضل الرسل ہونا دلائل نقلیہ اور عقلیہ سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۘ مِنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (سورہ بقرہ: ۲۵۳)۔ ترجمہ: یہ سب رسول ہم نے فضیلت دی ہے (ان میں سے) بعض کو بعض پر، ان میں سے کسی سے کلام فرمایا اللہ نے اور بلند کئے ان میں سے بعض کے درجے اور دیں ہم نے عیسیٰ فرزند مریم کو کھلی نشانیاں اور مدد فرمائی ہم نے ان کی پاکیزہ روح سے۔ اس آیت میں رسولوں کے فضائل بیان کئے گئے ہیں اور اسی طرح ایک دوسری آیت مبارکہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (سورہ بنی اسرائیل: ۵۵)۔ اور بیشک ہم نے بزرگی دی ہے بعض انبیاء کو بعض پر اور ہم نے عطا فرمائی ہے داود کو زبور۔ اس آیت سے بھی ثابت ہے۔

اور سارے انبیاء ورسل وصف نبوت اور وصف رسالت میں برابر ہیں لیکن فضائل، کمالات، مدارج اور مراتب میں تفاوت ہے کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور ہمارے نبی ﷺ دنیا اور آخرت میں سے سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔

یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ بعض رسول بعض سے افضل ہیں۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بعض رسول بعض سے ادنی ہیں۔اس میں ان کی توہین ہے (نور العرفان مختصرا)۔ یہی عقیدہ صحابہ کرام کے بارے میں ہے کہ وہ شرف صحبت (صحابیت ہونے) میں تمام مشترک اور برابر ہیں۔فضائل ومناقب میں بعض سے بعض افضل ہیں۔اور یہاں بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں صحابی فلاں سے کمتر اور ادنی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مِنۡهُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ۔ ترجمہ: ان میں سے کوئی وہ ہے جس سے اللہ نے کلام فرمایا جیسے حضرت آدم علیہ السلام سے کلام کیا: اُسۡكُنۡ اَنۡتَ وَزَوۡجُكَ الۡجَنَّةَ ۔ ترجمہ: تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔اور موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا: اَنَا رَبُّكَ ۔ترجمہ: میں آپ کا رب ہوں۔اور نبی کریم ﷺ سے شب معراج اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا: فَاَوۡحٰۤى اِلٰى عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰى (سورہ نجم)۔ترجمہ: پھر وحی کی اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبۡرٰهِيۡمَ خَلِيۡلًا (سورہ النساء:۱۲۵)

ترجمہ: بنالیا اللہ تعالیٰ نے ابراھیم کو خلیل۔

اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو تابع دار بنادیا تھا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَسَخَّرۡنَا مَعَ دَاوٗدَ الۡجِبَالَ يُسَبِّحۡنَ وَالطَّيۡرَ (سورہ انبیاء:۷۹)،ترجمہ: ہم نے فرمانبردار بنادیا داؤد کا پہاڑوں اور پرندوں کو۔وہ سب ان کے ساتھ مل کر تسبیح کیا کرتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مطیع بنادیا تھا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ عَاصِفَةً تَجۡرِىۡ بِاَمۡرِهٖۤ اِلَى الۡاَرۡضِ الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا (سورہ انبیاء:۸۱) ترجمہ: اور ہم نے سلیمان کے لئے تندوتیز ہوا کو فرمانبردار بنادیا۔چلتی تھی وہ ہوا ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف جسے ہم نے بابرکت بنادیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاٰتَيۡنَا عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ الۡبَيِّنٰتِ وَاَيَّدۡنٰهُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ۔ترجمہ: اور دیں ہم نے عیسیٰ فرزند مریم کو کھلی نشانیاں اور مدد فرمائی ہم نے ان کی پاکیزہ روح سے۔اور اس آیت میں بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ذکر ہے کہ ان کو روشن نشانیاں اور معجزات عطاء فرمائے کہ انہیں بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا۔اور مادرزاد اندھوں اور کوڑھوں کو اچھا کیا۔مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں جان ڈالی۔غیب کی خبریں دیں۔انجیل جیسی عظیم الشان کتاب انہیں ملی۔اور سب سے بڑھ کر یہ کہ روح القدس یعنی جبریل علیہ السلام کے

ذریعہ ان کی تائید فرمائی گئی (تفسیر نعیمی)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ ۔ترجمہ: اور بلند کئے ان میں سے بعض کے درجے۔

اس آیت میں نبی کریم ﷺ مراد ہیں۔ چنانچہ علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ وہ حضور پرنور سید الانبیاء محمد مصطفی ﷺ ہیں کہ آپ کو بدرجات کثیرہ تمام انبیاء علیہم السلام پر افضل کیا۔اس پر تمام امت کا اجماع ہے اور بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔آیت میں حضور کی اس رفعت مرتبت کا بیان فرمایا گیا اور نام مبارک کی تصریح نہ کی گئی۔اس سے بھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوشان کا اظہار مقصود ہے کہ ذات والا کی یہ شان ہے کہ جب تمام انبیاء پر فضیلت کا بیان کیا جائے تو سوائے ذات اقدس کے یہ وصف کسی پر صادق ہی نہ آئے اور کوئی اشتباہ راہ نہ پائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ خصائص وکمالات جن میں آپ تمام انبیاء پر فائق وافضل ہیں اور آپ کا کوئی شریک نہیں بیشمار ہیں کہ قرآن کریم میں یہ ارشاد ہوا۔درجوں بلند کیا۔ان درجوں کی کوئی شمار قرآن کریم میں ذکر نہیں فرمائی۔اب کون حد لگا سکتا ہے۔

ان بے شمار خصائص میں سے بعض کا اجمالی مختصر بیان یہ ہے:

(۱) آپ کی رسالت عامہ ہے اور تمام مخلوقات آپ ﷺ کی امت ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا (سورہ سبا:۲۸)،ترجمہ: اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرًا (سورہ فرقان:۱)۔

ترجمہ: تاکہ ہوں آپ تمام جہان والوں کے لئے ڈرانے والے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَا (سورہ اعراف:۱۵۸) ترجمہ: فرمادیجئے اے لوگوں بیشک میں اللہ کا رسول تم سب کی طرف ہوں۔

مسلم شریف کی حدیث میں ارشاد ہوا وَاُرۡسِلۡتُ اِلَى الۡخَلَآئِقِ كَآفَّةً ۔ترجمہ: میں ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

(۲) آپ پر نبوت ختم کی گئی۔قرآن پاک میں آپ کو خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سب نبیوں سے آخری نبی) فرمایا۔حدیث شریف میں ارشاد ہوا خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوۡنَ۔ترجمہ: اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کیا گیا۔(۳) آیات بینات ومعجزات

باہرات (۴) آپ کو تمام انبیاء پر افضل فرمایا گیا

(۵) آپ ﷺ کی امت کو تمام امتوں پر افضل کہا گیا

(۶) شفاعت کبری آپ کو مرحمت ہوئی (۷) قرب خاص معراج آپ کو ملا

(۸) علمی و عملی کمالات میں آپ کو سب سے اعلیٰ کہا اور اس کے علاوہ بے انتہا خصائص آپ کو عطا ہوئے (خزائن العرفان)

یہاں ایک شبہ کا ازالہ کر دینا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ۔ ترجمہ: تم نبیوں کے درمیان ایک دوسرے کو فضیلت نہ دو۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا لَا تُخَيِّرُوْنِي عَلٰى مُوْسٰى۔ ترجمہ: مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا لَا تُفَضِّلُوْنِي عَلٰى يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى۔ ترجمہ: مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ایسی فضیلت نہ دو جس میں مفضول کی توہین پائی جائے۔ وصف نبوت اور رسالت میں جب سب برابر ہیں تو پھر دوسروں پر فضیلت نہ دو۔ یہ کلام بطور تواضع فرمایا ہے یا یہ کہ نزول وحی سے پہلے فرمایا ہے یا یہ کہ ایک دوسرے کو ایسی فضیلت نہ دو جس سے کوئی جھگڑا پیدا ہو اور تا کہ کسی نبی کی شان میں گستاخی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (سورۃ النساء: ۱۱۳)، ترجمہ: اور اتاری ہے اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو کئی طریقوں سے فضیلت دی ہے۔ ان دلائل میں سے ایک یہ دلیل ہے کہ ساری دنیا میں صدیوں سے کلمہ توحید کا دوسرا جزء مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، پڑھا جاتا ہے اور یہ آپ کی بڑی فضیلت کی دلیل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول ﷺ تشریف لائے حتیٰ کہ انہیں گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا۔ ایک نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے کلمہ و روح ہیں۔ ایک نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے صفی بنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارے کلام اور تعجب کو سنا۔ ابراہیم علیہ السلام واقعتاً خلیل اللہ

ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ، عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور اس کا کلمہ، آدم علیہ السلام اللہ کے صفی ہیں۔

اَلَا وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ۔ سنو میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں لیکن فخر کی بات نہیں۔

روز قیامت حمد کا جھنڈا میں اٹھاؤں گا مگر فخر نہیں۔ میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا مگر فخر نہیں۔ میں جنت میں سب سے پہلے حلقہ جنت پہ دستک دوں گا۔ میرے لیے کھولا جائے گا اور اس میں داخل کیا جائے گا۔ میرے ساتھ اہل ایمان فقراء ہوں گے مگر فخر نہیں۔ میں پہلوں اور بعد والوں میں معزز ہوں گا مگر فخر نہیں (مشکوۃ، ترمذی و دارمی)

حبیب خدا اشرف انبیاء ☆ کہ عرش مجیدش بود متکاہ

علامہ عزالدین ابن عبدالسلام سلمی شافعی آپ کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ۔ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور فخر یہ بات نہیں (تحدیث نعمت کے طور پر ہے)۔ آپ دنیا میں سب کے سردار اور امام تھے کہ آپ نے بیت المقدس میں سب کی امامت فرمائی اور قیامت کے دن بھی آپ سب کے سردار ہوں گے کہ سب سے پہلے آپ سب کی شفاعت فرمائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وَبِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ۔ ترجمہ: اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور کوئی فخر کی بات نہیں۔

ایک اور حدیث میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا آدَمَ فَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ۔ ترجمہ: قیامت کے دن حضرت آدم ان کے سواء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور فخر یہ بات نہیں

☆ آپ کے اگلے اور پچھلے سب گناہ (الزام) دور کر دیئے اور معاف کر دیئے (سورہ فتح)

☆ آپ سب سے پہلے شافع اور مشفع ہوں گے

☆ آپ ﷺ نے اپنی دعا کو امت کی شفاعت کیلئے ذخیرہ بنا رکھا ہے

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے طور پر اور وادی مقدس میں کلام فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ سدرۃ المنتھی کے پاس خصوصی کلام فرمایا (بدایۃ السول ص ۴۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى (سورہ نجم)۔ ترجمہ: تو اللہ نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی

☆ جنت میں آپ کو مقام وسیلہ عطا ہوگا

☆ نہر کوثر جنت میں عطا ہوگی اور حوض (کوثر) موقف (محشر) میں عطا کیا جائے گا۔ حوض کے بارے میں ۲۲ صحابہ سے

حدیثیں مروی ہیں (حاشیہ ہدایۃ السول ص ۵۶)

☆ اہل ایمان ساری مخلوق سے بہترین ہیں اور رسول اللہ ﷺ سب نبیوں، رسولوں، اور فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ (سورہ البنیہ: ۷)۔ ترجمہ: بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہی ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔ اور فرشتے بھی ساری مخلوق میں سے ہیں۔ اسی لئے آپ فرشتوں کے رسولوں سے بھی افضل ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اَلْبَرِیَّۃُ سے مراد فرشتے نہیں ہیں کیونکہ یہ لفظ عرف استعمال میں انسانوں پر بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (سورہ الانعام: ۸۶)، ترجمہ: ہر ایک کو ہم نے جہان والوں پر فضیلت دی۔ فرشتے عالمین سے ہیں۔ برابر ہے یہ لفظ (عالمین) عَلَم یا علامت سے مشتق ہو۔ اور جب انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں اور رسول اللہ ﷺ سارے نبیوں سے افضل ہیں تو آپ فرشتوں کے سرداروں کے بھی سردار ہوئے تو آپ ﷺ تمام فرشتوں سے درجوں میں افضل واعلیٰ ہیں اور آپ کے درجات اور مراتب کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی جانتا ہے جس نے خاتم النبیین، سید المرسلین کو تمام عالمین پر فضیلت دی ہے (ہدایۃ السول فی تفصیل الرسول ص ۷۹)

☆ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔ میرے ہاتھ میں (قیامت کے دن مقام محمود میں) حمد کا جھنڈا ہوگا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔ اس دن کوئی بھی نبی خواہ وہ آدم ہوں یا کوئی اور ایسا نہیں ہوگا جو میرے جھنڈے کے نیچے نہیں آئے گا اور (قیامت کے دن) سب سے پہلے مجھے قبر سے اٹھایا جائے گا۔ میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا (ترمذی)

کسی نے کیا خوب کہا ہے

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور محب رسول اللہ ﷺ امام بوصیری فرماتے ہیں

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ ⭑ وَلَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمٍ

علامہ محمود زمخشری حنفی معتزلی (متوفی ۳۵۷ھ) نے لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل امین حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ سے افضل ہیں (تفسیر الکشاف، ج ۴، ص ۷۱۱ اور ۷۱۲)۔ استدلال یہ کیا گیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چھ صفتیں

سورۃ تکویر میں بیان کی گئی ہیں اور رسول کریم، رؤف ورحیم ﷺ کی ایک صفت بیان ہوئی ہے کہ آپ مجنون نہیں ہیں۔ اس لئے آپ سے حضرت جبرائیل علیہ سلام افضل ہیں۔ یہ استدلال ضعیف ہے اس لئے کہ یہاں کفار کی تکذیب، مطلوب تھی جو انہوں نے سرور عالم ﷺ کے لئے کہا تھا کہ معاذ اللہ آپ مجنون ہیں۔ اور یہاں سورۃ تکویر میں فضائل کی گنتی مطلوب نہیں ہے اور نہ جبرائیل علیہ السلام میں اور نبی کریم ﷺ کے درمیان فضائل کا موازنہ کیا جارہا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے شرافت اور بزرگی ملی ہے۔ وہ کیسے رسول اعظم ﷺ سے افضل ہوں۔

امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں گروہ معتزلہ ملائکہ کرام کو حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل مانتے ہیں۔ وہ بھی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم وعلیٰ آلہ اجمعین کو بالیقین مخصوص ومستثنیٰ جانتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی حضور پرنور انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین وخلق اللہ اجمعین سب سے افضل واعلیٰ وبلند وبالا علیہ صلوٰۃ المولیٰ تعالیٰ......

اَمَّا الزَّمَخْشَرِیُّ فَقَدْ سَفِہَ نَفْسَہٗ وَتَبِعَ ھَوَسَہٗ وَجَھِلَ مَذْھَبَہٗ وَتَنَاھٰی فِی الضَّلَالِ حَتّٰی لَمْ یَعْلَمْ مَشْرَبَہٗ کَمَا نَبَّہَ عَلَیْہِ اَھْلُ التَّحْقِیْقِ، وَاللہُ سُبْحٰنَہٗ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ۔ ترجمہ: رہا زمخشری، تو وہ دل کا احمق، اپنی نفسانی خواہش کا پیروکار، اپنے مذہب سے جاہل اور گمراہی میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے یہاں تک کہ اس کے مشرب کا پتا نہیں جیسا کہ اہل تحقیق نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ توفیق کا مالک ہے (فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰، ص ۱۳۲)۔

سورۃ تکویر کی آیت سے بعض معتزلہ نے استدلال کیا ہے اور انہی میں علامہ زمخشری بھی ہیں کہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ فرشتوں کے رسول انسانوں کے رسولوں سے افضل ہیں اور انہوں نے جو دلائل دیئے ہیں ان میں سے یہ آیت بھی ہے۔ اور استدلال کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ہمارے رسول محمد ﷺ سے جبریل افضل ہیں تو دلالت کرتی ہے اس بات پر بھی کہ فرشتوں کے رسول انسانوں کے رسولوں سے افضل ہیں۔ اس لئے کہ اس فضیلت کا کوئی بھی قائل نہیں ہے (حاشیۃ القونوی، ج ۲۰، ص ۱۲۲)۔

اسی لئے علامہ امام قاضی ناصر الدین بیضاوی علیہ الرحمۃ رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں واستدل بہ علی فضل جبریل علی محمد علیہما السلام حیث عد فضائل جبریل واقتصر علی نفی الجنون عن

نبی ﷺ۔ وھو ضعیف (تفسیر بیضاوی)۔ زمخشری نے استدلال کرتے ہوئے جبریل کو محمد ﷺ پر فضیلت دی ہے کہ جبریل کے فضائل بیان ہوئے ہیں اور محمد ﷺ سے صرف مجنون کی نفی پر اکتفا کیا ہے اور یہ استدلال کمزور ہے۔ کیونکہ یہ استدلال کامل نہیں ہے جو مطلوب مقصود کے لئے مفید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی یہاں صفتیں بیان کی ہیں اور ہمارے نبی کریم ﷺ کے اوصاف سب سے زیادہ بیان کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۔ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا (سورہ احزاب: ۴۷)، ترجمہ: اے نبی (مکرم) ہم نے بھیجا ہے آپ ﷺ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا اور دعوت دینے والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والا۔ اور آپ ﷺ مژدہ سنا دیں مومنوں کو کہ ان کے لئے اللہ کی جناب سے بڑا ہی فضل ہے۔

احسان عظیم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں مگر سب نعمتوں سے بڑی نعمت جس کو نعمت عظمیٰ کہا جاتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ بطور احسان فرماتا ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورہ آل عمران: ۱۶۲)، ترجمہ: یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے، پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ جس مضمون کے انکاری موجود ہوں یا ہونے والے ہوں اسے تاکیدوں سے موکد کیا جاتا ہے۔ چونکہ حضور انور ﷺ کے فضائل کے منکر پہلے بھی موجود تھے اور تاقیامت ہونے والے تھے بلکہ بعض کلمہ گویوں میں بھی ان کے فضائل کے انکاری پیدا ہو چکے تھے اور ہونے والے تھے اس لئے آیت کو لام اور قَدْ کی تاکیدوں سے شروع فرمایا گیا۔

مَنَّ من سے بنا جس کے لغوی معنی ہیں قطع کر دینا، کاٹ دینا (روح المعانی)۔ مگر اصطلاح میں اس کے بہت سے معنی

ہیں (۱) آسمان سے اترا ہوا غیبی رزق: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (سورۃ البقرہ: ۵۷) (۲) کسی پر احسان جتانا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا (سورہ حجرات: ۱۷) (۳) کسی کو طعنہ دینا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (سورۃ البقرہ: ۲۶۴) (۴) بند کرنا اور کاٹ دینا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ (سورہ قلم: ۳) (۵) کسی کو بلا معاوضہ نعمت دینا اور بغیر بدلہ اس پر احسان کرنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ (سورہ ص: ۳۹)۔ یہاں مَن آخری معنی میں ہے۔ اسمائے الٰہی میں سے منان بھی ہے۔ وہ اسی مَن سے مشتق ہے۔ اگرچہ حضور انور ﷺ کی تشریف آوری سارے جہانوں پر ہی نعمت اور احسان ہے مگر چونکہ اس سے پورا اور دائمی فائدہ مسلمانوں نے ہی اٹھایا۔ اس لئے خصوصیت سے یہاں انہی کا ذکر ہوا (تفسیر نعیمی، ج ۴، ص ۳۱۰)۔

اللہ تعالیٰ نے بے شمار اور لاتعداد نعمتیں عطا کی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (سورہ ابراھیم: ۳۴)، ترجمہ: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بیشمار ہیں۔ صحت و تندرستی اللہ کی نعمت ہے، مال و اولاد نعمت ہے بلکہ کائنات کی ہر چیز بندوں کیلئے نعمت ہے۔ مگر ان ساری نعمتوں میں سے نعمت عظمیٰ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہے جو ساری نعمتوں کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (آل عمران ۱۶۴)

امام ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں وَهُوَ مِنْ اَعْظَمِ النِّعَمِ (تاویلات اھل السنۃ)۔ اور آپ ﷺ سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہیں۔

اور اس نعمت عظمیٰ کا تذکرہ اور چرچا کرنے کا حکم دیا گیا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (سورہ بقرہ: ۲۳۱)، ترجمہ: اور تم یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہے۔ یہاں نعمت سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (سورہ الضحیٰ)، ترجمہ: اور اپنے رب کریم کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجئے۔

اور حصول نعمت پر خوشی مناؤ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (سورہ یونس: ۵۷)، ترجمہ: اے حبیب آپ فرمائیے یہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل کے سبب سے ہے۔ سو اس کی وجہ سے مسلمان

خوشی منائیں۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مراد لیا گیا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وَبِرَحْمَتِهٖ میں رحمت سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء:۱۰۷)،ترجمہ:اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر۔

اور رحمت محسنین کے قریب ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (سورہ اعراف:۵۶)،ترجمہ:بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں کے۔

اللہ تعالیٰ کا سب پر احسان ہے کہ آپ سب کے لئے رسول ہیں لیکن فائدہ اہل ایمان اٹھاتے ہیں۔اس لئے علی المومنین (ایمانداروں پر) فرمایا اور علی الخلق (مخلوق پر) یا علی الناس (انسان پر) نہیں فرمایا۔علامہ ابو حیان محمد اندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۵ھ) لکھتے ہیں وخص المؤمنين لانهم هم المنتفعون ببعثه والظاهر عمومه (البحر المحیط، ج ۳،ص ۱۰۸)۔ایمانداروں کو خاص اس لئے خاص کیا کہ آپ کی بعثت سے اہل ایمان ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (سورہ آل عمران) ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان ایک شاندار رسول بھیجا۔

لفظ رَسُوْلٌ بمعنی مُرْسَلٌ ہے (اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے)۔اسی لئے ہم کلمہ شریف کے جزو دوم میں پڑھتے ہیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں)۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ لفظ رسول کی تعریف میں فرماتے ہیں وَالرَّسُوْلُ اِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَى الْخَلْقِ لِتَبْلِيْغِ الْاَحْكَامِ وَقَدْ يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْكِتَابُ (شرح عقائد نسفی،ص ۱۶)۔ترجمہ:اور رسول وہ (بے مثل) انسان ہے جس کو حق تعالیٰ مخلوق کی طرف احکام کی دعوت اسلام کے لئے بھیجتا ہے اور کبھی کتاب کی شرط بھی اس میں ہوتی ہے کہ صاحب کتاب ہو۔بعض کہتے ہیں رسول وہ ہوتا ہے جو نئی کتاب اور نئی شریعت لائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اسم رسول بڑی عظمت و بزرگی والا ہے۔قرآن مجید میں اس کا ذکر بکثرت آیا ہے۔چنانچہ قرآن مجید کی ۳۷ سورتوں میں ۱۳۷ جگہ لفظ رسول کا ذکر کیا گیا ہے۔اسی طرح اہل ایمان کی زبانوں پر بار بار آتا ہے۔اذان،اقامت ،نماز،کلمہ اور خطبات میں اس مبارک نام کا ورد کیا جاتا ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ کے رسول۔رَسُوْلُ الرَّاحَةِ راحت و آرام دینے والے رسول۔رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ مہربان رسول۔ رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ تلوار کے ساتھ جہاد کے واسطے بھیجے گئے رسول۔رَسُوْلٌ كَامِلٌ اکمل عظمت والے رسول۔

یہاں رسولًا سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔انہی کی تشریف آوری اور انہیں کا ذکر ہو رہا ہے۔اور لفظ رسول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صفاتی ناموں میں سے ایک عظیم الشان نام ہے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری لفظ رسول کے متعلق فرماتے ہیں وَتَنْكِيْرُ رَسُوْلٍ بِاَنَّهٗ يُشِيْرُ اِلٰى اَنَّهٗ رَسُوْلٌ عَظِيْمٌ تَفْخِيْمًا لِشَانِكُمْ وَتَائِيْدًا لِبُرْهَانِكُمْ (شرح شفاء، ج۱،ص ۳)۔اور لفظ رسول کو نکرہ لانے میں اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ بے شک وہ رسول عظمت والا ہے اور تم میں بڑی شان والا ہے۔اور تمہارے برہان کی تائید کے لئے ہے۔

رسولًا کے ماتحت صاحب روح المعانی لکھتے ہیں عظیم القدر جلیل الشان (روح المعانی، ج ۴،ص ۴۴۲)۔بڑی عظمت والا اور بڑی شان والا ہے۔

مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (انہی میں سے)۔اس کے معنی میں کئیں اقوال ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے

(۱) آپ انسانوں کی طرح انسان ہیں (مگر بے مثل ہیں)۔

(۲) آپ انسانوں سے ہیں تاکہ آپ سے لوگ شرف حاصل کریں۔تو یہی بندوں پر احسان ہے۔

(۳) انسانوں سے اس لئے بھیجے گئے ہیں تاکہ لوگ جان لیں اور ان پر آپ کا طریقہ مخفی نہ رہے۔

(۴) مِّنْ اَنْفُسِهِمْ کا معنی ہے انه واحد منهم وبشر مثلهم وانما امتاز عنهم بالوحی (تفسیر قرطبی ،ج ۲،ص ۶۱۰)۔کہ وہ ایک ان میں سے ہیں اور ان کی مثل انسان ہیں اور بے شک لوگوں سے بذریعہ وحی ممتاز ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (سورہ کہف:۱۱۰)،ترجمہ:فرمایئے میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح،وحی کی جاتی ہے میری طرف۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا (سورہ انعام:۹)،ترجمہ:اور اگر ہم نبی کو فرشتہ بناتے تو اسے مرد ہی کی شکل میں بناتے۔اس آیت میں انسانوں میں سے رسول مبعوث فرمانے کی حکمت بتائی جاتی ہے کہ حصول فیض میں آسانی ہو۔

امام ابومنصور محمد بن محمود ماتریدی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۳ھ) فرماتے ہیں المنة فیما بعث الرسل علیهم من البشر ولم یرسلهم من الملائکة ولا من الجن (تاویلات اہل سنت، ج۲، ص ۵۲۰)۔اس میں احسان جتلانے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس رسول انسانوں سے بھیجے گئے ہیں اور ان کی طرف فرشتوں اور جنوں سے کوئی رسول نہیں بھیجا گیا (اس میں انسانوں کی فضیلت ہے)۔

مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ کے ماتحت علامہ محمود الوسی لکھتے ہیں ای من نسبهم او من جنسهم عربیا مثلهم او من بنی ادم لاملکا ولا جنیا .الخ (روح المعانی، ج۳، ص ۴۴۲) کہ آپ ان کے نسب سے مبعوث کئے گئے یا ان کی جنس عرب سے یا قوم عرب سے یا بنو آدم سے مبعوث کئے گے۔فرشتوں اور جنات میں سے مبعوث نہیں کئے گئے۔

اور یہ مومنوں پر اس وجہ سے احسان ہے کہ آپ کسی اور جنس سے مبعوث کئے جاتے تو ایک جنس دوسری مختلف جنس سے متوحش اور متنفر ہوتی اور اس سے مانوس نہ ہوتی۔اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مومنوں کی جنس سے مبعوث کیا تو وہ آپ سے مانوس ہوئے اور ان کو آپ ﷺ سے وحشت نہیں ہوئی اور آپ سے فیض حاصل کرنا ان کے لئے آسان ہو گیا۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَاِمَّا لِیَفۡهَمَ کَلَامَهُ بِسُهُوۡلَةٍ وَیَفۡتَخِرُوۡا عَلٰی سَائِرِ اَصۡنَافِ نَوۡعِ بَنِیۡ اٰدَمَ (روح المعانی، ج۳، ص ۴۴۲)

علامہ ابوحیان محمد اندلسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں والمعنی من جنس من بنی ادم والامتنان بذلك لحصول الانس بکونه من الانس فیسهل التلقی منه وتزول الوحشة والنفرة الطبعیة التی بین الجنسین المختلفتین (بحر محیط، ج۳، ص ۱۰۸)۔اور معنی یہ ہے کہ آپ اولاد آدم سے ہیں اور اس کے ساتھ احسان ہے انس حاصل کرنے کے لئے۔آپ کا انسانوں کے ہونے کی وجہ سے ان سے تعلیم حاصل کرنا آسان ہوتا ہے اور وحشت، طبعی نفرت جو مختلف جنسوں کے درمیان ہو وہ دور ہو جاتی ہے۔

علامہ سعیدی مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے یہی واضح ہوتا ہے کہ آپ نوع انسان اور بشر سے مبعوث کئے گے ہیں اور یہی آپ کی حقیقت ہے لیکن استعداد وحی کے لحاظ سے آپ ﷺ عام انسانوں سے ممتاز ہیں (تبیان القرآن، ج۲، ص ۴۵۳)۔آپ خاص انسانوں سے بھی بے مثل انسان ہیں اور بے مثل بشر ہیں کیونکہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا رہا ہے اور آپ ﷺ کی وجہ سے ساری انسانیت کو شرف ملا ہے اور

بالخصوص مومنوں کو سب سے زیادہ نفع حاصل ہوا ہے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں عرض کیا رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ (سورہ بقرہ:۱۲۹)، ترجمہ: اے ہمارے رب اور بھیج ان میں سے ایک شاندار رسول۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِیۡکُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡکُمۡ (سورہ بقرہ:۱۵۱)۔ترجمہ: جیسے ہم نے بھیجا تم میں ایک (شاندار) رسول تم میں سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ (سورہ توبہ:۱۲۸)، ترجمہ: بیشک آیا تمہارے پاس ایک (شاندار) رسول تم میں سے۔

سورۃ الجمعہ میں فرمایا هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ (سورہ جمعہ:۲)، ترجمہ: وہ وہی اللہ ہے جس نے امّیین میں ایک رسول ان میں سے بھیجا۔ان سب آیات کا مفہوم ایک ہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ انسانوں میں سے انسانوں کی طرف رسول بن کر تشریف لائے تا کہ انسان آپ سے فیض حاصل کر سکیں۔صاحب تاویلات نجمیہ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ (سورہ توبہ:۱۲۸) کی تفسیر میں لکھتے ہیں فِی الۡبَشَرِیَّةِ وَهٰذَا تَسۡکِیۡنُ الۡعَوَامِ لِئَلَّا یَنۡفِرُوۡا لِعَنَّهُ لَا وَیَمۡتَنِعُوۡنَ مِنۡ مُتَابَعَتِهٖ وَیَقُوۡلُوۡا لَا طَاقَةَ بِمُتَابَعَتِهٖ لِاَنَّهُ لَیۡسَ مِنۡ جِنۡسِنَا فِی الۡبَشَرِیَّةِ نَظِیۡرُهُ قَوۡلُهُ تَعَالٰی قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ (سورہ الکھف:۱۱۰) (التاویلات النجمیہ، ج۳، ص ۲۱۴)

عقائد نسفی میں ہے وَقَدۡ اَرۡسَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی رُسُلًا مِّنَ الۡبَشَرِ اِلَی الۡبَشَرِ ۔ترجمہ: اور بے شک اللہ تعالیٰ نے رسول انسانوں سے انسانوں کی طرف بھیجے ہیں۔امام قاضی عیاض فرماتے ہیں فَمُحَمَّدٌ ﷺ وَسَائِرُ الۡاَنۡبِیَاءِ مِنَ الۡبَشَرِ اُرۡسِلُوۡا اِلَی الۡبَشَرِ وَلَوۡلَا ذٰلِكَ لَمَا اَطَاقَ النَّاسُ مُقَاوَمَتَهُمۡ وَالۡقَبُوۡلَ عَنۡهُمۡ وَمُخَاطَبَتَهُمۡ (الشفاء، ص ۶۰۳)۔تو حضرت محمد ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام بشر (انسان تھے) اور انسانوں کی طرف بھیجے گئے تھے۔اگر ایسا نہ ہوتا (یعنی وہ انسان نہ ہوتے) تو وہ لوگ ان سے مقابلہ نہ کر سکتے تھے اور نہ ان کی باتیں قبول کرتے اور نہ ان سے ملتے۔سب انبیاء الرسل انسان ہیں مگر عام انسانوں کی طرح ہرگز نہیں۔بلکہ وہ بے مثل انسان ہیں

نبیوں اور رسولوں کی دو جہتیں: کیونکہ انبیاء علیہم السلام اجسام اور ظاہر کے اعتبار سے انسانوں کے مشابہت

ہوتے ہیں اورارواح اور باطن کے اعتبار سے فرشتوں سے مشابہت رکھتے ہیں (بلکہ ان سے بھی افضل)۔امام قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں فَجُعِلُوْا مِنْ جِهَةِ الْاَجْسَامِ وَالظَّوَاهِرِ مَعَ الْبَشَرِ وَمِنْ جِهَةِ الْاَرْوَاحِ وَالْبَوَاطِنِ مَعَ الْمَلٰئِكَةِ (شفاء)۔تو اجسام وظواہر کے اعتبار سے انسانوں کے ساتھ (انسان) ہیں اور ارواح اور باطن لحاظ سے فرشتوں کے ساتھ ہیں۔

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں پس انبیاء علیہم السلام کے ظاہری اعضاء اجسام اور تخلیق انسانی بشری اوصاف سے متصف ہوتے ہیں اور ان پر وہ تمام باتیں طاری ہوتی ہیں جو انسانی عوارضات کیلئے خاص ہیں۔مثلاً بیماریاں، موت، فناوغیرہ۔ لیکن ان کی ارواح قدسیہ اور باطنی کیفیات انسانیت کی ان اعلیٰ درجہ کی صفات پر فائز ہوتی ہیں جو ملاء اعلیٰ سے متعلق ہوتی ہیں اور وہ صفات فرشتوں کے ساتھ مشابہ ہوتی ہیں۔جو ہر قسم کے تغیر و آفات سے منزہ محفوظ ہیں۔اکثر حالات میں بشری کمزوریاں اور انسانی ناطاقتی ان تک پہنچ ہی نہیں سکتیں کیونکہ اگر ان کا باطن بھی ان کے ظاہری انسانی اعضاء کی طرح خالص ہوتا تو یقیناً وہ ملائکہ سے (وحی) لینے، ان کو دیکھنے، ان سے کلام کرنے اور ان سے میل جول (دوستی وانس) کی طاقت نہ رکھتے جس طرح دوسرے عام انسان و بشر اس کی طاقت نہیں رکھتے۔اور اگر ان کے اجسام اور ظاہری حالات ملائکہ پر انسانی صفات کے خلاف ہوتے تو ہرگز انسان و بشر اور وہ لوگ جن کی طرف انہیں بھیجا گیا ہے ان سے ملنے جلنے کی طاقت نہ رکھتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں پہلے گزر چکا ہے۔تو وہ اپنی ظاہری حالت اور اجسام کے لحاظ سے تو بشر و انسان کے مشابہ ہیں لیکن اپنی باطنی حالت اور ارواح کے لحاظ سے ملائکہ کے ساتھ ملتے ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل (دوست) بناتا تو یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میں خلیل و دوست بناتا لیکن یہ اسلامی بھائی ہے۔تمہارا مصاحب رحمٰن کا خلیل ہے۔اور فرمایا کہ میری آنکھیں تو سوتی ہیں مگر میرا دل بیدار رہتا ہے۔اور فرمایا کہ میں ہرگز تم جیسا نہیں ہوں مجھے تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے (صحیح بخاری کتاب الصیام، ج ۳،ص ۳۳۔صحیح مسلم کتاب الصیام، ج ۲،ص ۷۷۴)۔لہٰذا (ثابت ہوا کہ) ان حضرات انبیاء علیہم السلام کی باطنی حالت (انسانی، بشری حالت سے) پاک ومنزہ اور ہر عیب ونقص اور علتوں سے مبرا ہے (الشفاء، ج۱)

اور اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی چار صفتیں بیان کی گئی ہیں: تلاوت آیات، تذکیہ نفوس، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت۔یعنی آیتیں پڑھ کر سنانا اور مخلوق کو پاک فرمانا اور قرآن سکھنا اور حدیث شریف کی تعلیم دینا۔انہی کو فرائض نبوت

بھی کہتے ہیں۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں فَالْاَنْبِيَاءُ وَالرُّسُلُ عَلَيْهِمْ وَسَائِطُ بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَبَيْنَ خَلْقِهٖ (الشفاء)۔تو انبیاء اور رسل علیہم السلام اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔اور نبی کریم ﷺ سب کا اور سب سے بڑا واسطہ اور وسیلہ ہیں۔آپ ﷺ کے واسطہ کے بغیر کوئی مومن نہیں ہوسکتا اور نہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہیں۔

جمہور قراء نے اَنْفُسِهِمْ کی فا پر پیش پڑھا ہے جو نفس (جان، روح) کی جمع ہے۔

بعض نے اَنْفَسِهِمْ کی فا پر زبر سے پڑھا ہے جو نفاسة (بہترین) سے ہے۔والشی نفیس (بہترین چیز) چونکہ آپ بہترین اور افضل ترین خاندان میں پیدا ہوئے ہیں اور آپ کے خاندان کی شرافت اور بزرگی واضح ہے۔

تفسیر روح المانی میں ہے مِنْ اَنْفَسِهِمْ بِفَتْحِ الْفَاءِ اَیْ مِنْ اَشْرَفِهِمْ لانه ﷺ مِنْ اَشْرَفِ الْقَبَائِلِ وَبُطُوْنِهَا (ج ۴،ص ۴۴۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (سورہ الحجر ۲۶،۲۷)، ترجمہ: بلاشبہ ہم نے پیدا کیا انسان کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے جو پہلے سیاہ بد بودار گارا تھی۔اور جنوں کو ہم نے پیدا فرمایا اس سے پہلے ایسی آگ سے جس میں دھواں نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (سورہ الرحمٰن ۱۴۔۱۶)، ترجمہ: پیدا فرمایا انسان کو بجنے والی مٹی سے ٹھیکری کی مانند اور پیدا کیا جان کو آگ کے خالص شعلے سے۔پس (اے انس وجاں) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ وَخُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ (مشکوٰۃ ص ۵۰۶ بحوالہ مسلم)۔ترجمہ: فرشتوں کی تخلیق نور سے کی گئی اور جنات کی تخلیق آگ کے شعلوں سے کی گئی جس میں دھواں ملا ہوتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جو بتادی گئی یعنی مٹی سے۔قرآن مجید میں بغیر کسی استثناء کے انسانی پیدائش کے مدارج سورہ مومنون، سورہ حج اور دیگر سورتوں میں بیان کئے گئے ہیں۔اور آپ کی ولادت باسعادت بھی دوسرے نبیوں اور رسولوں کی طرح

ہے مگر آپ ﷺ کی بہت سی خصوصیات ہیں جو آپ ﷺ کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں اس لئے کہ آپ خاتم النبیین، رحمت العالمین، سید المرسلین، شافع یوم الدین، صاحب قرآن، صاحب اسراء ومعراج، امام الانبیاء، جامع علوم الاولین والآخرین اور بے مثل ہیں۔ اور اولیاء کاملین کا کشف صحیح کتاب وسنت کے منافی نہیں ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی پیدائش عام مخلوق کی طرح نہ ہونا بھی آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ لہٰذا اللہ اور رسول کے ارشاد بھی برحق ہیں اور صوفیاء کاملین کا الہام اور کشف بھی سچا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا (سورہ اسراء: ۹۳)۔

ترجمہ: آپ فرمائیے، پاک ہے میرا رب۔ نہیں ہوں میں مگر بشر رسول۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ (سورہ الکہف: ۱۱۰)، ترجمہ: آپ ﷺ فرمائیے کہ میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح، وحی کی جاتی ہے میری طرف۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ الشفاء میں فرماتے ہیں فمحمد ﷺ وسائر الانبیاء من البشر ارسلوا الی البشر ولولا ذلك لما اطاق الناس مقاومتهم والقبول عنهم ومخاطبتهم۔ قال الله تعالىٰ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا (سورۃ انعام آیت ۹)۔ کہ حضور نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام انسان تھے اور انسانوں کی طرف انہیں بھیجا گیا تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو لوگ ان سے جنگ وجدال کی طاقت نہ رکھتے اور نہ وہ ان کی ہدایتیں قبول کرتے اور ان کی جانب توجہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا (سورہ الانعام: ۹)۔ ترجمہ: اور اگر ہم بناتے کسی فرشتہ کو نبی تو بناتے اس کو انسان (کی شکل میں) یعنی وہ فرشتہ بھی انسانوں ہی کی صورت میں ہوتا تاکہ تم اس سے مل جل سکتے کیونکہ تم فرشتے سے جنگ وجدال، سرور انس ومیلان اور فرشتے کی اپنی صورت دیکھنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُل لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا (سورہ الاسراء: ۹۵)۔ ترجمہ: فرمائیے اگر ہوتے زمین میں (انسانوں کی بجائے) فرشتے جو اس پر چلتے (اور اس میں) سکونت اختیار کرتے تو ہم (ان کی ہدایت کیلئے) ان پر اتارتے آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بنا کر۔

فرائض نبوت: (۱) تلاوت آیات: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ (سورہ جمعہ: ۲)، ترجمہ: ان پر اللہ کی آیتیں پڑھتے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرماتا ہے يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا (سورہ قصص: ۵۹)۔

ترجمہ: وہ ان پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتے ہیں۔ اور جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی اس میں ہے يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ۔ ترجمہ: اور وہ (رسول) ان پر تیری آیتیں پڑھیں۔ تلاوت آیات سے مراد قرآن کریم پڑھ کر سنانا ہے۔ آپ نے مخلوق میں سے کسی سے نہیں پڑھا تھا اس کے باوجود تلاوت آیات فرماتے تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب علوم عطاء فرمائے تھے۔ الرَّحْمَٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ۔ ترجمہ: رحمان نے قرآن سکھایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (سورہ نساء: ۱۱۳)، ترجمہ: اللہ نے آپ ﷺ کو سکھایا جو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے اور آپ ﷺ پر اللہ کا فضل بڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تلاوتِ آیات کا حکم دیا اور وحی کا آغاز ہی تلاوتِ قرآن سے ہوا۔

(۱) اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (سورہ علق) ترجمہ: اپنے رب کے نام سے پڑھئے جس نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا

(۲) اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَ۔ ترجمہ: آپ ﷺ تلاوت کریں اس کتاب کی جو آپ ﷺ کی طرف وحی کی گئی ہے۔

(۳) وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ (سورہ نمل ۹۲) ترجمہ: اور (مجھے حکم دیا گیا ہے) کہ میں قرآن کی تلاوت کروں

(۴) وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (مزمل ۴) ترجمہ: اور خوب ٹھہر ٹھہر کر (قرآن) پڑھو۔

اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کے مطابق رسول اکرم ﷺ قرآن کریم کی خوب تلاوت فرماتے رہے۔ مکی و مدنی زندگی میں ہر موقع پر قرآن کریم کی آیات کو تلاوت فرمایا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کی شان میں فرماتے ہیں يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ۔ وہ ان پر اس کی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں۔

آپ نے ۲۳ برس تک تلاوت آیات کا سلسلہ سفر وحضر اور مکی اور مدنی دور میں جاری رکھا اور یہ کام سب سے مشکل تھا۔ کافر شور مچاتے تھے اور قرآن سننے سے بھاگتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے چاہا کہ خدمت اسلام میں وہ کام کریں جو سخت مشکل ہو۔ مسلمانوں نے بتایا کہ سب سے مشکل کام قریش کو قرآن سنانا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ دھُن کے پکے تھے۔ قریش کے مجمع میں پہنچے اور تلاوتِ قرآن شروع کردی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو ان کا سارا بدن لہولہان تھا اور زخموں نے چہرہ کو بے پہچان بنا دیا تھا۔ اس واقع سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ لوگوں کو آیاتِ قرآنیہ کا پڑھ کر سنانا کتنا مشکل کام تھا۔ اور نبی کریم ﷺ روز اسی کام میں لگے رہتے تھے۔ آبادی مکہ کے اندر ہر ایک مجمع میں پہنچتے تھے اور قرآن سناتے تھے۔ ہر شخص کو تنہائی میں ملتے اور اُسے پیام الٰہی پہنچاتے تھے۔ آبادی سے باہر بھی جتنے رستے آنے جانے والوں کے تھے ان سب پر دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں حضور ﷺ جا پہنچتے تھے اور قرآن کی تلاوت سے آنے جانے والوں کے کانوں میں حکمِ الٰہی ڈالتے تھے (رحمۃ العلمین ، ص ۵، ج ۳)

(۲) تزکیہ نفوس: وَيُزَكِّيهِمْ ۔ ترجمہ: اور آپ انہیں پاک فرماتے ہیں۔ ان کے نفوس کو ظاہری گندیوں اور باطن کی پلیدیوں سے یعنی کفر وشرک سے پاک کرتے تھے۔ توحید وایمان کی طرف دعوت دیتے تھے۔ آپ اپنے دیدار پاک سے مشرف فرماتے اور نگاہ کرم سے توجہ فرماتے اور ظاہر و باطن کو پاک کرتے۔ سب سے پہلے جن کے نفوس کو پاک کیا گیا اور ویز کیھم میں جن کے پاک کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ صحابہ اکرام تھے کیونکہ وہ سب سے پہلے مخاطب تھے۔ اسی لئے صحابہ اکرام کا درجہ تمام نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے اونچا ہے۔ زکی کا معنی ہے پاک اور صاف کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (سورۃ الشمس:۹)۔ ترجمہ: بیشک کامیاب ہوا جس نے اپنے آپ کو پاک کیا۔ تو نبی ﷺ امت کے لئے مزکی (پاک کرنے والے) تھے۔

(۳) تعلیم کتاب: آپ انہیں کتاب سکھاتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (سورہ النحل: ۴۴)، ترجمہ: تاکہ آپ اس قرآن کو بیان کریں لوگوں کے لئے جو ان کی طرف اتارا گیا ہے۔

(۴) تعلیم حکمت: چوتھی صفت یا چوتھا مرتبہ حکمت ودانائی کی تعلیم دینا ہے جس میں آپ اسرار، رموز، احکام، علل، اسباب، مصلحتیں اور محاسن شریعہ سکھاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ نساء: ۱۱۳)۔ اور اتاری اللہ نے آپ ﷺ پر کتاب اور حکمت۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (سورہ بقرہ:۲۶۹)، ترجمہ: عطا فرماتا ہے دانائی جسے چاہتا ہے اور جسے دی گئی دانائی تو یقیناً اس سے بہت بھلائی دی گئی۔

حضرت لقمان حکیم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ (سورہ لقمان:۱۲)، ترجمہ: اور ہم نے عطاء فرمائی لقمان کو حکمت اور دانائی۔

حدیث میں ہے كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ إِذَا وَجَدَهَا أَخَذَهَا ۔ ترجمہ: دانائی کی بات مؤمن کی گمشدہ ہے۔ جہاں اس کو پائے اس کو حاصل کرے۔ یہاں حکمت سے مراد حدیث (سنت) ہے۔ ایک علم حکمت ہے جس کو علم فلسفہ کہتے ہیں جس کے متعدد شعبے ہیں جس کا ذکر ہدایت الحکمت میبذی شمس بازغہ وغیرہ کتب میں کیا گیا ہے۔ خیال رہے کہ سورہ بقرہ کی آیت میں ایک پانچویں صفت بیان کی ہے وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (سورہ بقرہ: ۱۵۱)۔ ترجمہ: اور تمہیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ اس میں ان احوال کا بیان ہے جو قیامت تک آنے والے تھے وہ سب آپ نے بیان کردیئے۔

خالی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا ☆ وہ راز ایک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (سورہ جمعہ:۲)۔ ترجمہ: اگرچہ لوگ آپ کی تشریف آوری سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

مولانا امیر علی لکھتے ہیں کہ عرب زمانہء جہالت میں بےعلم و بےعقل محض خانہ بدوشی وکشت وخون وفسق وفجور و بت پرستی میں سرگرداں تھے۔ گمراہی کی تاریکی سے ساری دنیا اندھیری تھی۔ عالم اس کے نورانی چہرہ کی وجہ سے نور الانور ہوگیا۔ تو رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا اور اعلیٰ معجزہ یہ ہے کہ آپ نے ان کو اپنے دیدار و ہدایت سے تمام جہاں کا پیشوا بنا دیا۔ شیخ روزبھان شیرازی نے عرائس البیان میں لکھا کہ آنحضرت ﷺ حق عزوجل کا آئینہ تھے کہ اپنے دیدار جلال و جمال سے مومنین وصدیقین کے واسطے تجلی حق فرماتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ایسے پاک نبی ﷺ بھیجنے سے احسان رکھا کہ اس کی تجلی التباسی سے جناب حق عزوجل تک ان کو وصول ہوا اور اگر بغیر اس کے بندوں پر تجلی صفت ہوتی تو سب کے سب اول ہی سطوت عظمت میں جل جاتے۔ پس اپنی رحمت سے اس کو واسطہ تجلی کر دیا اور یہ تجلی محل التباس میں تھی کہ آنکھوں والوں کے واسطے اپنے نفس (ذات) کو ظاہر کر دیا۔

پھر مومنوں پر کون سی نعمت اس سے بڑھ کر ہوگی کہ نبی ﷺ کے مانند ان کا سردار بنایا۔ وہ خلق کے واسطے جمال حق دیکھنے کا آئینہ ہے۔ وہی ان کو اللہ عزوجل کے اسماء صفات تک پہنچاتا ہے اور وہی ان کو ہلاک ہونے کی جگہوں سے نجات پانے کی جگہیں بتلاتا ہے۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا بڑا احسان اس کی مخلوق پر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو درمیان میں واسطہ کر دیا تا کہ ان کے وسیلہ سے اس تک پہنچ جائیں اور اگر اپنی صفات میں سے کوئی ذرہ ان پر ظاہر فرماتا تو سب کے سب سوختہ ہو جاتے اور راہ سے گمراہ ہو جاتے سوائے ان بعض کے جو ازل میں محفوظ رکھے گئے تھے (تفسیر مواہب الرحمن، ج ۲، ص ۱۰۰ بحوالہ تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، ج ۱، ص ۱۰۲)۔ نیز لکھتے ہیں کہ کوئی شک نہیں کہ حضرت ﷺ کے دیدار پاک سے ان لوگوں کو جن کی ارواح اللہ عزوجل نے پاک رکھی تھیں ایک نظر میں جو کچھ حاصل ہو جاتا تھا آج وہ کسی ولی وقطب کو تمام عمر بلکہ لاکھوں برس عمر ہو تو بھی میسر نہیں آتا ہے کیونکہ یہ آئینہ (چہرہ مصطفی ﷺ) کہاں سے لائیں گے اور جو روحیں نور سے محروم رہی تھیں وہ اس قدر جلتی تھیں جس قدر نورانی روحیں آپ ﷺ کو محبوب رکھتی تھیں اور یہ امر قیامت تک برابر جاری ہی سمجھو۔ یہاں سے تجھے یقین ہونا چاہیئے کہ توحید باری تعالیٰ کیونکر حاصل ہوتی ہے۔ اور مترجم نے جو جابجا لکھا ہے کہ بغیر حضرت سید عالم ﷺ کے واسطے کا ہرگز کوئی موحد نہ ہوگا اگرچہ زبان و دل سے یہ کہتا جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کو واحد جانتا ہوں اس واسطے کہ صفات حق عزوجل کو کوئی آدمی اپنی عقل سے نہیں پا سکتا ہے الاّ جیسا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا حالانکہ وحدانیت باری تعالیٰ ظاہر و باہر ہے۔ اس مقام میں خوب تامل کرنا چاہئے اور وہم کی پیروی نہ کرنی چاہیے (تفسیر مواہب الرحمن، ج ۲، ص ۱۰۰)۔ چونکہ سب کو ہدایت نبی کریم ﷺ سے حاصل ہوئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ بطور احسان فرماتا ہے وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (سورہ آل عمران: ۱۰۳)، ترجمہ: اور یاد کرو اللہ کی وہ نعمت جو اس نے تم پر فرمائی جب کہ تم تھے آپس

میں دشمن۔ پس اس نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں تو تم اس کے احسان سے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم کھڑے تھے دوزخ کے گھڑے کے کنارے پر تو اس نے بچا لیا تمہیں اس میں گرنے سے یعنی رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے تم کو دوزخ میں جانے سے بچا لیا (تفسیر سمرقندی)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

بدخلق جو تھے وہ نیک ہوئے — لڑتے تھے ہمیشہ جو ایک ہوئے
جھگڑے تو نے آ کر مٹا دئے — تیری فہم وذکاء کا کیا کہنا
ایک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا — خاک کے ذروں کو ہم دوش ثریا کر دیا
خود جو نہ تھے راہ پر اور کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورہ توبہ: ۱۲۸)۔ ترجمہ: بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے۔ گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا۔ بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا، مؤمنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔ اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا مع چند اوصاف حمیدہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ کفار رسول اللہ ﷺ کی ہمیشہ سے صفات عالیہ کے منکر رہے اور منکر ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو لام اور قد تاکید سے یعنی دو تاکیدوں سے شروع فرمایا۔ جہاں انکار کرنے والے سخت ہوں وہاں تاکیدیں بھی زیادہ قوی لائی جاتی ہیں۔ نیز نبی ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے کے بارے میں تین صیغے فرمائے گئے ہیں (۱) جَآءَ (وہ تشریف لائے)۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (مائدہ ۱۵) ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا۔ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وغیرہ آیات میں جَآءَ (آیا ہے) (۲) اَرْسَلَ (اس نے بھیجا) هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ (سورہ توبہ، فتح، صف وغیرہ)، ترجمہ: وہی اللہ جس نے اپنے رسول کو بھیجا ہدایت اور دین حق کے ساتھ (۳) بَعَثَ (اس نے مبعوث فرمایا) اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔ ترجمہ: جب اللہ نے ان میں ایک رسول بھیجا۔

مِنْ اَنْفُسِكُمْ تم میں سے ہیں اور تمہاری جنس سے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نہ فرشتہ ہیں اور نہ جن ہیں۔ بلکہ بے مثل

انسان ہیں جیسا کہ دیگر رسول بے مثل انسان تھے یعنی رسول مکرم ﷺ تم میں سے ہیں۔ کسی اور مخلوق اور نوع سے نہیں جیسا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے دعا میں فرمایا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ ۔ ترجمہ: اے اللہ بھیج ان میں ایک شاندار رسول انہی میں سے۔

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔ عزیز (شاق گزرنا، ناگوار گزرنا) علیه (آپ ﷺ پر) ما عنتم (تمہارا دکھ میں پڑنا، ما زائد مصدریہ)۔

قتبی نے کہا کہ وہ چیز رسول اللہ ﷺ پر شاق ہے جو تم کو دشواری میں ڈال دے اور تم کو دکھ پہنچائے۔ اس صورت میں ما موصولہ ہوگا (مظہری)۔ عنتم، عنت سے بنا ہے بمعنی مشقت و تکلیف۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ (سورہ بقرہ ۲۲۰)۔ ترجمہ: اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ یعنی تمہاری تکلیف سے نبی ﷺ کو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ تمہارے درد کو وہ اپنا درد سمجھتے ہیں۔

واضح ہوا کہ نبی ﷺ کی یہ صفت کفار اور مؤمنین دونوں کے حق میں تھی۔ اسی لئے کسی شاعر نے کہا ہے

خنجر چلے کسی پر تڑپتے ہیں ہم امیر — سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

نبی کریم ﷺ کو بہت ہی رنج ہوتا تھا کہ یہ لوگ ایمان لا کر عذاب دائمی سے کیوں نہیں بچنا چاہتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ (سورہ فاطر ۸)۔ ترجمہ: پس نہ گلے آپ کی جان ان کے لئے فرط غم سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ (سورہ یس ۷۶)، ترجمہ: آپ کو ان کی باتیں غمگین نہ کریں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ (سورہ نحل: ۱۲۷)، ترجمہ: تو آپ ان پر غم نہ کھائیں۔

معراج کی رات کو جب پچاس نمازیں فرض ہوئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ سے فرمایا إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ کہ آپ کی امت میں اتنی عبادت کی طاقت نہیں۔ تو آپ نے تخفیفِ صلوٰۃ کی خاطر رجوع الی اللہ فرمایا یہاں تک کہ پچاس سے پانچ رہ گئیں۔ اس لئے فرمایا عزیز علیه ما عنتم۔

غزوہ بدر کے قیدیوں کی تکلیف برداشت نہ ہوسکی۔ ۱۳ سال تک ایذا دینے والوں پر شفقت فرمائی۔

عزیز علیه ان پر دشوار ہے ان تدخلو النار تمہارا دوزخ میں داخل ہونا کہ آپ ہرگز یہ پسند نہیں فرماتے کہ تم

دوزخ میں ڈالے جاؤ۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ۔ ترجمہ: میں آسان دین لے کر آیا ہوں۔ نیز صحیح حدیث میں ہے ان الدین یسر (ابن کثیر)۔ ترجمہ: بے شک دین آسان ہے۔ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اپنی امت کے لئے آسانی چاہتے تھے کہ میری امت کہیں مشقت میں نہ پڑ جائے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ۔ تم پر حرص کرنے والے ہیں یعنی تمہاری بھلائی کے خواہشمند اور بہت چاہنے والے ہیں۔ وہ یہ کہ تم جنت میں داخل ہو جاو۔ جب حرص کا استعمال علی کے صلہ سے کیا جاتا ہے تو اس کے معنی شدت طلب ہوتے ہیں۔ آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ ہمارا نبی ﷺ تم لوگوں کی نفع رسانی کا کمال درجہ طالب و شائق ہے۔ سورہ یوسف میں ہے وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ۔ ترجمہ: بہت لوگ ہیں جو ایمان نہ لائیں گے اگرچہ تجھ کو ان کے ایمان کے لے آنے کی بڑی چاہت ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بل المراد حریص علی ایصال الخیرات الیکم فی الدنیا والاخرة۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ تمہیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کرنے کے خواہشمند ہیں۔ شرح شفاء میں ہے أَنْ تُؤْمِنُوا كُلُّكُمْ۔ آپ کو یہی تمنا ہے کہ تم سب ایمان لاؤ۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ای علی هدایتکم ووصول النفع الدینوی والاخروی الیکم (تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۲۴۱)

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ایمانداروں پر شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔ یہاں آپ کی چوتھی اور پانچویں دو صفتیں بیان ہوئی ہیں۔ اور یہی دونوں صفتیں حق تعالیٰ کی بھی ہیں۔ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ بے شک اللہ تعالیٰ انسانوں پر بہت شفقت فرمانے والا مہربان ہے۔ نبی کریم ﷺ رؤف رحیم ایمانداروں پر ہیں اور اللہ تعالیٰ سب انسانوں پر رؤف رحیم ہیں۔ مگر دوسری آیت میں فرمایا آپ تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں۔ چونکہ ایمانداروں پر رسول اللہ ﷺ کی خصوصی رحمت ہے اس لئے فرمایا بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ کہ آپ ایمانداروں پر بڑے مشفق و مہربان ہیں۔ لیکن آپ کی عام رحمت تو سب پر ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے محبوب کی شان میں فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (انبیاء

۱۰۷) ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر۔ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی رحمت عامہ کا ذکر ہے۔ یعنی آپ کی عام رحمت سب کیلئے ہے اور خاص رحمت ایمانداروں کیلئے ہے۔ لہٰذا دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

دنیا میں کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں ہوا جس کو یہ دو نام عطا ہوئے ہوں۔ ایک رؤف (بہت پیار کرنے والا اور شفقت کرنے والا)۔ اور دوسرا رحیم (ہمیشہ مہربانی کرنے والا)۔ اسی طرح اور بھی اسماء مبارکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرح ہیں یا ان سے مشتق ہیں۔ غرضیکہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی شان میں فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ، اسی طرح اپنے رسول ﷺ کی شان میں فرمایا ہے بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی شان میں فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی شان میں بھی فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (انبیاء ۱۰۷)۔ ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔ اور آپ کی اس رحمت عامہ کا فائدہ ساری مخلوق کو ہوا ہے۔

حضرت امام رازی رحمہ اللہ کے ارشاد کے مطابق اس آیت میں رسول اللہ کی پانچ صفتیں بیان ہوئی ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے (۱) من انفسکم (۲) عزیز علیہ ماعنتم (۳) حریص علیکم (۴) رؤف (۵) رحیم۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی طرح دیگر آیات میں بھی آپ کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

آفتاب نبوت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (سورہ احزاب ۴۶) ترجمہ: اور چمکا دینے والا آفتاب۔

جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، قائد الغر المحجلین ﷺ کو رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ اور نُوْرٌ فرمایا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو سِرَاجًا مُّنِیْرًا بھی فرمایا ہے۔

سراج کے دو معنی ہیں (۱) چراغ (۲) آفتاب (سورج)، سراج کی صفت۔

منیر (روشنی دینے والا) ہے۔ چونکہ نبی ﷺ خود بھی روشن ہیں اور دوسروں کو بھی روشنی دینے والے ہیں، خود بھی چمکنے

والے ہیں اور دوسروں کو بھی چمکانے والے تھے۔ اس لئے امام اھل سنت کیا خوب فرماتے ہے

چمک تجھ سے پاتے ہے سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

سراج، چراغ، دیا مجازاً آفتاب اور ہر روشن چیز کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے (لغات القرآن، ج ۳ ص ۱۹۹) سراج منیر محاورہ عرب میں آفتاب کو کہتے ہیں (حقانی)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا (سورہ فرقان: ۶۱) اور ان میں چراغ رکھا اور چمکتا چاند۔ (کنز الایمان) یہاں قمر کی صفت منیرا ہے نہ کہ سورج کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (سورہ نوح: ۱۶)، ترجمہ: اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ (کنز الایمان)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (سورہ نباء: ۱۱)، ترجمہ: اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا (کنز الایمان)۔ یعنی تین آیات میں لفظ سراج کا معنی چراغ کیا ہے اور سورہ احزاب کی آیت میں سراج کا معنی آفتاب (سورج) کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ سراجا کے معنی چراغ اور سورج دونوں ہو سکتے ہیں اس لئے نبی کریم ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے وسراجا منیرا فرمایا ہے کہ آپ آفتاب نبوت ہیں۔ دنیا، قبر اور حشر کو چمکا دینے والا ہے جبکہ اسمان کا سورج صرف دنیا کو روشن کرتا ہے۔ اور لفظ سراجا منیرا نبی کریم ﷺ کے لئے ہی استعمال ہوا ہے۔

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادہ بادی سراج کی تفسیر میں فرماتے ہیں جیسا کہ سراج کا ترجمہ آفتاب قرآن کریم کے بالکل مطابق ہے کہ اس میں آفتاب کو سراج فرمایا گیا ہے جیسا کہ سورہ نوح میں جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔ اور آخر پارہ کی پہلی سورت میں ہے وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا اور درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نور نبوت نے پہنچائی اور کفر و شرک کے ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خلق کیلئے معرفت و توحید الٰہی تک پہونچنے کی راہیں روشن واضح کر دیں اور ضلالت کی وادی تاریک میں راہ گم کرنیوالوں کو اپنے انوار ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نور نبوت سے ضمائر اور ابصار اور قلوب و ارواح کو منور کیا۔ حقیقت میں آپ ﷺ کا وجود مبارک ایسا آفتاب عالم تاب ہے جس نے ہزارھا آفتاب بنا دیئے اس لئے اس کی صفت میں ارشاد فرمایا گیا (خزائن العرفان، ص ۶۱۴)

علامہ ناصر الدین عبداللہ قاضی بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) فرماتے ہیں یُسْتَضَاءُ بِهٖ عَنْ ظُلُمَاتِ الْجَهَالَةِ

وَيُقْتَبَسُ مِنْ نُوْرِهٖ اَنْوَارُ الْبَصَائِرِ (تفسیر بیضاوی مع حاشیہ قونوی، ج ۱۵، ص ۳۸۱)

علامہ مصلح الدین مصطفی رومی (متوفی ۸۸۰ھ) لکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے آپ کو روشن کرنیوالا آفتاب بنا کر بھیجا بایں طریق کہ ہم نے آپ ﷺ کے ذریعہ شرک و جہالت کی اندھیروں اور تاریکیوں کو دور کر دیا اور گمراہ لوگوں نے آپ ﷺ کے نور نبوت سے ایسی ہدایت پائی جیسے رات کی تاریکیوں کو روشن چراغ دور کرتا ہے اور آپ کے ذریعہ دسے ہدایت وتقوی حاصل کرتا ہے۔ آپ کے ارشاد کے نور سے آنکھوں کو انوار جیسی قوت حاصل ہوتی چراغ کی روشنی سے آنکھوں کے انوار منور ہوتے ہیں (حاشیہ بیضاوی علی حاشیہ قونوی، ج ۱۵، ص ۳۸۱)

علامہ محمد بن علی الشوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں ای يُسْتَضَاءُ بِهٖ فِيْ ظُلَمِ الضَّلَالَةِ كَمَا يُسْتَضَاءُ الْمِصْبَاحُ فِي الظُّلْمَةِ قَالَ الزَّجَّاجُ (فتح القدیر، ج ۴، ص ۳۸۰)

جس طرح چراغ سے تاریکی دور ہو جاتی ہے اور جہاں وہ جلتا ہے وہ جگہ اس کی روشنی و نور سے روشن و منور ہو جاتی ہے اسی طرح جب چراغ وجود محمدی ﷺ دنیا میں روشن ہوا تو اس کے نور سے کفر و شرک دور ہو گیا اور تمام عالم نور ایمان و عرفان سے روشن و منور ہو گیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج (چراغ) فرمایا ہے۔

چراغ روشن از نور خدائی　　　جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

حسن محمدی ﷺ: حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ حسن محمدی ﷺ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں لَمْ اَرَ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ (مشکوۃ شریف، ص ۵۱۶)۔ ترجمہ: میں نے آپ سے زیادہ کبھی کسی چیز کو حسین نہیں دیکھا۔ یعنی آپ تمام مخلوقات سے زیادہ حسین وجمیل ہیں۔

حضرت حسان فرماتے ہیں

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ　　　وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ　　　كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

(دیوان حسان ص ۲۱)

ترجمہ: آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی دیکھا نہیں اور آپ سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے جنا نہیں۔ آپ کو ہر

عیب سے بری پیدا کیا گیا۔ آپ کی تخلیق گویا آپ کی مرضی اور چاہت کے عین مطابق ہوئی ہے (دیوان حسان، ص ۲۱)

حضرت ابوہریرہ حسن حبیب کو اس طرح بیان کرتے ہیں مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (مشکوۃ، ص ۵۱۸)، ترجمہ: میں نے کوئی چیز رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ (شمائل ترمذی)، ترجمہ: میں نے نبی ﷺ جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا، نہ بعد میں دیکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ کی نعت (تعریف) کرنے والا کہتا ہے لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ۔

حضرت جابر انصاری سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن جبرائیل میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ آپ ﷺ کو سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ حسن یوسفی کو میں نے نور کی کرسی سے بنایا ہے اور آپ کے حسن کو سارے عرش کے نور سے پیدا کیا ہے اور فرمایا وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَحْسَنَ مِنْكَ کہ اے حبیب میں نے کوئی مخلوق اپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت پیدا نہیں کی۔ یعنی آپ کو میں نے سب مخلوق سے زیادہ خوبصورت پیدا کیا (تفسیر موضح القرآن، ص ۲۲۵، تفسیر حسنی اردو، ص ۴۹۵)

حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ایک چاندنی رات میں دیکھا۔ اس وقت آپ کے جسم اطہر پر سرخ دھاریوں والا جوڑا تھا۔ میں کبھی آپ ﷺ کے روہ انور کو دیکھتا اور کبھی چاند کو دیکھتا۔ فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِيْ مِنَ الْقَمَرِ (مشکوۃ، ص ۵۱۸)، ترجمہ: تو حضور میری نظر میں چاند سے بھی زیادہ حسین تھے۔ چونکہ چودھویں رات کا چاند زیادہ حسین اور روشن ہوتا ہے مگر آپ ﷺ چاند سے بھی زیادہ حسین وجمیل ہیں۔

ایک مرتبہ مدینہ شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حسن یوسفی کا ذکر ہوا کہ عورتوں نے حسن یوسفی کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے مگر انہیں ذرہ بھی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ تو اس وقت تمام مسلمانوں اور ایمان داروں کی دینی اور روحانی والدہ نے فرمایا

لَوَاحِيْ زُلَيْخَا لَوْ رَاَيْنَ جَبِيْنَهٗ　　　لَاٰثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوْبَ عَلَى الْيَدِ

ترجمہ: زلیخا کی ملامت کرنے والی عورتیں اگر آپ کی پیشانی کو دیکھ لیتیں تو اپنے ہاتھوں کی بجائے اپنے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتیں (تفسیر موضع القرآن، ص ۲۲۵، تفسیر حسینی، ص ۴۹۵، شرح شمائل ترمذی، ص ۱۶ مع زیادہ)۔

اس مذکورہ عربی شعر کا کسی پنجابی شاعر نے یوں ترجمہ کیا:

ویکھد یاں جے زنان مصر دیاں اس دی خوش پیشانی　　یاد نہ رہندا مول اناں نوں یوسف ماہ کنعانی

عورتیں تو کمزور دل ہوتی ہیں۔معمولی باتیں ان پر اثر انداز ہوجاتی ہیں۔نبی کریم ﷺ کے حسن و جمال کو دیکھنے والوں نے اپنے تو سر کٹا دئے ہیں۔حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ حسن محمدی اور حسن یوسفی کے متعلق فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں

حسن یوسف پے کٹیں مصر میں انگشت زناں۔سر کٹاتے ہیں تیرے نام پے مردانے عرب

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے جمال مبارک کو کما حقہ تعبیر کرنا ناممکن ہے۔نورمجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے (شرح شمائل ترمذی، ص ۱۰)

حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں

بَلَغَ العُلٰی بِکَمَالِہٖ　　کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

حَسُنَت جَمِیعُ خِصَالِہٖ　　صَلُّوا عَلَیہِ وَآلِہٖ

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے

یَا صَاحِبَ الجَمَالِ یَا سَیِّدَ البَشَر　　مِن وَجهِكَ المُنِيرِ لَقَد نُوِّرَ القَمَر

لَا یُمکِن ثَنَاءُ کَمَا کَانَ حَقَّهُ　　بعد از خدا توئی قصہ مختصر

نقل القرطبی عن بعضهم انه لن يظهر تمام حسنه ﷺ والا لما اطاقت اعين الصحابة النظر اليه۔ وقال بعض الصوفية اكثر الناس عرفوا الله عز وجل وما عرفوا ﷺ لان الحجاب البشرية غطت ابصارهم (جمع الوسائل شرح الشمائل ص ۱۰)

علامہ قرطبی نے بعض حضرات سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ کا پورا حسن و جمال ظاہر نہیں کیا ورنہ صحابہ کی آنکھوں کو دیکھنے کی طاقت آپ ﷺ کی طرف نہیں تھی اور بعض صوفیاء نے فرمایا زیادہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا ہے اور رسول اللہ کو نہیں پہچانا۔اس کے بشریت کے پردہ نے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ (چھپا) رکھا تھا

مولانا محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں

رہا جمال پہ ترے حجاب بشریت　　نہ جانا کون ہے کچھ کسی نے جز ستار

ایک پنجابی شاعر کہتا ہے

شب معراج نبی تھیں ہکو پردہ رب اٹھایا　　چوداں طبق حسن نبی نے ہر جا چانن لایا

کرسی عرش تے لوح قلم بھی چن سورج آسماناں　　جھل نہ سکے تاب حسن دی ویکھ ہوئے حیراناں

آپ ﷺ کی تورات میں صفتیں: حضرت عطا بن یسار (جلیل القدر تابعی) سے مروی ہے۔فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی ملاقات سے مشرف ہوا تو میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی وہ صفات بتائیں جن صفات کا تورات میں ذکر ہے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ضرور بتاؤں گا۔خدا کی قسم تورات میں آنحضرت ﷺ کی ان بعض صفات وخصوصیات کا ذکر ہے جو قرآن کریم میں مذکور ہیں (چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں آپ کی جو صفات وخصوصیات ذکر کی ہیں ان کو اپنی زبان اور اپنے اسلوب میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (سورہ احزاب ۴۵)، اے نبی! ہم نے آپ کو امت کے لئے شاہد، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا اور امیوں کو پناہ دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔اے رسول (ﷺ) تم میرے بندے (کہ عبودیت و بندگی کا وہ مرتبہ خاص تمہیں حاصل ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں)۔تم (بندوں کی طرف بھیجے جانے والے میرے خاص رسول ﷺ) میں نے تمہارا متوکل رکھا ہے (یعنی تمہیں توکل واعتماد کی وہ دولت عطا کی ہے جو کسی اور کو نہیں ملی۔اسی بناء پر تم اپنے تمام معاملات ومہمات میں اپنی طاقت وصلاحیت پر اعتماد کرنے کے بجائے صرف میری ذات اور میرے حکم پر بھروسہ رکھتے ہو)۔نہ تم بدخو ہو، نہ سخت گو اور سخت دل، اور نہ بازاروں میں شور وغل مچانے والے ہو۔(تورات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ) وہ (محمد) برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے (یعنی وہ اپنے ساتھ برائی کرنے والے سے انتقام نہیں لیں گے اور اس کو سزا نہیں دیں گے) بلکہ درگزر کریں گے اور (احسان پر احسان یہ کریں گے کہ برائی کرنے والے کے لئے) دعائے مغفرت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان (محمد ﷺ) کی روح کو اس وقت تک قبض نہ کرے گا جب تک ان کے ذریعہ کج روی اور گمراہ قوم کو راہ راست پر نہ لے آئیں۔اس طرح کہ قوم

کے لوگ اعتراف واقرار کرلیں گے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اس وقت تک ان کی روح قبض نہیں کی جائے گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه) کے ذریعہ اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور بے حس دلوں کو درست نہ کردے۔ اس روایت کو بخاری نے (عطا بن یسار) سے نقل کیا ہے۔ نیز یہی حدیث دارمی میں بھی عطا بن یسار ہی سے مروی ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (سورہ مائدہ ۱۵)، ترجمہ: بیشک آ گیا ہے تمہارے پاس نور اور روشن کتاب۔ اس آیت میں آپ کی صفت نور بیان کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ تورات میں آپ ﷺ کی صفتیں لکھی ہوئی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی یہ بھی صفت لکھی ہوئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آپ ﷺ کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ ابو مودود نے کہا جو اس حدیث کے راوی ہیں کہ حضرت عائشہ کے حجرہ میں دفن کئے جائیں گے جہاں نبی کریم ﷺ مدفون ہیں۔ ایک قبر کی جگہ باقی ہے (ترمذی)۔ بعض صحابہ نے قصد کیا کہ وہاں دفن ہوں لیکن یہ بات کسی کو میسر نہ آئی تو حکمت اسی میں یہی ہے کہ وہاں عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے۔ حکمت یہی ہے کہ حضرت عمر کے پہلو میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے (حاشیہ مجموعۃ الصحاح۔ ص ۱۳۸)

قرآن وحدیث میں آپ ﷺ کی صفتیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۔ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (الاحزاب ۴۵۔۴۶)۔ ترجمہ: اے نبی مکرم بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو سب سچائیوں کا گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور ہر وقت ڈرانے والا۔ اور دعوت دینے والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور روشن کردینے والا آفتاب۔

رسول کریم ﷺ کے اسماء اوصاف اور القاب بکثرت ہیں جن کو علماء کرام نے اپنے اپنے ذوق اور محبت کی بناء پر قرآن وحدیث اور علماء کے ارشادات کی روشنی میں جمع کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ذاتی دو نام ہے (۱) محمد اور (۲) احمد اور اسم محمد چار مرتبہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (سورہ آل عمران: ۱۴۴)، ترجمہ: اور محمد تو ایک رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (سورہ الاحزاب: ۴۰)، ترجمہ: نہیں ہیں محمد تم مردوں

میں سے کسی کے باپ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (سورہ محمد: ۲)، ترجمہ: ساتھ اس کے جو محمد پر اتارا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (سورہ الفتح: ۲۹)۔ ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں۔

اور دوسرا نام احمد (بہت زیادہ تعریف کرنے والے) ہے۔ یہ قرآن مجید کے ایک مقام پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (سورہ الصف ۶)، ترجمہ: اور یاد کرو جب فرمایا عیسیٰ فرزند مریم نے اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے اور مژدہ دینے والا ہوں ایک رسول کا تشریف لائے گا میرے بعد اس کا نام نامی احمد ہوگا۔

اور قرآن مجیس کی مختلف صورتوں میں جو اسماء مبارکہ ائے ہے ان میں سے بعض یہ ہیں

(۱) مُحَمَّدٌ (بار بار تعریف کئے گئے) (۲) اَحْمَدُ (سب سے زیادہ تعریف کرنے والے) (۳) عَبْدُ اللّٰهِ (اللہ کے خاص بندے) (۴) مُذَكِّرٌ (نصیحت کرنے والے) (۵) عَزِيْزٌ (پیارا۔ دشوار۔ غالب) (۶) رَءُوْفٌ (شفقت ونرمی کرنے والے) (۷) رَحِيْمٌ (مہربان) (۸) اَمِيْنٌ (ایماندار) (۹) مُزَّمِّلٌ (چادر اوڑھنے والے) (۱۰) مُدَّثِّرٌ (چادر اوڑھنے والے) (۱۱) مُنْذِرٌ (ڈرانے والے) (۱۲) هَادِيْ (ہدایت دینے والے) (۱۳) يٰسٓ (اے سردار) (۱۴) رَحْمَةٌ (مہربان) (۱۵) نِعْمَةٌ (احسان) (۱۶) طٰهٰ (پاک) (۱۶) نُوْرٌ (روشن کرنے والے) (۱۷) حَقٌّ (سچے، برحق) (۱۸) شَهِيْدٌ (گواہ) (۱۹) خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ (نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے) (۲۰) نَبِيٌّ (غیب کی خبریں دینے والے) (۲۱) رَسُوْلٌ (بھیجے ہوئے) (۲۲) بُرْهَانٌ (دلیل) (۲۳) عَبْدُهٗ (اس کے خاص بندے) (۲۴) بَيِّنَةٌ (دلیل) (۲۵) حَرِيْصٌ (بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں) صلی اللہ علیہ وسلم (قصص القرآن ج ۴ ص ۲۱۲ الشفا، مدارج نبوتو وغیرہ۔)

اور بعض اسما مبارکھ جو احادیث میں ائے ہیں۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا لِيْ خَمْسَةُ اَسْمَاءٍ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ يَمْحُوا اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ

لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ (بخاری کتاب الانبیاء باب من جاء فی اسماء الرسول، شمائل ترمذی)، میرے پانچ نام ہیں اور میں (۱) محمد (۲) احمد

(۳) ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ اللہ کفر کو مٹاتا ہے اور میں (۴) حاشر ہوں کہ اللہ سب لوگوں کو میرے بعد محشور کرے (قبروں سے اٹھائے گا) اور میں (۵) عاقب ہوں (وہ کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سامنے اپنے متعدد نام بیان فرمائے تو فرمایا اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَحْمَدُ وَالْمُقَفِّيْ وَالْحَاشِرُ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَنَبِيُّ الرَّحْمَةِ (رواہ مسلم) میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں (۶) مقفی ہوں میں حاشر ہوں میں (۷) نبی توبہ ہوں اور میں (۸) نبی رحمت ہوں۔

شمائل ترمذی میں ہے کہ آپ نے فرمایا (۹) وَنَبِيُّ الْمَلَاحِمِ اور میں راہ خدا میں جنگ کرنے والا نبی ہوں۔

حضرت ابوطفیل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے نام دس ہیں کہ میں محمد ہوں، احمد ہوں وہ کہ جس کے ذریعہ اللہ کفر کو مٹادے گا اور میں (۱۰) طٰہٰ اور

(۱۱) یٰسٓ ہوں۔

امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد محمود النسفی حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ سَمَّانِيْ فِي الْقُرْآنِ بِسَبْعَةِ اَسْمَاءٍ مُحَمَّدٌ وَّاَحْمَدُ وَطٰهٰ وَيٰسٓ وَالْمُزَّمِّلُ وَالْمُدَّثِّرُ وَعَبْدُ اللّٰهِ (تفسیر النسفی ج ۴ ص ۱)۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سات نام قرآن میں بیان کئے ہیں۔ محمد، احمد، طٰہٰ، یٰسٓ، مزمل، مدثر اور عبداللہ، خیال رہے کہ پانچ سات اور دس کے عدد حصر کے لئے نہیں ہیں بلکہ ان اسماء کا ذکر کرنا مقصود ہے جو زیادہ مشہور اور کتب سابقہ اور امم ماضیہ میں معروف تھے لہٰذا ان اعداد سے زائد اسماء وصفات کی نفی نہیں ہوئی کیونکہ اسماء وصفات کا بکثرت ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ جس طرح آپ کی صفتیں بے شمار ہیں اسی طرح آپ کے اسماء واوصاف والقاب بھی لاتعداد ہیں جن کو علماء ربانی نے اپنی اپنی تالیفات میں جمع کیا ہے۔

بعض نے آیات قرآنیہ سے ترانوے (۹۳) اسماء مبارکہ ثابت کئے اور نکالے ہیں (مدارج النبوت ۱۰۴)۔ ان اسماء مبارکہ میں سے اسم محمد اور احمد دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی نام ہیں۔ باقی اسماء مبارکہ آپ کی صفات اور القاب ہیں جن کی تعداد بکثرت بیان کی جاتی ہے۔ چنانچہ بعض صوفیاء کرام نے فرمایا ہے کہ اللہ کے ہزار اسماء ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی

ہزار اسماء ہیں۔

اور یہ ناموں صفتوں اور لقبوں کی زیادتی نام والے (محبوب) کی فضیلت و بزرگی کی دلیل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء والقاب آپ کی سیرت طیبہ کے آئینے ہیں کہ جن میں غور وفکر کرنے اور معانی ومطالب کو سمجھنے سے آپ کے اخلاق وعادات اور شان کا پتہ چلتا ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء والقاب کو جمع کرنا اور ان کے معانی ومطالب کو سمجھنا بڑی سعادت ہے۔ چنانچہ ہر دور اور ہر زمانہ میں علماء ربانی نے اپنے ذوق وشوق اور محبت وعقیدت کی بنا پر مختلف طریقوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ناموں اور صفتوں کو جمع کیا ہے۔ ایسے خوش نصیب علماء کی تعداد تو بہت زیادہ ہے مگر ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں: علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ننانوے ناموں کو اسماء حسنی کے تعداد کی رعآیت کرتے ہوئے جمع فرمایا (ابداء الخفافی شرح اسماء المصطفی)

امام جزولی نے دلائل الخیرات میں ایک سو ایک وہ اسماء والقاب لکھے ہیں جن کو ہمیشہ سے صوفیائے کرام بطور وظیفہ پڑھتے رہے اور پڑھتے ہیں۔ امام محمد مہدی فاسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح مطالع المسر ات میں بے شمار فوائد جمع کر دیئے ہیں۔ امام ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''اَلْمُسْتَوْفٰى فِيْ اَسْمَاءِ الْمُصْطَفٰى'' میں تین سو اسماء شریفہ ذکر کئے ہیں۔ مواہب لدنیہ اور مدارج النبوت میں چار سو سے زائد اسماء والقاب حروف تہجی کے لحاظ سے مرتب کئے گئے ہیں۔ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسماء مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے شرح مواہب لدنیہ میں بہت سا قیمتی مواد جمع کر دیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان اسماء مبارکہ کو نئی ترتیب سے مرتب کیا اور اس کا نام ''اَلْبَهْجَةُ الْبَهِيَّةُ فِيْ اَسْمَاءِ النَّبَوِيَّةِ'' رکھا اور اس میں پانچ سو سے زائد اسماء کو جمع کیا۔

نیز امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اَلرِّيَاضُ الْاَنِيْقَةُ فِيْ شَرْحِ اَسْمَاءِ خَيْرِ الْخَلِيْقَةِ'' میں تین سو چوالیس سے زائد ناموں کو مع شرح بیان کیا ہے۔ امام محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے ''سُبُلُ الْهُدٰى وَالرَّشَادِ فِيْ سِيْرَةِ خَيْرِ الْعِبَادِ'' میں حروف تہجی کے اعتبار سے وہ اسماء والقاب مع شرح لکھے ہیں جن کی تعداد پانچ سو ہے۔ فرماتے ہیں وَالَّذِيْ وَقَفْتُ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ اِسْمٍ (سبل الهدی والرشاد، ۱: ۴۰۷)

عالم ربانی علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۳۵۰ھ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آٹھ سو بیس (۸۲۰) اسماء مبارکہ ایک قصیدہ میں تحریر کئے اور پھر ان کو حروف تہجی کے اعتبار سے مع شرح مرتب کیا۔ نیز اسماء گرامی کے فضائل وفوائد الگ

تحریر کئے۔

شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی نے الفضائل المحمدیۃ کہ باب اول میں اسماء شریفہ کا ذکر کیا ہے جو حروف تہجی پر مرتب کئے گئے ہیں۔تقریباً ۸۰۰ کی تعداد ہے۔علامہ مخدوم سید محمد ہاشم سندی (متوفی ۱۱۸۷ھ) نے اپنی کتاب حدیقۃ الصفافی اسماء النبی المصطفیٰ میں ۱۱۷۷ (گیارہ سوستتر) اسماء مصطفی ﷺ کا ذکر کیا ہے۔اور اسی طرح اور بھی علماء کرام نے اسماء النبوی کو جمع کیا ہے اور بعض نے اردو میں شرحیں بھی لکھیں مگر مقصد سب کا یہ ہے۔

راقم الحروف نے حصول ثواب و برکت اور ذریعہ نجات کی خاطر مَوَاهِبُ السُّلْطَانِ فِيْ شَرْحِ اَسْمَاءِ حَبِيْبِ الرَّحْمٰنِ، اَلْمَعْرُوْفُ "شَرْحُ اَسْمَاءِ الْمُصْطَفٰى" ایک سو چار اسماء شریفہ کی شرح و ترجمانی کی ہے جو قاعدہ (يَسَّرْنَا الْقُرْآن) میں مرقوم ہیں اور اکثر مساجد و مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار ☆ گلچین تو از تنگی داماں گلہ دارد

باب یازدہم: دلائل نبوت (معجزات) محمدی ﷺ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (سورۃ النساء: ۲۴)۔ترجمہ: اے لوگو بیشک تمہارے پاس رب کی طرف سے کھلی دلیل آئی اور ہم نے تمہارے پاس روشن نور اتارا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ (سورہ حدید ۲۵)، ترجمہ: البتہ تحقیق بھیجا ہم نے رسولوں کو نشانیوں کے ساتھ۔

ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جامع معجزات کثیرہ، جامع کمالات جلیلہ، اور جامع صفات حمیدہ کے ساتھ متصف فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو معجزات دیئے ہیں وہ تمام نبیوں کے معجزوں سے بہت زیادہ معجزات ہیں اور ان کی تعداد دس ہزار سے زیادہ بیان کی جاتی ہے (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۱۷۱ مختصراً بحوالہ الکلام المبین)۔جس طرح تمام عالمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی توحید و وحدانیت کی گواہ ہیں کیونکہ وہ رب العالمین اور اسی طرح تمام عالمین کی ہر

چیز رسول کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کی گواہ ہے کیونکہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں یعنی عالمین کے نبی و رسول ہیں اور جس طرح عالمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مختلف کرشمے پائے جاتے ہیں اور ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح نبی کریم ﷺ کے معجزات تمام عالمین میں پائے جاتے ہیں۔

اس لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

معجزہ کی تعریف: علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں اَلْمُعْجِزَةُ اَمْرٌ خَارِقٌ لِلْعَادَةِ قُصِدَ بِهٖ صِدْقُ اِظْهَارِ مَنِ ادَّعٰى اِدَّعٰى اَنَّهٗ رَسُوْلٌ مِّنَ اللهِ (شرح عقائد نسفی، ص ۴۰)۔ترجمہ: اور معجزہ ایسا امر ہے جو پھاڑ نیوالا ہے عادت کے لئے (خلاف عادت)۔اس سے ارادہ کیا گیا ہو اس کی سچائی کا اظہار کرنا جس نے دعوی کیا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔

وَهِيَ اَمْرٌ يَظْهَرُ بِخِلَافِ الْعَادَةِ عَلٰى يَدِ مُدَّعِي النُّبُوَّةِ عِنْدَ تَحَدِّي الْمُنْكِرِيْنَ عَلٰى وَجْهٍ يُعْجِزُ الْمُنْكِرِيْنَ عَنِ الْاِتْيَانِ بِمِثْلِهٖ (نبراس، ص ۴۳۱)، ترجمہ: معجزہ وہ خلاف عادت ایک امر ہے جو ظاہر ہوتا ہے اللہ کے نبی کے ہاتھ پر (نبوت کا دعوی کرنے والے کے ہاتھ پر) منکرین کے معارضہ مطالبہ کے وقت اس طور پر کہ منکرین کو مثل لانے سے عاجز کردے۔

ائمہ متکلمین کی اصطلاح میں جو خوارق عادات قبل از علامت نبوت صادر ہوئے ان کو ارہاصات (بنیاد تمہید) کہتے ہیں۔معجزات ان خوارق عادات کو کہتے ہیں جو اظہار نبوت کے بعد ظاہر ہوں اور یہ دونوں نبوت و رسالت کی صداقت پر دال ہیں۔اس لئے بعض دونوں کو معجزہ بھی کہتے ہیں (الکلام المبین)

رسول اللہ ﷺ کا ہر عمل معجزہ ہے: حافظ عماد الدین ابو الفضاء اسماعیل ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کے اخلاق اور اقوال و افعال بھی آپ علیہ السلام کا معجزہ ہیں۔آپ علیہ السلام کی شریعت بھی آپ علیہ السلام کا ایک مستقل معجزہ ہے اور آپ کی امت کا علم اور ان کی دینداری اور زندگی بھی آپ کا ایک معجزہ ہے اور آپ علیہ السلام کی امت کے صالحین کی کرامات بھی آپ علیہ السلام کا ایک معجزہ ہے۔آپ علیہ السلام کی ولادت سے بعثت تک اور بعثت سے وفات تک پوری سیرت کے مطالعہ سے اور آپ علیہ السلام کے وطن مالوف اور حسب و نسب میں غور

وفکر سے بالکل واضح ہے کہ آپ ﷺ کی ذات معجزہ ہے اور ساری کائنات سے افضل ہیں (البدایۃ والنہایۃ، ج ۶ ص ۷۴)

دیئے معجزے انبیاء کو خدا نے ☆ ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

آپ کے معجزات کے بہت سے اقسام ہیں۔ معجزات عقلیہ اور معجزات حسیہ۔ معجزات عقلیہ سے مراد جو آپ کی ذات اقدس میں پائے جاتے ہیں (۱) معجزہ عقلیہ کہ آپ کی ذات اور سیرت معجزہ ہے (۲) معجزہ عقلیہ آپ نے قبل از اعلان نبوت ورسالت وہ مسائل ودلائل بیان کئے جو پہلے کبھی بیان نہیں کئے گئے تھے (۳) عقلی معجزہ یہ ہے کہ آپ نے پیغام رسالت پہنچانے میں بڑے بڑے مسائل برداشت کئے (۴) عقلی معجزہ یہ ہے کہ آپ کی نبوت کے دلائل وشواہد سابقہ الہامی کتابوں زبور، تورات، انجیل اور دوسرے صحائف میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ معجزات کی پانچویں قسم کہ آپ کی اللہ تعالیٰ نے لاتعداد دعائیں قبول فرمائیں اور ان کی قبولیت کے نتائج بھی رونما ہوئے۔ معجزات عقلیہ کی چھٹی قسم یہ ہے کہ آپ کو اپنی زندگی میں بے شمار عمور غیبیہ پر مطلع کیا گیا تھا۔ دوسرے معجزات حسیہ جیسے چاند کا پھٹ جانا وغیرہ (کتاب التوحید لابی منصور ماتریدی ص ۱۵۱، تتمہ معارج النبوت ص ۱۴۵)۔ یہاں صرف چند معجزات کی طرف اشارہ کر دینا ہی حصول ثواب کے لیے کافی ہوگا۔

اَلنَّبِیُّ الْاُمِّیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آپ کے معجزات میں سے امی ہونا بھی معجزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (سورہ الاعراف: ۱۵۷)۔ ترجمہ: (یہ وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات میں اور انجیل میں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (سورہ عنکبوت: ۴۸)، اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ (سورہ الاعراف: ۱۵۸)۔ ترجمہ: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس

کے (اس) رسول پر جو نبی (لقب والے) ہیں۔

امی کے معنی: (۱) آپ کو امی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ ام القریٰ (مکہ) میں پیدا ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (سورہ انعام: ۹۲)، ترجمہ: کہ تو ام القری کو اور اس کے ارگرد کی بستیوں کو ڈرائے۔

(۲) امی کا معنی ہے کے مخلوقات میں سے کسی سے آپ نے نہیں پڑھا۔ اللہ نے آپ کو سب علوم سکھا دئے۔ اس لئے آپ کو امی کہا جاتا ہے اور یہ آپ کی افضلیت کی دلیل ہے

نگار من کہ بمکتب نہ رفت وخط نوشت   بغمزہ مسلہ اموز صد مدرس شد

میرا محبوب مکتب میں گئے بغیر اور لکھنا پڑھنا سیکھے بغمزہ اشاروں ہی میں سیکڑوں مدرسوں کا استاد ہوگیا۔

یتیمے کہ نہ کردہ قرآن درست   کتب خانہ چندملت بشست

امی ودقیقہ دان عالم   بے سایہ وسائبان عالم

علامہ علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں لٰكِنَّ الْاُمِّیَّةَ فِیْ حَقِّهٖ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مُعْجِزَةٌ وَمَنْقِبَةٌ وَفِیْ حَقِّ غَیْرِهٖ مُعِیْبَةٌ وَمُنْقَصَةٌ (شرح الشفاء ج ۱ ص ۴۲)۔ لیکن آپ کا امی ہونا معجزہ اور منقبت ہے اور دوسروں کے حق میں امی ہونا عیب اور نقص ہے۔

(۳) ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس لئے امی فرمایا ہے کہ آپ امیین کے نبی تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا (سورہ جمعہ: ۱)، ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے امیوں کے اندر شاندار رسول کو مبعوث فرمایا۔

(۴) حضرت آدم سے لے کر مسیح عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے نبی ورسول ہوئے سب رسول کریم ﷺ کے اوصاف عالیہ بیان کرتے رہے ہیں۔ تو لفظ امی میں حضرت آدم علیہ السلام اور میم سے عیسیٰ علیہ السلام مراد۔ اس نکتہ کو نظامی گجوی علیہ الرحمہ نے یوں بیان کیا ہے

وگویا زبان فصیح ☆ از الف آدم ومیم مسیح

(۵) اُم القریٰ کل شہروں کی اصل ہے اور ام الکتاب لوح محفوظ کو کہتے ہیں کہ تمام کتابوں کی اصل ہے اور رسول اللہ ﷺ کا لقب (امی) اس لئے ہے کہ آپ کل موجودات کی اصل ہیں اور کل مکنونات کے اول ہیں اور نکتہ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو آسمان پیدا نہ کرتا) اس معنی کی تائید کرتا ہے۔

حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں:

تو اصل وجود آمدی از نخست ☆ دیگر ہر چہ موجود فرع تست

ترجمہ: آپ ﷺ ابتدائی سے اصل اصول موجودات ہیں۔ پھر جو کچھ موجود ہوا وہ آپ ﷺ کی شاخیں ہیں۔ اس مسئلہ کو صوفیہ کی کتب میں ذکر کیا گیا ہے۔

اعجاز قرآن: آپ ﷺ کے معجزات اور اعلام نبوت میں سے اسراء اور معراج ہے جو کئی معجزوں اور حکمتوں پر مبنی ہے۔ شق القمر کا معجزہ اور ان دونوں کا تعلق عالم بالا سے ہے اور شق صدر شریف بھی عظیم الشان معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے مگر سب سے بڑا معجزہ آپ ﷺ کا قرآن مجید ہے جو کئی معجزوں پر مشتمل ہے۔ اور تمام معجزات کا جامع۔ اور قیامت تک دائمی اور باقی ہے۔

امام ابوعبداللہ قرطبی فرماتے ہیں فَالْقُرْاٰنُ مُعْجِزَةُ نَبِيِّنَا الْبَاقِيَةُ بَعْدَهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمُعْجِزَةُ كُلِّ نَبِيٍّ انْقَرَضَتْ بِانْقِرَاضِهٖ اَوْ دَخَلَهَا التَّبْدِيْلُ وَالتَّغَيُّرُ كَالتَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ (تفسیر قرطبی، ج ۱ ص ۸۰) (امتاع الاسماء، ج ۴ ص ۲۲۸)۔ تو قرآن مجید ہمارے نبی کا معجزہ ہے جو ان کے بعد قیامت تک باقی ہے جبکہ دیگر تمام انبیاء کے معجزات یا تو معدوم (ختم) ہو چکے ہیں یا ان میں تغیر تبدیلی آچکی ہے جیسے تورات اور انجیل وغیرہ کا حال ہوا (کیونکہ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے)۔

دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ مِنَ النَّبِيِّيْنَ اِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ ہمارے پاس باقی آج تک وہ آیتیں، معجزے اور انبیاء کے ہو گئے سب کالعدم۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بیشمار معجزے عطا فرمائے ہیں مگر ان تمام معجزات میں سے قرآن مجید ایک عظیم الشان معجزہ ہے جو باقی رہنے والا ہے۔

اور قرآن پاک کا معجزہ ہونا اس آیت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (سورہ عنکبوت: ۵۱)، ترجمہ: کیا ان کو کافی نہیں کہ ہم نے اتاری تجھ پر کتاب جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔

قرآن مجید کے متعلق کفار نے کہا کہ ہم بھی اس کی مثل لا سکتے ہیں۔ تو اللہ فرماتا ہے وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (سورہ انفال: ۳۱)، ترجمہ: اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں تو کہتے ہیں (اجی رہنے دو) سن لیا ہم نے۔ اگر ہم چاہیں تو کہہ لیں ایسی آیتیں۔ نہیں ہیں یہ مگر کہانیاں اگلے لوگوں کی۔

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ کفار کو چیلنج فرماتا ہے وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (سورہ بقرہ: ۲۳۔ ۲۴)، ترجمہ: اور اگر تم کسی تردد اور شبہ میں پڑے ہوئے ہو اس چیز کی طرف سے کہ جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو بنا لاؤ تم بھی اس جیسی کوئی سورت یا کوئی ٹکڑا اور بلا لوتم اپنے مددگاروں کو سوائے خدا کے اگر تم سچے ہو اور اگر نہ تم کر سکو پس ہرگز نہیں تم کر سکو گے۔ پس بچو تم آگ سے وہ کہ اس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔ تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (سورہ بنی اسرائیل: ۸۸)، ترجمہ: فرما دیجئے (اے ہمارے پیغمبر) بے شک اگر جمع ہو جائیں انس و جن بھی اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن جیسا کوئی کلام تو ہرگز نہ لا سکیں گے اس کی مثل اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار و معاون ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (سورہ حم سجدہ: ۴۲)۔ ترجمہ: جس کے اندر باطل نہ آگے سے داخل ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ اور جو حکیم حمید کا نازل کردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت خود فرمائی۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورہ حجر: ۹)، ترجمہ: بیشک ہم ہی نے اتارا ہے اس قرآن کو اور بیشک ہم ہی اس کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔ اور دیگر آسمانی کتابوں کی

حفاظت کی ذمہ داری ان کی طرف سپرد کی گئی تھی جن کیلئے نازل کی گئیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ (سورۃ المائدہ: ۴۴)۔ ترجمہ: اس واسطے کہ محافظ ٹھہرائے گئے تھے اور وہ تھے اس پر گواہ۔ تو اُن کتابوں میں ردوبدل کی گئی اور ان کی حفاظت نہ ہوسکی مگر قرآن حکیم جس طرح نازل ہوا تھا اسی طرح ہمارے پاس موجود ہے۔ اور قیامت تک رہے گا۔

قرآن مجید نبی کریم ﷺ کا ایک عظیم الشان دائمی معجزہ ہے۔ اور اعجاز قرآنی کے بے شمار وجوہ ہیں۔ حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے الشفا میں تیراں (۱۳) وجوہ بیان کئے ہیں۔ امام باقلانی نے اعجاز القرآن میں بھی یہ اقسام بیان کئے ہیں۔

قرآن کریم کا نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہونا اس آیت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (سورہ عنکبوت: ۵۱)۔ ترجمہ: کیا ان کو یہ نشانی (معجزہ) کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب اتاری جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ وجوہ اعجاز میں فصاحت و بلاغت کے علاوہ قرآن کی تعلیم ہدایت اور اوصاف قرآن بھی اعجاز قرآن ہیں۔ قرآن مجید وحی الٰہی ہے۔ قرآن مجید دیگر آسمانی کتابوں کا مصدق اور ان پر شاھد و حاوی اور نگہبان ہے۔ قرآن مجید ذکر ہے، نور ہے، فرقان ہے۔ پچاس سے زائد قرآن مجید کے اوصاف و اسماء صفاتی بیان کئے گے ہیں اور قرآنی ہدایت بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے کہ لاتعداد انسانوں کو ہدایت کی روشنی نصیب ہوئی ہے۔

جب قرآن مجید نازل ہورہا تھا اور روز وشب قرآن حکیم پڑھا پڑھایا اور سنایا جارہا تھا تو کفار نے کہا یہ کلام خداوندی نہیں ہے تو کفار کو اس کی مثل فصاحت و بلاغت تعلیم ہدایت میں لانے کا چیلنج متعدد بار مختلف سورتوں میں کیا گیا تھا مثلاً سورہ یونس آیت ۲۸، سورہ ھود آیت ۱۳، سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۸، سورہ طور آیت ۳۳۔ یہ سب مکی سورتیں ہیں اور مدنی سورتوں میں سے سب بڑی سورت، سورۃ البقرہ ہے۔ اس کی آیت ۲۳، ۲۴ میں چیلنج کیا گیا اور وہ اس کی مثل کوئی آیت نہ لاسکے اور نہ کوئی سورت اس کی مثل قیامت تک لاسکیں گے۔

نبی کریم ﷺ کے بے شمار معجزات ہیں اور نبی کریم ﷺ کا وجود مسعود بھی معجزہ ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

دیئے معجزے انبیاء کو خدا نے — ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

دنیا میں قیامت تک دائمی معجزہ قرآن مجید ہے۔ اس کے لاتعداد خصائص وفضائل ہیں۔

وجوہِ اعجازِ قرآن حکیم: امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے الشفاء میں اعجاز قرآن کے موضوع پر بڑی جامع بحث تحریر فرمائی ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے

(۱) اعجاز قرآن کی پہلی وجہ اس کا حسن تالیف، اقسام کلمات، فصاحت و بلاغت وجہ اعجاز ہے جو عادت اہل عرب کی ہے

(۲) قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی دوسری وجہ اس کی نظم عجیب اور اسلوب غریب ہے جو کلام عرب کے اسالیب نظم ونثر کے خلاف ہے۔

(۳) قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی تیسری وجہ وہ غیبی خبریں ہیں جن کے بارے میں کتاب عزیز نے ان کے وقوع سے پہلے خبریں دیں تھیں۔ وہ اسی طرح وقوع پذیر ہوئیں خبریں تھیں اور وہ غیبی خبریں اور پیشینگوئیاں ۴۰ (چالیس) سے زائ بیان کی جاتی ہیں۔

(۴) اعجاز قرآن کی چوتھی وجہ زمانہ ماضی کی وہ خبریں دینا ہے جو اُمتوں کے ہلاک ہونے وغیرہ کی خبریں تھیں (یہ وجوہ اعجاز قرآنی اتفاقی ہیں مگر ان کے علاوہ اور بھی ہیں)

(۵) اعجاز قرآن کی پانچویں وجہ یہ ہے کہ جس کے بارے میں نہ ہونے کی خبریں دیں ان کا وقوع ہرگز نہ ہوسکا۔

(۶) قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی چھٹی وجہ اس کا رعب و دبدبہ ہے جو اس کی عظمت و رفعت کے باعث پڑھنے و سننے والوں پر چھاجاتا ہے

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ زمر: ۲۳)، ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے نہایت عمدہ کلام یعنی وہ کتاب جس کی آیتیں ایک جیسی ہیں۔ بار بار دہرائی جاتی ہیں اور کانپنے لگتے ہیں اس کے (پڑھنے) سے بدن ان کے جوڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے۔ پھر نرم ہوجاتے ہیں ان کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (سورہ حشر: ۲۱)، ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا، جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔

(۷) قرآنِ حکیم کے اعجاز کی ساتویں وجہ اسکا رہتی دنیا تک باقی رہنا بھی ہے یعنی جب تک دنیا باقی رہے گی یہ قرآن مقدس بھی دنیا میں موجود رہے گا کیونکہ رب کائنات نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے۔

ارشادِ تعالیٰ ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورہ حجر:۹)، ترجمہ: بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (سورہ فصلت ۴۲)۔ ترجمہ: باطل کو اس کی طرف راہ نہیں۔ نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔ اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں والے کا

(۸) اعجاز قرآن کی آٹھویں وجہ اسکا پڑھنے اور سننے والے کا نہ اکتانا ہے بلکہ جس قدر زیادہ پڑھا جائے اُسی قدر حلاوت و مٹھاس اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔

(۹) اعجاز قرآن حمید کی نویں وجہ اسکا تمام علوم و معارف کا مجموعہ ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (سورہ نحل:۸۶)، ترجمہ: اور ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لئے۔

اسی طرح ایک اور مقام میں ارشاد فرمایا وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا (سورہ بنی اسرائیل ۸)، ترجمہ: اور ہر چیز کو ہم نے (اس کتاب میں) بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے

(۱۰) دسواں معجزہ قرآن حکیم یہ ہے کہ اس کے سیکھنے والوں پر اس کا سیکھنا اور حفظ کرنیوالوں پر اسکا حفظ کرنا آسان فرمادیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (سورہ قمر:۱۷)، ترجمہ: اور بیشک ہم نے قرآن آسان کردیا ہے یاد کرنیوالوں کے لئے تو ہے کوئی یاد کرنیوالا۔ صدیاں گزر گئی ہیں لیکن اُمت محمد علیہ الصلوۃ السلام کے سوا کسی امت میں ایسا کوئی فرد بھی نہیں ہوا جو اپنی پوری کتاب کو حفظ و یاد کرسکا ہو سوائے نبیوں کے جبکہ قرآن کا حفظ کرلینا بچوں تک کے لئے آسان کردیا گیا ہے اور وہ تھوڑی سی مدت میں اسے باآسانی زبانی یاد کرلیتے ہیں (الشفاء مختصرا، مرام الکلام، سیرت رسول عربی، البیان فی علوم القرآن، اعجاز القرآن، امتاح الاستماع)

علوم قرآن: قرآن کریم میں تو بیشمار علوم بیان ہوئے ہیں مگر علماء کرام اپنی اپنی استعداد و ذوق کے مطابق بیان

فرماتے ہیں۔ چنانچہ امام فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی (المتوفی ۳۷۲ھ) فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم میں سات (۷) قسم کے علوم بیان ہوئے ہیں۔

اَلْقَصَصُ الْمَاضِيَةُ وَالْاَخْبَارُ الْاٰتِيَةُ مِنَ الْوَعْدِ وَالْوَعِيْدِ وَالْاَمْثَالِ وَالْمَوَاعِظِ وَالْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ مِنَ الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ (تفسیرات احمدیہ)۔ اقوام گزشتہ وغیرہ کے واقعات اور آئندہ وعدہ وعید کی خبریں اور مثالیں مواعظ شرعی احکام اور اوامر و نواھی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں اور ان میں سے چار کتابوں میں سب کا علم ودیعت فرمایا ہے اور وہ چار کتابیں تورات، انجیل، زبور اور قرآن حکیم ہیں اور پھر تورات، انجیل اور زبور ان تینوں کتابوں کے علوم کو قرآن کریم میں ودیعت فرمایا ہے (الاتقان)۔ صاحب اتقان نے اسی (۸۰) انواع میں تین سو (۳۰۰) علوم قرآن تحریر کئے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ قرآن حکیم میں تیرہ ہزار تین سو بتیس (۱۳۳۳۲) علوم مذکور ہیں (واللہ اعلم بالصواب)۔ بہرحال قرآن کریم جامع العلوم ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

جَمِيْعُ الْعُلُوْمِ فِي الْقُرْاٰنِ   لٰكِنْ تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

(شرح الشفاء لملاعلی قاری، ص ۵۵۹، ج ۱)

تمام علم قرآن مجید میں ہیں لیکن لوگوں کی عقلیں ان کے سمجھنے سے قاصر و عاجز ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (سورہ کہف:۱۰۹)، ترجمہ: اے حبیب آپ ﷺ فرمادیجئے اگر ہوجائے سمندر روشنائی میرے رب کے کلمات (لکھنے) کے لئے تو ختم ہوجائے گا سمندر اس سے پیشتر کہ ختم ہوں میرے رب کے کلمات اور اگر ہم لے آئیں اتنی اور روشنائی اس کی مدد کو (تب بھی ختم ہوں گے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورہ لقمان:۲۷)، ترجمہ: اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے اور اس کے علاوہ سات سمندر اسے (مزید) سیاہی مہیا کریں تو پھر بھی ختم نہ ہوں گی اللہ کی

باتیں۔ بیشک اللہ سب پر غالب، بڑا دانا ہے۔

کتاب مبین (روشن کتاب): اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (سورہ مائدہ:۱۵)۔ترجمہ: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

کتاب مبین (روشن کتاب) سے مراد قرآن مجید ہے۔ اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اللہ تعالیٰ کی صفت خاص ہے۔علماء متکلمین فرماتے ہیں اَلْقُرْاٰنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوْقٍ۔ قرآن اللہ کا کلام ہے غیر مخلوق اور غیر حادث ہے۔ائمہ علم کلام نے کلام الٰہی کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) کلام نفسی (جو حروف و آواز سے پاک ہے) (۲) اور کلام لفظی۔ اور دونوں (نظم و معنی) کے مجموعہ کا نام قرآن ہے اور کلام اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی و ابدی ہے۔ اور جو کلامُ اللہ کو مخلوق کہے وہ کافر ہے چونکہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے سارے کلاموں کا سردار ہے اور سب سے افضل ہے۔

کتاب ہدایت: اور قرآن مجید کتاب ہدایت ہے۔ ہر شک سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الٓمّٓ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورہ بقرہ:۱۔۲)،ترجمہ: الف لام میم۔ وہ بلند مرتبہ کتاب اس میں (من جانب اللہ کلام اللہ ہونے میں) کوئی شک نہیں۔ یہ ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى (سورہ بقرہ:۱۲۰)،ترجمہ: (اے نبی) کہہ دو بیشک اللہ کی ہدایت وہی ہدایت ہے۔ چونکہ متقی حضرات قرآن کریم سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ متقی لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ قرآن مجید سب انسانوں کیلئے ہدایت ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا ہے هُدًى لِّلنَّاسِ قرآن مجید سب لوگوں کیلئے ہدایت ہے۔

لفظ ہدایت کے دو معنی ہیں: (۱) راہ دکھانا۔ اسی معنی میں قرآن ھادی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (سورہ بنی اسرائیل:۹)۔ترجمہ: بے شک یہ قرآن اس راستہ کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے۔

(۲) منزل مقصود تک پہنچانا اور اسی ہدایت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ (سورہ

زمر:۳۷)،ترجمہ: اور جس کو اللہ راہ دکھائے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے (کیونکہ وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے)۔

متقین ڈرنے والے۔ قرآن مجید ڈرنے والوں کو راہ دکھاتا ہے۔ قرآن میں شفا بخش چیزیں ہیں مگر ایمانداروں کیلئے ہیں ظالموں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل ۸۲)۔ترجمہ: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کا نقصان ہی بڑھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی شان میں فرماتا ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورہ بقرہ) (پرہیزگاروں کے لئے ہدایت) هُدًى لِّلنَّاسِ (سورہ بقرہ) (لوگوں کے لئے ہدایت)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا (سورہ بنی اسرائیل:۹)،ترجمہ: بلاشبہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو راہوں سے سیدھی راہ ہے اور خوشخبری سناتا ہے ان ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں کہ بلاشبہ ان کے لئے بڑا اجر ہے (جمال القرآن)۔

قرآن مجید کی ہدایت عام ہے۔ کتنے ہی کافر قرآن مجید سن کر ایمان لے آئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا مشہور واقعہ ہے۔ کفار ہدایت قرآن اور اس کی تاثیر سے خوف زدہ رہتے تھے۔ اس لئے کفار نے کہا تھا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (سورہ فصلت:۲۶)،ترجمہ: اور کافر بولے یہ قرآن نہ سنو اور اس میں بیہودہ غل کرو۔ شاید یوں ہی تم غالب آجاؤ۔

امام ابو منصور محمد ماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ) فرماتے ہیں لِئَلَّا تُسْمَعَ مِنْهُ قِرَاءَتُهٗ وَلَا صَوْتُهٗ۔ دَلَّ هٰذَا الْقَوْلُ عَلٰى اَنَّهُمْ قَدْ عَرَفُوْا اَنَّهٗ حُجَّةٌ وَّاَنَّهٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ جَآءَ وَاَنَّ مَنْ سَمِعَ ذٰلِكَ اَذْعَنَ لَهٗ وَاَطْلَعَ اِذَا يُكَابِرُ عَقْلَهٗ (تاویلات القرآن، ج ۱۳، مطبوعہ دار المیزان)۔

اور جنوں کی ایک جماعت نے قرآن پاک سنا تو واپس جا کر اپنی قوم سے کہنے لگے اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ (سورہ جن:۱۔۲)،ترجمہ: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے۔ قرآن کریم کا ہدایت کی تعلیم دینا بھی ایک معجزہ ہے اور اس لئے قرآن میں ہدایت کی دعا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ترجمہ: اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دیکھا۔ اور بطور شکرانہ کہنا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰانَا

لِهٰذَا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلۡ هُوَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا هُدًی وَّ شِفَآءٌ (سورہ فصلت:۴۴)۔فرمائے وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفاء ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَهۡدِیۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ وَیَهۡدِیۡهِمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (سورہ مائدہ:۱۶)۔ ترجمہ: دکھاتا ہے اس کے ذریعہ اللہ انہیں جو پیروی کرتے ہیں اس کی خوشنودی کی سلامتی کی راہیں اور نکالتا ہے انہیں تاریکیوں سے اُجالے کی طرف اپنی توفیق سے اور دکھاتا ہے انہیں راہ راست (جمال القرآن)

تعلیم قرآن کی فضیلت: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خَیۡرُکُمۡ مَنۡ تَعَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ وَعَلَّمَهٗ۔ تم میں زیادہ بہتر وہ ہے جو خود قرآن سیکھے اور (دوسروں کو) قرآن سکھائے۔

دنیا میں بھی قرآن مجید کے پڑھنے والوں، حفظ کرنیوالوں کو عزت دی جاتی ہے۔اور قیامت کے دن قرآن مجید پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔اور حُفَّاظ اپنے عزیز واقارب اہل ایمان کی شفاعت کریں گے۔اور حُفَّاظِ قرآن کے والدین کے سر پر ایک نورانی تاج رکھا جائے گا۔اور حُفَّاظ کو جو انعام واکرام دیا جائے گا وہ ہماری سمجھ سے وراء ہے۔

قرآن کی خبر گیری کرنا،اس کو بار بار پڑھنا تو وہ یاد رہے گا ورنہ جلدی بھول جائے گا۔اسی لئے حدیث میں قرآن مجید کی خبر گیری کی تاکید ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے ذریعہ بعض قوموں کو سربلندی عطا فرماتا ہے اور بعض قوموں کو پستی وذلیل کرتا ہے (حدیث)۔پستی وناکامی اور ذلت سے بچنے کا ذریعہ قرآن کی تعلیم پر عمل کرنا ہے۔جو پرسکون زندگی چاہتا ہے تو قرآن کریم کے سایہ میں رہے۔اِنَّ اللّٰہ یَرۡفَعُ بِهٰذَا الۡکِتَابِ اَقۡوَامًا وَیَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیۡنَ (مسلم عن عمر بن خطاب)

گر ہمی خواہی مسلمان زیستن   نیست ممکن جز بقرآن زیستن

فہم قرآن کی اہمیت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ (سورہ نحل:۴۴)۔ترجمہ: اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یادگاری اتاری تاکہ تم لوگوں سے

بیان کردو جوان کی طرف اترا اور تاکہ وہ دھیان کریں (کنزالایمان)۔لہٰذا حفظ قرآن کرنے اور ناظرہ قرآن پڑھنے کے بعد فہم قرآن بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ وَلَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِیۡهِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا (سورہ نساء:۸۲)۔ترجمہ: تو کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے۔اور اگر وہ اللہ کے علاوہ کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

اور وہ کتابیں پڑھائی جائیں جن میں قرآنی آیات کی روشنی احکام بیان کئے گئے ہوں۔اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو قرآن کے معانی بتادیئے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَهٗ (سورہ قیامہ:۱۹)۔ترجمہ: پھر ہمارے ذمہ اس کا بیان کرنا ہے۔نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو قرآن کے معانی بتائے۔حضرت عبداللہ ابن عمر نے دس سال کی مدت میں سورہ بقرہ پڑھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۲ برس میں سورہ بقرہ پڑھی۔وہ جس قدر پڑھتے اس پر عمل کرتے تھے۔پھر آگے پڑھتے تھے۔(مقدمہ تفسیر قرطبی مختصرا)

قرآن مجید جامع العلوم ہے: قرآن مجید علوم الاولین والآخرین کا جامع ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ (سورہ نحل:۸۹)۔ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ (سورہ انعام:۳۸)۔ترجمہ: اور ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی۔

ماضی، حال اور مستقبل کے احوال قرآن میں مذکور ہیں۔وہ تمام علوم قرآن مجید میں ہیں جن کی اہل ایمان کو عقائد وعبادات اور معاملات دینی دنیاوی اور اخروی اعتبار سے حاجت وضرورت ہے۔مگر قرآن علوم سمجھنے سے عقلیں قاصر ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جَمِیۡعُ الۡعِلۡمِ فِی الۡقُرۡاٰنِ لٰکِنۡ   تَقَاصَرَ عَنۡهُ اَفۡهَامُ الرِّجَالِ

(شرح الشفا، ج ا، ص ۵۵۹)

قرآن مجید کا حفظ کرنا آسان کر دیا گیا ہے: قرآن مجید کے خصائص و اعجاز میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن کریم حفظ اور یاد کرنے کیلئے آسان کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (سورہ القمر: ۱۷)، ترجمہ: اور بیشک ہم نے یاد کرنیوالوں کیلئے قرآن مجید کا یاد کرنا آسان کر دیا ہے۔ تو ہے کوئی یاد کرنیوالا۔

اس آیت کا ایک مفہوم تو یہی ہے کہ قرآن مجید حفظ کرنے والوں کیلئے آسان ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ مسلمانوں میں چھوٹی چھوٹی عمر کے بچے قرآن یاد کر لیتے ہیں اور ماہ رمضان میں نماز تراویح میں سناتے ہیں۔ قرآن کریم کے حفاظ تو بے شمار ملیں گے مگر بائبل کا حافظ ممکن ہے کہ کوئی ایک ملے۔ بالفرض قرآن مجید کو کتابوں کے اعتبار سے مٹا دیا جائے مگر اہل ایمان کے دلوں سے کوئی بھی نہیں مٹا سکتا۔ دشمنوں نے ناپاک کوششیں کیں مگر ناکام رہے۔ ہاں قیامت کے قریب قرآن مجید کو اٹھا لیا جائے گا۔

حفاظت قرآن کریم: ظاہر میں قرآن کریم دو چیزوں الفاظ و معانی کا مجموعہ ہے اور یہ دونوں منزل من اللہ ہیں۔ الفاظ و معانی قیامت تک باقی ہیں۔ ان میں کوئی ردوبدل نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (سورہ حجر: ۹)۔ ترجمہ: بیشک ہم نے ہی اتارا ہے قرآن کو اور بیشک ہم ہی اس کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔ قرآن مجید کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اور اس قسم کا وعدہ دیگر آسمانی کتابوں کے بارے میں نہیں فرمایا تھا۔ اسی لئے وہ کتابیں اصلی صورت میں موجود نہیں ہیں۔

ابتداء میں نبی کریم ﷺ حفظ وحی میں جلدی فرماتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (سورہ قیامہ: ۱۶-۱۹)، ترجمہ: اے حبیب آپ حرکت نہ دیں اپنی زبان کو اس کے ساتھ تاکہ آپ جلدی یاد کر لیں اس کو (۱) ہمارے ذمہ ہے اس کو سینہ مبارک میں جمع کرنا (۲) اور اس کو پڑھانا پس جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اتباع کریں اسی پڑھنے کا (۳) پھر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کر دینا (جمال القرآن)

(۱) إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ۔ ہماری ذمہ داری ہے الفاظ قرآن کو آپ کے سینہ میں محفوظ و جمع کر دینا

(۲) وَقُرْآنَهُ۔ اور ہماری ذمہ داری ہے اس کو پڑھوا دینا

(۳) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ۔ پھر الفاظ قرآن کے معانی کو کھول کھول کر بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے یعنی قرآن پڑھوانا بھی ہمارے ذمہ ہے اور اس معنی و مفہوم کو جو قرآن (کریم) کے موضوعات ہیں سمجھانا بھی ہماری ذمہ داری ہے (خطبات حکیم الامۃ مختصرا)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (سورہ نحل: ۴۴) ترجمہ: اور ہم نے یہ ذکر (قرآن مجید) آپ ﷺ پر اس لئے نازل کیا ہے تاکہ آپ ﷺ واضح اور کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کریں جو ان لوگوں کی طرف اُتارا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا بیان ہی تفسیر و حدیث ہے۔

حصول نعمت کے موقع پر خوشی مناؤ: حفظ قرآن مجید کرنا، ناظرہ قرآن مجید پڑھنا اور علم قرآن حاصل کرنا باعث فرحت و مسرت ہے۔ لہٰذا اس موقع پر خوشی منانا مستحسن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (سورہ یونس: ۵۷)، ترجمہ: (اے حبیب) آپ فرمائیے یہ کتاب محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے (نازل ہوئی) ہے پس چاہئے کہ اسی پر خوشی منائیں۔ یہ بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جن کو وہ جمع کرتے ہیں (جمال القرآن)

نسخہ شفاء: قرآن مجید کے خصائص میں سے ہے کہ قرآن مجید روحانی (بدعقیدگی) اور جسمانی امراض کیلئے شفاء ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (سورہ اسراء ۸۲)، ترجمہ: اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن میں وہ چیزیں جو (باعث) شفاء ہیں اور اہل ایمان کیلئے سراپا رحمت ہیں۔ مگر فائدہ اہل ایمان ہی اٹھاتے ہیں اگرچہ شفاء سب کیلئے ہے۔ قرآن کریم کی صفت شفاء سورہ توبہ آیت ۱۲۴، سورہ سجدہ آیت ۲۴، سورہ یونس آیت ۵۷ میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ (سورہ یونس ۵۷) کہ سینوں کی بیماریوں کیلئے شفاء ہے۔ قرآن ہدایت بھی ہے، اور ذریعہ شفاء بھی۔

معجزہ شق القمر: بعض روایات کے مطابق شق القمر کے عظیم الشان معجزے کا ظہور بھی نبوت کے نویں سال ہوا ہے

(حدائق الانوار)۔جس کا بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں ذکر آیا ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکہ والوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں۔تو آپ نے انہیں چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا حتیٰ کہ انہوں نے حراء پہاڑ کو دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔اور یہ معجزہ مقام منٰی میں پیش آیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منی میں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے چلا گیا اور دوسرا دوسری طرف۔رسول کریم ﷺ نے ہم سے فرمایا گواہ ہو جاؤ (مسلم کتاب صفات المنافقین) مگر کفار یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (سورہ القمر:۱)، ترجمہ: قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔شق القمر ایسا آسمانی معجزہ ہے کہ کسی نبی و رسول کو عطا نہیں کیا گیا۔یہ شق قمر کا معجزہ ہمارے رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔

ردالشمس: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ صہباء میں نبی کریم ﷺ کی طرف وحی آ رہی تھی۔اور آپ کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں تھا۔اس وجہ سے حضرت علی نے نماز عصر نہ پڑھی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔اور نبی کریم ﷺ نے نماز عصر پڑھ لی تھی۔آپ ﷺ نے حضرت علی سے دریافت فرمایا کیا تم نے نماز عصر پڑھ لی؟ حضرت علی نے عرض کیا نہیں۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا اللہ یہ تیری طاعت میں اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا تو اس کے لئے آفتاب کو واپس لا۔حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے آفتاب کو دیکھا کہ غروب ہو گیا تھا۔پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد نکل آیا۔اور اس کی شعاع پہاڑوں اور زمین پر پڑی (الشفاء)

معجزات: قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ ﷺ کو صدہا دلائل نبوت و معجزات عطا کئے گئے۔چنانچہ علامہ عبدالعزیز پرہاروی علیہ الرحمۃ رسول اللہ ﷺ کے معجزات کے متعلق لکھتے ہیں وَقَدْ رُوِيَتْ خَوَارِقُ لَا تُحْصٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَتَكَلُّمِ الْبَهَائِمِ مَرَّاتٍ، وَالْاَحْجَارِ مَرَّاتٍ، وَالْاَشْجَارِ مَرَّاتٍ، وَشَهَادَةِ الْكُلِّ بِنُبُوَّتِهٖ،

وَبُكَاءِ جِذْعِ النَّخْلِ يَوْمَ تَرْكِ الْاِتِّكَاءِ بِهٖ، وَاِشْبَاعِ الْخَلْقِ الْعَظِيْمِ مِنْ طَعَامٍ قَلِيْلٍ مَرَّاتٍ عَدِيْدَةٍ، وَنُبُوْعِ الْمَاءِ مِنْ اَصَابِعِهٖ حَتّٰى كَفٰى قَوْمًا كَثِيْرًا، وَشِفَاءِ الْاَمْرَاضِ الصَّعْبَةِ مِنْ لَمْسِهٖ فِي السَّاعَةِ وَالْتِيَامِ الْجِرَاحَاتِ وَالْعِظَامِ الْمُنْكَسِرَةِ وَالْاَعْضَاءِ الْمَقْطُوْعَةِ فِي اللَّحْظَةِ، وَاِظْلَالِ الْغَمَامَةِ وَانْشِقَاقِ الْقَمَرِ، وَالْاِخْبَارِ الْمُغَيَّبَاتِ الْكَثِيْرَةِ جِدًّا اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا جَمَعَهٗ اَهْلُ الْحَدِيْثِ فِيْ مُجَلَّدَاتٍ وَصَرَّحُوْا بِاَنَّ مَا تَرَكُوْهُ اَكْثَرُ مِمَّا ذَكَرُوْهُ (نبراس، ص ۴۴۰)۔

نبی ﷺ کے بے شمار اور لاتعداد خوارق و معجزات بیان کیے گے ہیں:

۱) جیسے کہیں بار بے زبان چوپایوں کا آپ ﷺ سے باتیں کرنا (مثلا اونٹ، بھیڑیے، ہرنی وغیرہ نے باتیں کیں)۔

۲) اور جیسے پتھروں کا آپ ﷺ سے باتیں کرنا (آپ کے دست مبارک میں کنکریوں نے کلام کیا بے جان) اور جیسے درختوں کا کئی بار آپ سے کلام کرنا (درختوں کا چل کر خدمت میں آنا پھر واپس چلا جانا)۔اور سب کا آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا۔

۳) اور جیسے کھجور کے خشک تنے کا رونا جس دن اس کے ساتھ آپ ﷺ نے تکیہ لگانا چھوڑ دیا۔

۴) اور جیسے بڑی مخلوق کا بہت تھوڑے کھانے پر بہت دفع شکم سیر ہو جانا (غزوہ خندق میں یہ واقع پیش آیا تھا)۔

۵) اور جیسے آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا یہاں تک کہ بہت سے صحابہ کے لیے کافی ہوا (پتھروں سے پانی کا جاری ہونا اتنا تعجب خیز نہیں جتنا کے گوشت و خون سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا عجیب تر ہے)۔

۶) اور جیسے سخت بیماریوں سے مریضوں کا اسی وقت چھونے سے ان کا شفاء پانا (مثلا حضرت قتادہ کی آنکھ کا واقع ہے)۔

۷) اور زخموں کا مل جانا، شکستہ ہڈیوں کا جڑنا اور کٹے ہوئے اعضا کا اسی وقت جوڑ دینا۔

٨) اور جیسے بادلوں کا سایہ کرنا (جو ترمذی اور دارمی میں مذکور ہے)۔

٩) اور جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہو کر مل جانا۔

(اللہ فرماتا ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (سورہ القمر:۱)۔قیامت قریب آ گئی چاند پھٹ گیا)۔

۱۰) اور بہت ہی زیادہ (ماضی حال مستقبل کے متعلق) غیب کی خبریں دینا۔

اوران کے سوابہت سے معجزے ہیں جن کو محدثین نے بڑی بڑی کتابوں میں جمع کیا ہے اور یہ بھی انہوں نے تصریح کردی ہے کہ بہت سے معجزات کا ذکرانہوں نے ترک کردیا ہے(انتھی)۔

۱۱) پتھروں کا سلام کرنا۔

۱۲) آپ کی دعا سے بارش کا ہونا۔

۱۳) تھوڑے دودھ کو سب نے پیٹ بھر کر پیا۔

۱۴) وحشی جانوروں کا احترام کرنا،شیر کا خادم رسول کی تعظیم کرنا۔

۱۵) آپ کی دعا کرنے سے ایک بچے سے جن نکل گیا۔

۱۶) اندھے کا آپ کی دعا سے شفاء پانا۔

۱۷) لعاب دھن شریف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کا صحیح ہوجانا۔

۱۸) جوٹھے بابرکت پانی سے بچے کا شفاء پانا، آپ کا غیب کی خبریں دینا اوران سب کا پورا ہونا(ھذا الحبیب، ص ۴۹۴)(زیادہ تفصیل اشفاءبتعریف حقوق المصطفیٰ،البدایہ والنھایہ سبل الھدای ورالرشاد،الزرقانی شرح المواہب الدنیہ وغیرہ کتب میں ہے)

جادو کے اثرات سے محفوظ ہونا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔فرماتی ہیں رسول کریم ﷺ پر(کسی یہودی کی طرف سے) جادو کردیا گیا۔تو آپ نے کسی کام کو نہ کیا ہوتا،اس کے بارے میں آپ ﷺ کو یوں خیال ہوتا کہ آپ نے یہ کام کرلیا ہے۔ایک دن آپ میرے ہاں تشریف فرماتے تھے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے بار بار دعا کی اوراس کے بعد مجھ سے فرمانے لگے۔کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا کیا تمہیں خبر ہے کہ میرے رب نے مجھے وہ بات بتادی جو میں نے اس سے پوچھی تھی؟ چنانچہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ان میں سے ایک تو میرے سرہانے بیٹھا اور دوسرا پائینتی۔ پھران میں سے ایک نے میری طرف اشارہ کرکے پوچھا!انہیں کیا تکلیف ہے؟ان پر جادو کیا گیا ہے؟ دوسرے نے جواب میں کہاہاں۔پھر پہلے والے نے پوچھا کہ جادو کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا لبید ابن اعصم یہودی نے۔پھر پہلے نے پوچھا کس چیز میں جادو کیا گیا ہے؟ دوسرے نے جواب میں کہا کہ کنگھی میں،ان بالوں میں جو کنگھی

سے جھڑتے ہیں اور نر کھجور کے خوشہ میں۔پہلے نے سوال کیا کہ یہ جادو کی ہوئی چیزیں کہاں پڑی ہے؟ دوسرے نے جواب میں کہاب ئر ذروان(ذروان کا کنواں)میں۔اس کے بعد نبی کریم ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہی وہ کنواں ہے جو مجھ کو دکھایا گیا ہے۔اس کنویں کا پانی مہندی کے عرق کی طرح لال تھا اوروہ خوشے ایسے تھے جیسے شیطان کے سرہوں۔خیر حضور پاک ﷺ نے ان تمام چیزوں کو کنویں سے نکلوالیا (مشکوۃ)۔تواس طرح اللہ تعالیٰ نے جادو کے اثرات سے حفاظت فرمائی۔اور جو جادو کا اثر ہوا تھا وہ ظاہری تھا جیسے بیماری کا اثر ہوتا ہے اور آپ ﷺ کے باطن پر اس کا بالکل اثر نہیں ہوا تھا۔

غیب کی خبریں: ۱۸ نبی ﷺ کے معجزات سے یہ امر بھی ہے کہ مخفی اموراور جو کچھ گزرا ہے سب پر آپ کو مطلع فرمایا گیا اور جو کچھ ہوگا اس سے بھی خبردار کیا گیا اس سلسلہ میں اتنی احادیث وارد ہیں کہ جن کا شمار اوران کا احاطہ کرلینا ناممکن ہے۔والاحادیث فی ھذا الباب بحر لا یدلك قعرہ ولا ینزف غمرہ(الشفا،ج۱،ص ۴۴۹)۔حدیثیں اس باب میں وہ سمندر ہیں کہ جس کی گہرائی معلوم نہیں ہوسکتی اوراس کا بہت سا پانی ختم نہیں ہوتا۔یہ آپ کا معجزہ ہے جو قطعی علم اور تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔جملہ راوی اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو غیب پر مطلع فرمایا گیا تھا(الشفاء)

شیخ ابن تیمیہ الحرانی(متوفی ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں وآیاتہ ﷺ قد استوعبت جمیع انواع الآیات الخبریة والفعلیة واخبارہ عن الغیب الماضی والحاضر والمستقبل بامور باھرۃ،لا یوجد مثلھا لاحد من النبیین قبلہ فضلا من غیر النبیین۔ففی القرآن من اخبارہ الغیب شیء کثیر (الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح،ج۳،ص۳۲۰) اور نبی ﷺ کے معجزات نے تمام آیات خبریہ اور فعلیہ کو گھیرلیا ہے اور آپ کا غیب کی خبریں دینا ماضی،حاضر،مستقبل کی بڑے بڑے امور سے آگاہ کرنا۔یہ وہ معجزات اور علام نبوت ہیں کہ ان کے مثل پہلے نبیوں میں سے کسی میں نہیں پائی جاتیں چہ جائے کہ غیر نبیوں میں پائی جائیں اور قرآن مجید میں بہت سی غیب کی خبریں ہیں۔یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے اور بتلانے سے رسول اللہ ﷺ نے ماضی،حال اور مستقبل کی سب خبریں دیں ہیں اور سب سچی ہیں۔

یہاں چند مثالیں حصول برکت کے لیے پیش کی جارہی ہیں چنانچہ علامہ ابن حزم ظاہری اندلسی (متوفی ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دینا: نبی ﷺ کا حضرت عمار بن یاسر کے بارے میں خبر دینا کہ ان کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں تھے اور باغیوں کے ہاتھ سے جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

باغی اسلام سے خارج نہیں ہوتا بلکہ مؤمن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ (سورہ حجرات: ۹)، ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں تو ان میں صلح کرادو۔ پھر اگر ایک ان میں سے زیادتی کرے تو اس زیادتی کرنے والی جماعت سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمار سے فرمایا وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ فِئَةُ البَاغِيَةُ (بخاری کتاب الصلاۃ باب ۶۳ التعاون فی بناء المسجد، حدیث ۴۴۸)، ترجمہ: عمار پر افسوس ہے کہ اس کو باغی جماعت شہید کرے گی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ خندق کھود رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے اور فرمارہے تھے کہ ہائے سمیہ کے بیٹے (عمار بن یاسر) کی سختی ومشکل۔ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ (مشکوٰۃ باب المعجزات بحوالہ مسلم)۔ کہ تمہیں باغیوں کا ایک گروہ قتل (شہید) کرے گا (آپ جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے)۔

امام ابوالمعین میمون نسفی لفظ باغی کے معنی بیان کرتے فرماتے ہیں مَعْنَاهُ الْفِئَةُ الطَّالِبَةُ دَمَ عُثْمَانَ يُقَالُ بَغَى إِذَا طَلَبَ (تبصرۃ الادلہ، ج ۲، ص ۹۷۷)۔ اس کا معنی ہے حضرت عثمان کے خون کا مطالبہ کرنے والا گروہ جیسے کہا جاتا ہے بَغَى جب طلب کرے۔ اگر حضرت امیر معاویہ کی جماعت فقہی معنی میں باغی ہوتی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے لڑتے اور جنگ ختم نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی باغی نہیں تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرنے والے تھے۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ باطنی طور پر باغی اور خلافت

کے طالب تھے۔ صرف ظاہری لحاظ سے حضرت عثمان غنی کا مطالبہ کرنے والے تھے۔ دلی باتوں کو اللہ ہی جانتا ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ والی حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو جو باغی فرمایا گیا ہے اس کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث خبر واحد بھی نہیں کیونکہ اس حدیث کے روایت کرنیوالوں میں ایک راوی معلّٰی بن عبدالرحمن ہے اور اس کو اسماء الرجال میں کذاب تک کہا گیا ہے۔ (تحفہ جعفریہ جلد سوم)۔ اور جس حدیث کا راوی کذاب ہو اس سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح مانا جائے تو اس میں فئة باغية سے مراد وہ گروہ ہے جس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ یہی وہ گروہ مسلمانوں میں آخر دم تک فتنہ وفساد پیدا کرتا رہا ہے اور مسلمانوں میں گھس کر آپس میں لڑاتا رہا۔ آخر یہ جنگ وجدال کا سلسلہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح پر ختم ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دینا: آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں جنت کی خوشخبری دی۔ بشارت کے ساتھ فتنہ فساد سے دوچار ہونے کی اطلاع بھی دی۔ چنانچہ وہ اپنے زمانہ خلافت میں اس امتحان سے دوچار ہوئے اور شہید ہوئے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو صلح کی خبر دینا: اور نبی ﷺ کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ دو بڑی جماعتوں میں ان کے ذریعہ صلح کرائے گا۔ چنانچہ آپ کی یہ پیشینگوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ ماہ بعد اسی طرح پوری ہوئی اور ان کے ذریعہ دو بڑی جماعتوں میں صلح ہوئی۔

لڑنے والے کو جہنم کی خبر دینا: آپ کا ایک شخص کے بارے میں جو اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا یہ بتانا کہ یہ اہل جہنم میں سے ہے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ یہ شخص اس جنگ میں زخمی ہوا اور اس نے اسی حالت میں خودکشی کرلی۔ یہ تمام وہ خبریں ہیں جو بغیر علم غیب کے کسی دوسرے ذرائع نجوم، قیافہ اور کہانت وغیرہ سے نہیں دی جاسکتیں۔

سراقہ بن مالک کو بشارت دینا: سراقہ بن مالک کے بارے میں آپ کا یہ خبر دینا کہ اس کو کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں کسریٰ فتح ہونے کے بعد جب مال غنیمت میں کسریٰ کے کنگن آتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو بلاتے ہیں اور کنگن پہناتے ہیں۔

اسود عنسی کے قتل کی خبر دینا: اسود عنسی کذاب کے قتل کئے جانے کی خبر دینا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی خبر کے مطابق یمن میں بمقام صنعاء میں مارا جاتا ہے اور جس کے ہاتھوں وہ مارا جاتا ہے اس کے بارے میں بھی فلاں شخص قتل کرے گا (اس کو فروز دیلمی فارسی نے قتل کیا تھا)۔

حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات: نبی ﷺ کا نجاشی کی وفات کے بارے میں خبر دینا حالانکہ آپ ﷺ کے اور اس کے درمیان کئی دن کی مسافت کا فاصلہ تھا۔ آپ اور تمام صحابہ بقیع کی طرف گئے۔ وہاں جا کر آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا مغفرت کی (یعنی نماز جنازہ پڑھی)۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جس دن آپ ﷺ نے اس کے مرنے کی خبر دی اسی دن اس کی موت واقع ہوئی تھی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جلدی ملاقات کی خبر دینا: آپ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی کہ اے بیٹی تم سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت فاطمہ نبی ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد ہی اس دنیا سے چل بسیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے جلدی وفات پانے کی خبر دینا: نبی ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو اطلاع دی کہ تم میں سب سے پہلے مجھ سے آ کر وہ ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان میں سب سے پہلے وفات پائی کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان میں سب سے زیادہ کشادہ دست اور فیاض تھیں۔ ہاتھ کا لمبا ہونا عربی میں کشادہ دست اور فیاضی سے کنایہ ہے (جوامع السیرت)

عورتوں کے فتنوں کی خبر دینا: حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ (مسلم کتاب الرقاق حدیث ۹۹) کہ دنیا سرسبز و شاداب اور شیریں ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر نوازش کرنے والا ہے (جانشین بنانے ولا) اور تمہارا امتحان لینے والا ہے بس دنیا کی نعمتوں سے پرہیز کرو اور عورتوں کے فتنہ سے بچو۔ بنی اسرائیل میں پہلی آزمائش اور خرابی عورتوں کی وجہ

سے ہوئی۔ حضرت اسامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِي النَّاسِ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ (مسلم)۔ میں نے اپنے بعد مردوں پر عورتوں سے زیادہ نقصان دہ کوئی خرابی نہیں چھوڑی (السیرت النبویہ ابن کثیر)۔ مَا اَدَعُ بَعْدِيْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ (ابن ماجہ حدیث ۳۹۹۸)

☆ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں غلبہ، اعلاء کلمۃ اللہ اور مومنین کی خلافت کے بارے میں اطلاع دی اور وہ اسی طرح ظاہر ہوئے۔ آپ نے اطلاع دی کہ رومی چند سالوں میں ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے۔ اور اسی طرح ہوا۔ ☆ رسول کریم ﷺ کے جو ہم قوم شعب ابی طالب میں محصور تھے آپ ﷺ نے ان کو بتایا کہ کیڑے نے اس عہد نامہ کو کھا لیا ہے جو قریش نے تیار کیا تھا۔ صرف اللہ کا ذکر جہاں کہیں ہے محفوظ ہے۔ یہ واقعہ اس طرح پیش آیا۔ ☆ غزوۂ بدر میں جنگ سے ایک روز پہلے آپ ﷺ نے مقتولوں کی قتل گاہ کا تعین ایک ایک کر کے کر دیا تھا اور جیسا آپ ﷺ نے بتایا تھا اسی طرح ہوا۔ ☆ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا تھا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے راہ خدا میں خرچ کئے جائیں گے اور اسی طرح ہوا۔ ☆ آپ نے اپنی امت کو بشارت دی کہ مسلمانوں کی حکومت ساری دنیا میں پھیل جائے گی اور اسی کے مطابق ظہور پذیر ہوا (الفصول فی اختصار سیرت الرسول، ص ۲۳۷)

تقابل کے طور پر فضائل بیان کرنے میں احترام کا خیال کرنا ضروری ہے۔ حافظ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) نے البدایۃ والنھایہ، ج ۶ ص ۲۵۸ پر نبی کریم ﷺ کے معجزات کا سابقہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے موازنہ اور تقابل کرتے ہوئے معجزات کا ذکر کیا ہے اور اسی طرح امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی التوفی ۹۴۲ھ نے بھی رسول کریم ﷺ کے معجزات کا دیگر نبیوں کے معجزات کے ساتھ موازنہ اور تقابل کرتے ہوئے ۱۶ (سولہ) ابواب میں ذکر کیا ہے (سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ۱۰ ص ۲۶۴)۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس میں تو کوئی شک وشبہ نہیں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ حبیب منتقی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جامع الکمالات، جامع الصفات اور جامع المعجزات بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا ہے۔ اور اس لئے آپ سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں لیکن موازنہ اور تقابل کے طور پر فضائل بیان کرتے ہوئے سب نبیوں اور رسولوں کا احترام وتکریم کرنا فرض ہے۔ لہٰذا تقدیر وتحریر میں ایسا انداز ہر گز نہیں ہونا چاہیے جس میں کسی نبی و رسول کی توہین ہو جیسا کہ بعض نعتیہ کلام میں پڑھا جاتا ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض نبی

ورسول بعض سے افضل ہیں۔اور بعض رسول بعض سے ادنی یا کمتر ہیں، ایسا کہنا بے ادبی، گستاخی اور جہالت ہے۔

دامان نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار   گلچین تو از تنگی دامان گلہ دارد

باب دوازدہم: خصائص الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ خصوصیات جو آپ کے ساتھ مختص ہیں اوران کی تعداد واقسام تو بہت زیادہ ہے۔ان میں سے بعض کا ذکر کیا جائے گا: انشاء اللہ العزیز۔

بعض نے قرآن پاک کی چھتیس آیات کی روشنی میں آپ کے خصائص بیان کئے ہیں۔اور کتاب شان حبیب الرحمن من آیات القرآن میں ایک سو آیات قرآنی کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کے فضائل وخصائص بیان کئے گئے ہیں۔الخصائص لکبریٰ میں چھ سو بانویں (۶۹۲) خصوصیات ذکر کئے گئے ہیں اور کتاب جواھر البحار فی فضائل النبی المختار کی چار جلدوں میں قرآن وحدیث اور مختلف علماء ربانیین کے اقوال وارشادات کی روشنی میں آپ کے نہایت ہی ایمان افروز فضائل وخصائص بڑی جامعیت کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔اہل محبت کے لئے ایک خاص مواد ہے۔اسی طرح کئی اور کتب میں آپ کے خصائص مذکور ہیں جن کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔اسی لئے کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

لَا يُمْكِنُ الثَّنَآءُ كَمَا كَانَ حَقَّه   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یہاں صرف حصول ثواب اور نجات اخروی کی خاطر بعض مشہور اور مستند خصائص ذکر کیے جاتے ہیں۔اقول باللہ التوفیق۔ان خصوصیات میں سے بعض وہ ہیں جو دنیا میں تشریف لانے سے قبل آپ ﷺ کی ذات میں پائے گئے جیسے نور، باعث تخلیق عالم، عطاء نبوت، یوم میثاق، دعائیں اور بشارتیں۔اور بعض وہ ہیں جو آپ ﷺ کی ذات میں قبل از اعلان نبوت پائے گئے جیسے مہر نبوت، شق صدر وغیرہ۔

نورانیت مصطفی ﷺ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (سورہ مائدہ:۱۵)

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

بعض معتزلہ کو چھوڑ کر تمام متقدمین متاخرین مفسرین نے کہا ہے کہ نور سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں (شرح مسلم، ج۵ ص۹۵)۔یعنی جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں نور سے سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین،

احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ مراد ہیں۔اور کتاب مبین سے قرآن مجید مراد ہے۔

کتاب مبین: روشن کرنے والی کتاب، بیان کرنے والی کتاب۔سورہ مائدہ شریف کی آیت ۱۵ میں نور اور کتاب مبین کا ذکر کیا گیا ہے اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔سورہ مائدہ کی اگلی آیت نمبر ۱۶ میں ہے يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

ترجمہ: اللہ اس کے ذریعہ سلامتی کے راستوں پر ان لوگوں کو چلاتا ہے جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور ان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے (پارہ ۶، رکوع ۳، آیت ۱۶)۔اس آیت میں يَهْدِيْ بِهِمَا (ان دونوں کے ذریعہ سے ہدایت دیتا ہے) کی بجائے يَهْدِيْ بِهٖ فرمایا ہے۔یعنی بہ واحد ضمیر لائی گی ہے اس لئے کہ دونوں کا کام ایک ہے۔ولذا وحد الضمیر لاتحاد الطریق فی ھدایتھما فان خلقه ﷺ القرآن (نسیم الریاض، ج۱ص۱۹۰)۔توحید الضمیر المجرور لاتحاد المرجع بالذات اولکونھما فی حکم الواحد (تفسیر ابوالسعود، ج۳ص۵۳)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی بالنور محمد الذی انار اللہ بہ الحق واظھر بہ الاسلام ومحق بہ الشرك (جامع البیان، ج۴ص۱۹۴)۔تحقیق آیا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ کہ اللہ نے اس نور سے حق کو روشن اور اسلام کو ظاہر کیا اور شرک کو مٹادیا (اس لئے آپ کو نور فرمایا گیا)۔

علامہ علاء الدین علی المعروف الخازن (متوفی ۷۴۱ھ) فرماتے ہیں قد جاء کم من اللہ نور یعنی محمد ﷺ انما سماہ اللہ نورا لانہ یھتدی بہ کما یھتدی بالنور فی الظلام (تفسیر خازن، ج۱ص۴۱۷)۔بیشک آیا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نام نور اس لئے رکھا کہ آپ ﷺ کی نورانیت سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ تاریکیوں میں نور سے راہ پائی جاتی ہے۔

امام عبداللہ بن احمد نسفی (متوفی ۷۰۱ھ) فرماتے ہیں والنور محمد لانہ یھتدی بہ کما سمی سراجا (تفسیر مدارک، ج۱ص۴۱۷)۔اور نور محمد ﷺ ہیں کیونکہ آپ کی نورانیت سے ہدایت (رہنمائی) حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کو چمکا دینے والا آفتاب فرمایا۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں قد جاء کم من اللہ نور عظیم و ھو نور الانوار والنبی المختار ﷺ الیہ ھذا ذھب قتادۃ والزجاج (تفسیر روح المعانی، ج۶، ص ۳۶۷) بے شک آیا ہے تمہارے پاس نور عظیم اور وہ نور الانوار نبی مختار ﷺ ہیں اور یہی مسلک حضرت قتادہ اور زجاج کا ہے۔

تفسیر جلالین میں اس آیت کے ماتحت لکھا ہے ھو النبی کریم ﷺ۔ نور سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ اور تفسیر عثمانی میں لکھا ہے کہ شاہد نور سے مراد آپ ﷺ ہیں۔ النور نبی کریم ﷺ کا نام پاک ہے۔ آپ ﷺ کو نور اس لئے فرمایا کہ آپ کے ذریعہ کفر کی تاریکی دور ہوئی اور راہ حق واضح اور روشن ہوگیا۔

علامہ علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں ای لظھور الحق و ابطال الباطل و اطلق ﷺ لانہ یھتدی بہ من الظلمات الی النور (شرح شفاء ج ا ص ۵۱)۔ نیز علامہ علی قاری فرماتے ہیں و ای مانع من ان یجعل النعتان للرسول اللہ ﷺ فانہ نور عظیم لکمال ظھورہ من الانوار و کتاب مبین حیث انہ جامع لجمیع الاسرار و مظھر للاحکام و الاحوال و الاخبار (شرح شفاء، ص۵۱، ج۱)۔ مطلب یہ ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں کو نبی کریم ﷺ کی صفتیں قرار دیا جائے تو اس کے لئے کوئی مانع چیز نہیں ہے۔ بیشک نبی کریم ﷺ نور عظیم ہیں۔ اپنے ظہور کمال ہونے کی وجہ سے انوار اور روشن کتاب ہیں اس لئے کہ آپ تمام اسرار کے جامع ہیں اور تمام احکام اور احوال اور اخبار کے ظاہر کرنے والے ہیں۔

حضرت کعب بن زہیر قصیدہ بانت سعاد میں فرماتے ہیں

اِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ یُستَضَاءُ بِہٖ   مُھَنَّدٌ مِن سُیُوفِ اللہِ مَسلُولُ

بیشک رسول کریم نور ہیں روشنی حاصل کی جاتی ہے ان کے ذریعہ۔ ھندی تلوار ہیں اللہ کی تلواروں میں سے بے نیام (ننگی)۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

نُوراً اَضَاءَ عَلَی البَرِیَّۃِ کُلِّھَا   مَن یُّھدَ لِلنُّورِ المُبَارَکِ یَھتَدِ

آپ ایسا نور ہدایت ہیں جس نے تمام کائنات کو منور کر دیا۔ جس انسان کی بھی بابرکت نور ہدایت کی طرف راہنمائی کی جائے وہ یقیناً راہ پالیتا ہے۔

یعنی آپ پوری کائنات کے لئے مشعل راہ ہیں۔ جو بھی اس سے روشنی حاصل کرنا چاہے با آسانی حاصل کرسکتا ہے (دیوان

حسان، ص ۶۵)

معلوم ہوا کہ آپ نور ہدایت ہیں کہ لوگ آپ کے ذریعہ ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ ان الرسول لنور یستضاء بہ۔ بے شک آپ ﷺ نور ہیں۔ آپ کے ذریعہ روشنی (ہدایت) حاصل کی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی شان میں فرماتا ہے اَللہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ (سورہ نور ۳۵)، ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور (روشن کرنیوالا) ہے۔

اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر نور ہے، ازلی ابدی ہے اور دوسرے نور حادث ہیں۔ سورہ اعراف کی آیت ۱۵۷ میں قرآن مجید کو بھی نور فرمایا ہے۔ چونکہ دونوں کا کام ایک ہے اس لئے بعد میں ضمیر واحد لائی گی ہے۔ آپ ﷺ کو بھی نور فرمایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے چند چیزوں کو نور فرمایا۔

نور کا اطلاق کئی اشیاء پر ہوتا ہے: ۱۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ (سورۃ النور: ۳۵)، ترجمہ: اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

۲۔ قرآن کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِیٓ اُنزِلَ مَعَہٗ (سورۃ الاعراف: ۱۵۷)، ترجمہ: اور اتباع کرتے ہیں اس نور کی جو نبی کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ یہاں مراد قرآن ہے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کو نور قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قَد جَآءَکُم مِّنَ اللہِ نُورٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِینٌ (سورۃ المائدۃ: ۱۵)، ترجمہ: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ یہاں نور سے محمد ﷺ کی ذات مراد ہے۔

۴۔ اپنے دین کو نور قرار دیا۔ یُرِیدُونَ لِیُطفِئُوا نُورَ اللہِ بِاَفوَاھِھِم (سورۃ الصف: ۸)، ترجمہ: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیان کو نور فرمایا۔ اَفَمَن شَرَحَ اللہُ صَدرَہٗ لِلاِسلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُورٍ مِّن رَّبِّہٖ (سورۃ الزمر: ۲۲)۔ ترجمہ: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

۶۔ انجیل کو نور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وآتیناہُ الاِنجِیلَ فِیہِ ھُدًی وَّنُورٌ (سورۃ المائدۃ: ۴۶)، ترجمہ: ور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔

۷۔ایمان کو بھی نور قرار دیا۔فرمان خداوندی ہے یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ (سورۃ الحدید ۱۲)،ترجمہ: دیکھو گے کہ ان کا نوران کے آگے دوڑتا ہے (تفسیر کبیر، ج ۲،ص ۱۶)۔

نور کا معنی: اَلنُّوْرُ فی الحقیقۃ اِسْمٌ لِکُلِّ مَا ھُوَ ظَاھِرٌ بِذَاتِہٖ مُظْھِرٌ لِغَیْرِہٖ (حاشیہ جلالین،ص ۲۹۸)

حقیقت میں نور اس چیز کا نام ہے جو خود ظاہر و روشن ہو اور دوسرے کو ظاہر اور روشن کر دے۔

نور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور دوسروں کی طرف جو نور کی نسبت کی جاتی ہے وہ مجازی ہے۔

نور کی دو قسمیں ہیں:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس نور کی تنوین تعظیمی ہے یعنی بڑا نور۔خیال رہے کہ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو دوسرے کو ظاہر کرے۔ یہ نور دو قسم کا ہوتا ہے: نور حسی جیسے سورج، چاند، تارے، بجلی، گیس، چراغ وغیرہ جس سے آنکھیں روشن نور ہوتی ہیں۔ دوسرا نور عقلی جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قرآن مجید کا علم کہ ان سے عقل منور ہوتی ہے۔ یہاں نور عقلی (معنوی) مراد ہے (تفسیر نعیمی ج ۶،ص ۲۹۷) نور، بڑا نور، دائمی نور (نعیمی)۔آپ نور عقلی (معنوی) ہیں بلکہ نور حسی بھی ہیں۔اور نور کی دو قسمیں ہیں۔ایک نور حسی ہے جیسے چاند و سورج کا نور ہے۔نور حسی سے اندھیرا دور ہوتا ہے۔ دوسری قسم نور معنوی اور نور ہدایت ہے۔علم اور ہدایت کے نور سے جہالت اور گمراہی دور ہوتی ہے۔اور نور حسی چراغ سورج کی صفت ہے اور علم اور ہدایت کا نور انبیاء اور علماء کی صفت ہے۔ان دونوں میں سے علم اور ہدایت کا نور افضل ہے۔اب سوچیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق افضل نور ہے یا مفضول نور (تبیان القرآن، ج ۳،ص ۱۳۸)۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب صفتیں تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نور ہدایت، نور حسی، نور عقلی اور سب قسمیں تھیں اور ان میں کوئی شریعت کے خلاف نہیں تھیں کیونکہ شریعت و نورانیت میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

صاحب تفسیر نعیمی فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت صرف عقلی نہیں بلکہ حسی بھی ہے، چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور سے نور دیکھا جاتا تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء طیبہ میں ایک نام نور بھی ہے (تفسیر نعیمی، ج ۶،ص ۳۰۱)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور اللہ ہیں۔علامہ غلام رسول سعدی فرماتے ہیں اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے عالم امر

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک پیدا کی گئی اور ہر چند کہ آپ کی ولادت جنس بشر سے ہوئی ہے لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت میں وحی کی استعداد اور دیگر خصوصیات ہیں اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام انسانوں سے ممتاز ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور ہدایت کے ساتھ ساتھ نور حسی بھی عطا فرمایا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کا چہرہ اقدس انتہائی روشن اور نورانی تھا اور زمین پر آپ کا سایہ نہیں پڑتا تھا (شرح مسلم، ج ۵،ص ۱۰۷)۔معلوم ہوا کہ اول خلق سے مراد روح محمدی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صرف نور ہدایت نہیں بلکہ نور حسی بھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت روز روشن کی طرح ثابت ہے اور وہ حدیثیں جن میں حلیہ شریف بیان ہوا ان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور حسی ہونے کا ثبوت ہے۔

حدیث نور کے علاوہ مندرجہ ذیل روایات کو بیان کیا جاتا ہے۔حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں نور کا معنی: نور وہ ہے جو آپ تو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کر دے۔ دیکھو آفتاب نور کہ آفتاب کو دیکھنے کے لئے کسی روشنی کی ضرورت نہیں۔ وہ خود روشن ہے اور جس نے اس پر توجہ کر دی وہ بھی چمک گیا (شان حبیب الرحمٰن،ص ۷۰)۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **جعل الشمس ضیاء و القمر نورا** (سورہ یونس ۵)۔اس کے علاوہ تورات، انجیل، اسلام وغیرہ متعدد چیزوں پر نور کا اطلاق ہوا ہے۔

سب سے اول نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کان اللہ ولم یکن شیئا قبلہ و کان عرشہ علی الماء ثم خلق السموات والارض و کتب فی الذکر کُلَّ شَیۡءٍ (بخاری، کتاب التوحید، حدیث ۷۴۱۸، مشکوۃ باب بدء الخلق)۔اللہ تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس سے پہلے نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔پھر اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور لوح محفوظ میں تمام امور کو لکھا۔

شیخ عبدالحق دہلوی (متوفی ۹۸۵) لکھتے ہیں و دل الحدیث علیٰ ان العرش و المآء کانا مخلوقین قبل السماوات و الارض، قالوا و ذٰلك بمعنیٰ انہ لم یکن حائل بینھما لا انہ کان موضوعا علی متن المآء۔ و قال شیخ ابن الحجر لیس المراد بالمآء مآء البحر بل ھو مآء تحت العرش کما شاء اللہ تعالیٰ (لمعات التنقیح، ج ۹،ص ۱۷۱)۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ عرش اور پانی آسمان اور زمین کی پیدائش

سے پہلے پیدا کئے گئے ہیں اور فرمایا کہ اس کا یہ معنی ہے کے بے شک عرش اور پانی کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں تھی۔ نہ یہ کہ عرش پانی کی سطح پر رکھا ہوا تھا اور پانی اس سے متصل تھا۔ شیخ ابن حجر نے کہا کہ پانی سے دریا اور سمندر کا پانی مراد نہیں بلکہ وہ جو عرش کے نیچے تھا، جیسا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے پانی پیدا ہوا پھر عرش۔ حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ (ترمذی)۔ ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدائش میں اولیت قلم کو حاصل ہے۔ مگر بعض روایات میں آتا ہے کے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور محمدی کو پیدا کیا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، حضرت محمد مصطفی، احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں۔ مجھے بتائیے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا۔ آپ نے فرمایا یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُّوْرِہٖ الخ۔۔ (المواھب الدنیۃ، ج ۱، ص ۱۷)۔ ترجمہ: فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

مِنْ نُوْرِہٖ اس کے نور سے۔ حضور کے نور کا اس کے نور سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ محمدی اللہ کے نور کا پرتو اور روشنی ہے (اور اس کا عکس ہے) (واعظ ۱، ص ۲۱۶)۔

یہ روایت متعدد کتابوں میں بیان کی گئی ہے جیسا کہ صلاۃ صفافی نور المصطفیٰ میں ہے۔ بعض علماء نے اس روایت کا انکار اور رد کیا ہے مثلاً کتاب مرشد الحائر لبیان وضع حدیث جابر، کتاب بطلان دعوی از عبداللہ ھرری، کتاب ارشاد العائر الی وضع حدیث اول ما خلق اللہ نوری، اور حدیث نور صحاح ستہ، مسند احمد جمع الجوامع اور کنز العمال وغیرہ میں نہیں ہے اور اس روایت کو ولادت باسعادت کے موقع زیادہ تر بیان کیا جاتا ہے۔ اور نور محمدی کا ذکر صوفیاء کرام کے ملفوظات، مکتوبات اور بعض سیرت کی کتابوں میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ایک دائمی اور ابدی حقیقت ہے کہ اول مخلوقات اور ساری کائنات کا ذریعہ تخلیق عالم و آدم علیہ السلام کا واسطہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا (مدراج نبوت، ج ۲)۔

(۱) اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

(۲) اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس کو پیدا کیا وہ قلم ہے۔

(۳) اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ۔ سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا (مدارج النبوت، ج ۱، ص ۳۶۳، مرصاد العباد ص ۲۱ ص ۳۵، معارج النبوت)۔

ان روایات میں مختلف چیزوں میں سے اولیت حقیقی کس کے لئے ثابت ہے اور ان سب پر کس کو ترجیح حاصل ہے۔ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ کے ماتحت علامہ محمد انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں فی بعض الروایات ان اول المخلوقات نور النبی کریم ﷺ ذکرہ القسطلانی فی المواھب بطریق الحاکم والترجیح لحدیث النور علی حدیث الباب (عرف الشذی شرح ترمذی، ج ۲، ص ۳۸)۔ ترجمہ: بعض روایات میں ہے کہ اول مخلوق نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ علامہ قسطلانی نے اس حدیث کو مواھب میں بطریق حاکم ذکر کیا ہے اور ترجیح حدیث نور کو ہے قلم والی کے حدیث کے مقابلہ میں۔

صاحب روح المعانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول مخلوق ہونے کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں ولذا کان نورہ ﷺ اول المخلوقات (روح المعانی، ج ۱۷، ص ۹۶)۔ اور اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اول مخلوق ہے اور پھر خود قرآن مجید کی آیت مبارکہ میں ہے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اشارۃ الی تقدم روحہ وجوھرہ علی جمیع الکون (عرائس البیان، ج ۱، ص ۲۳۸)، ترجمہ: اس آیت میں اشارہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک اور جوھر مقدس تمام ماسوی اللہ پر مقدم ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ امام ابن حجر نے فرمایا کہ اول مخلوق کے بارے میں روایات کا اختلاف ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مخلوقات میں سب سے پہلے وہ نور ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا گیا ہے، پھر پانی اور اس کے بعد عرش ہے (مرقاۃ، ج ۱، ص ۱۴۱ ۲، باب القدر، فصل اول) (اشرف الوسائل الی فھم الشمائل، ص ۲۶)۔

قلم والی حدیث کی شرح میں علامہ قاری لکھتے ہیں فالاولیۃ اضافیۃ والاول الحقیقی ھو النور المحمدیۃ علی ما بینتہ فی المورد للمولد (مرقاۃ، ج ۱، باب التقدیر، ص ۱۶۶)

پس قلم کی اولیت اضافی ہے اور اولیت حقیقی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جیسا کہ المورد للمولد میں بیان کیا ہے۔ المورد للمولد میں علامہ علی قاری فرماتے کہ ہم جانتے ہیں تمام چیزوں سے پہلے مطلقا نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوا، پھر پانی، پھر

عرش، پھر قلم پیدا ہوا۔ نور محمدی ﷺ کے علاوہ کسی اور کی اولیت کا ذکر اضافی ہوگا (المورد مترجم، ص ۹۵)۔ نور پاک کے بعد سب سے پہلے قلم پیدا کیا گیا پھر سب سے اول عقل پیدا کی گئی تو اولیت کی نسبت اس اعتبار سے صحیح ہوگی۔

اور نور محمدی کا ذکر صوفیاء کرام کے ملفوظات، مکتوبات اور بعض سیرت کی کتابوں میں ہے۔

کیا ساری مخلوق نور محمدی کے فیض سے پیدا ہوئی: صوفیاء فرماتے ہیں کہ ساری مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے نور کو اپنے نور کے فیضان سے پیدا فرمایا پھر نور محمدی کے فیض سے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی لکھتے ہیں قال ﷺ خلقت من نور اللہ والمؤمنون من نوری (مکتوبات دفتر ۳، ص ۵۶۶، فارسی مکتوب ۱۲۲)۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کے نور فیضان (پرتو) سے پیدا کیا گیا ہے اور سب ایماندار میرے نور سے پیدا ہوئے۔

مولانا نور احمد مجددی لکھتے ہیں اول ما خلق اللہ نوری وخلق الخلق من نوری (تفسیر رؤوفی، ج ۱، ص ۲۶۹)۔

انا من اللہ والمؤمنون منی (مدارج نبوت)۔

شیخ احمد نجم الدین کبری (متوفی ۵۶۸ھ) لکھتے ہیں لما کان نور النبی کریم ﷺ اول باسم النور ولھذا یقول ان من اللہ والمؤمنون منی (تاویلات النجمیہ، ج ۶، ص ۳۶۷۱)۔

اور حدیث نور میں ہے کہ ساری مخلوق نور محمدی سے پیدا ہوئی ہے اور سارے نور آپ ﷺ کے نور کے پرتو اور عکس ہیں۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں

کلمے کے چرخ فلک طور اوست — ہمہ نورہا پرتو نور اوست
تو اصل وجود امدی از نخست — دیگر ہر چہ موجود شد فرع تست

مولانا عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں

وصلی اللہ علیٰ نور کزو شد نورہا پیدا — زمین از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا
جہاں روش از جمال محمد — دلم زندہ شد از وصال محمد

میاں محمد بخش علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

سبھو نور اوسدے نوروں اس دا نور حضوروں — اس نوں تخت عرش دا میلا موسیٰ نوں کوہ طوروں

ایک اور پنجابی شاعر کیا خوب کہتا ہے

لوح قلم اسمان زیناں کرسی عرش پیارے — نور نبی تھیں پیدا کتے سورج چن ستارے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ایک دائمی اور ابدی حقیقت ہے کہ اول مخلوقات اور ساری کائنات کا ذریعہ تخلیق عالم و آدم علیہ السلام کا واسطہ نور محمدی ﷺ ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا (مدراج نبوت، ج ۲)۔ یہ روایت مندرجہ ذیل کتب میں بھی بغیر سند و حوالہ کے مذکور ہے (معارج نبوت، روح المعانی ۱۷ ص ۱۰۵، تواریخ جیب الہ ص ۹ تفسیر غرائب القرآن، تاریخ الخمیس، عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۵۰، الیواقت والجواھر)

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فضائل مصطفی ﷺ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کَمَا قَالَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَلصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ (مکتوبات دفتر سوم، ص ۵۱۵، فارسی مکتوب ۱۰۰)۔ نیز حقیقت محمدی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں قَالَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِیْ (مکتوبات دفتر سوم، ص ۵۶۶، فارسی مکتوب ۱۲۲)۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں حضور ﷺ کا فرمان ہے انا من نور للہ والمؤمنون من نوری۔ میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مومن میرے نور سے ہیں۔ ایک روایت میں انا من اللہ والمؤمنون منی۔ میں اللہ سے ہوں اور تمام مسلمان مجھ سے ہیں (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۷۰۹)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ خلق سائر افراد عالم مناسبت ندارکہ او صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود نشاء عنصری از نور حق جل وعلا مخلوق گشتہ است کما قال علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ و دیگراں راایں دولت میسر نشدہ است (مکتوبات امام ربانی دفتر سوم، مکتوب ۱۰۰)۔ جاننا چاہیئے کہ پیدائش محمدی ﷺ دوسرے انسانی افراد کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ افراد عالم میں سے کسی بھی فرد کی پیدائش سے مناسبت نہیں رکھتی۔ رسول اللہ ﷺ عنصری پیدائش کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ۔ میں اللہ کے نور کے (پرتو) سے پیدا کیا گیا ہوں دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہے۔

نیز فرماتے ہیں: بکشف صریح معلوم گشتہ است کہ خلقت آنسرور علیہ وعلیٰ الصلوات والتسلیمات ناشی ازیں امکان ست کہ بصفات اضافیہ تعلق وارد و نہ امکانے کہ در سائر ممکنات عالم کائن ست و ہر چند بدقت نظر صحیفہ ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ می آید وجود آنسرور آنجا مشہود نمیگرد و بلکہ منشاءِ خلقت و امکانِ او علیہ وعلیٰ لہ الصلوٰۃ والسلام وجود صفات اضافیہ و امکانِ شان محسوس میگردد و چوں وجودِ آنسرور علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام در عالم ممکنات نباشد بلکہ فوق ایں عالم باشد، ناچار او را سایہ نبویہ و نیز در عالم شہادت سایہ شخص از شخص لطیف تر است و چوں لطیف ترے از وے در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت وارد علیہ وعلی الہ الصلوات والتسلیمات۔

ترجمہ: کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش اسی امکان سے نہیں جو تمام صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے، اس امکان سے نہیں جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے اور جس قدر بھی وقت نظر سے ممکنات عالم میں صحیفے کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو آنحضرت ﷺ کا وجود اس میں مشہود نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا منشا اور آپ کا امکان صفات اضافیہ کا وجود اور ان کا امکان محسوس ہوتا ہے۔ جب آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام عالم ممکنات میں سے نہیں ہوں گے بلکہ اس عالم سے اُوپر ہوں گے تو یقینی بات ہے کہ ان کا سایہ اس سے لطیف تر ہوتا ہے لیکن جب ان سے لطیف تر اس دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے تو ان علیہ وعلی الہ الصلوات والتسلیمات کا سایہ کس صورت ہوتا (مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۱۰۰)۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ ہر اعتبار سے بے مثل ہیں۔

آپ ﷺ باعث تخلیق کائنات ہیں: بعض علماء اور صوفیا کرام کے مکتوبات اور ملفوظات میں اس قسم کی روایات پائی جاتی ہیں جن میں یہ مرقوم ہے کہ آپ ﷺ کی خاطر ساری مخلوقات پیدا کی گئی ہے اور اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو مخلوقات میں سے کوئی چیز پیدا نہ ہوتی۔ چنانچہ علامہ قسطلانی (متوفی ۹۴۳ھ) لکھتے ہیں **ان آدم وجمیع المخلوقات خلقوا لاجلہ رواہ البیہقی وغیرہ، کشیخہ الحاکم، وصححہ عن ابن عباس: اوحی الی عیسیٰ ان آمن بمحمد وامر امتك ان یؤمنوا بہ، فلولا محمد ما خلقت آدم ولولا محمد ما خلقت الجنۃ النار الحدیث، وھو لا یقال رایا فحکمہ الرفع** (مواہب اللدنیہ مع شرح زرقانی ص ۱۸۶)۔

حدیث قدسی **لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ** (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا) جو کہ خاتم الرسل کی شان میں

واقع ہے، اس کا راز اس جگہ سے معلوم کرنا چاہیئے اور **لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ** (اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا) کی حقیقت کو اس مقام میں تلاش کرنا چاہیئے (مکتوبات دفتر سوم، ص ۵۸۶، مکتوب ۱۲۲)۔ اور اسی طرح ان روایات کو دیگر مقامات پر مکتوبات امام ربانی رحمہ اللہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

لہٰذا اگر روح محمدی نہ ہوتی تو خدا کو کوئی نہ جانتا اس لئے کہ کوئی پیدا ہی نہ ہوتا (مدارج النبوت)۔ **لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ** اور اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اس روایت کے متعلق علامہ محمد طاہر صدیقی پٹنی (متوفی ۹۸۱ھ) لکھتے ہیں موضوع تذکرۃ الموضوعات ص ۱۳۸ کہ یہ روایت منگھڑت ہے اور اسی طرح صاحب کشف الخفا نے ج ۲ کے ص ۱۶۲ پر لکھا ہے۔

اعراب البردہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی گی ہے اور اس کے آخر میں ہے **وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ** اگر محمد ﷺ پیدا نہ ہوتے تو (اے آدم) میں تجھے کبھی نہ پیدا کرتا (اعراب البردہ ص ۱۵۶)۔

حافظ ابو عبداللہ محمد الحاکم نیشاپوری رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) نے اس روایت کو المستدرک ج ۲ کے ص ۲۷۲ پر نقل کیا ہے۔ حافظ شمس الدین عبداللہ محمد الذھبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے تلخیص میں اس روایت کے متعلق یوں لکھا بَلْ **هُوَ مَوْضُوْعٌ** بلکہ یہ روایت من گھڑت ہے (خاشیہ المستدرک، ج ۲، ص ۱۲۷۶)۔

ان ہی روآیات کے مضامین کو بعض شعراء نے بھی اپنے اپنے کلام منظوم میں پیش کیا ہے۔

چنانچہ صاحب قصیدہ بردہ لکھتے ہیں

(۱) وَ كَيْفَ تَدْعُوْاِلَى الدُّنْيَا ضَرُوْرَةُمَنْ لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

اور کیسے دنیا کی ضرورتیں ان کو بلائیں اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا ظاہر نہ ہوتی (قصیدہ بردہ شعر نمبر ۳۳)

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمٖ

اور تمام جو معجزات رسولوں نے پیش فرمائے بے شک وہ معجزات رسولوں کو آپ ﷺ کے نور سے ملے ہیں (قصیدہ بردہ شعر نمبر ۵۹)

یہی مفہوم حضرت ملا جامی قدس سرہٗ اس طرح ادا فرماتے ہیں

(۲) وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا زمین از حب اُو ساکن، فلک در عشق اُو شیدا

محمد، احمد و محمود وے خالقش بستود ☆ کز وشد بود ہر موجود از وشد دید ہا بینا

(کلیات جامی)

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

(۳) بلند آسمان پیش قدرت خجل ☆ تو مخلوق و آدم ہنوز آب و گل

تو اصل وجود آمدی از نخست ☆ دیگر ہر چہ موجود شد فرع تست

ترا عز ولاک تمکین بس ست ☆ ثنائے تو طٰہٰ و یٰسین بس ست

(بوستان)

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

(۴) گر نہ ہوتا پیدا وہ شاہ امم ☆ یہ نہ ہوتا وہ نہ ہوتا تو نہ میں

(ضیاء القلوب)

شیخ سید حسین احمد مدنی صاحب شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بعض عقائد بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں اب اس کے مقابلہ میں ان ہمارے حضرات اکابر کے اقوال عقائد کو ملاحظہ فرمائیے۔ یہ جملہ حضرات ذات حضور پرنور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الٰہیہ و میزاب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے اب تک جو جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہونگی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی۔ ان سب میں آپ ﷺ کی ذات پاک اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ غرضیکہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیاں ہیں یہی معنی لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا)، اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا) اور اَنَا نَبِيُّ الْاَنْبِيَاءِ (میں سارے نبیوں کا نبی ہوں) وغیرہ کے ہیں اس احسان و انعام عام میں جملہ عالم شریک ہے (الشہاب الثاقب ۴۷)۔

خواجہ الطاف حسین حالی لکھتے ہیں

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو ☆ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو ☆ جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

حضرت میاں محمد بخش صاحب قدس سرہٗ نے اسی مفہوم کا یہ تخیل پیش فرمایا ہے:

نور محمد روشن آہا آدم جدوں نہ ہویا ☆ اول، آخر دوہیں پاسیں او ہو مل کھلویا

کرسی، عرش نہ لوح، قلم سی نہ سورج، چن تارے ☆ تدوں وی نور محمد والا دینداسی چمکارے

صوفیاء کرام اور بعض علماء عظام کی کتابوں میں بعض روایات کی روشنی میں یہ استدلال کیا گیا ہے کہ آپ باعث تخلیق کائنات ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ بعض روایات جو بہت مشہور ہیں جن کو صوفیاء نے اپنا مستدل بنایا ہے ان میں سے بعض کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (۱) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (سورہ الزاریات ۵۶) اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی عبادت کیلئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں ای یعرفونی یعنی تاکہ وہ مجھے (عبادت سے) پہچانیں (الموضوعات الکبری ص ۱۷۹)۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے (۲) كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ (مرقاۃ ج ۱۰، باب بدء الخلق وذکر الانبیاء فصل، اول انوار القرآن و اسرار الفرقان ج ۵ ص ۳۵۰)۔ میں مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا (تاکہ پہچانا جاؤں)۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مستفاد ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورہ الزاریات ۵۲)۔ اس میں وارد لفظ لِيَعْبُدُوْنَ کی تفسیر خیر الامت نے لِيَعْرِفُوْنِ سے کی ہے اور یہ تفسیر بھی مذکورہ بالا روایت کی ہے (مرقاۃ)۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اپنی معرفت اور عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

علامہ محمود آلوسی (باب) الاشارات سورہ زاریات کی آیت ۵۶ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ای یعرفون تاکہ وہ مجھے پہچانیں۔ اور یہ صوفیاء کرام کے نزدیک اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس کو انہوں نے بذریعہ کشف صحیح قرار دیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ (۳) كُنْت كنزا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ۔ اور کتاب الانوار السنیہ میں سید نور الدین سمہودی نے ان لفظوں سے نقل کیا (۴) كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا

فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ هٰذَا الْخَلْقَ لِیَعْرِفُوْنِی فَبِهٖ عَرَفُوْنِی (روح المعانی، ج ۲۷ ص ۷۳)۔ میں ایک مخفی (غیر معروف) خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اس مخلوق کو پیدا کیا تا کہ وہ پہچانیں مجھے تو انہوں نے مجھے اس کے ساتھ پہچان لیا۔ معلوم ہوا کہ مخلوقات اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان کی دلیل واضح ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ کسی بزرگ کا قول ہے اور صوفیا فرماتے ہیں کہ حدیث قدسی ہے۔

چنانچہ الشیخ العلامہ سعد الدین محمد بن احمد الفرغانی (متوفی ۸۰۰ھ) لکھتے ہیں نُقِلَ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (۱) كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ (منتھی المدارک فی شرح تائیۃ ابن الفارض، ج ۱، ص ۱۸)۔ رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے فرمایا میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ جانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ جانا اور پہچانا جاؤں۔

اس روایت کے الفاظ میں تھوڑا سا اختلاف بھی پایا جاتا ہے مگر مفہوم و مطلب میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ امام شمس الدین سخاوی (متوفی ۹۰۶ھ) اس حدیث کو یوں نقل فرماتے ہیں

(۲) كُنْتُ كَنْزًا لَا اُعْرَفُ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ خَلْقًا فَعَرَّفْتُهُمْ بِیْ فَعَرَفُوْنِیْ (المقاصد الحسنۃ ص ۳۷۷، الموضاوعات الکبیر)۔ میں ایک مخفی خزانہ تھا جو پہچانا نہ جاتا تھا۔ میں نے یہ پسند کیا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی اور انہیں میں نے اپنی پہچان کروائی تو انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ اس روایت میں مَخْفِیًا کے الفاظ نہیں۔ لَا اُعْرَفُ کے الفاظ مذکور ہیں اور اَلْخَلْقَ لِاُعْرَفَ کے الفاظ مذکور نہیں۔

(۳) كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَجْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ هٰذَا الْخَلْقَ لِیَعْرِفُوْنِیْ فَبِیْ عَرَفُوْنِیْ (روح المعانی، ج ۲۷ ص ۷۳ بحوالہ کتاب السنیۃ)۔

شیخ عبدالکریم بن ابراھیم الجیلی (متوفی ۸۳۲ھ) لکھتے ہیں اعلم ان الله تعالیٰ لمّا اراد ان یظھر من تلك الكنزية الخنفية واحب ان يخلق هذا العالم الكونى لمعرفته كما ورد فى قوله تعالیٰ فى الحديث القدسى: كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَجْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ معلوم رہے کہ جب اللہ عز وجل نے اس چھپے ہوئے خزانہ کو ظاہر کرنا چاہا تو اپنی پہچان کروانے کے لیے اس جہانِ امکان کو پیدا کر دینا پسند فرمایا۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (الکمالات الالٰھیہ ص ۱۸ بحوالہ کشف الخفا حدیث رقم ۱۴ ص ۲۰ طبع دار الکتب العلمیہ، مثنوی دفتر چہارم ص ۲۴۸)۔ میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ کنزا مخفیا سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات صفات اسماء ہے اور خلق سے مراد مخلوق کو لیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

شیخ عبدالکریم بن ابراھیم جیلی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں وَهُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى كنت كنزا مخفيا فاجببت ان اعرف فخلقت الخلق، وتجليت عليهم فبى عرفونى. هذا حديث صحيح من طريق الكشف، وضعيف من طريق الاسناد قد اجمع المحققون على صحته، وذكره غير واحد منهم فى مصنفاته واذا قد علمت ذلك (الکمالات الالھیۃ فی الصفات المحمدیہ ص ۱۵۶)۔ میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا اور ان پر میں نے تجلی ڈالی تو انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ یہ حدیث طریق کشف کے اعتبار سے صحیح، اور اسناد کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ بلا شبہ محققین نے اس کے صحیح ہونے پر اجماع کیا ہے۔ اور بہت سے محققین نے اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر کیا ہے۔

امام شمس الدین سخاوی لکھتے ہیں كُنْتُ كَنْزًا لَا اُعْرَفُ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ خَلْقًا فَعَرَّفْتُهُمْ بِیْ فَعَرَفُوْنِیْ (مقاصد حسنۃ، موضوعات کبیر)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ایک ایسا (مخفی) خزانہ تھا جس کی معرفت کسی کو حاصل نہ تھی میں نے چاہا کہ لوگوں کو معرفت حاصل ہو اس لئے میں نے مخلوق کو پیدا کیا اور انہیں اپنی معرفت عطا فرمائی چنانچہ انہوں نے مجھے پہچانا۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں در حدیث قدسی کہ مشہور است آمدہ است کنت کنزا مخفیا فاجببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف۔ یعنی مشہور حدیث قدس میں آیا ہے میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا۔ اول جو چیز اس پوشیدہ خزانہ سے ظاہر ہوئی محبت ہے کہ مخلوق کی پیدائش کا سبب ہوئی ہے۔ اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں راسخ و مستقر رہتا (مکتوبات، ج ۳، ص ۵۶۸، مکتوب ۱۲۲)

اور اسی طرح یہ روایت کچھ بدلے ہوئے الفاظ کے ساتھ دیگر کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ روح البیان ج ۹ سورہ

الذاریات زیر آیت ۵۶، روح المعانی سورہ ذاریات زیر آیت ۵۶، اس حدیث قدسی کو فتوحات مکیہ کے باب ۱۹۸ میں ذکر کیا گیا ہے (روح المعانی، ج ۲۷، ص ۲۳)۔ بعض کتابوں میں یوں ہے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَرَدْتُ اَنْ اُعْرَفَ (معارج النبوت)۔ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ صوفیاء کرام اور علماء عظام اس روایت کو حدیث قدسی کہتے ہیں اور اپنی اپنی کتب میں بیان کرتے رہتے ہیں۔

حافظ سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں (کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) میں ایک غیر معروف خزانہ تھا، میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں، سو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ میں نے انہیں اپنی پہچان کرائی پس انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ حافظ سیوطی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: اس کی کوئی اصل نہیں ہے (الدرر المنتشرہ، حدیث نمبر ۳۵۵، ص ۲۲۷)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی ماتریدی (متوفی ۱۰۳۴ھ) لکھتے ہیں کہ اور تمام مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے۔ مشہور حدیث قدسی میں آیا ہے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ (میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے محبوب رکھا کہ میں پہچانا جاؤں۔ پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں)۔ سب سے پہلی چیز جو اس مخفی خزانہ سے ظہور کے تخت پر جلوہ گر ہوئی وہ محبت تھی جو کہ مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی۔ اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں مستقل طور پر اپنا ٹھکانا رکھتا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں حدیث قدسی میں وارد ہے جو اللہ کی طرف سے اشارہ ہے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ ان اعرف فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ وَتَعَرَّفْتُ الیھم فبی عرفونی وعرفت بھم (مدارج النبوت ج ۲ ص ۷۱۸ اردو) میں ایک مخفی خذانہ تھا میں نے پسند کیا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا اور ان کو اپنے آپ کی پہچان کرائی تو انہوں نے مجھے پہچان لیا۔

تنبیہ: اس سے قبل جو روایات نور محمدی اور باعث تخلیق کائنات ہونے کے متعلق تحریر کی گئی ہیں وہ سب صوفیاء کرام نے اور جو ان کے مزاج کے علماء تھے انہوں نے تحریر کی ہیں۔ یہ سب حضرات قابل احترام ہیں مگر یہ روآیتیں محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ہیں۔ ان روایات کو واعظین اور نعت خانوں نے نظم ونثر میں بیان کر کے لوگوں میں عام کر دیا اور پختہ عقیدہ بنا لیا۔ اب ان روایات کے خلاف کوئی نہ لکھ سکتا ہے اور نہ بول سکتا ہے کیونکہ اس کو فوراً بدعقیدگی کا فتویٰ لگاتے

ہیں۔ یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ صوفیاء اور علماء کا احترام ضروری ہے مگر عقائد میں ان کی تحقیقات سے اتفاق کرنا لازمی نہیں ہے۔ اور صوفیاء کرام کے ملفوظات و مکتوبات وغیرہ میں بہت سی اس قسم کی روایات بغیر سند اور حوالہ کے درج ہیں جو لوگوں میں زیادہ مشہور ہو گئی ہیں۔ اور ائمہ متکلمین اور محدثین کی کتابوں میں یہ روآیتیں نہیں پائی جاتیں۔ صوفیاء کرام اپنے حسن ظن سے نقل کرتے رہے ہیں۔ نیز صوفیاء کرام اپنے کشف والہام سے بھی ارشاد فرماتے ہیں اور وہ کشف، الہام کو اپنے حق میں معتبر مانتے ہے۔ دوسروں کے لئے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ کے فضائل وخصائص وغیرہ کے متعلق روایات صحیحہ بے شمار ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے روایات ضعیفہ کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

نور محمدی، خلقت محمدی اور باعث تخلیق کائنات ہونا۔ ان مسائل کے متعلق جو روایات بیان کی جاتی ہیں اگرچہ وہ بیان کرنے والے بڑے بڑے علماء اور صوفیاء ہوئے ہیں مگر محدثین کے نزدیک یہ روایات صحیح سندوں سے ثابت نہیں ہیں اور نہ عقائد میں ایسی روایات کو قبول کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فلیتبوّأ مَقعدہٗ مِنَ النَّار (مقدمہ مسلم)۔ یعنی جو کوئی مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہیں کہ وہ کسی چیز کو کسی غرض وغایت کے لئے پیدا کرے بلکہ اس کے افعال حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اغراض سے پاک ہے۔

کیا نور سے مراد روح محمدی ﷺ ہے: نور محمدی سے کیا مراد ہے؟ علامہ علی قاری رحمہ اللہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں قَوْلُهٗ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَفِیْ رِوَایَةٍ رُوْحِیْ مَعْنٰهُمَا وَاحِدٌ فَاِنَّ الْاَرْوَاحَ نُوْرَانِيَّةٌ اَیْ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنَ الْاَرْوَاحِ رُوْحِیْ (مرقاۃ، ج ۱، ص ۲۷۰)۔ کہ آپ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا تو دونوں کا معنی ایک ہی ہے کیونکہ روحیں نورانی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیز سب سے پہلے پیدا کی وہ میری روح ہے۔ معلوم ہوا نور سے مراد روح پاک ہے اور سب روحوں سے اول روح محمدی کو پیدا کیا گیا اور اسی کو نبوت عطا کی گئی۔ اور اسی طرح اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۴۷۵ پر لکھا ہے اور

علامہ یوسف نبھانی شیخ ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ کے بارھویں باب کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے اول روح محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق ہوئی ہے۔ پھر اسی روح محمدی کو نبوت عطا کی گئی تھی تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے (جواھر البحار مختصرا)

شیخ عبدالکریم بن ابراھیم جیلی رحمہ اللہ (متوفی ۸۳٦ھ) نور پاک سے مراد روح لیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللہُ رُوْحَ مُحَمَّدٍ ﷺ کَمَا وَرَدَ فِیْ حَدِیْثِ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ (الکمالات فی الصفات المحمدیہ ص ۱۷، ۸۱، ۱۱۵) یعنی حضرت جابر کی روایت کردہ حدیث میں من نور نبیك سے مراد روح نبیك ہے اور روح محمد ﷺ کو قلم سے بھی تعبیر کیا گیا ہے لہذا وہ الگ چیز نہیں ہے (ص ۱۵۱)

علامہ میر سید جمال الدین فضل اللہ حسینی (متوفی ۹۳۰ یا ۱۰۰۰ھ) لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدس کو عالمین کی ارواح سے پہلے پیدا کیا اور تمام ارواح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدس سے پیدا ہوئیں (گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل کائنات ہیں)۔ حضرت ابوھریرہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں سب سے اول پیدا ہوا اور سب سے آخر مبعوث ہوا (سیرت رسالت مآب اردو روضۃ الاحباب، ج ۲، ص ۲۱۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں بدانکہ اول مخلوقات وواسطہ صدور کائنات وواسطہ خلق عالم وآدم نور محمد ست صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ماخلق اللہ نوری وسائر مکنونات علوی وعلی از ان نور واز ان جوہر پاک پیدا شدہ (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۲، فارسی)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب علماء کے نظریات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں تاہم اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح سب سے پہلے پیدا کی گئی اور جب کہ آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کا جسم پیدا کیا گیا تو یہ ظاہر قرآن اور حدیث اور عام اصول فطرت کے مطابق ہے (شرح مسلم، ج ۵، ص ۱۰۵)۔

نیز لکھتے ہیں کہ صرف اس پر یقین رکھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔ لکھتے ہیں تو ہمارے نزدیک سلامتی کی راہ اس قول میں ہے کہ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پیدا کی گئی جیسا عام اصول ہے کہ وہ اجسام سے پہلے ارواح کو پیدا کرتا ہے اور ظاہر قرآن اور حدیث میں بھی اس کی تائید ہے (شرح مسلم، ج ۵، ص ۱۱۷)۔

خیال رہے جو شخص عظمت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھٹانے کی خاطر فضائل اور مناقب کی روایات کا انکار کرتا ہے وہ بدمذھب، بے

دین ہے لیکن اگر کوئی تحقیق کی روشنی میں کوئی بات لکھتا ہے تو اس کو بدعقیدہ قرار دینا بد باطن ہونے کی نشانی ہے (اللہ بچائے)۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم ارواح میں نبی ہونا: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (جامع ترمذی، ج ۲، ابواب المناقب، حدیث رقم ۳٦۸۸)۔ کہ آپ کو کب نبوت ملی۔ آپ نے فرمایا اس وقت جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح و جسم کے درمیان تھے یعنی ان میں روح نہیں پھونکی گئی تھی۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینته (مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنہ) کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب آدم ابھی مٹی (گھوندے ہوئے گارے) میں تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کُنْتُ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِی الْبَعْثِ (مقاصد حسنہ، ص ۳۲٦)۔ کہ میں پیدائش میں سب نبیوں سے اول تھا اور بعثت میں ان کے آخر ہوں۔ اس حدیث کے شامل حدیث میسرہ فجری ہے۔

چنانچہ حضرت میسرہ فجری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَتٰی کُتِبْتَ نَبِیًّا۔ آپ کو کب نبی لکھا گیا تھا؟۔ فرمایا وَآدَمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (مسند امام احمد، ج ۵، ص ۵۹)۔ حالانکہ حضرت آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔ (دوسری روایت میں کُنْتُ نَبِیًّا کے الفاظ ہیں)۔ علامہ ابن کثیر حضرت میسرہ فجری رضی اللہ عنہ کی حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اِسْنَادُهٗ جَیِّدٌ اَیْضًا کہ اس کی سند بھی عمدہ ہے (البدایہ والنہایہ، السیرۃ النبویہ، ص ۳۴۴، ج ۲) (واللہ اعلم)

بعض علماء کہتے ہیں هذان حدیثان لا یدلان علی مراد القوم بل یدلان علی الکتابة ای انه ﷺ کتب نبیا وادم بین الروح والجسد (خصائص المصطفیٰ، ص ۸۷) کہ یہ دونوں حدیثیں لوگوں کی مراد پر

دلالت نہیں کرتی (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل بالفعل نبی تھے) بلکہ یہ دونوں حدیثیں کتابت پر دلالت کرتی ہیں (کہ آپ ﷺ کا آئندہ نبی ہونا لکھا گیا تھا) حالانکہ حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

كُتِبْتُ نَبِيًّا (میں نبی لکھا گیا تھا) کی شرح كُنْتُ نَبِيًّا (میں نبی تھا) ہے۔ علماء کرام ان حدیثوں کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ آپ کو عالم ارواح میں نبوت عطا کی گئی۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں وحاصل این معنی انچہ مشہوراست برزبانہا بلفظ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین و در روایتی کتبت نبیا از کتابت یعنی نوشتہ شدم من پیغمبر وحال آنکہ آدم میان آب وگل بود یعنی مخلوق نشدہ بود اینجا میگویند کہ از سبق نبوت آنحضرت چہ مراد است۔ اگر علم و تقدیر الٰہی ست نبوت ہمہ انبیا را شامل ست و اگر بالفعل ست آن خود در دنیا خواہد بود۔ جوابش انست کہ مراد اظہار نبوت اوست صلی اللہ علیہ وسلم پیش از وجود عنصری وی در ملائکہ وارواح چنانکہ وارد شدہ است کتابت اسم شریف او برعرش وآسمان ہا وقصور بہشت وغرفہ ہای آن و برسینہ ہای حور العین و برگہای درختان جنت و درخت طوبیٰ و برابروہا وچشم ہای فرشتگان وبعضے عرفا گفتہ اند کہ روح شریفہ وی صلی اللہ علیہ وسلم نبی بود و در عالم ارواح کہ تربیت ارواح می کرد چنانچہ کہ دریں عالم بہ جسد شریف مربی اجساد بود وبہ تحقیق ثابت شدہ خلق ارواح قبل اجساد واللہ اعلم (اشعۃ اللمعات، ج ۴، ص ۴۷۵)۔

اس کا حاصل وہی ہے جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے کنت نبیا وادم بین الما والطین (میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ ایک روایت میں کنت کی جگہ کتبت (میں لکھا ہوا تھا) ہے۔ یہیں سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور کی نبوت مقدم ہونے کا کیا معنی ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ کے علم وتقدیر میں نبی ہونا مراد ہے یہ بات تو تمام انبیا کو شامل ہے اور اگر عملا اور بالفعل مراد ہے تو وہ دنیا میں ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد وجود عنصری سے پہلے ملائکہ اور ارواح کے درمیان آپ کی نبوت کا اظہار ہے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ عرش، تمام آسمان، محلات جنت، ان کے روشن دان، حوروں کے سینوں، جنتی درختوں کے پتوں، طوبی کے درختوں، فرشتوں کی آنکھوں اور ابروؤں پر آپ کا اسم گرامی لکھا ہوا تھا۔ صوفیاء نے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح شریفہ عالم ارواح میں نبی تھی اور دوسری روحوں کی تربیت کرتی تھی جیسے دنیا میں آپ کا جسم پاک تمام اجسام کیلئے مربی ومصلح ہے۔ اور بلاشبہ یہ ثابت ہے کہ روحیں تمام جسموں سے پہلے پیدا ہوئی ہیں (واللہ اعلم)۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی اس کی شرح میں فرماتے ہیں وَلَيْسَ الْمَعْنٰى اَنَّهٗ كَانَ نَبِيًّا فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ كَمَا قِيْلَ لِاَنَّهٗ لَا يُخْتَصُّ بِهٖ بَلْ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ رُوْحَهٗ قَبْلَ سَائِرِ الْاَرْوَاحِ وَخَلَعَ عَلَيْهَا خِلْعَةَ التَّشْرِيْفِ بِالنُّبُوَّةِ اِعْلَامًا لِلْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَاِذَا كَانَتِ النُّبُوَّةُ صِفَةً لِّرُوْحِهٖ عُلِمَ اَنَّهٗ ﷺ بَعْدَ مَوْتِهٖ نَبِيٌّ رَسُوْلٌ وَلَا يَضُرُّ اِنْقِطَاعُ الْاَحْكَامِ وَالْوَحْيِ واكمل دينه وانكار ذالك جهل فاحفظه نفيس جدا (نسیم الریاض، ج ۳، ص ۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ اور اس حدیث کا یہ معنی نہیں کہ آپ صرف صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی تھے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ اگر ایسا ہی ہو تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تخصیص نہیں ہوگی (کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو سارے نبی تھے) بلکہ (اس کا معنی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے آپ کی روح کو پیدا کیا اور اس کو نبوت کی خلعت سے مشرف فرمایا ملاء اعلی کو بتلانے کیلئے اور جب کہ نبوت آپ کی روح کی صفت ہے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں۔ اور وحی اور احکام کا منقطع ہونا اس میں مضر نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین مکمل ہو چکا ہے۔ اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔ اس تحقیق کو حفظ کرلو کیوں کہ یہ بہت نفیس ہے۔

شہاب الدین احمد الحجر الہیتمی فرماتے ہیں وليس المراد من ذلك التقدير لان غيره كذلك بل الاشارة الى كون روحه العلية ثبت لها ذلك الوصف دون غيرها في عالم الارواح اذ وردان الارواح خلقت قبل الاجساد بالفي عام (المنح المکیۃ فی شرح الھمزیۃ، ص ۹۴)

ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے ضمن میں فرماتے ہیں وفيه دلالة على ان نبوته لم تكن منحصرة فيما بعد الاربعين كما قال جماعة بل اشارة الى انه من يوم ولادته متصف بنعت نبوته بل يدل حديث كنت نبيا وادم بين الروح والجسد على انه متصف بوصف النبوت في عالم الارواح قبل خلق الاشباح (شرح فقہ اکبر، ص ۱۸۰ طبع بیروت)۔ اور اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت چالیس سال کے بعد کی زندگی پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے کے دن سے وصف نبوت سے متصف تھے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھا جب کہ آدم علیہ السلام روح جسم کے درمیان تھے، (یہ حدیث) اس امر پر دلالت کر رہی ہے کہ نبی کریم

ﷺ عالم اجسام کی پیدائش سے پہلے عالم ارواح میں نبی کریم ﷺ تھے۔

بحر العلوم مولانا عبدالحی لکھنوی آپ ﷺ کے خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں خاصیت دوئم آنست کہ روح آنحضرت ﷺ نبی و رسول بود چنانچہ در حدیث واقع شدہ است کنت نبیا و ادم لمنجدل بین الماء والطین بود من نبی و حال آنکہ آدم ابوالبشر منجدل بود در آب و خاک یعنے حال آنکہ آدم پیدا نشدہ بود و دران وقت روح مجرد بود و شیخ عبدالرحمن جامی در تفسیر این حدیث فرمودہ کہ وقتے کہ اللہ سبحانہ ارواح جمیع انسان پیدا کرد روح آنحضرت را صلی اللہ علیہ وعلی الہ وازواجہ واصحابہ وسلم نبی کردہ بسوئے جمیع ارواح فرستاد آنہا اقرار نبوت وے کردہ و اقرار آوردہ کہ بعد خلقت بدان در دنیا برین ایمان قائم خواہم ماند و این نبوت بسوئے جمیع ارواح بود چہ انبیا و چہ اولیا و از انجا ظن میکند ملا علی قاری بطلان قول کسے کہ میگوید کہ نبوت نبی را قبل چہل سال نمی شود و این تمام نیست چہ مقصود وقائل کہ نبوت بعد خلق بدن پیش از چہل سال نیست وبعضے تفسیر حدیث چنین کنند کہ حضرت ﷺ نبی بودند در علم الٰہی و حال آنکہ آدم پیدا شدہ بود و این مخالف مزاق حدیث است چہ این وصف برہمہ انبیا ثابت است انہا ہمہ در علم الٰہی نبی بودہ اند و حال آنکہ آدم پیدا نشدہ بود (شرح فقہ اکبر فارسی ص ٧٣)، ترجمہ: آپ ﷺ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روح نبی اور رسول تھی جیسا کہ حدیث میں واقعہ (وارد) ہے کہ میں اس وقت نبی تھا حالانکہ حضرت آدم پانی اور گارہ کے درمیان پڑے ہوئے تھے یعنی حالانکہ حضرت آدم پیدا نہیں ہوئے تھے، اور اس وقت صرف روح تھی۔

اور شیخ عبدالرحمن جامی نے اس حدیث کی تفسیر و شرح میں فرمایا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ سبحانہ نے تمام انسانوں کی ارواح کو پیدا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وازواجہ واصحابہ وسلم کی روح کو نبی بنا کر تمام ارواح کی طرف بھیجا۔ اور انہوں نے آپ کی نبوت کا اقرار کیا اور ان کے بدن کے پیدا کرنے کے بعد دنیا میں اسی ایمان پر قائم رہیں اور یہ نبوت تمام اَرواح کی طرف تھی خواہ انبیا ہوں خواہ اولیاء اور اس وجہ سے ملا علی قاری اس کے قول کے بطلان کا گمان رکھتے کہ نبی کی نبوت چالیس سال سے قبل نہیں ہوتی اور یہ بات (درست) نہیں کیونکہ قائل کا مقصد ہے کہ بدن کی پیدائش کے بعد قبل از چالیس برس نبوت نہیں ہوتی۔ اور بعض اس حدیث کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ علم الٰہی میں نبی تھے اور حالانکہ آدم پیدا ہو چکے تھے۔ اور حدیث کا یہ معنی مصداق حدیث کے خلاف ہے اس لئے کہ یہ وصف سب نبیوں کیلئے ثابت ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی تھے اور حالانکہ آدم پیدا نہیں ہوئے تھے (مطلب یہ ہے کہ نبی

کریم ﷺ کی روح عالم ارواح میں نبی تھی، واللہ اعلم)۔

علامہ انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ای کَانَ النَّبِیُّ ﷺ نَبِیًّا وَ جَرَتْ عَلَیْہِ اَحْکَامُ النُّبُوَّۃِ مِنْ ذٰلِکَ الْحِیْنِ بِخِلَافِ الْاَنْبِیَاءِ السَّابِقِیْنَ فَاِنَّ الْاَحْکَامَ جَرَتْ عَلَیْہِمْ بَعْدَ الْبِعْثَۃِ کَمَا قَالَ مَوْلَانَا الْجَامِیُّ اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ نَبِیًّا قَبْلَ النَّشْأَۃِ الْعُنْصُرِیَّۃِ (حاشیہ جامع الترمذی، ج ٢، ص ٥٧٨)۔ کہ آپ ﷺ پر احکام نبوت اسی وقت (عالم ارواح میں) جاری ہوئے تھے بخلاف دوسرے پہلے نبیوں کے ان پر احکام نبوت بعثت کے بعد جاری ہوئے تھے۔ مولانا جامی نے فرمایا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جسم عنصری کی پیدائش سے پہلے نبی تھے۔ خیال رہے کہ اس حدیث کا حاصل وہی ہے جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی (گارے) کے درمیان تھے۔

ابن تیمیہ اور امام زرکشی نے کہا ہے کہ اس روایت کی ان لفظوں کے ساتھ کوئی اصل نہیں۔ علامہ خفاجی فرماتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ موضوع ہے جیسا کہ بعض نے وہم کیا ہے۔ یہ روایت بالمعنی ہے۔ اور روایت بالمعنی جائز ہے (نسیم الریاض، ج ٣)۔ اور ان روایات واقوال سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی روح پاک کو عالم ارواح میں مرتبہ نبوت عطا کیا گیا تھا اور اس کا اعلان فرشتوں میں بھی کر دیا گیا تھا اور نبی کریم ﷺ نے خود بھی اس کا اظہار فرمایا۔ یہ نہیں کہ چالیس سال کے بعد نبی بنیں گے بلکہ چالیس سال کے بعد اعلان نبوت و رسالت کیا گیا تھا کیونکہ عطاء نبوت اور چیز ہے اور اعلان نبوت و رسالت اور (واللہ اعلم)۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ ﷺ عالم ارواح میں روحانی نبوت کے مرتبہ پر فائز تھے۔ دنیا میں آپ ﷺ کو چالیس سال کے بعد مرتبہ نبوت عطا کیا گیا تھا۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کو بچپن میں نبوت عطا کیے جانے کے دلائل ظنی ہیں، قطعی نہیں ہیں۔ اس طرح اس کے انکار کے دلائل بھی ظنی ہیں اور کسی جانب قطعیت نہیں ہے۔

جن علماء نے اپنی تحقیق کی بناء پر بچپن میں آپ کو نبوت عطا کئے جانے کا انکار کیا ہے۔ ان پر کسی قسم کی بدعقیدگی کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔ تاہم ہمارے نزدیک ''مسند احمد'' اور ''دلائل النبوۃ'' کی احادیث کی بناء پر آپ کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی اور آپ کا بچپن میں حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنا بھی آپ کے نبی ہونے کو مستلزم ہے (تبیان القرآن، ج ١٢

ص ٨٥١)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام بچپن میں نبی تھے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی بچپن میں نبی تھے۔ اور اظہار نبوت نہ کرنے سے نبی نہ ہونا کب ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

سید خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: مقیاس نور، تنویر الابصار، نورانیت مصطفی وغیرہ کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حقیقتا نور ہیں اور ظاہراً بشر ہیں مگر یہ بات مندرجہ ذیل حدیث سے نادرست ثابت ہو رہی ہے کیونکہ جس طرح سابقہ انبیاء اور رسل بے مثل انسان اور بشر تھے اس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے اعلیٰ انسان اور بشر ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ باب بدء الخلق وذکر الانبیاء)۔ ترجمہ: فرشتوں کی تخلیق نور سے کی گئی ہے اور جنات کی تخلیق آگ کے شعلے سے کی گئی ہے، جس میں دھواں ملا ہوتا ہے اور آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہیں بتادی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (سورۃ الحجر:٢٧)، ترجمہ: اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے ایسی آگ سے جس میں دھواں نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (سورۃ الرحمٰن:١٥)، ترجمہ: اور جان کو پیدا کیا آگ کے خالص شعلے سے۔

مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ کہ آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہیں بتادی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات گرامی کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (سورۃ آل عمران:٥٩)، ترجمہ: کہ ان (کے قالب) کو مٹی سے بنایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (سورۃ الرحمٰن:١٤)۔ ترجمہ: اسی نے انسان کو ایسی بجنے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکرے کی مانند ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (سورۃ الحجر:٢٦)، ترجمہ: اور ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی تھی پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ (سورہ ص:٧١)۔ ترجمہ: میں گارے سے ایک انسان بنانے والا ہوں۔

اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نورانیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب آپ کی بے مثل اس بشریت کا ذکر ہو رہا ہے جو تمام انسانوں کیلئے شرف کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل:٩٣)

ترجمہ: تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو، میں کون ہوں مگر اللہ کا بھیجا ہوا (کنز الایمان)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (سورہ اسراء:٩٤)، ترجمہ: کہنے لگے کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ کہف ١١٠) ترجمہ: تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی کی جاتی ہے تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے (کنز الایمان)۔

ترجمہ: فرما دیجئے سوائے اس کے نہیں میں بشر ہوں تم جیسا وحی کی جاتی ہے میری طرف سوائے اس کے نہیں معبود تمہارا ایک ہی ہے (نور الایمان)۔

(١) امام زاھدی (متوفی ٥٤٠ھ) فرماتے ہے بگو یا محمد من ادمی ام مانند شما (تفسیر زھدی، ج١، ص٧٥٥)

(٢) شیخ سعدی (متوفی ٦٩١ھ) فرماتے ہیں بگو جز ایں نیست کہ من ادمی ام مانند شما۔ ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ سوائے اس کہ نہیں میں آدمی ہوں جیسے تم آدمی ہو۔

خیال رہے کہ فارسی ترجمہ حضرت شیخ سعدی کی طرف منسوب ہے۔ یہ ترجمہ علامہ سید شریف علی جرجانی (متوفی ٨١٦ھ) کا ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالحق حقانی صاحب تفسیر حقانی وشرح حسامی لکھتے ہیں جس کو آج کل جہلاء سعدی کا ترجمہ کہتے ہیں وہ در اصل سید شریف کا ترجمہ ہے۔ صاحب مطبع نے میرے سامنے رواج دینے کے لئے سعدی کی طرف منسوب کر دیا (البیان فی علوم القرآن، ص٤٩١)

(٣) شاہ محمد اشرف جہانگیری (متوفی ٨٠٨ھ) اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہوئے فرماتے ہیں

بگو جز این نیست من ادمیم مانند شما وحی کردہ شود بسوے من

(۴) ملاحسین کاشفی (متوفی ۹۱۰ھ) اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں جز یں نیست کہ من ادمی ام مانند سماوحی کردہ مشود بمن (تفسیر حسینی، ص ۶۱۰، حاشیہ فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن)

(۵) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں

بگو جز یں نیست کہ من آدمی ایم مانند شماوحی فرشادہ شود بسوئے من (فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن)

یعنی فرمایئے میں صرف بشر ہوں تمہاری مثل (خدا نہیں ہوں نہ شریک خدا) میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ نور العرفان میں ہے یعنی میں بشر صاحب وحی ہوں جیسا کہ کہا جاوے کہ انسان حیوان ناطق ہے ناطق نے انسان کو تمام جانوروں سے ممتاز کر دیا ہے ایسے ہی وحی نے حضور ﷺ کو تمام انسانوں سے ممتاز کر دیا (نور العرفان)۔

نبی کریم ﷺ کچھ اپنی بے مثل بشریت کا یوں ذکر فرماتے ہیں اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (بخاری، ج ۱ ص ۵۵، مسلم ج ۱ ص ۲۱۳) کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّمَآ اَنَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ يَغْضِبُ (مسند احمد) کہ اے میرے اللہ میں محمد ﷺ بشر ہوں (مجھے) غصہ بھی آ جاتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ رَسُوْلُ (موارد الظمان، ص ۱۵۸)۔ کہ اے لوگو بیشک میں بشر رسول ہوں۔ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُوْنِي (بخاری حدیث ۴۰۱، مسلم حدیث ۵۷۲) کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ میں اس طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلایا کرو۔

حجۃ الوداع کے موقع پر غدیر خم پر خطبہ دیا اور فرمایا اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبُ (مسلم) کہ خبر دار اے لوگو! آگاہ ہو! میں تمہارے ہی مانند ایک انسان ہوں۔ وہ وقت قریب ہے جب میرے پروردگار کا ارشاد آئے اور میں اپنے پروردگار کا حکم قبول کروں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ (شمائل ترمذی ۲۴)۔ آپ بشر تھے بشروں میں سے۔

کفار نبیوں کی بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے کہ جو بشر ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے کفار کا رد فرمایا کہ نبی سب (بے مثل) بشر ہیں اور بشریت نبوت کے منافی نہیں ہے اس لئے نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی بشریت کا اعلان فرمایا کہ میں بے مثل بشر بھی ہوں اور نبی بھی ہوں اور نور بھی ہوں۔ اس لئے بھی آپ ﷺ نے اپنے آپ ﷺ کو بشر فرمایا تا کہ لوگ آپ ﷺ کے معجزات اور کمالات کو دیکھ کر آپ ﷺ کو خدا یا شریک خدا نہ سمجھنے لگیں۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ

بشر ہیں مگر اپنے جیسا بشر سمجھنا حرام اور گستاخی و بے ادبی ہے۔ آپ ﷺ خیر البشر ہیں۔ لفظ بشر مفہوماً اور مصداقاً متضمن بکمال ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔

ارشاد باری ہے مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (سورہ ص ۷۵)، ترجمہ: اے ابلیس جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا اس کو سجدہ کرنے سے کس نے روکا (فتاویٰ مہریہ، ص ۱۰)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آدم علیہ السلام کو بشر فرمایا جس میں فضیلت پائی جاتی ہے۔

جس طرح قل انما انا بشر مثلکم میں یوحیٰ الیّ فرمایا ہے اسی طرح تشہد میں عبدہ کے بعد رسولہ آیا ہے کہ آپ ﷺ عام بشر کی طرح نہیں ہیں بلکہ صاحب وحی ہیں اور عام بندوں کی طرح نہیں ہیں، اللہ کے رسول ہیں۔

علامہ غلام رسول سعیدی آیت نور کی تفسیر میں مفصل بیان کے بعد فرماتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ انسان کامل اور سید البشر ہیں۔ کائنات میں سب سے زیادہ حسین ہیں۔ آپ ﷺ نور ہدایت ہیں اور نور حسی سے بھی آپ کو حظ وافر ملا ہے۔ جو آپ کو اپنی مثل بشر کہتے ہیں وہ بدعقیدگی کا شکار ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ آپ کی حقیقت نور حسی ہے اور صورت بشر ہے یا آپ لباس بشریٰ میں جلوہ گر ہوئے اور حقیقت اس سے ماوراء ہے تو دلائل شرعیہ کی روشنی میں اس قول کا برحق ہونا ہم پر واضح ہوگا (تبیان القرآن، ج ۳، ص ۱۳۹)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ آپ ﷺ عام انسان اور عام بشر نہیں ہیں بلکہ انسان کامل اور افضل البشر اور سید البشر ہیں اور کوئی شخص کسی وجودی وصف میں آپ ﷺ کے مماثل نہیں ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ بھی خدا نہیں۔ بعض لوگ غلو کر کہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نہ خدا ہیں نہ خدا سے جدا ہیں، نہ اللہ کے عین نہ غیر ہیں، یہ بالکل باطل نظریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ واجب ہے، آپ ممکن ہیں۔ اللہ تعالیٰ قدیم ہے، آپ حادث ہیں۔ اللہ تعالیٰ معبود ہے، آپ عابد ہیں اور ممکن واجب کا اور حادث قدیم کا اور عابد معبود کا غیر ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، آپ کی رضا اللہ کی رضا ہے (تبیان القرآن، ج ۳، ص ۱۳۱)

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ نفس بشریت میں تمام انسان آپ کے مماثل اور مساوی ہیں ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں عام انسانوں کی نسبت ایک وصف زائد ہوتا ہے جو نبوت ہے۔ وہ حامل وحی ہوتے ہیں، فرشتوں کو دیکھتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں۔ اس لئے نبی کی بشریت اور عام انسانوں کی بشریت مماثل

اور مساوی نہیں ہے۔اور اگر یہ کہا جائے کہ قطع نظر تو نفس بشریت میں مساوات ہے تو میں کہوں گا اس طرح نفس حیوانیت میں نطق سے قطع نظر انسان گدھوں خنزیروں کے مماثل اور مساوی ہے اور ایسا کہنا انسان کی توہین ہے۔اسی طرح نفس بشریت میں رسول اللہ ﷺ کو تمام انسانوں کے مماثل اور مساوی کہنا رسول اللہ ﷺ کی توہین ہے (تبیان القرآن، ج ۷، ص ۲۲۹)۔تو اب رسول اللہ ﷺ کو اپنے جیسے بشر کہنا اور اپنے بھائی کی طرح بھائی کہنا گستاخی نہیں تو اور کیا ہے۔اللہ جس طرح چاہے اپنے نبیوں کی شان میں فرمائے یا انبیاء اکرام اپنے متعلق جو چاہیں تواضع کے طور پر اپنے متعلق کچھ کہیں تو ہمیں حق حاصل نہیں کہ ہم بھی کہنا شروع کردیں۔نبی ﷺ فرماتے ہے ایکم مثلی کے میری مثل تم میں سے کون ہو سکتا ہے۔

علامہ غلام سعید لکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا بشر ہونا بھی ایک معرکتہ الآراء مسئلہ ہے اور اس میں بہت تفریط کی گئی ہے۔ بعض لوگ غلو کرتے ہیں اور آپ ﷺ کو نور محض مانتے ہیں اور آپ ﷺ کے بشر ہونے کا انکار کرتے ہیں اور بعض اس مسئلہ میں تفریط کرتے ہیں اور آپ کو اپنا جیسا بشر کہتے ہیں۔تحقیق یہ ہے کہ آپ ﷺ بشر ضرور ہیں لیکن افضل البشر ہیں اور آپ ﷺ کی کسی وصف میں آپ ﷺ کا کوئی مماثل نہیں ہے۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی (متوفی ۱۳۶۷ھ) لکھتے ہیں: عقیدہ: نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ملائکہ بھی رسول ہیں۔

عقیدہ: انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۹)

صدر الافضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (متوفی ۱۳۶۷ھ) لکھتے ہیں انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔یہ وحی کبھی فرشتہ کی معرفت آتی ہے کبھی بے واسطہ (کتاب العقائد ص ۸)۔

مولانا ابوالحسنات سید احمد شاہ قادری لکھتے ہیں

سوال: (۴۸) جس قدر انبیاء گزرے یہ سب بشر تھے یا کچھ اور بھی؟

جواب: انبیاء سب بشر تھے (اسلام کے بنیادی عقائد، ص ۱۷)

ان حوالات سے یہ واضح ہو گیا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی حقیقت بشر اور انسان ہے اور آپ ﷺ کا مادہ خلقت چاند اور سورج کی طرح حسی نور نہیں ہے۔آپ ﷺ نور ہدایت ہیں اور نور ہدایت ہی حسی نور سے افضل ہے۔ہاں بعض

اوقات آپ ﷺ کے دانتوں کی جھڑوں سے حسی نور کی شعائیں نظر آتی تھی۔آپ ﷺ بشر ہیں اور بے مثل بشر ہیں، قرآن مجید میں جو ہے: آپ ﷺ کہئے: میں تمہاری مثل بشر ہوں۔تو یہ مماثلت کسی وجودی صفت میں نہیں ہے۔یہ مماثلت صرف عدمی وصف میں ہے یعنی آپ صرف اس چیز میں ہماری مثل ہیں کہ نہ ہم خدا ہیں نہ آپ خدا ہیں اور پوری کائنات میں وجودی وصف میں کوئی آپ کا مماثل نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کا بشر ہونا بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ہمارے زمانہ میں بعض واعظین نے یہ مشہور رکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حقیقت نور تھی اور بشریت آپ ﷺ کا لباس تھا۔جب کہ اس کے برخلاف قرآن مجید کی متعدد نصوص میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ بشر تھے اور نوع انسان سے تھے۔اگر آپ ﷺ کی حقیقت بشر اور انسان نہ ہوتی تو آپ ﷺ انسانوں کے لیے اسوۂ اور نمونہ نہ ہوتے اور آپ ﷺ کے اعمال انسانوں پر حجت نہ ہوتے اور انسانوں کے لیے آپ ﷺ سے استفادہ کرنا ممکن نہ ہوتا (تبیان القرآن، ج ۱۰، ص ۴۳۵)

امام ربانی مجدد الف ثانی میر محمد نعمان کی طرف مکتوب میں فرماتے ہیں اے برادر محمد رسول اللہ ﷺ اپنی بلندی شان کے باوجود بشر تھے اور داغ حدوث وامکان سے متصف تھے۔بشر خالق بشر کو کتنا پا سکتا ہے اور ممکن واجب سے کیا اخذ کر سکتا ہے اور حادث قدیم ذات جلت عظمتہ کا کس طرح احاطہ کر سکتا ہے، لایحیطون بہ علما لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔نص قاطع ہے

(مکتوبات دفتر اول مکتوب ۱۷۳ فارسی ۲۸۶)۔آپ سید البشر افضل البشر ہیں آپ ﷺ کی مثلیت کا دعویٰ کرنا غلط ہے۔

امام محمد بن سعید بوصیری لکھتے ہیں

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهُ بَشَرٌ وَاَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللهِ كُلِّهِمِ (قصیدہ بردہ: ۵۱)

حضور ﷺ کے معاملہ میں ہمارا انتہاء علم یہی ہے کہ وہ بشر ہیں۔اور حال یہ ہے کہ وہ تمام مخلوق سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔

اولاد آدم سے عہد میثاق لیا گیا: عالم ارواح میں دو عہد لئے گئے تھے (۱) عالم ارواح میں تمام ارواح سے

اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید وحدانیت کا عہد واقرار لیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ (سورۃ الاعراف: ۷:۱۷۲، ۱۷۳)۔ ترجمہ: اے نبی آپ ﷺ لوگوں کو وہ واقعہ یاددلائیے کہ جب تیرے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پیٹھ میں سے ان کی اولاد نکالی اور اقرار کروایا ان سے ان کی جان پر کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا۔ بولے البتہ کیوں نہیں۔ ہم قائل ہیں کہو گے قیامت کے دن ہم کو اس کی خبر نہ تھی یا کہو کہ شرک کیا ہمارے باپ داداؤں نے پہلے اور ہم ہوئے اولاد ان کے پیچھے تو ہم کو کیوں ہلاک کرتا ہے ایک کام پر جو کیا خطا والوں نے۔

سب سے قرار لیتے ہوئے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا پروردیگار نہیں ہوں)۔ قَالُوْا بَلٰى (سب نے کہاں ہاں کیوں نہیں)۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ مقام نعمان میں بروز عرفہ روحوں سے وعدہ لیا گیا تھا اور آدم علیہ السلام کی صلب سے نکال کر انہیں ذروں کی طرح پھیلا دیا گیا اور ان سے یوں گفتگو ہوئی تھی کہ بتاؤ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب روحیں کہنے لگیں کیوں نہیں ضرور (ابن کثیر)۔ اسی لئے ہر بچہ توحید پر پیدا ہوتا ہے پھر والدین اس کو جیسا چاہیں بنا دیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ ایک تمثیل بیان کی گئی ہے۔ اور یہ واقعہ پیش نہیں آیا ہے۔ لیکن سلف کا موقف زیادہ درست ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ اور سب سے پہلے بلیٰ کہنے والوں میں سے نبی کریم ﷺ تھے (مواھب)

انبیاء کرام سے عہد لیا گیا: (۲) اور اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عالم ارواح میں عہد میثاق لیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ (سورہ آل عمران: ۸۱)۔ ترجمہ: اور یاد کرو جب

اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان کتابوں کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور مدد کرنا ان کی اس کے بعد فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اٹھالیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

سب سے پہلے آپ کا ذکر کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ذکر سارے نبیوں سے پہلے فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (سورہ نساء: ۱۶۳، ۱۶۴)، ترجمہ: بیشک اے محبوب ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح پر اور ان کے بعد اور پیغمبروں کو بھیجی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا (سورہ احزاب: ۷)۔

ترجمہ: اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

تورات انجیل میں آپ ﷺ کا ذکر جمیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (سورہ الاعراف: ۱۵۷)۔ ترجمہ: (یہ وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول ﷺ کی جو نبی اُمی ہے جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات میں اور انجیل میں۔

امی کے معنی ہیں (۱) امی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ ام القریٰ (مکہ) میں پیدا ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ (سورہ الاعراف: ۱۵۸)، ترجمہ: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے (اس) رسول جو نبی امی (لقب والے) ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن سلام (متوفی ۴۳ھ) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نے اپنی آسمانی کتاب تورات میں نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ ان الفاظ میں پایا ہے: بیشک ہم نے تمہیں گواہ، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، پناہ گاہ بنا کر بھیجا

ہے اس قوم کے لیے جو اُن پڑھ ہے، (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو میرا بندہ اور رسول ہے۔ میں نے اس (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نام متوکل رکھا ہے۔ وہ سخت دل اور سخت مزاج نہیں ہوگا اور نہ ہی بازار میں اونچی آواز سے چیخنے گا اور نہ برائی کا بدلہ برائی کی صورت میں دے گا بلکہ معاف کردے گا اور درگزر کرے گا اور میں اس وقت تک اس کی روح قبض نہیں کرونگا جب تک وہ بگڑی ہوئی قوم (یعنی کفر میں مبتلا قوم) کو یہ اعتراف نہ کروادے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے۔ ہم اس کے ذریعے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردے میں چھپے ہوئے دلوں کو کشادگی عطا کریں گے۔

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں مجھے ابو واقد لیثی نے یہ بات بتائی ہے کہ انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو بھی یہی بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے جو حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ آپ حضرات نے تورات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کن الفاظ میں پایا ہے؟ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ہم نے ان الفاظ میں پایا: محمد بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوں گے۔ وہ ہجرت کر کے طابہ میں جائیں گے۔ ان کی حکومت شام میں بھی ہوگی۔ وہ فحش گفتگو کرنے والے نہیں ہوں گے اور بازار میں چیخ کر نہیں بولیں گے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ معاف کردیں گے، بخش دیں گے۔ ان کی امت بکثرت حمد بیان کرنے والی ہوگی۔ وہ ہر پریشانی کے عالم میں بھی اللہ کی حمد بیان کریں گے اور ہر مقام پر اللہ کی کبریائی کا تذکرہ کریں گے۔ وہ اپنے مخصوص اعضاء پر وضو کریں گے۔ وہ اپنی نصف پنڈلی تک تہبند باندھیں گے۔ نماز میں ان کی صف اسی طرح ہوگی جیسے جنگ کے دوران ان کی صف ہوگی۔ ان کی مساجد میں ان کی آواز شہد کی مکھی کی آواز جیسی ہوگی ان کی آذان دینے والے کی آواز کھلی فضا میں سنی جائے گی (سنن دارمی)

قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا ذکر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (سورہ فتح :۲۹)۔ ترجمہ: (جان عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ (سعادت مند) جو آپ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں بہادر

اور طاقتور ہیں، آپس میں بڑے رحمدل ہیں۔ تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے ہوئے کبھی سجدہ کرتے ہوئے طلب گار ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے۔ ان (کے ایمان و عبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔ یہ ان کے اوصاف تورات میں (مذکور) ہیں نیز ان کی صفات انجیل میں بھی (مرقوم) ہیں۔ (یہ صحابہ) ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے نکالا اپنا پٹھا پھر تقویت دی اس کو پھر وہ مضبوط ہوگیا پھر سیدھا کھڑا ہوگیا اپنے تنے پر (اس کا جوبن) خوش کررہا ہے بونے والوں کو تاکہ (آتش) غیظ میں جلتے رہیں انہیں دیکھ کر کفار (جمال القرآن)

حضرت کعب (متوفی ۳۲ھ) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نے (اپنی آسمانی کتاب تورات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ) ان الفاظ میں پایا۔ محمد، اللہ کے رسول ہیں۔ وہ سخت مزاج اور سخت دل نہیں ہیں۔ بازاروں میں چیخ کے بولنے والے نہیں ہیں۔ برائی کا بدلہ برائی کے ذریعے نہیں دیتے بلکہ معاف کردیتے ہیں، بخش دیتے ہیں۔ ان کی امت (اللہ تعالیٰ کی) بکثرت حمد کرنے والی ہوگی اور اللہ کی کبریائی کا تذکرہ ہر مقام پر کرنے والی ہوگی۔ وہ لوگ اللہ کی حمد ہر جگہ بیان کریں گے۔ ان کے تہبند نصف پنڈلی تک ہوں گے۔ وہ اپنے مخصوص اعضاء کو وضو کے دوران دھوئیں گے۔ ان کا موذن کھلی فضا میں آذان دیا کرے گا۔ جنگ کے دوران ان کی صفیں اور نماز کے دوران ان کی صفیں ایک جیسی ہوں گی۔ وہ لوگ رات کے وقت شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ) میں گریہ وزاری کریں گے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش مکہ ہوگی۔

وہ ہجرت کر کے طیبہ جائیں گے اور ان کی بادشاہی شام میں ہوگی (سنن دارمی)

تخلیق آدم سے پہلے خاتم النبیین ہونا: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ عند اللّٰهِ فِیْ اُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِهٖ وَسَاُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَبَشَارَةُ عِیْسٰی قَوْمَهٗ وَرُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَاَتْ اَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ وَكَذٰلِكَ تَرٰی اُمَّهَاتُ النَّبِیِّیْنَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ (سیرت ابن کثیر ۲۸۸، مسند شرح السنۃ، ج ۱۳، ص ۲۰۸)

ترجمہ: بے شک میں اللہ کے نزدیک لوح محفوظ میں البتہ خاتم النبیین ہوں اور آدم ابھی تک آب و گل میں زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ میں آپ کو اس آغاز کی تفصیل بتاتا ہوں۔ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا، عیسیٰ کی بشارت جو انہوں نے اپنی قوم

کو دی اور میں اپنی والدہ آمنہ کا وہ خواب (نظارہ) ہوں جو انہوں نے دیکھا آپ کے لئے ایک نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ اور اسی طرح پیغمبروں کی مائیں خوابیں دیکھا کرتی ہیں۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِيْنَتِهٖ وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰی وَرُؤْيَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِیْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ (شرح السنۃ، ج ۱۳ ،ص ۲۰۸)۔ ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے یہاں خاتم النبیین مقرر تھا جبکہ حضرت آدم اپنی گوندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے۔ میں تمہیں اپنے امر کی ابتدا بتاتا ہوں کہ میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میں اپنی والدہ کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان کے سامنے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے ان کیلئے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے تھے (مطلب یہ ہے کہ دنیا میں میری شہرت کا ذریعہ یہ چیزیں ہوئیں)۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا: (۲) چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ دوسری روایت میں آتا ہے انا دعوۃ ابی ابراھیم (شفاء، ص ۲۲۲، حدیث رحمہ ۴۱۴) کہ میں اپنے روحانی باپ حضرت ابراھیم کی دعا ہوں۔ اور اس سے مراد وہ دعا ہے جو حضرت ابراھیم علیہ السلام نے تعمیر خانہ کعبہ کے وقت مانگی تھی۔ اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اور اپنی نسل میں جس رسول کے پیدا ہونے کی دعا مانگی تھی اس کے اوصاف یہ بتائے تھے: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورہ بقرہ:۱۲۹)، ترجمہ: اے ہمارے رب بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول انہیں میں سے تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں اور سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کر دے انہیں بیشک تو ہی بہت زبردست اور حکمت والا ہے۔ اور یہی اوصاف قرآن مجید کے متعدد مقامات میں مذکور ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيهِم رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ آل عمران: ۱۶۴) ترجمہ: اسی خدا نے انپڑھوں میں انہی کے

قوم سے ایک پیغمبر مبعوث کیا، جو اُن کو خدا کے احکام پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک وصاف کرتا ہے اور اُن کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ:۲)، ترجمہ: اسی خدا نے انپڑھوں میں انہی کی قوم سے ایک پیغمبر مبعوث کیا، جو ان کو خدا کے احکام پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک وصاف کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ البقرہ:۱۵۱)، ترجمہ: جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے جن صفتوں والے رسول کے بعثت کی دعا کی تو حق تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں وَقَدْ اَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَهٗ بِمُحَمَّدٍ ﷺ۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو حضرت محمد ﷺ کے حق میں قبول فرمایا۔ اور ان ہی صفتوں والا رسول اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا جن صفتوں والا رسول حضرت ابراھیم نے اللہ تعالیٰ سے مانگا تھا۔ اور وہ صفتیں جو دعائے ابراھیمی میں ذکر کی گئی ہیں ان کا ذکر سورہ بقرہ آیت ۱۵۱، سورہ آل عمران آیت ۱۶۴، اور سورہ جمعہ آیت ۲ میں بیان کی گئی ہیں۔ اور گویا کہ یہی فرائض نبوت ہیں: تلاوت آیات، تزکیہ نفوس، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت۔

نیکی کا بدلہ نیکی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (سورہ الرحمن:۶۰)، ترجمہ: نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اس امت پر احسان فرمایا کہ رسول ﷺ کی تشریف آوری کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ابراھیم کی دعا کو قبول فرمایا اور رسول اللہ ﷺ سب کے لئے رحمت بن کر دنیا میں تشریف لائے۔ تو یہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کا بڑا احسان ہے۔ اور احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے۔ اس لئے نبی ﷺ نے اپنی امت کو حضرت ابراھیم پر درود پڑھنے کا حکم دیا کہ قیامت تک حضرت ابراھیم علیہ السلام پر نماز میں درود شریف پڑھتے رہیں۔ اسی لئے ہم نماز میں یوں درود ابراھیمی پڑھتے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا

صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (تفسیر کبیر)۔اس صلاۃ میں حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم کے سوا کسی پر درود نہیں پڑھا گیا۔اس لئے نیکی کا بدلہ نیکی ہونا چاہئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت: (۳) اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ایک اور روایت میں ہے بُشْرٰی عِیْسٰی (شفاء) کہ حضرت عیسیٰ کی بشارت ہوں۔نیز شفاء میں وبشارۃ عیسیٰ ابن مریم مذکور ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں لوگوں کو رسول ﷺ کے آنے کی یوں بشارت دی وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (سورہ صف:۶)۔ترجمہ: اور اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائے گا۔ان کا نام احمد ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ آخری نبی ﷺ ہیں کیونکہ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم نے صرف سرکار کی تشریف آوری کی بشارت دی۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دے کر لوگوں کو انتظار میں ڈال دیا تھا تو لوگ انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق فرمائی اور قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آنے کی خبر بھی دے دی۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا مشاہدہ ونظارہ: (۴) وَرُؤْیَا اُمِّی الَّتِیْ رَاَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ (شرح السنہ)۔ترجمہ: اور میں اپنی والدہ کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا جس سے ان کے لئے ملک شام کے محل چمک گئے اور روشن ہو گئے۔یہ نور حسی تھا جیسے چاند وسورج کا نور ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے دور کی چیزوں کو ملاحظہ فرمالیا۔یعنی حضرت آمنہ سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ ملک شام کے محل ومکانات سامنے نظر آنے لگے جس سے کفر وشرک کا اندھیرا گیا (مرقاۃ)

اَضَاءَتْ لَهٗ بُصْرٰی مِنْ اَرْضِ الشَّامِ (السیرت النبویۃ، ج۲،ص۳۴۶)۔اَضَاءَ لازمی (روشن ہوا) اور متعدی اَضَاءَ (روشن کردیا) دونوں طرح آتا ہے (مرقاۃ)۔

بصریٰ مدینہ اور دمشق کے درمیان ہے اور یہ شام کے شہروں میں سے پہلا شہر ہے جو ۱۳ھ (خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ) میں فتح ہوا تھا۔اس میں بہت سے صحابہ داخل ہوئے تھے اور نبی کریم ﷺ چار مرتبہ اس میں تشریف لے گئے تھے۔پہلی مرتبہ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ جبکہ آپ ﷺ کو بحیریٰ راہب نے دیکھا۔دوسری مرتبہ حضرت خدیجہ کا مال لے کر تجارت کیلئے گئے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ ان کا غلام میسرہ تھا۔تیسری مرتبہ جب رات کو معراج کی تھی۔چوتھی مرتبہ غزوہ تبوک کے موقع پر (نسیم الریاض، ج۳،ص۳۵،شرح شفاء، ج۱،ص۳۷۸)۔

نور کے ظہور کے ساتھ شام کے ذکر کی تخصیص میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کا دین بلاد شام تک پھیل جائے گا۔اسی لئے آخر زمانہ میں شام اسلام اور مسلمانوں کا قلعہ ہوگا،حضرت عیسیٰ بن مریم دمشق کے سفید منار پر اتریں گے (ابن کثیر)۔

حافظ ابن رجب کی کتاب لطائف المعارف میں مذکور ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت جو نور ظاہر ہوا اس نور کے ظہور سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے نور نبوت سے اہل زمین ہدایت پائیں گے اور اس کے ساتھ شرک کی ظلمت دور ہوگی جس طرح قرآن حکیم میں آیا ہے: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (سورہ مائدہ:۱۵)۔بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور کتاب ظاہر کرنے والی ہے۔

اور آپ کے نور سے بصریٰ شام کے روشن ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کا نور نبوت خاص طور پر شام میں پھیلے گا کیونکہ وہاں آپ کا دار سلطنت ہوگا۔

جیسا کہ حضرت کعب اخبار نے ذکر کیا ہے کہ پہلی کتابوں میں مذکور ہے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی، مقام مدینہ ہوگا۔اور دار الحکومت ملک شام ہوگا۔اور آپ کے شام میں بیت المقدس کی طرف اسراء میں بھی یہی حکمت کار فرما ہے۔جیسا کہ اس سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے بھی شام کی طرف ہجرت کی اور عیسیٰ علیہ السلام بھی یہیں اتریں گے۔اور محشر کے میدان کی بھی یہی سرزمین ہوگی (مختصر سیرت الرسول سیرت المحمدیہ)

وَرَاَتْ اُمِّیْ حِیْنَ حَمَلَتْ بِیْ اَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَآءَ لَهٗ قُصُوْرُ بُصْرٰی مِنْ اَرْضِ الشَّامِ (الشفاء، ج۱،باب ۳،فصل ۱)۔اور میری والدہ نے دیکھا جبکہ میں ان کے شکم میں جلوہ فروز تھا کہ ان سے ایک عظیم نور ظاہر ہوا جس سے سرزمین شام اور بصری کے مکانات جگمگا اٹھے۔

اس روایت میں حملت بی جس کا مطلب یہ ہے کہ جب کہ آپ شکم مادر میں جلوہ افروز ہوئے تھے اس وقت خواب میں نور دیکھا تھا اور دوبارہ بیداری کے حالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت نور ظاہر ہوتا ہوا دیکھا تھا۔

رحمۃ للعالمین: اللہ تعالیٰ جل شانہ کی صفت الرحمن الرحیم (بہت مہربان، نہایت رحم فرمانے والا)، ارحم الراحمین (تمام مہربانی کرنے والوں میں سے زیادہ مہربان) ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفت رحمت، صفت رؤف وصفت رحیم عطا فرمائیں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری مخلوق میں سب سے زیادہ مہربان، شفقت کرنے والے، رحم کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ** (سورہ انبیاء)۔ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ** (سورہ بقرہ:۱۱۹)، ترجمہ: بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (اے حبیب) حق کے ساتھ اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کفر کو عذاب سے ڈرانے والا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں پوچھا جائے گا دوزخ والوں کے بارے میں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ** (سورہ سبا:۲۸)، ترجمہ: ہم نے تمہیں جملہ نوع انسانی کیلئے بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۔ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا** (الاحزاب:۴۶-۴۵)، ترجمہ: اے نبی مکرم بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سچائیوں کا گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا اور دعوت دینے والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور روشن کر دینے والا آفتاب۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ** (سورہ مزمل:۱۵)۔

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا کہ تم پر گواہ ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا **كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ** (سورہ بقرہ:۱۵۱)، ترجمہ: جیسے ہم نے بھیجا تم میں ایک

(شاندار) رسول تم میں سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ** (سورہ توبہ، سورۃ الصّف)، ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا ہدایت اور دین حق کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ** (سورہ آل عمران:۱۶۴)، ترجمہ: یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے، پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں، اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت، اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ** (سورہ جمعہ:۲)۔ ترجمہ: اسی خدا نے ان پڑھوں میں انہی کی قوم سے ایک پیغمبر مبعوث کیا، جو ان کو خدا کے احکام پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک وصاف کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

ان آیات سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کی شہادت دیتا ہے **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**۔ (محمد اللہ کے رسول ہیں)!

جس طرح اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر رب العالمین ہے اسی طرح نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطاء سے رحمۃ للعلمین ہیں۔ اور یہ صفت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے رحمت فرمایا مگر من تبعیضیہ کے ساتھ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے **وَرَحْمَةً مِّنَّا** (سورہ مریم:۲۱)، ترجمہ: اور ہماری طرف سے رحمت ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے لئے رحمت تھے جو آپ علیہ السلام پر ایمان لائے اور جنہوں نے آپ کی پیروی کی۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں مطلقاً فرمایا **وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ** (سورہ انبیاء:۱۰۷)، ترجمہ: نہیں بھیجا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔

نبی کریم ﷺ اللہ کی رحمت ہیں، اور اللہ کی رحمت اہل ایمان کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (سورہ اعراف:۵۶)، ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (سورۃ الاحزاب:۶)، ترجمہ: نبی ایمانداروں کے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے اور اس نبی کی بیویاں مؤمنوں کی دینی مائیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی شان میں فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک پالنے والا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شان وعظمت کو بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات اور اس کے ذرہ ذرہ کا مالک و پروردگار ہے اور اس میں ربوبیت عامہ کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت (پالنا) ذاتی صفت ہے۔ کسی کی عطا کردہ نہیں ہے اور ازلی ابدی غیر متناھی ہے، اسم رب العالمین قرآن کریم میں چالیس مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس ساری مخلوقات کا رب ہے، مالک ہے کہ اس نے مخلوقات کو پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ساری مخلوقات کیلئے رحمت بنایا ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء:۱۰۷)، ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ ﷺ کو مگر رحمت (بنا کر) سارے جہانوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان میں رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فرمایا اور حبیب کی شان میں رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ فرمایا۔

فَكُلُّ مَنْ كَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ رَبًّا جَعَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ نَبِيَّهُ الْمُصْطَفَى الْكَرِيْمَ ﷺ لَهٗ رَحْمَةً (الرحمۃ المھداۃ، ص ۱۰۳)۔ تو جس کے لئے اللہ تعالیٰ رب ہے اس کے لئے اللہ کا نبی مصطفی کریم رحمت ہیں۔

رَحْمَةً پر تنوین برائے تنکیر ہے جو تعظیم کیلئے ہے۔ وَتَنْكِيْرُ رَحْمَةٍ لِلتَّعْظِيْمِ (تفسیر التحریر، ج ۱۷، ص ۱۶۴)۔ اللہ تعالیٰ نے کلمہ رحمت نکرہ فرمایا ہے لتکون عامۃ شاملۃ تاکہ عامہ اور شاملہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے دل میں رحمت پیدا فرما دی۔ خَصَّ اللّٰهُ مُحَمَّدًا ﷺ فِيْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ بِوَصْفِ الرَّحْمَةِ وَلَمْ يَصِفْ بِهٖ غَيْرَهٗ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ (تفسیر التحریر والتنویر)۔

رحمت کے معنی ہیں: پیار، مہربانی، ترس، ہمدردی، غمگساری، بہت محبت، خبر گیری۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (سورہ آل عمران:۱۵۹)۔ ترجمہ: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج

سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گردے پریشان ہو جاتے۔

آپ کی یہ رحمت عامہ ہے جس سے کائنات کا ہر ذرہ فیض یاب ہوتا ہے چاہے مومن ہو یا کافر، ذی العقول ہوں یا غیر ذی العقول ہوں۔ اس لئے فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے (کنز الایمان)۔ اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے (تبیان القرآن)۔ اور آپ کی رحمت خاصہ صرف اہل ایمان کے لئے خاص ہے جیسے اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی شان میں فرماتا ہے بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کہ آپ ﷺ ایمانداروں پر بہت شفقت فرمانے والے بہت مہربان ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ اپنی شان میں فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورہ بقرہ:۱۴۳)، ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

آپ کے صفاتی ناموں میں سے نبی الرحمۃ بھی ایک نام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ کہ میں نبی رحمت ہوں۔ اور رحیم بھی یعنی آپ ﷺ رحمت اور رحیم ہیں لیکن صفت رحمت ایسا لفظ ہے جس کا اطلاق نبی ﷺ ہی کے لئے ہوا ہے۔ آپ ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے لئے نہیں استعمال ہوا۔

لِلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء:۱۰۷) (تمام جہان کے لئے)۔ اور اس آیت میں ارسال کو لام سے متعدی بنایا ہے۔ اس لئے للعلمین فرمایا ہے، بالعلمین نہیں فرمایا۔ اور لِلْعٰلَمِيْنَ عالم کی جمع ہے اور اس کے دو جمع کے صیغے آتے ہیں اَلْعٰلَمِيْنَ اور عوالم۔ اور یہ اسم آلہ کا صیغہ ہے۔ فَاعَلٌ کے وزن پر ہے جیسے خَاتَمٌ مہر لگانے کا آلہ، عَالَمٌ جاننے کا آلہ (علم الصیغہ)۔ عالم اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے دوسرے کی پہچان حاصل ہو اور عالم کا اطلاق خدا کی ذات وصفات کے سوا ہر موجودہ مخلوق پر ہوتا ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اَلْعٰلَمِيْنَ عالم کی جمع ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر موجود شے (چیز) عالم ہے۔ لفظ عالم کا کوئی واحد نہیں جیسے کہ رھط، قوم وغیرہ کا واحد نہیں آتا (تفسیر قرطبی)۔ اس میں ہر مخلوق اور ہر وجود شامل ہے۔

عالم علام (علامت) سے ماخوذ ہے اور اپنے پیدا کرنے والے پر دلالت کرتا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِالْعٰلَمِيْنَ جَمِيْعُ الْخَلَائِقِ مَاسِوَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَصِفَاتِهٖ

جَلَّ شَانُہٗ (روح المعانی) کہ عالمین سے مراد تمام مخلوقات ہے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفتوں کے سوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کا تمام مخلوق کے لئے رحمت ہونا بایں اعتبار کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واسطہ فیض الٰہی ہیں تمام ممکنات پر حسب قابلیت۔ وَلِذَا کَانَ نُوْرُہٗ اَوَّلَ الْمَخْلُوْقَاتِ (روح المعانی، ج ۱۷، ص ۲۳۸)۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ساری مخلوق سے اول پیدا کیا گیا۔

اور خدا کی بے شمار مخلوق کے اعتبار سے عالم کی کئی قسمیں ہیں: (۱) عالم مجردات یعنی وہ چیزیں جو جسم عنصری اور جسم سماوی سے بری ہیں اور ہمیں بسبب لطافت کے نظر نہیں آتیں جیسے کہ روح اور فرشتے۔ (۲) اور جسمانیات یعنی ایسی چیزیں جو جسم رکھتی ہیں۔ پھر اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) عالم علویات یعنی وہ جن کا تعلق بلندی سے ہے مثلاً آسمان، آفتاب، چاند، ستارے وغیرہ (۲) اور عالم سفلیات یعنی وہ چیزیں جن کا تعلق پستی سے ہے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) عالم لطیفات یعنی وہ چیزیں کہ جو بسبب لطافت دکھائی نہیں دیتیں جیسے ہوا وغیرہ (۲) اور عالم کثیفات۔ پھر اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) عالم مفردات جیسا کہ پانی اور خاک (۲) اور عالم مرکبات۔ پھر اس کی چار قسمیں ہیں: (۱) اول عالم کائنات یعنی وہ چیزیں جو زمین سے اوپر اوپر ہیں جیسا کہ ابر، اولے، قوس وقزح وغیرہ۔ (۲) دوم عالم جمادات یعنی پہاڑ اور دیگر معدنیات چاندی، سونا، ہیرا، بلور وغیرہ۔ (۳) سوم عالم نباتات یعنی درخت اور گھاس وجڑی بوٹیاں وغیرہ۔ (۴) چہارم عالم حیوانات یعنی انسان، گدھا، گھوڑا، درند، چرند جاندار چیزیں، دریا کی ہوں یا خشکی کی۔ اس عالم حیوانات میں سب سے افضل واشرف انسان ہے۔ الغرض اللہ کی مخلوق کے بہت سے عالم ہیں۔ جن کا حقیقی علم مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ کے مطابق اللہ ہی کو ہے (واعظ حصہ اول، ص ۱۳۳، تفسیر حقانی، ص ۱۷)۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جملہ عالمین کے لئے رحمت بنایا گیا ہے تو ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بھی جملہ عالمین کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (سورۃ الفرقان: ۱)، ترجمہ: تاکہ ہو جائیں آپ سارے جہان کو ڈرانے والے۔ اس آیت میں آپ کی رسالت عامہ کا ذکر ہے کہ آپ جن وانس سب کے رسول ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب کے لئے رحمت ہونا: اس میں مختلف اقوال ہیں چنانچہ امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۳ھ) فرماتے ہیں لِلْعٰلَمِیْنَ سے مراد جن وانس ہیں کیونکہ ان کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ پھر رحمت میں چند وجوہ کا احتمال ہے: (۱) امت سے تاخیر عذاب کے اعتبار سے رحمت ہیں (۲) جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں گے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کی وجہ سے نجات ہوگی اور آپ کی رحمت کی وجہ سے انہیں دنیا وآخرت میں عزت حاصل ہوگی (۳) آخرت میں کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شفاعت کرنا موجب رحمت ہوگا (تاویلات اہل سنت، ج ۷، ص ۳۷۲)

قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) رحمۃ للعالمین کی تفسیر میں سمرقندی کے حوالہ سے لکھتے ہیں یعنی للجن والانس۔ وقیل لجمیع الخلق: للمؤمن رحمۃ للمنافق بالامان من القتل ورحمۃ للکافر بتاخیر العذاب (الشفاء، ج ۱، ص ۴۰)۔ کہ سمرقندی کہتے ہیں عالمین کے لئے رحمت یعنی جن انسان کے لئے اور بعض نے کہا تمام مخلوق کے لئے: مومن کے لئے ہدایت کے ساتھ اور منافق کے لئے قتل سے امان کے ساتھ اور کافر کے لئے عذاب کی تاخیر کے ساتھ رحمت ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی (متوفی ۱۱۳۷ھ) فرماتے ہیں قال بعض الکبار: وما ارسلناک الا رحمۃ مطلقۃ تامۃ کاملۃ عامۃ شاملۃ جامعۃ محیطۃ بجمیع المقیدات من الرحمۃ الغیبیۃ والشھادۃ العلمیۃ والعینیۃ والوجودیۃ والشھودیۃ والسابقۃ واللاحقۃ وغیر ذلک للعالمین جمع عالم ذوی العقول وغیرھم من عالم الارواح والاجسام ومن کان رحمۃ للعالمین لزم ان یکون افضل من کل العالمین وعبارۃ ضمیر الخطاب (روح البیان، ج ۵، ص ۶۲۹)۔ بعض اکابر نے فرمایا ہے: کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں بھیجا مگر رحمت مطلقہ تامہ کاملہ عامہ شاملہ جامعہ محیط برجمیع مقیدات رحمت غیبیہ وشہادت علمیہ وعینیہ وجودیہ وشہودیہ وسابقہ ولاحقہ وغیر ذلک تمام جہانوں کے لئے عالم ارواح ہوں یا عالم اجسام ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول۔ اور جو تمام عالموں کے لئے رحمت ہو لازم ہے کہ وہ تمام جہان سے افضل ہو۔

امام ابو اللیث رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۵ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں بھیجا اے محمد مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن وانس کے لئے نعمت ورحمت ہیں اور کہا جاتا ہے سارے جہان کے لئے (تمام مخلوق کے لئے) رحمت ہیں کیونکہ لوگوں کی تین قسمیں ہیں: (۱) مومن (۲) کافر (۳) منافق۔ مومنین کے لئے بایں اعتبار رحمت ہیں کہ انہیں جنت کا راستہ دکھایا ہے اور منافقین کے لئے بایں طور رحمت ہیں کہ منافقین قتل ہونے سے محفوظ وماموں رہے

اور کافروں کے لئے رحمت ہیں کہ عذاب میں تاخیر کی گئی (بحر العلوم، ج ۳، ص ۳۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اس کے لئے آپ ﷺ دنیا و آخرت میں رحمت ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا اس کو معاف کیا گیا یہ کہ اس کو وہ عذاب نہیں پہنچا جو پہلی امتوں کو پہنچا تھا اس لئے تو آپ ﷺ ایمانداروں اور کافروں کے لئے رحمت ہیں۔

آپ ﷺ سب کے لئے رحمت، رؤف اور رحیم ہیں۔ بالخصوص اپنی امت کے حق میں مجسمہ رحمت اور سراپا رحمت ہیں۔ عورتوں کے لئے، یتامیٰ و مساکین بیوگان، بچوں بیماروں، غلاموں سب کے لئے رحمت ہیں۔ اور چوپایوں جانوروں اور جمادات و نباتات کے لئے بھی ابر رحمت ہیں کیونکہ عالمین میں سب داخل ہیں۔ مولانا الطاف حسین حالی کیا ہی خوب فرماتے ہیں

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بھر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگزر کرنے والا بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیروزبر کرنے والا قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

(مدس حالی، ص ۲۳)

آپ ﷺ تحفہ رحمت ہیں: علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں: (۱) اہل عالم میں حضرت محمد ﷺ مومنوں کے لئے رحمت ہیں کیونکہ آپ کے ذریعہ سے ہدایت کی راہ پائی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا رَحۡمَةٌ مُّهۡدَاةٌ۔ بیشک میں رحمت بطور ھدیہ تحفہ بھیجا ہوا ہوں۔

(۲) کشف الاسرار میں ہے کہ یہ آپ کی ہی رحمت تھی کہ امت کو کسی مقام پر نہیں بھولے۔ آپ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ یا بیت المقدس میں یا حجرہ پاک میں ہوں، اسی طرح عرش معلیٰ پر بھی اور مقام قاب قوسین (قرب خاص) میں یوں یاد فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَيۡنَا وَعَلٰی عِبَادِ الصّٰلِحِيۡنَ۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ کل میدان حشر میں مقام محمود میں

شفاعت کا فرش بچھا کر اُمَّتِی اُمَّتِی فرمائیں گے (تفسیر حسینی)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا یٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا رَحۡمَةٌ مُّهۡدَاةٌ (مشکوٰۃ باب اسماء النبی فصل سوم، الرحمۃ المھداۃ، ص ۶۹)، ترجمہ: اے لوگو بلاشبہ میں اللہ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں، سراپا رحمت اور میں تحفہ رحمت ہوں۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی رحمت ہوں۔ شیخ ابوالعباس فرماتے ہیں یہ اس امت کی تکریم و تعظیم ہے کیونکہ ہدیہ برائے تکریم ہی ہوتا ہے (اشعۃ اللمعات، ج ۴)

شیخ عبدالحق دہلوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں وَفِیۡ قَوۡلِهٖ مَهۡدَاةٌ تَعۡظِيۡمٌ وَتَبۡجِيۡلٌ لِنَفۡسِهِ الۡكَرِيۡمَةِ وَتَشۡرِيۡفٌ وَّتَكۡرِيۡمٌ لِلۡاُمَّةِ لِاَنَّ الۡاِهۡدَآءَ اِنَّمَا يَكُوۡنُ بِشَیۡءٍ نَّفِيۡسٍ اِلٰی مَنۡ اَرَيۡدَا اِكۡرَامُهٗ (لمعات التنقیح، ج ۹، ص ۲۸۴)۔ اس امت مسلمہ کی بڑی شان وعظمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بطور تحفہ و رحمت بنا کر اپنا محبوب عطا کیا اور جو ہدیہ کو قبول کرے گا وہ کامیابی اور نجات پائے گا اور جس نے قبول نہ کیا وہ نامراد ہوا اور نقصان اٹھایا۔

قاری محمد طیب صاحب قاسمی لکھتے ہیں اسی واسطے حدیث میں فرمایا گیا انا رحمة مھداة۔ میں اللہ کی ایک رحمت ہوں جو بطور ہدیہ کے بندوں کے پاس بھیجی گئی ہے۔ اللہ کا ایک ہدیہ جو بندہ کو ملا وہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ تو اتنی بڑی نعمت دی گئی کہ جتنی عالم کی نعمتیں ہیں سب اسی کے طفیل میں مل رہی ہیں۔ زندگی کی نعمت ملی تب ان ہی کے طفیل ملی۔ جب آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ اگر انہیں پیدا نہ کرنا ہوتا تو تمہیں بھی پیدا نہ کرتے۔ اگر آدم کو پیدا نہ کرتے ہم اور آپ کہاں سے آجاتے۔ ہمارا وجود اور زندگی نبی کریم ﷺ کے طفیل ہے۔ زندگی کے بعد جتنی کائنات میں نعمتیں ہیں اگر حضور ﷺ نہ آتے کائنات نہ بنتی۔ تو وہ نعمتیں پھر آپ کے طفیل ہوئیں۔ ہمیں کھانا پینا جو بھی نعمتیں مل رہی ہیں وہ حضور ﷺ کے طفیل سے مل رہی ہیں (خطبات حکیم الاسلام، ص ۸۵)۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت رحمت دوعالم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے ملتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا دعا ہدایت کرنا: میدان احد میں نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو جاتے ہیں اور چہرہ انور سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام بے چین ہو کر عرض کرتے ہیں اُدۡعُ عَلَی الۡمُشۡرِكِيۡنَ کہ مشرکین کے خلاف دعا ضرور کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں لعنت بھیجنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور

فرمایا رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے رب میری قوم کو بخش دے بے شک یہ لوگ نہیں جانتے۔ آپ نے ہر موقع پر صفت رحمت کا جلوہ اور ظاہرہ فرمایا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا مشرکین کے خلاف دعا فرمایئے (تاکہ تمام تباہ وہلاک ہو جائیں) یعنی جنہوں نے جنگ احد میں اذیت دی۔ فرمایا میں بددعا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّلٰکِنِّیْ بُعِثْتُ دَاعِیًا وَّرَحْمَۃً اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ کہ میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا لیکن دعا مانگنے والا اور رحمت بھیجا گیا ہوں۔ خداوند میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ جانتے نہیں (الشفاء بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان)۔ دوسری روایت میں یوں دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اللہ بخش دے میری قوم کو وہ نہیں جانتے۔ رحمت عالم ﷺ کی شفقت اور مہربانی کا اندازہ لگائے۔ اِغْفِرْ۔ اِھْدِ فرمایا اور لِقَوْمِیْ (میری قوم) فرمایا اور ان کی طرف سے عذر یہ پیش کیا گیا فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (صحیح بخاری ۳۴۷۷، صحیح مسلم ۱۷۸۲) ۲۰، ۲۱ برس تک آپ ﷺ قریش کی ایذا اور جاہلوں کی تکلیف وایذا سے سخت مقابلہ رہتا تھا حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان پر فتح دی اور ان میں حاکم بنایا حالانکہ وہ اپنی جماعت کے استیصال اور اپنے مجمع کی ہلاکت میں شک نہ کرتے تھے۔ پھر آپ نے معافی اور درگزر پر اور کچھ زیادہ نہ کیا۔ اور فرمایا کہ تم اس بارہ میں کیا خیال کرتے ہو کہ میں تم سے کیا سلوک کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم بہتری کا گمان کرتے ہیں۔ آپ ﷺ سخی بھائی ہیں اور کریم برادرزادہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہا تھا۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ۔ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ تم جاؤ۔ تم آزاد ہو۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ان قریش پر لعنت نہیں کرتے جو آپ کے پاس آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ میں تو سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (درمنصور)

نبی رحمت ﷺ کی وجہ سے کفار کو بھی حصہ ملا کہ مسخ، خسف، غرق، خرق اور استیصال جیسے عذاب سے بچ گئے حالانکہ سابقہ امتوں کو مختلف عذاب سے ہلاک کردیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَکُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا

كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (سورۃ العنکبوت: ۴۰)، ترجمہ: تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ پر پکڑا تو ان میں کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور ان میں کسی کو چنگھاڑ نے آلیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے ڈبو دیا اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے۔ ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا: حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال دعوت اسلام فرماتے رہے اور دن رات اپنی قوم کو دعوت اسلام فرمائی مگر وہ ایمان لانے کی بجائے دور بھاگتے رہے۔ آخر آپ ﷺ نے ان بے دینوں کے خلاف بددعا فرمادی۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (سورہ نوح: ۲۶)۔ اے رب ان کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔ طوفانِ نوح آیا اور سب غرق ہوگئے۔

نبی رحمت کی وجہ سے کفار کا محفوظ رہنا: آپ کی رحمت عامہ کی وجہ سے ہلاک کردینے والے عذاب سے کفار مکہ دنیا میں محفوظ ومعمون رہے۔ ضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ابوجہل نے کہا اللّٰھُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (سورۃ الانفال: ۳۲)، ترجمہ: اے اللہ اگر یہ قرآن تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر لا۔

دیکھئے کفار نے خود ہی اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کیا اور دعا کی کہ اگر قرآن واسلام سچا ہے اور ہم جھوٹے ہیں تو ہم پر پتھر برسایا کوئی اور دردناک عذاب لا مگر نبی ﷺ کی رحمت آڑے آگئی۔

اللہ تعالیٰ نے جواب فرمایا مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (سورۃ الانفال: ۳۳)، ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک محبوب آپ ان میں تشریف فرما ہوں۔ یعنی کہ آپ کی رحمت سے دنیاوی عذاب سے عام کفار بھی محفوظ رہے کیونکہ جہاں رحمت ہو وہاں عذاب نہیں ہوتا۔ اے اللہ نبی رحمت ﷺ کے ذکر خیر کی برکت سے ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرما۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ رحمٰن رحیم ہے! مگر نافرمان کافروں کو عذاب سے ہلاک کیا اور یہ اللہ کی رحمت کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح نبی رحمت ﷺ کا بعض کافروں کے خلاف دعائے ضرر کرنا منافی رحمت کیسے ہوگا۔

نظام الدین حسن بن محمد بن حسین القمی نیساپوری لکھتے ہیں وکونہ رحمۃ للکل لا ینافی قتلہ بعض الکفرۃ

والتعرض لاموالھم واولادھم کما ان کی بعض اعضاء المریض بل قطعہ لا ینسب التفصیر الی الفاعل لقصور فی القابل (تفسیر غرائب القرآن، ص ۵۸)۔ اور بعض دو تین موقع پر آپ ﷺ کو بہت ہی رنج پہنچا جس کی بنا پر آپ ﷺ نے ان کے خلاف دعائے ضرر فرمائی تھی۔ اور وہ مخصوص افراد و حالت تھے۔ آپ ﷺ نے عام کفار کے خلاف دعائے ضرر نہیں فرمائی۔

جن کے خلاف دعا کی وہ یہ ہیں: (۱) کسریٰ نے آپ ﷺ کا مکتوب پھاڑ ڈالا تھا تو اس کے خلاف دعا کی (صحیح البخاری حدیث ۲۹۳۹)۔

(۲) آپ ﷺ بیت اللہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے۔ بعض کافروں نے اونٹنی کی اوجھری بحالت سجدہ آپ ﷺ کی پشت پر ڈال دی تھی (بخاری حدیث ۲۴۰)۔

(۳) بئر معونہ کے پاس تین قبیلوں نے دھوکہ سے ستر قراء کو شہید کر دیا تھا۔ ان کے خلاف ایک ماہ تک صبح کی نماز میں دعائے ضرر کی۔

(۴) غزوۂ احزاب کے دن کفار کے خلاف دعا کی کہ اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جن کی وجہ سے نماز عصر قضاء ہوگئی (بخاری ۲۹۳۹)۔

اور یہ بھی آپ ﷺ کی رحمت تھی کہ دوسرے انسانوں کو شر سے راحت ملی۔

عرض اعمال: نبی ﷺ کی دنیوی حیات بھی رحمت اور آپ کی وفات بھی رحمت ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا حَیَاتِی خَیْرٌ لَّکُمْ وَ مَوتِی خَیْرٌ لَّکُمْ۔ میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میرا وصال (وفات) بھی تمہارے لئے بہتر ہے (الشفا)۔ اس کے ماتحت ملا علی قاری لکھتے ہیں بَلْ وَلَیْسَ ھُنَاكَ موت وَلَا فوت بَلْ انتقال مِنْ حَالٍ اِلٰی حَالٍ وار تحال مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ فَان المُعْتَمَدَ المحقق اِنَّہٗ حَیٌّ یُرْزَقُ (شرح شفا، ج۱، ص ۴۵)۔ دوسری روایت یوں ہے حَیَاتِی خَیْرٌ لَّکُمْ وَ مَمَاتِی خَیْرٌ لَّکُمْ (روح البیان)۔ میری حیات و ممات دونوں تمہارے لئے رحمت ہیں، بہتر ہیں۔ اس میں موتی کی جگہ مماتی ہے۔

تو اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی ہم نے مانا کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ ہمارے لیے رحمت ہے لیکن

مماتِ رحمت کیسے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ کُلَّ عَشِیَّۃِ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَمَا کَانَ مِنْ خَیْرٍ حَمِدْتُ اللّٰہَ وَمَا کَانَ مِنْ شَرٍّ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ لَکُمْ۔ ترجمہ: ہر پیر اور خمیس کی شام کو تمہارے اعمال میری خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو جو نیک اعمال ہوتے ہیں ان پر میں اللہ کی حمد کرتا ہوں اور جو برے اعمال ہوتے ہیں تمہارے لئے اللہ سے ان کی مغفرت طلب کرتا ہون۔ تو ان کے گناہ کی بخشش کی شفاعت فرماتے ہیں اور نیک اعمال ملاحظہ کرنے سے حمد خدا کرتے ہیں (روح البیان، ج۵)۔

اس کے علاوہ عزیز و اقارب پر بھی عرض کی تصریح ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ھ) وَجِئْنَا بِكَ شَھِیْدًا عَلٰی ھٰۤؤُلَآءِ (سورہ نحل: ۸۹) (ترجمہ: اور ہم لائیں گے آپ کو ان پر گواہ بنا کر) کی تفسیر میں فرماتے ہیں فَاِنَّ اَعْمَالَ اُمَّتِهٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تُعْرَضُ عَلَیْہِ بَعْدَ مَوْتِہٖ۔ فَقَدْ رُوِیَ عَنْهُ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تحدثون ونُحَدِّثُ لَکُمْ وَمَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ تعالیٰ علیہ وما رأیت مِنْ شَرٍّ استغفرت اللہ تعالیٰ لکم۔ بل جاء ان اعمال العبد تُعْرَضُ عَلٰی اَقَارِبِہٖ مِنَ الْمَوْتٰی۔ (تفسیر روح المعانی، ج۱۴، ص ۲۰۴، فتاوی رضویہ، ج۲۹، ص ۵۱۹)۔ بے شک نبی کریم ﷺ کی امت کے اعمال آپ پر وفات کے بعد پیش کئے جاتے ہیں تو نبی کریم ﷺ سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم (مجھ سے) باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کے لئے باتیں کرتے ہیں اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے۔ جب بھلائی دیکھوں گا حمد الٰہی بجالاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمہاری بخشش چاہوں گا۔

صاحب فتاوی حقانیہ نے لکھا ہے کہ ہر روز صبح و شام حضور اکرم ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور ان کو سننے کے بعد امت کے لئے دعائے مغفرت بھی فرماتے ہیں۔ امام عبداللہ مبارک سعید بن مسیب تابعی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا لَیْسَ مِنْ یَوْمٍ اِلَّا یُعْرَضُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ اَعْمَالُ امتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم بسیماھم واعمالھم فَبِذٰلِكَ یشھد علیھم (فتح الباری، ج۹، ص ۸۶، زرقان، ج۵، ص ۱۳۰، فتاوی حقانیہ، ج۱، ص ۲۴۱)۔ کہ ہر دن صبح و شام امت کے اعمال نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تو آپ ﷺ ان کی علامتوں سے اور ان کے اعمال سے پہچانتے ہیں۔ اسی لئے تو ان پر گواہی دیں گے۔

حضرت ابوذر سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کئے گئے۔ میں نے اس کے اچھے اعمال میں راستہ سے تکلیف دینے والی چیز دور کرنا پایا اور برے اعمال میں مسجد کے اندر تھوکنا دیکھا جس کو دفن نہ کیا گیا ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب المساجد)۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے سامنے میری امت کے ثواب پیش کئے گئے یہاں تک کہ اس کے برابر کسی آدمی نے مسجد سے باہر نکالا ہو۔ اسی طرح میرے سامنے میری امت کے گناہ بھی پیش کئے گئے ان گناہوں میں مجھ کو اس سے بڑا کوئی گناہ نظر نہیں آیا کہ کسی شخص نے قرآن کریم کی کوئی سورت یا آیت یاد کی ہو پھر اس کو اس نے بھلا دیا ہو (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب المساجد، ترمذی، ابوداود)۔ ان دونوں حدیثوں سے بھی ثابت ہوا کہ امت کے اعمال نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں!

حضرت ابوموسیٰ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا اَرَادَ رَحْمَةَ اُمَّةٍ مِنْ عِبَادِہٖ، قَبَضَ نَبِیَّھَا قَبْلَھَا، فَجَعَلَهٗ لَھَا فَرَطًا وَّسَلَفًا بَیْنَ یَدَیْھَا، وَاِذَا اَرَادَ ھَلَکَةَ اُمَّةٍ، عَذَّبَھَا، وَنَبِیُّھَا حَیٌّ، فَاَھْلَکَھَا وَھُوَ یَنْظُرُ فَاَقَرَّ عَیْنَهٗ بِھَلَکَتِھَا حِیْنَ کَذَّبُوْهُ وَعَصَوْا اَمْرَهٗ (صحیح المسلم، کتاب الفضائل ۲۲۸۸)۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ اس امت (کی ہلاکت) سے پہلے اس کے نبی کو اٹھا لیتا ہے اور اس نبی کو امت کے لیے اجر اور پیش رو بنا دیتا ہے اور جب کسی امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس نبی کی زندگی میں اس کی آنکھوں کے سامنے اس امت پر عذاب نازل فرماتا ہے اور اس امت کو ہلاک کر کے اس نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا ہے کیونکہ انھوں نے اس نبی کی تکذیب کی تھی اور اس کی نافرمانی کی تھی۔

آپ دنیا میں رحمت، عالم برزخ میں رحمت اور عالم آخرت میں بھی رحمت ہیں کہ سب کی شفاعت فرمائیں گے۔

تعلیم رحمت: نبی رحمت ﷺ نے جو تعلیم دی وہ بھی رحمت ہی رحمت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ (مشکوٰۃ ص ۴۱۳)۔ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرے گا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۳)۔ فرمایا جو بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا اور چھوٹوں پر شفقت اور مہربانی نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لَیْسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ لَّمْ یُجِلَّ کَبِیْرَنَا، وَیَرْحَمْ صَغِیْرَنَا، وَیَعْرِفْ لِعَالِمِنَا۔ وہ شخص میری امت سے نہیں ہے جس نے ہمارے بڑوں کی تکریم نہ کی، ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور ہمارے علماء (دین) کو نہ پہچانا، ان کا احترام نہ کیا (الترغیب والترہیب)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور اس نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ نے کہا ٹھہر جا ٹھہر جا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے مت روکو، اس کو پیشاب کرنے دو۔ صحابہ کرام نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب اس نے پیشاب کر لیا تو سرکار دو عالم ﷺ نے اس کو اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ مساجد پیشاب اور دیگر نجاست سے آلودہ کرنے کے لائق نہیں۔ یہ اللہ پاک کے ذکر اور نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں۔ پھر صحابہ میں سے ایک آدمی کو پانی کا ڈول لانے کا حکم دیا۔ وہ شخص پانی کے ڈول کو لایا اور اس نے اس پر پانی بہایا (بخاری شریف کتاب الوضوء باب صب الماء علی البول فی المسجد، مسلم کتاب الطھارۃ باب وجوب غسل البول)

ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں تین فضیلتوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے تیسری چیز کا ذکر اس ارشاد میں ہے جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا کَصُفُوْفِ الْمَلٰئِکَةِ (مسلم) کہ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح کی گئیں ہیں۔

خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی خصوصی باتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ بَیْنَ یَدَیَّ (مسلم کتاب المساجد)۔ ایک مرتبہ میں سو رہا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔ امام نووی لکھتے ہیں ھٰذَا مِنْ اَعْلَامِ النُّبُوَّةِ فَاِنَّهٗ اِخْبَارٌ بِفَتْحِ ھٰذِہِ الْبِلَادِ لِاُمَّتِہٖ

وَوَقَعَ كَمَا أَخْبَرَ ﷺ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ (شرح مسلم ج ۵)۔ یہ نبوت کی نشانیوں میں سے ہے تو بیشک آپ کی امت کیلئے ان شہروں کے فتح ہونے کی خبر دینا اور یہ ملک فتح ہوئے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی تھی اور اللہ کیلئے تعریف واحسان ہے۔ نیز محشی لکھتے ہیں أَرَادَ مَا فَتَحَ عَلٰى أُمَّتِهِ مِنْ خَزَائِنِ كِسْرٰى وَقَيْصَرَ۔ مراد وہ ملک ہیں جو آپ کی امت پر فتح ہوئے کسریٰ اور قیصر کے خاندانوں سے۔

سورہ بقرہ کی آیات عطا کی گئیں: اور سورہ بقرہ کی آیات رسول اللہ ﷺ کو عطا کی گئیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا أُعْطِيْتُ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ لَمْ يُعْطَهَا نَبِيٌّ قَبْلِيْ (درالمنثور، سورۃ البقرۃ:۲۸۶۔۲۸۵، مسند احمد ۵:۳۸۳، حدیث ۲۳۳۱۳)۔ کہ مجھے سورہ بقرہ کی یہ آخری دو آیات عرش کے نیچے کے خزانہ سے عطا کی گئی ہیں۔ مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔

نبی کریم ﷺ کا دائمی معجزہ: آپ کی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر نبی کا معجزہ اس کی ذات پر ختم ہو گیا مگر رسول اللہ ﷺ کا معجزہ آپ کے ﷺ بعد قیامت تک باقی ہے اور وہ قرآن ہے جس کے الفاظ ومعانی دونوں معجزہ ہیں جس نے جن وانس کو چیلنج کیا کہ اس کی نظیر لائیں مگر سب عاجز آ گئے اور تا قیامت وہ اس پر قادر نہیں ہوں گے۔

جمعہ کا دن: نبی کریم ﷺ کے خصوصیات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جمعہ کا دن عطاء فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ (سورۃ البقرۃ:۲۱۳)۔ جمعہ کے دن میں امتوں نے اختلاف کیا مگر یہ دن امت محمدیہ نے اللہ کی توفیق سے پالیا۔

آسمانوں کی حفاظت: آپ کی بعثت کی برکت سے جنوں سے آسمان کی حفاظت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ جنوں کی حکایت فرماتا وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۔ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا (سورۃ الجن:۹،۸)۔ ترجمہ: ہم نے ٹٹولا آسمان کو پس

پایا اس کو بھرا ہوا چوکیداروں سخت سے اور شعلوں آگ کے سے اور یہ کہ تھے بیٹھا کرتے ہم اس کے ٹھکانوں میں واسطے سننے کے پس جو کوئی سنتا ہے اب پاتا ہے واسطے اپنے شعلہ گھات لگائے ہوئے۔

آپ کے خصوصیات میں سے ہے کہ متعدد بار ان چیزوں کی قسمیں فرمائی ہیں جن کا تعلق آپ کی ذات اقدس سے ہے۔

حیات مصطفی ﷺ کی قسم: اللہ تعالیٰ سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، قائد غر المحجلین حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کی شان میں فرماتا ہے لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (سورۃ الحجر:۷۲)۔ ترجمہ: (اے محبوب) تمہاری جان کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔ یہاں حیات طیبہ وسیرت مقدسہ اور زندگی پاک کی قسم فرمائی ہے۔

لَعَمْرُكَ أَيْ قَسَمِيْ يَا مُحَمَّدُ لِعَمْرِكَ (شرح الشفا، ج۱، ص۱۸)۔ مجھے قسم ہے آپ کی عمر کی۔ لفظ عَمْرُ عین کے پیش اور زبر کے ساتھ ہے بمعنی زندگی۔ اس کی جمع اعمار آتی ہے۔ اس آیت میں لَعَمْرُ ہے۔ اس میں حرف لام برائے قسم ہے، عُمْرُ مضاف، كَ مضاف الیہ ہے۔ دونوں مل کر مبتداء ہیں اور قَسَمِيْ محذوف خبر ہے، جملہ انشائیہ۔ اس لفظ عَمْر کا استعمال اکثر قسم کیلئے ہے۔ اصل میں عین پر ضمہ عُمْر ہے اور اکثر استعمال کی وجہ سے نصب (زبر) آتی ہے اور اس کا معنی ہے وَبَقَائِكَ يَا مُحَمَّدُ وَقِيْلَ حَيَاتِكَ۔ آپ ﷺ کی زندگی کی قسم اے محمد ﷺ اور کہا گیا ہے کہ آپ کی حیات کی قسم۔ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حیات محمد ﷺ کی مدت کی قسم فرمائی ہے (الشفا، ج۱ ص۵۳، امتاع السماع، ج۳ ص۲۲۳ نسیم الریاض، ج۱، ص۳۰۰)۔

تفسیر طبری میں اس آیت کے ماتحت لکھا ہے وَحَيَاتُكَ يَا مُحَمَّدُ وَعُمْرُكَ وَبَقَائُكَ فِي الدُّنْيَا (تفسیر طبری، ج۱۴ ص۹۲)۔ صاحب تفسیر التحریر والتنویر لکھتے ہیں جس طرح تشہد میں التحیات للہ (کے کلمات) تعظیم خداوندی کیلئے ہیں اسی طرح لَعَمْرُكَ رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے اظہار کیلئے ہے (فسیر التحریر والتنویر، ج۱۲، ص۶۸)۔

اسی طرح متعدد چیزوں کی قسمیں فرمائی ہیں: شہر کی قسم، آپ کی بات کی قسم، جہاد میں جانے والے گھوڑوں کی قسم، یوم ولادت کی قسم۔ تو اس آیت میں ذات مصطفیٰ ﷺ کی شان وبزرگی اور حیات کی قسم اور یہ آپ کی افضلیت کی دلیل ہے۔

چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جتنی مخلوق پیدا کی ہے ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بزرگ کوئی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیات کے سوا کسی کی حیات کی قسم نہیں فرمائی (تفسیر ابن کثیر)۔ اور اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم تکریم اور عظمت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی قسم فرمائی ہے۔ لفظ عُمر قرآن مجید میں دونوں ضموں کے ساتھ مذکور ہے اور یہاں **لَعَمرُ** عین کے فتح کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کی قسم فرمائی اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر ولادت کی قسم فرمائی **لا اقسم بھذا البلد** (سورۃ البلد:۱)، ترجمہ: قسم ہے اِس شہر کی۔ اور آپ کے زمانہ کی قسم فرمائی **و العصر**۔ ترجمہ: قسم ہے زمانہ کی۔ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی درجہ کی تعظیم وتکریم پائی جاتی ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں **اتفق اھل التفسیر فی ھذا انہ قسم من اللہ جل جلالہ بمدۃ حیاۃ محمد ﷺ و اصلہ ضم العین من العمر، ولکنھا فتحت لکثرۃ الاستعمال ومعناہ: وبقائك یا محمد۔ وقیل وعیشك۔ وقیل وحیاتك۔ وھذہ نھایۃ التعظیم وغایۃ البر والتشریف** (الشفاء)۔ اہل تفسیر اس پر متفق ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی مدت کی قسم ہے۔ عمر دراصل عین کے ضمہ سے ہے۔ لیکن اس کو فتحہ کثرۃ استعمال سے دی گئی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کی بقاء کی قسم ہے اے محمد۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیش کی قسم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی قسم ہے۔ اور یہ نہایت تعظیم نہایت مہربانی وعزت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ (اس آیت کی تفسیر میں) فرماتے ہیں **مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَمَا ذَرَءَ وَمَا بَرءَ نَفْسًا اَکْرَمُ عَلَیْہِ (عَلَی اللّٰہِ) مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ وَمَا سَمِعْتُ۔ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَقْسَمُ بِحَیَاتِ اَحَدٍ غَیْرِہٖ (محمد) ﷺ** (الشفاء، ج۱، ص۲۳۱)۔ ایک نسخہ میں **غیر محمد** ہے (نسیم الریاض، ج۱، ص۳۰۲) کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چھوٹی بڑی چیز (جان) ایسی پیدا نہیں فرمائی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (حسب ونسب اور ذات کے اعتبار سے) زیادہ معزز ومکرم ہو۔ اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوا کسی دوسرے کی زندگی کی قسم فرمائی ہو۔ خیال رہے خلق، ذرء، برء، تینوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ یہ تکرار تاکید کے لئے ہے (شرح شفاء لعلی قاری)۔

آپ کی زندگی کی قسم فرمانے کے وجوہ: (۱) قسم یا تو کسی منفعت کے پیش نظر اٹھائی جاتی ہے مثلاً یقین دلانا، اپنی برارت کو ظاہر کرنا

(۲) کسی بات یا کام سے باز آنے کے لئے

(۳) یا قسم کے ذریعہ مقسم بہ کی عظمت تکریم وبزرگی بتلانے کے لئے قسم اٹھائی جاتی ہے اور اہل عرب کا قسمیں اٹھانے کا عام طریقہ تھا۔ اس لئے قرآن مجید میں مختلف چیزوں کی اور متعدد بار قسمیں فرمائیں۔

امام ماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسکی چاہے قسم فرماتا ہے اور کسی کو نہیں چاہئیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم اٹھائے۔ اور صرف اللہ نے حیات محمد کی قسم فرمائی ہے۔ اور کسی کی قسم نہیں فرمائی آپ کی خصوصیت کی وجہ سے۔ اس قسم فرمانے کی اصل یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند، رات اور دن کی قسم فرمائی ہے۔ اور پہاڑ، آسمان اور ان کے علاوہ دیگر چیزوں کی بھی اللہ تعالیٰ نے قسم فرمائی ہے جن کو مخلوق کے نزدیک معظم سمجھا جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ان کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کے لئے رحمت وہادی بنا کر بھیجا ہے اور اس لئے یہ زیادہ مناسب اور اولیٰ ہے کہ ان کی قسم کے ساتھ تعظیم کی جائے اور مقسم بہ کی عظمت ظاہر کی جائے اور ان کی قسم فرمائی جائے۔ اور کیا تم نے دیکھا نہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں) فرماتا ہے **وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمین** (سورہ انبیاء:۱۰۷)۔ ترجمہ: اور نہیں ہم نے بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مگر سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر اور جو سارے جہان کے لئے رحمت ہوں ضروری ہے کہ ان کی عظمت دوسروں سے زیادہ بیان کی جائے اور ان کی تعظیم کی جائے کیونکہ ان کی رحمت کے منافع عام اور زیادہ ہیں (تاویلات القرآن، ج۳ ص۵۸)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے مختلف ومتعدد چیزوں کی قسم فرمائی ہے مگر تمام نبیوں رسولوں میں صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی قسم فرمائی جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے

ع　　بعد از خدا بزرگ توئی حصہ مختصر

جبرئیل امین کی حاضری: حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دفعہ

حضرت جبریلؑ ہماری بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم ار رجلا افضل من محمد ولم بنی اب افضل من بنی هاشم (الشفاء الباب ثالث، ص ۲۱۲)۔ترجمہ: میں نے مشارق ومغارب کے گوشے گوشے کو چھان مارا لیکن آپ سے افضل کسی (مرد) کو نہیں دیکھا اور بنی ھاشم سے بہتر کسی قبیلے کو نہ پایا۔

کسی فارسی شاعر نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے

آفاقھا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام   بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

آپ ﷺ کی زندگی میں بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔اس لئے رب کائنات نے آپ ﷺ کی زندگی کی قسم فرمائی ہے اور دیگر نبیوں رسولوں میں سے کسی کی قسم نہیں فرمائی۔

آپ کی زندگی کے تین دور ہیں: لَعَمْرُكَ اے رسول آپ ﷺ کی مبارک زندگی کی قسم۔اور آپ ﷺ پیر کے دن صبح صادق کے وقت بارہویں تاریخ کو بنو ہاشم کے خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔چند دن اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا دودھ پیا اور کچھ دن ثویبہ کا۔اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو اپنے پاس لے کر گئیں۔دو سال اپنا دودھ پلاتی رہیں۔چار سال حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس رہے۔پھر اپنی والدہ حضرت آمنہ کے پاس واپس مکہ لائیں۔جب آپ ﷺ چھ برس کے ہوئے تو والدہ اپنے ساتھ مدینہ لے گئی۔واپسی پر آپ ﷺ کی والدہ کا وصال ہوگیا۔اور جب آٹھ برس کے پاس ہوئے تو آپ ﷺ کے دادا کا انتقال ہوا۔پھر جناب ابوطالب کی کفالت میں رہے۔آپ ﷺ بکریاں بھی چراتے تھے۔خلف الفضول اور حرب فجار میں شریک ہوئے۔دو مرتبہ شام کا بھی سفر کیا۔حضرت خدیجہ نے جب آپ کی دیانت داری، امانتداری کو دیکھا تو آپ ﷺ کو عقد نکاح کا پیغام دیا۔تو آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں کے مشورہ سے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا۔جب آپ ﷺ کی عمر ۳۵ سال کی ہوئی تو خانہ کعبہ تعمیر کیا گیا۔حجر اسود کو نصب کرنے میں قبائل میں اختلاف ہوا تو آپ ﷺ نے جو فیصلہ کیا اس پر سارے خوش ہوئے۔اور آپ ﷺ کو صادق اور آمین کہہ کر بلاتے تھے۔اور حضرت علی مرتضیٰ کو اپنی پرورش میں لے لیا۔غرضیکہ ولادت باسعادت سے لے کر اظہار نبوت تک یہ چالیس سالہ دور ہے جو انتہائی پاکیزہ دور تھا جس کو اعلان رسالت کے بعد بطور نمونہ پیش کیا

تھا۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (سورہ یونس:۱۶)، ترجمہ: سو میں تم میں اس سے پہلے اپنی زندگی کا ایک حصہ گزار چکا ہوں، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔چالیس سالہ زندگی کے واقعات آپ ﷺ کی سچائی، دیانت داری، راست بازی، حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار کی گواہی دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت کی صداقت کی دلیل تھے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زندگی کی قسم فرمائی ہے۔

نزول وحی کے قبل آپ ﷺ غار حراء میں قیام فرماتے تھے۔اسی اثناء میں حضرت جبریل سورہ علق کی پہلی پانچ آیات لے کر حاضر ہوئے جن میں نام خدا سے پڑھنے کا حکم دیا اور انسانی پیدائش اور قلم سے علم حاصل کرنے کی نعمت کا ذکر کیا گیا۔

آپ ﷺ پر سب سے پہلے وہ لوگ ایمان لائے جو آپ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تر اور راز دان تھے، مثلا حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت علی، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم۔اور آپ ﷺ پر زیادہ ایمان لانے والے زیادہ مال ودولت والے نہیں تھے کہ لوگ طمع کی خاطر آپ پر ایمان لاتے بلکہ آپ کی خوبیوں کی وجہ سے خوش نصیب لوگ ایمان لاتے تھے اور پروانوں کی طرح آپ کے قدموں پر گرتے تھے اور غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالتے تھے۔ابتداء میں تین برس تک خفیہ دعوت اسلام فرماتے رہے اور اس عرصہ میں ۴۰، بقول بعض ۱۳۴ افراد اسلام لائے۔پھر اعلانیہ دعوت اسلام کرنے کا حکم ملا۔اعلانیہ دعوت دینے کا سلسلہ جاری فرمایا جو نبوت کے ساتویں سال تک جاری رہا۔اس دوران نبی کریم ﷺ نے مع رفقاء بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔متعدد صحابہ نے باجازت کفار کی ایزا رسانی کی وجہ سے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی۔نبوت کے ساتویں سال شعب ابی طالب میں محصور کردیا گیا۔ابولہب کے سوا بنی مطلب اور بنی ھاشم کے سب افراد آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔تین سال تک اس قید وبند میں قید رہے۔آپ ﷺ نے خبر دی کہ ظالمانہ تحریر سے خدا کے نام کے سوا باقی تحریر مٹ گئی ہے۔جب دیکھا تو واقع ہی سچ فرمایا تھا۔پھر بعض لوگوں کی سعی سے یہ بائکاٹ ختم ہوا۔نبوت کے دسویں سال جناب ابی طالب کی وفات ہوئی اور تین دن بعد حضرت خدیجہ کا وصال ہوگیا۔اسی لئے اس سال کو عام الحزن کہا جاتا ہے۔کفار نے زیادہ تکلیفیں دینی شروع کردیں تو آپ ﷺ نے لوگوں کی زیادتی کی وجہ سے طائف کی طرف دعوت اسلامی دورہ فرمایا تا کہ وہ اس کار نبوت میں معاونت کریں اور آسانی کے ساتھ پیغام حق لوگوں تک پہنچایا جاسکے مگر اہل طائف نے حسن سلوک کرنے کی بجائے بڑی بدسلوکی کی۔آپ ﷺ نے بددعا دینے کی بجائے دعا ہدایت کی اور آخر نبوت کے آٹھویں سال یہ لوگ ایمان لائے تھے۔

نبوت کے گیارہویں سال اسراء اور معراج کا واقعہ پیش آیا جس میں آپ کو تسلی دی گئی، دلجوئی کی گئی اور کامیابی کی بشارت دی گئی کہ یہ ظلم وتعدی کا دور ختم ہونے والا ہے۔ نبوت کے بارہویں سال مکہ سے ہجرت کا حکم ملنے پر سفر ہجرت شروع کیا۔ اور نبوت کے تیرہویں سال سفر ہجرت کیا اور تین راتیں غار میں قیام کرنے کے بعد پھر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے اور رفیق سفر حضرت ابوبکر صدیق تھے۔ دوران سفر سراقہ بن مالک نے حصول انعام کی خاطر تعقب کیا مگر ناکامی دیکھی اور امان حاصل کر کے واپس چلا گیا۔ آپ ﷺ نے راستہ میں مقام قدید میں حضرت ام معبد کے خیمہ میں کچھ دیر قیام کیا اور معجزہ بھی دکھایا۔ راستہ میں بریدہ اسلمی چند افراد کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا اور یہاں تک کہ آپ ﷺ نے قباء پہنچ کر مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ چند دنوں کے بعد مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے اور راستہ میں بنی سلیم کے محلہ میں نماز جمعہ ادا کی اور یہ پہلا جمعہ تھا۔ اس موقع پر عظیم الشان خطبہ دیا گیا۔ جمعہ کے دن آپ ﷺ جلوس کی صورت میں مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے اور اہل مدینہ سب استقبال کے خاطر حاضر ہوئے۔ چھوٹے بڑے مرد عورتیں خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ انصار کی بچیاں **طلع البدر علینا** پڑھ رہی تھیں۔ اور آپ ﷺ کی اونٹنی حضرت ابوایوب کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی۔ اور آپ ﷺ حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں چند ماہ قیام پذیر رہے۔ اس کے دوران مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور ازواج پاک کے مکان بنائے گئے جن کو حجرات کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا تیسرا دور ہجرت سے شروع ہوا ہے۔ اس کے واقعات واحوال بہت زیادہ ہیں۔ اور اس مدنی زندگی میں غزوات کے علاوہ زیادہ احکام بھی نازل ہوئے۔ آذان کا آغاز ہوا، شراب کی حرمت وغیرہ۔ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ احزاب (خندق)، صلح حدیبیہ، فتح مکہ، غزوہ حنین کے واقعات وقوع پزیر ہوئے۔ اور ہجرت کے دسویں سال آپ ﷺ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کے ساتھ حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا اور عظیم الشان تاریخی خطبہ دیا اور ساری دنیا کو امن وسلامتی کا درس دیا اور جدائی کا پیغام بھی تھا۔ فرمایا میری اور تمہاری یہ آخری ملاقات ہے۔ واپسی پر چند دن بیمار رہنے کے بعد ۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں آپ ﷺ نے وصال فرمایا اور آفتاب نبوت غروب ہوگیا۔ آپ ﷺ کا وصال ۱۲ ربیع الاول کو نہیں ہوا۔ نیز ہمیں خوشی ومسرت کے اظہار کرنے کا حکم دیا گیا نہ کہ غم کرنے کا اسی لئے ہم اس موقع پر خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کی شریعت وقانون قیامت تک باقی ہے۔ اور آپ ﷺ زندہ ہیں اسی لئے کلمہ کا معنی ہے محمد اللہ کے رسول ہیں اور ہم یہ نہیں کہتے کہ محمد اللہ کے رسول تھے۔ یہ زمانہ بھی آپ ﷺ کا زمانہ ہے۔ صرف ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ یا اللہ اس ذکر رسول ﷺ کی

برکت سے جملہ بیماریوں سے نجات عطا فرما۔ ایمان وجان، اولاد ومال میں برکتیں پیدا فرما اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمانا۔ آمین۔

محبوب کے کلام کی قسم: قولِ رسول ﷺ کی قسم فرمائی **وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ** (سورہ زخرف:۸۸)، ترجمہ: مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

شہر محبوب کی قسم: نبی کریم ﷺ کے شہر ومکان کی قسم فرمائی گئی۔ نیز فرمایا **لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ** (سورہ بلد)۔ ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

زمانہ محبوب کی قسم: اور زمانہ کی قسم فرمائی۔ نیز فرمایا **وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ** (سورۃ العصر)۔ ترجمہ: اس زمانہ محبوب کی قسم۔ بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔

محبوب کے رخ انور اور زلفوں کی قسم: **وَالضُّحٰی وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰی** (سورۃ الضحی)، ترجمہ: چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے۔ **والضحی** سے نبی ﷺ کی چہرہ انور کی روشنی مراد ہے اور **واللیل** سے رسول ﷺ کی زلف معنبر کی سیاہی مراد ہے (روح البیان)

سب نبیوں کو ان کے ذاتی ناموں سے یاد کیا گیا: یہ آپ کی افضلیت اور زیادہ تعظیم کی دلیل ہے کہ آپ کو صفاتی ناموں اور نبوت ورسالت سے یاد فرمایا۔ اور ذاتی نام سے ندا نہیں فرمائی مگر دیگر سب نبیوں اور رسولوں کو ان کے ذاتی ناموں سے پکارا گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ** (سورہ الاعراف:۱۹)۔ ترجمہ: اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ** (سورہ ھود:۴۶)، ترجمہ: اے نوح۔ وہ تیرے اھل میں سے نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا** (سورہ الصافات: ۱۰۴۔۱۰۵) ترجمہ: اے ابراہیم بے

شک تو نے خواب سچ کر دکھایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ (سورہ ھود:۸۱)، ترجمہ: اے لوط ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں لوگ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ (سورہ ص:۲۶)، ترجمہ: اے داود ہم نے مقرر کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (اپنا) نائب زمین میں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ القصص:۳۰)، ترجمہ: اے موسیٰ بے شک میں ہی ہوں اللہ جو تمام جہاں کا پالنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى (سورہ مریم:۷)، ترجمہ: اے زکریا ہم مژدہ دیتے ہیں تجھے ایک بچے (کی ولادت) کا اس کا نام یحییٰ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ (سورہ مریم:۱۲)، ترجمہ: اے یحییٰ کتاب مضبوطی سے تھام لو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ (سورہ المائدہ:۱۱۰)، ترجمہ: اے عیسیٰ بن مریم یاد کرو میرا انعام اپنے پر اور اپنی والدہ پر۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وصف نبوت ورسالت سے ندا فرمائی: اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ورسالت جیسے القابوں کے ساتھ ندا فرمائی اور آپ کو ذاتی ناموں سے نہیں یاد کیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ (سورہ المائدہ:۴۱)۔ ترجمہ: اے رسول نہ غمگین کریں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ جو تیز رفتار ہیں کفر میں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (سورہ المائدہ:۶۷)، ترجمہ: اے رسول پہنچا دیجئے جو اتارا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردگار کی جانب سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ (سورہ الانفال:۶۴)۔ ترجمہ: اے نبی (مکرم) کافی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ (سورہ الانفال:۶۵)، ترجمہ: اے نبی برانگیختہ کیجئے مومنوں کو جہاد پر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى (سورہ الانفال:۷۰) ترجمہ: اے نبی (کریم) آپ فرمایئے ان قیدیوں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (سورہ التحریم:۹)، ترجمہ: اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سختی کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ (سورہ الاحزاب:۱)۔ ترجمہ: اے نبی (مکرم) (حسب سابق) ڈرتے رہیں اللہ تعالیٰ سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ (سورہ الممتحنہ:۱۲)۔ ترجمہ: اے نبی جب حاضر ہوں آپ کی خدمت میں مومن عورتیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا (سورہ الاحزاب:۲۸)، ترجمہ: اے نبی (مکرم) آپ فرما دیجئے اپنی بیبیوں کو کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی آرائش (وآسائش) کی خواہاں ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورہ الاحزاب:۵۹)، ترجمہ: اے نبی مکرم آپ فرمایئے اپنی ازواج مطہرات کو، اپنی صاحبزادیوں کو اور جملہ اہل ایمان کی عورتوں کو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (سورہ الاحزاب:۴۵)، ترجمہ: اے نبی (مکرم) ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ (سورہ الاحزاب ۵۰)، ترجمہ: اے نبی (مکرم) ہم نے حلال کر دی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ (سورہ الطلاق:۱)، ترجمہ: اے نبی (مکرم) (مسلمانوں سے فرماؤ) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ (سورہ التحریم:۱)، ترجمہ: اے نبی (مکرم) آپ ﷺ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جسے اللہ نے آپ ﷺ کیلئے حلال کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ (سورہ آل عمران:۶۸)، ترجمہ: بے شک نزدیک تر لوگ ابراہیم (علیہ السلام) سے وہ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی نیز یہ نبی کریم۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ (سورہ مزمل:۱۔۲)، ترجمہ: اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے رات میں قیام فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ (سورہ مدثر:۱۔۲)۔ ترجمہ: اے جھرمٹ مارنے والے کھڑے ہو جائیں، لوگوں کو ڈر سنایئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰسٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (سورہ یٰس:۱۔۲)، ترجمہ: اے یٰس مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بے شک تو مرسلوں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے طٰہٰ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤی (سورہ طٰہٰ:۱۔۲)، ترجمہ: اے طٰہٰ ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا بالبداہت حضور مرسلین انبیائے سابقین کا فرق جان لے گا

یا آدم ست با پدر انبیاء خطاب | یا ایّھا النبی خطاب محمد است

اے آدم نبیوں کے باپ کے لئے خطاب ہے، اور محمد مصطفی ﷺ کے لئے خطاب ہے اے نبی (فتاوی رضویہ ج ۳۰ ص ۱۵۳، نہایۃ السول فی خصائص الرسول ص ۲۱)

آپ کو ذاتی نام سے پکارنا منع فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْکُمْ لِوَاذًا فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖۤ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (سورہ نور:۶۳)۔ ترجمہ: نہ بنالو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔ اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے انہیں جو کھسک جاتے ہیں تم سے ایک

دوسرے کی آڑ لے کر۔ پس ڈرنا چاہئے انہیں جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کریم ﷺ کے فرمان کی کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ لے آلے۔

حضرت ابن عباس، مجاہد اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ یا محمد، یا ابا القاسم کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بلانے سے منع فرما دیا اور حکم دیا یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہہ کر پکارو۔ بعض حضرات نے اپنے اشعار میں ذوق وشوق اور محبت کی بنا پر یا محمد ﷺ سے ندا کی ہے۔

قرآن مجید میں آپ ﷺ کے اعضاء شریفہ کا ذکر:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بعض اعضاء شریفہ کا ذکر قرآن کریم کی مختلف آیات میں فرمایا ہے۔

چہرہ انور: اللہ تعالیٰ نے چہرہ انور کی تعریف فرمائی ہے قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا (سورہ البقرۃ:۱۴۴)۔ ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ ﷺ کا منہ کرنا آسمان کی طرف، تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی (سورۃ الضحیٰ)۔ ترجمہ: قسم ہے روزِ روشن کی، اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے۔

چشم مبارک: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (سورہ النجم:۱۸)۔ ترجمہ: نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ (سورہ الکہف:۲۸)۔ ترجمہ: اور نہ ہٹیں آپ ﷺ کی نگاہیں ان سے۔

لسان مبارک: اللہ تعالیٰ لسان مبارک کی تعریف فرماتا ہے لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ (سورہ القیامہ:۱۶)، ترجمہ: (اے حبیب) آپ ﷺ حرکت نہ دیں اپنی زبان کو اس کے ساتھ تاکہ آپ ﷺ جلدی یاد کر لیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی۔ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (سورۃ النجم)، ترجمہ: اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے، یہ مگر ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

دست ودوش مبارک: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے دست مبارک اور دوش مبارک میں فرماتا ہے **وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ** (سورہ بنی اسرائیل:۲۹)،ترجمہ: اور نہ بنالو اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا اپنی گردن کے اردگرد۔

دست خدا دست مصطفی ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ** (سورہ فتح:۱۰)،ترجمہ: اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

سینہ مبارک: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ** (سورہ انشراح)۔ترجمہ: کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر مانگے نبی ﷺ کو شرح صدر کی دولت سے نوازا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شرح صدر کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی **رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي** (سورہ طہٰ:۲۵)۔ترجمہ: اے میرے پروردگار کشادہ فرمادے میرے لئے میرا سینہ۔

پشت مبارک: اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی پشت مبارک کی مدح فرماتا ہے **وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ** (سورہ انشراح:۲۔۳)،ترجمہ: اور ہم نے اتار دیا ہے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کا بوجھ جس نے آپ ﷺ کی پشت مبارک کو دوہری کر رکھا۔

عظیم خلق: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے خلق (عادت) کی تعریف فرمائی **وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ** (سورہ القلم)۔ترجمہ: اور بے شک آپ ﷺ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔
پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا **خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ** (سورہ الاعراف ۱۹۹)،ترجمہ: قبول کیجئے معذرت (خطا کاروں سے) اور حکم دیجئے نیک کاموں کا اور رخ (انور) پھیر لیجئے نادانوں کی طرف سے۔

گوش مبارک: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** (سورہ التوبہ:۶۱)،ترجمہ: فرمایئے وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا، یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مومنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے ان کے لئے جو

ایمان لائے تم میں سے، اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

قلب مبارک اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب منیر کی تعریف فرمائی جس پر نزول قرآن ہوا۔ **مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ** (سورہ النجم:۱۱)،ترجمہ:: نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم مصطفی نے)۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا** (سورہ الفرقان:۳۲)،ترجمہ: اور کہنے لگے کفار (از راہ اعتراض) کیوں نہیں اتارا گیا ان پر قرآن یک بارگی۔ اس طرح اس لئے کیا کہ ہم مضبوط کردیں اس کے ساتھ آپ کے دل کو اور اسی لئے ہم نے ٹھہر ٹھہر کر اسے پڑھا ہے۔

آپ ﷺ کی آواز کا ذکر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ** (سورہ حجرات:۲)۔ترجمہ: تم اپنی اوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔

ذکر خدا کے ساتھ ذکر رسول: نبی کریم ﷺ کے خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ متعدد مقامات پر اپنے نام کے ساتھ رسول کریم کے نام کا ذکر فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو رسول کی اطاعت اور اپنی نافرمانی کو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی فرمایا ہے

۱) **قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ** (سورہ آل عمران:۳۲)،ترجمہ: تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔
۲) **قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ** (سورہ نور:۵۴)،ترجمہ: تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا۔
۳) **وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ** (سورۃ آل عمرآن:۱۳۲)،ترجمہ: اور اللہ و رسول کے فرمانبردار رہو۔
۴) **وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ** (سورہ فتح:۱۷)،ترجمہ: اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا۔
۵) **وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ** (سورۃ التوبہ:۷۱)،ترجمہ: اور اللہ اور رسول کا حکم مانو۔
۶) **وَإِن تُطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ**۔ترجمہ: اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول فرمانبرداری کروگے (تو تمہارا کوئی عمل تمہیں نقصان نہ دے گا)۔

٧)وَاَطِعۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ (سورہ احزاب:٣٣)،ترجمہ:اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔

٨)وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا (سورہ احزاب:٧١)،ترجمہ:اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

٩)مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورہ النساء:٨٠)،ترجمہ:جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

١٠)فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (سوہ آل عمران:٢٧٩)،ترجمہ:تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر

١١)اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ (سورۃ النساء:١٣٦)،ترجمہ:ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ پر

١٢)وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (سورۃ الحدید:٢١)،ترجمہ:اور وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔

١٣)فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهِ النَّبِىِّ الۡاُمِّىِّ (سورہ اعراف:١٥٨)،ترجمہ:تو ایمان لاؤ اور اس کے امی رسول ﷺ پر

١٤)اَنۡ اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوۡا مَعَ رَسُوۡلِهٖ (سورہ توبہ:١٥٨)۔ترجمہ:کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ کے ہمراہ جہاد کرو

١٥)اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ (سورہ الحدید:٧)۔ترجمہ:جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے

١٦)لِتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ (سورہ فتح:٩)،ترجمہ:تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ

١٧)فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَالنُّوۡرِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلۡنَا (سورہ التغابن:٨)۔ترجمہ:تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا (یعنی قرآن کریم)

١٨)وَمَنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنۡ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ سَعِيۡرًا (سورہ فتح:١٣)،ترجمہ:اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر بے شک ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

کلمہ توحید میں بھی اسم جلالت اور اسم رسالت دونوں مذکور ہیں جیسے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ۔ اسی طرح آذان، اقامت اور خطبات میں دونوں کے اسمائے مبارکہ آتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا: فرائض نبوت کی تکمیل کی خاطر آپ کو سخت ترین ایذائیں دی گئیں تو حق تعالیٰ کی جانب سے جس ذیشان طریقوں سے تسلیاں دی گئیں تاریخ عالم میں اس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ سارے نبیوں و رسولوں میں یہ شرف آپ کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ملا رنجیدہ خاطر نہیں ہونے دیا۔ آپ کی مدد و نصرت دل جوئی کے لئے تسلی و تشفی کی آیات کا نزول ہوتا رہا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدۡ نَعۡلَمُ اِنَّهٗ لَيَحۡزُنُكَ الَّذِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ لَا يُكَذِّبُوۡنَكَ وَلٰـكِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ (سورہ الانعام:٣٣)،ترجمہ:ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کافروں کی باتوں سے آپ کو بہت رنج ہوتا ہے۔ وہ جو آپ کو نہیں جھٹلاتے ہیں اصل میں وہ ظالم ہماری روایات کو جھٹلاتے ہیں۔

جھٹلانے پر آپ کو اللہ کی بے پایاں رحمت یاد دلائی گئی۔ ارشاد ہوا فَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلْ رَّبُّكُمۡ ذُوۡ رَحۡمَةٍ وَّاسِعَةٍ‌ وَلَا يُرَدُّ بَاۡسُهٗ عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ۔ (سورہ الانعام:١٤٧)،ترجمہ:اگر لوگ آپ کو طعنے دیتے ہیں یا جھوٹا کہتے تو آپ فرمائیے کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم قوم سے نہیں ہٹایا جاتا۔

اس سے آپ ﷺ کی عزت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے فرمایا گیا وَلَا يَحۡزُنۡكَ قَوۡلُهُمۡ‌ اِنَّ الۡعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا‌ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ (سورہ یونس:٦٥)،ترجمہ:اور آپ کو ان کی بات غم میں نہ ڈالے۔ یقیناً تمام عزت تو اللہ کے لئے ہے۔ وہ سننے والا علم والا ہے۔

انبیاء کے حالات اور ان کے تذکرے صرف آپ کی ڈھارس بندھانے کے لئے سنائے گئے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (سورہ ھود:١٢٠)،

ترجمہ:تمام حالات جو ہم آپ کو انبیاء کے سناتے ہیں وہ صرف آپ کی ڈھارس بندھانے کے لئے اور تقویت قلب کے لئے ہوتے ہیں۔

کافروں کی دل خراش گفتگو کے لئے یوں سامان تسلی بہم پہنچایا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّا كَفَيۡنٰكَ الۡمُسۡتَهۡزِءِيۡنَ۔ الَّذِيۡنَ يَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ‌ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ۔ وَلَقَدۡ نَـعۡلَمُ اَنَّكَ يَضِيۡقُ صَدۡرُكَ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ (سورہ الحجر ٩٧۔٩٥)،ترجمہ:ہم تیرا مزاق اُڑانے والوں کے لئے کافی ہیں جو اللہ

کے ساتھ دوسرے معبود بناتے ہیں۔ انہیں اپنا انجام جلد معلوم ہو جائے گا اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی گفتگو سے آپ کا دل گھٹتا ہے۔

ہٹ دھرم اور ضدی لوگوں کے انکار پر آپ کو اتنا دکھ ہوتا کہ آپ گھنٹوں مغموم رہتے۔ اس پر ذات حق کی طرف سے یوں کلمات تسلی نازل ہوئے۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (سورہ الکہف: ۶)، ترجمہ: اگر یہ کافر اس کلام مقدس پر ایمان نہ لائیں تو شائد ان کے پیچھے رنج کے مارے آپ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

کافروں کے مکر وفریب اور دجل پر آپ کو رنج تو ہوتا ہی تھا۔ آپ کی تسلی کے لئے یوں ارشاد فرمایا گیا وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ (سورہ النحل: ۷۰)، ترجمہ: آپ کافروں کے جھٹلانے پر اس قدر رنجیدہ نہ ہوا کریں اور ان کے مکر وفریب پر اتنے افسردہ نہ اور آزردہ نہ ہوا کریں۔ کفار کے انجام بد کی خبر دے کر آپ کو تسلی دی گئی کہ وہ کتنا کرلیں گے۔ آخر انہوں نے ہمارے سامنے پیش ہونا ہے۔ پتہ چل جائے گا کہ ان کی چالاکی وہوشیاری کہاں گئی۔

ارشاد ہوتا ہے وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ (سورہ لقمان ۲۳۔۲۴)۔ ترجمہ: کوئی اگر نہیں مانتا تو آپ اتنے رنجیدہ نہ ہوں۔ آخر انہوں نے ہماری طرف لوٹنا ہے۔ ہم انہیں ان کے کرتوتوں سے اچھی طرح آگاہ کریں گے۔ اللہ بے شک دلوں کے حال بھی جانتا ہے۔ ہم انہیں تھوڑا سا مزہ لینے دیں گے پھر ان کو زبردست سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (سورہ یٰس: ۷۶)، ترجمہ: پس نہ رنجیدہ کرے آپ کو ان کا قول ہم خوب جانتے ہیں جس کو وہ چھپاتے اور وہ جو ظاہر کرتے ہیں (السیرۃ عالمی مع زیادہ)

شب معراج میں براق پر سوار ہونا: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معراج کی شب کو نبی ﷺ کی سواری کے لئے زین کسا ہوا، لگام چڑھا ہوا براق لایا گیا۔ اس نے آپ کے بیٹھنے میں رکاوٹ پیدا کی تو

حضرت جبریل علیہ السلام نے براق سے کہا کیا تو محمد ﷺ کے ساتھ یہ حرکت کرتا ہے فَمَا رَكِبَكَ اَحَدٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنْهُ۔ کسی ایسی شخصیت نے تجھ پر سواری نہیں کی جو ان سے زیادہ اللہ کے ہاں معزز ومکرم ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ جبریل کی یہ بات سن کر براق پسینہ پسینہ ہو گیا (مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

اسراء ومعراج: آپ کے خصوصیات میں سے جس کا اجمالی ذکر سورہ اسراء اور سورہ نجم شریف میں کیا گیا ہے اور تفصیلی تذکرہ احادیث مبارکہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (سورہ بنی اسرائیل: ۱)، ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ جو اپنے خاص بندہ کو لے گیا رات کے تھوڑے سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد گرد ہم نے برکتیں رکھیں ہیں تا کہ ہم دکھائیں اس کو اپنی نشانیاں بے شک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (سورہ نجم: ۱۳ تا ۱۸)، ترجمہ: اور انہوں نے اسے دوبارہ بھی دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ نہ درماندہ ہوئی (چشم مصطفی) اور نہ حد ادب سے آگے بڑھی۔ یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ اسراء ومعراج کا واقعہ بہت سی خصوصیات کا مجموعہ ہے۔

خاتم النبین ﷺ: آپ کے خصوصیات میں سے آپ کا خاتم النبیین ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (سورہ احزاب)، ترجمہ: اے لوگو! محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبین فرمایا کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد سلسلہ نبوت ورسالت ختم ہو چکا ہے۔ اس آیت میں آپ کا ذاتی نام محمد مذکور ہے۔ اور دیگر تین مقامات میں بھی آیا ہے اور دوسرا نام صفاتی رسول اللہ اس میں منصب رسالت کا بیان ہے تیسرا نام خاتم النبین

خَاتَمُ ت کی زبر کے ساتھ اور خَاتِمُ ت کی زیر کے ساتھ، دونوں قرأتیں ائی ہیں۔ دونوں کے معنی لغت میں آخر کے ہیں۔ اور خاتم النبین کا معنی نبی کریم ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں تیس شخص ایسے ہوں گے جو بہت جھوٹے ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک نبی ہونے کا گمان کرے گا۔ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (ابوداود کتاب الفتن) حالانکہ میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہوگا۔ تیس سے مراد تحدید نہیں ہے کثرت کی طرف اشارہ ہے کہ نبی ہونے کا بہت سے لوگ دعوی کریں گے۔ بائیس جھوٹے نبیوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان میں سب سے پہلا جھوٹا مدعی نبوت مسیلمہ کذاب تھا جس کو دور صدیقی میں واصل جہنم کیا تھا۔

حضرت ابوھریرہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میری مثال اور دیگر سب انبیاء کی مثال ایک محل کی سی ہے جیسے خوب بنایا گیا تھا۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ دیکھنے والے آتے تھے۔ مکان کی عمدگی اور اس خالی جگہ کے متعلق تعجب ظاہر کرتے تھے۔ اب میں ہوں جس نے اس خالی جگہ کو بھر دیا ہے۔ میرے ذریعہ ہی سے عمارت ختم ہوئی۔ اور میری وجہ سے رسول ختم کیے گیے۔ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ اور وہ اینٹ میں ہوں اور میں سب انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں۔ (متفق علیہ)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میں تمام رسولوں کا قائد ہوں گا اور یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ اور میں خاتم النبین ہوں (مجھ پر نبوت و رسالت ختم ہوگئی) اور میں یہ فخر سے نہیں کہہ رہا۔ میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی (مشکوۃ)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مثال اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک مکان بنایا اور کیا ہی حسین و جمیل مکان بنایا مگر اس کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑی گئی۔ لوگ اس محل کے گرد گھوم کر دیکھتے اور خوش ہوتے اور کہہ رہے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔ آپ نے فرمایا میں ہی وہ اینٹ ہوں وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ میں خاتم النبین ہوں۔

دوسری روایت میں ہے اس اینٹ کو میں بھرنے والا ہوں۔ اس عمارت کی تکمیل میری ذات سے ہے اور نبیوں رسولوں کا سلسلہ مجھ پر ختم ہوگیا ہے (بخاری کتاب المناقب)۔ یعنی میری تشریف آوری سے عمارت مکمل ہوگئی۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ بِسِتَّۃٍ، اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَھُوْرًا وَّ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ (مسلم کتاب المساجد)۔ کہ مجھے چھ مخصوص چیزوں کے ذریعہ دوسرے نبیوں پر فضیلت دی گئی (۱) مجھے جامع کلمات عطا ہوئے (۲) دشمنوں کے دل میں میرا رعب ڈالنے کے ذریعہ فتح و نصرت عطا فرمائی گئی (۳) مال و غنیمت میرے لئے حلال ہوا (۴) ساری زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی قرار دیا گیا (۵) ساری مخلوق کے لئے مجھے نبی بنا کر بھیجا گیا (۶) اور مجھ سے نبی ختم کر دیئے گے (کہ مجھ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا)۔

نبی کریم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں سے ایک نام اَلْعَاقِبُ ہے، اس کا معنی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کے ہاں اس وقت سے خاتم النبین لکھا ہوا ہوں جب کہ آدم اپنی گوندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے۔ اور میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں میرا پہلا امر حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا ہے اور حضرت عیسیٰ کی بشارت ہے اور میری والدہ کا وہ خواب کا نظارہ ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا کہ میری والدہ کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا تھا جس سے ان پر شام کے محلات کو روشن کر دیا تھا (مشکوۃ بحوالہ شرح السنۃ)۔

معلوم ہوا حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت کا اعلان کر دیا تھا تو جب دنیا میں تشریف لائے تو حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں خاتم النبین ہونے کا اعلان فرمایا۔ اب کسی کو شک بھی ہر گز نہیں کرنا چاہئے۔ یاد رہے کہ مسئلہ ختم نبوت اجماعی ہے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ (ترمذی)، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں نبی ﷺ نے حضرت علی کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ علی نے عرض کیا کہ حضور مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ دیے جاتے ہیں، اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (صحیحین)، کیا تم اس پر خوش نہیں کہ تم میرے لیے ویسے ہی بنو

جیسے ہارون موسیٰ کے لیے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہ ہوگا۔

علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین حنفی توریشتی (متوفی ۶۱۶ھ) فرماتے ہیں: بحمد اللہ ایں مسئلہ دار اسلام میان روشن تر از ان ست کہ آنرا بکشف و بیان حاجت نہ افتد اما ایں مقدار از قرآن از ترس آں یاد کردیم کہ مبادا زندیقے جاہلے را در شبہتے انداز د و بسیار باشد کہ ظاہر نیارند کردن و بدیں طریقہا پائے در نہند کہ خدائے تعالیٰ بر ہمہ چیز قادر ست کسے قدرت او را منکر نیست اما چوں خدائے تعالیٰ از چیزے خبر دہد کہ چنیں خواہد بودن یا نخواہد بودن جز چناں نباشد کہ خدائے تعالیٰ از اں خبر دہد و خدائے تعالیٰ خبر داد کہ بعد از وے نبی دیگر نباشد و منکر ایں مسئلہ کسے تواند بود کہ اصلا در نبوت او معتقد نباشد کہ اگر برسالت معترف بودے ویرا در ہر چہ از اں خبر دادے صادق دانستے و بہماں حجت ہا کہ از طریق تواتر رسالت او پیش ما بداں درست شدہ است ایں نیز درست شد کہ وی باز پسین پیغمبراں است در زمان او و تا قیامت بعد از وی ہیچ نبی نباشد و ہر کہ دریں بشک است دراں بشک است و آں کسے گوید بعد از ین نبی دیگر بود یا خواہد بود و آں کسے گوید کہ امکاں دارد کہ باشد کافر است اینست شرط درستی ایمان بخاتم انبیاء محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (معتمد فی المعتقد، ص ۱۰۶)

بحمد اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ مسلمانوں میں روشن تر ہے کہ اسے بیان و وضاحت کی حاجت کیا ہے لیکن قرآن سے کچھ اس لئے بیان کر رہے ہیں کہ کسی زندیق کے لئے کسی جاہل کو شبہ میں مبتلا کرنے کا خطرہ نہ رہے بسا اوقات کھلی بات کے بجائے یوں فریب دیتے ہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے کوئی اس کی قدرت کا انکار نہیں کر سکتا لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے متعلق خبر دے دے کہ ایسے ہوگی یا نہ ہوگی تو اس کا خلاف نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی سے خبر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کے بعد دوسرا نبی ہوگا، اس بات کا منکر وہی ہو سکتا ہے جو سرے سے نبوت کا منکر ہوگا جو شخص آپ کی رسالت کا معترف ہوگا وہ آپ کی بیان کردہ ہر خبر کو سچ جانے گا جن دلائل سے آپ کی رسالت کا ثبوت بطریق تواتر ہمارے لئے درست ہے اسی طرح یہ بھی درست ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد آپ کے زمانہ میں اور قیامت تک آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا جو آپ کی اس بات میں شک کرے گا وہ آپ کی رسالت میں شک کرے گا، جو شخص کہتے آپ کے بعد دوسرا نبی تھا یا ہے یا ہوگا اور شخص کہے کسی نبی کے آنے کا امکان ہے وہ کافر ہے یہی خاتم الانبیاء محمد ﷺ پر صحیح ایمان کی شرط ہے۔

وہ نبیوں میں نبی ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے ☆ حسینوں میں حسین ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد ☆ بر رسول ما رسالت ختم کرد

ختم الرسل بالصدر العلی ☆ بنی ہاشمی ذی ال جمال

انشراح صدر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ کیا ہم نے آپ ﷺ کا انشراح صدر نہ فرمایا۔ آپ کے انشراح صدر میں جو عظیم نعمت ہے اس نعمت کے اظہار احسان کے لئے فرمایا گیا۔ اس سے مراد حضور اکرام ﷺ کے سینہ مبارک کی وسعت اور کشادگی ہے جو کہ حق تعالیٰ سے تمام مناجات اور دعوت خلق کے مابین معارف کے انوار اور علوم توحید معرفت اور عجیب و غریب اسرار اور جہل و نکرت کی تنگی اور اعراض عن الحق اور اس کے ماسوی سے عدم تعلق خاطر اور القائے وحی میں آسانی اور رسالت و دعوت اسلام کے بارہائے گراں کے برداشت کی طاقت مرحمت فرمانے کے لئے ہے۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ حضرت حسن بصری اس کی تفسیر فرماتے ہیں بلى قد شرح له صدره وملأه علما وحكمة (تاویلات القرآن)۔ ہاں تحقیق اللہ نے آپ کا سینہ کھول دیا اور علم اور حکمت سے بھر دیا۔

وضع وزر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ووضعنا عنك وزرك الذى انقض ظهرك۔ ترجمہ: اور ہم نے آپ سے اس بوجھ کو دور کر دیا جس نے آپ کی کمر دوہری کر رکھی تھی۔ انشراح صدر کی سب سے بڑی علت وغرض وہ نور ہے جو بندہ کے دل تاباں ہوتا ہے۔

امام ماتریدی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں من تيسير الامر عليه و تخفيف ما حمله عليه او مر به (تاویلات القرآن)۔ یعنی آپ پر معاملہ کو آسان کرنا اور جو بوجھ اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے اور جو بھار نبوت اٹھایا گیا ہے اس کو بندوں تک پہنچانا آسان کرنا ہے۔

رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اور ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں علماء مفسرین کے متعدد اقوال ہیں کہ آپ کا ذکر کس طرح اور کس طریقہ سے بلند کیا گیا ہے۔ تفسیر جلالین میں ہے بِأَنْ تُذْكَرَ مَعَ ذِكْرِيْ فِي الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَالتَّشَهُّدِ وَالْخُطْبَةِ وَغَيْرِهَا۔ اس طرح کہ آذان، اقامت، تشہد اور خطبہ وغیرہ میں آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ کیا جاتا ہے

یعنی میرے نام کے ساتھ آپ کا نام بھی لیا جاتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبِّیْ وَرَبُّكَ یَقُوْلُ اَتَدْرِیْ کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَكَ قُلْتُ اللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیَ (حاشیہ جلالین) کہ ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ذکر کو کس طرح بلند کر دیا گیا ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رب فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو میرے ساتھ آپ کا ذکر جمیل بھی کیا جاتا ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رَفَعَ اللّٰهُ ذِکْرَهٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ فَلَیْسَ خَطِیْبٌ وَّلَا مُتَشَهِّدٌ وَّلَا صَاحِبُ صَلٰوةٍ اِلَّا یَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (الشفاء) کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو دنیا اور آخرت میں بلند کر دیا ہے۔ پس کوئی خطیب، کوئی مؤذن اور کوئی نمازی ایسا نہیں جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت نہ دیتا ہو۔ معلوم ہوا کہ ذکر نبی ﷺ کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ اکثر مقامات پر رسول اللہ کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے تمام نازل کردہ کتابوں میں آپ کا ذکر کیا اور تمام نبیوں سے پختہ وعدہ لیا گیا کہ اگر تمہارے زمانہ میں بالفرض حضرت محمد ﷺ تشریف لائیں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔ اس فرمان کے مطابق تمام انبیاء اور رسل اپنے اپنے وقت اور زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر کرتے رہے اور آپ کی آمد کی بشارتیں دیتے رہے اور دعائیں کرتے رہے۔ چونکہ ہمیشہ سے ہر زمانہ میں آپ کا ذکر ہوتا رہا ہے اور ہوتا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِکْرَكَ اور ہم نے بلند کر دیا آپ کے لئے آپ کا ذکر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی (سورۃ اللیل: ۱۳)، ترجمہ: بیشک آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے۔ اس کے مطابق آج پوری دنیا میں کسی نہ کسی طرح آپ کا ذکر خیر ہر وقت ہو رہا ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کانه تعالیٰ یقول املاء العالم من اتباعك کلهم یثنون علیك ویصلون علیك ویحفظون سنتك۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں دنیا کو تمہارے فرمانبرداروں سے بھر دوں گا اور سب تیری تعریف کرتے رہیں گے اور آپ پر درود بھیجتے رہیں گے اور آپ کے طریقہ کی حفاظت

کرتے رہیں گے۔ یہ بھی رفع ذکر کی ایک صورت ہے جس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

نیز حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فالقراء یحفظون الفاظ منشورك. والمفسرون یفسرون معانی فرقانك ولوعاظ یبلغون وعظك بل العلماء والسلاطین یصلون علی خدمتك ویسلمون من وراء الباب علیك ویمسحون وجوههم بتراب روضتك ویرجون شفاعتك. وشرفك باقٍ الی یوم القیامة (تفسیر الکبیر ۲۳، ص ۲۰۸)۔ تو قراء آپ کے منشور کی حفاظت کریں گے، مفسرین قرآن کے معانی واضح کریں گے، مبلغین آپ کی دعوت اسلام کے امین ہوں گے بلکہ تمام علماء و سلاطین آپ کی بارگاہ میں درود عرض کریں گے اور آپ کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر سلام عرض کریں گے اور آپ کے روزہ اقدس کی مبارک خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنائیں گے اور آپ کی شفاعت کے امیدوار ہوں گے۔ اسی طرح آپ کا شرف قیامت تک رہے گا۔ اور قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کے وقت جو رفعت ذکر مصطفی ﷺ کا عالم ہو گا اس کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔

جب یہ سورہ انشراح کی آیت نازل ہوئی تو اس وقت کسی کے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ نبی کریم ﷺ کا ذکر کائنات میں اتنا پھیل جائے گا۔ سب سے پہلے مکہ اور اطراف مکہ میں آپ کا چرچا ہوا پھر آہستہ آہستہ کفار کی زبانوں سے بھی ہونے لگا۔ آج دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں ہے جس میں پانچ وقت نبی پاک ﷺ کا ذکر نہ ہوتا ہو اور یہ سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔

رفعت ذکر سے مراد یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کے لئے آپ پر ایمان لازمی قرار دیا ہے یہاں تک کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، اس کی توحید کا اقرار کرنا اور اس کی اطاعت و عبادت کرنا اس وقت تک قبول نہیں ہو گی جب تک نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لائے اور آپ کی اطاعت نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورہ نساء: ۸۰) ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ (سورہ نساء: ۶۵)۔ ترجمہ: بس تیرے رب کی قسم ہے یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کے حاکم بنائیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو پھوٹ پڑا ان کے درمیان (تاویلات اهل السنہ)

وقیل ای اعلینا ذکرک فذکرناك فی الکتب المنزلة علی الانبیاء قبلك وامرنا بالبشارة بك (قرطبی، ج ۱۰، ص ۳۴۸)۔ یعنی ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا تو ہم نے آپ کا ذکر آپ سے پہلے نبیوں پر نازل شدہ کتابوں میں کیا اور ان کو آپ کی بشارت اور خوش خبری دینے کا حکم دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے ذکر کی رفعت کا سلسلہ ازل سے ابد تک ہے۔ تورات وانجیل میں آپ کا ذکر کیا گیا۔ انبیاء ورسل آپ کا ذکر فرماتے رہے، دعائیں مانگتے رہے اور بشارتیں دیتے رہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت سے لے کر آج تک (۱۴۳۶ برس) زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ اطراف عالم میں آپ کا ذکر ہو رہا ہے، دنیا میں اہل ایمان قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے علماء حفاظ دیگر واعظین آپ کا ذکر کرتے ہیں اور کریں گے کیونکہ قرآن میں آپ کا ذکر بکثرت کیا گیا ہے۔ نماز پنجگانہ، آذان، جمعہ وعیدین اور مساجد ومدارس میں آپ ہی کا ذکر ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ کائنات کی پیدائش سے پہلے بھی آپ کا ذکر ہونے لگا اور ہو رہا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوتا رہے گا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ تمام اہل ایمان پڑھتے ہیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہو رہا ہے۔ محدثین، مفسرین، مؤرخین، فقہاء، صوفیا اور ائمہ متکلمین سب ہی آپ کا ذکر کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ رفعت ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ درود وسلام پڑھتے ہیں اور نعتیں پڑھتے ہیں سب ہی آپ کا ذکر کرتے ہیں اور لذت حاصل کرتے ہیں اور ذوق وشوق اور محبت میں اضافہ کرتے ہیں۔ اے اللہ اپنے اور اپنے نبی کے ذکر پڑھنے لکھنے کی برکت سے گناہ معاف فرما، کامیابی عطا فرما، دین ودنیا اور آخرت بہتر فرما، آمین۔ جس طرح ازل سے آج تک آپ کا ذکر ہوتا رہا ہے اور اسی طرح قیامت تک نہیں بلکہ ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔

بعض خصائص حدیث کی روشنی میں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِيْ، نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا، فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ، وَاُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ، وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ

عَامَّةً (بخاری کتاب التیمم)۔ مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی کو اللہ کی جانب سے عطا نہیں ہوئیں (۱) رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی جو ایک ماہ کی مسافت تک دشمنوں پر پڑتا ہے (۲) میرے لیے تمام زمین مسجد اور طھور بنائی گئی میری امت کے ہر آدمی کو جہاں نماز (کا وقت) آجائے وہاں پڑھ لے (۳) مال غنیمت میرے لیے (حلال) ہے مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لیے درست نہیں تھی (۴) مجھے حق شفاعت ملا (یعنی شفاعت عام جو محشر والوں کی پریشانی کے وقت ہوگی اور جس وقت سب پیغمبر لوگوں کو جواب دے دیں گے ورنہ شفاعت خاص تو اور لوگ بھی کریں گے یا مراد وہ شفاعت ہے جو رد نہ ہوگی یا وہ شفاعت جو رائی برابر ایمان والے کے لئے بھی فائدہ بخش ہوگی (شرح نووی)) (۵) اور ہر نبی صرف اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام انسانیت کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

اس حدیث میں پانچ خصائص بیان ہوئے ہیں اور دوسری حدیث میں ان کی تعداد زائد ہیں۔ ان میں حصر وتحدید نہیں ہے۔ ایک موقع پر پانچ کا ذکر کیا اور دوسرے موقع پر پانچ سے زائد کا ذکر کیا گیا۔ اور بعض خصائص کی مختصر تشریح یوں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (۱) نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ۔ رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی جو ایک ماہ کی مسافت تک دشمنوں پر پڑتا ہے۔ پہلی خصوصیت کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کا ارادہ کرتے تو ایک ماہ پہلے اس قوم پر خوف طاری ہو جاتا۔ کسی اور میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ اور جو صحیح مسلم (کتاب الفتن واشراط الساعۃ) میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ جس کافر تک حضرت عیسیٰ کی صفت ہے تو ان کے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے بھی موجود ہوگی۔ اس لئے وہ اس کی نظیر نہیں بن سکتی۔ ورنہ نزول کے بعد تو حضرت عیسیٰ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک فرد ہوں گے اور آپ کی شریعت کے مطابق احکام صادر کیا کریں گے اور آپ کی طرف وحی نہیں کی جائے گی (الفصول)۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ نے اس وصف کو عطاء کرنے کا وعدہ فرمایا تھا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (سورہ انفال: ۱۲)، ترجمہ: عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔

چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا اور قرآن نے شہادت دی وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ (سورہ احزاب وحشر)۔ ترجمہ: اور خدا نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ** (سورہ فتح:۲۹)، ترجمہ: محمد رسول اللہ اوران کے ساتھی کافروں پر بھاری اور آپس میں رحم دل ہیں۔

(۲) **وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَھُوْرًا فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ فَلْیُصَلِّ**۔ ترجمہ: میرے لیے تمام زمین مسجد اور طھور بنائی گئی۔ میری امت کے ہر آدمی کو جہاں نماز (کا وقت) آجائے وہاں پڑھ لے۔ دوسری خصوصیت کا مطلب اس حدیث سے واضح ہوتا ہے جس کو امام احمد نے مسند میں نقل کیا ہے کہ پہلی امتوں کے لوگ اپنے گھروں میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے بلکہ اپنے عبادت خانوں میں نماز ادا کرتے تھے۔ اور تمام زمین کو پاک بنانے کا مطلب یہ ہے کہ مٹی کے ساتھ تیمم کرنے کی اجازت پہلی امتوں کو نہیں تھی۔ آپ اور آپ کی امت کو اس کی اجازت دین میں سہولت اور آسانی پیدا کرنے کے لئے دی گئی ہے۔

(۳) **وَاُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ**۔ مال غنیمت میرے لیے (حلال) ہے، مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لیے درست نہیں تھا۔ تیسری خصوصیت مال غنیمت کو حلال قرار دینا ہے۔ امم سابقہ میں جب غنیمت حاصل ہوتی تو اسے ایک طرف رکھ دیا جاتا، آسمان سے آگ آتی اور اسے جلا دیتی۔

(۴) **وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ**۔ مجھے حق شفاعت ملا (یعنی شفاعت عام جو محشر والوں کی پریشانی کے وقت ہوگی اور جس وقت سب پیغمبر لوگوں کو جواب دے دیں گے ورنہ شفاعت خاص تو اور لوگ بھی کریں گے یا مراد وہ شفاعت ہے جو رد نہ ہوگی یا وہ شفاعت جو رائی برابر ایمان والے کے لئے بھی فائدہ بخش ہوگی (شرح نووی))۔ اس سے مراد مقام محمود ہے جس کو سب اگلے اور پچھلے رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں جانے کی سب لوگوں کو رغبت ہوگی تاکہ آپ رب تعالیٰ کے روبرو ان کی سفارش فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا فیصلہ کرکے ان کو مقام محشر سے خلاصی دلائے۔ یہ وہی شفاعت ہے جس سے انبیاء عظام انحراف فرمائیں گے اور یہ فضل وشرف صرف آپ کے حصہ میں آئے گا۔ اور آپ سب انبیاء سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ اور آسمان کے دربان کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں کہنا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں تو یہ ایسی خصوصیت ہے جو تمام انسانوں میں سے صرف آپ کے حصہ میں آئی پھر آپ جنت میں داخل ہوکر خدا کے حضور سفارش کریں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ یہ پہلی شفاعت ہے جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام اس موقع پر شفاعت نہیں کریں گے۔ پھر اس کے

بعد کئی دفعہ شفاعت کی جائے گی اور اپنی امت کے اہل الکبائر کو آتش جہنم سے چھڑایا جائے گا۔ مگر ان شفاعتوں میں انبیاء بھی آپ کے ساتھ شریک ہوں گے اور اپنی اپنی امت کے گنہگاروں کی حق میں سفارش کریں گے۔ بلکہ فرشتے اور اہل ایمان بھی سفارش کریں گے جیسا کہ حضرت ابوھریرہ اور ابوسعد کی احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔

(۵) **وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً**۔ اور ہر نبی صرف اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام انسانیت کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد قبل ازیں ہر نبی کو بطور خاص اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے عام لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔ تو اس کا مطلب مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے۔

رسالت عامہ: رب تعالیٰ فرماتا ہے **تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا** (سورہ فرقان:۱)، ترجمہ: بہت ہی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اتارا فرقان اپنے بندے پر تاکہ ہوں وہ ڈرانے والے تمام جہاں والوں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا** (سورہ سبا:۲۸)، ترجمہ: اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ** (سورہ انبیاء:۱۰۷)۔ ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہاں والوں کے لئے رحمت۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا** (سورہ اعراف:۱۵۸) ترجمہ: فرمایئے اے لوگو بیشک میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ لِیُبَیِّنَ لَھُمْ** (سورہ ابراہیم:۴)، ترجمہ: ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان دے کر تاکہ ان کیلئے واضح کردے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ** (سورہ فاطر:۲۴)، ترجمہ: کوئی امت نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گزرا ہے۔

انبیاء سابقین صرف اپنی قوم کو دعوت دیا کرتے تھے مگر محمد ﷺ کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔قرآن مجید میں فرمایا لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (سورہ الانعام:۱۹)،ترجمہ:اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے اس کو آگاہ کردوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ (سورہ ھود:۱۷)،ترجمہ:اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس سے منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ (سورہ آل عمران:۲۰)،ترجمہ:اور اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہو کہ کیا تم بھی (خدا کے فرماں بردار بنتے اور) اسلام لاتے ہو؟اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو بیشک ہدایت پالیں اور اگر (تمہارا کہا) نہ مانیں تو تمہارا کام صرف خدا کا پیغام پہنچا دینا ہے اور خدا اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

قرآن کریم کی بہت سی آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو عام رسالت دے کر جن وانس کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مامور فرمایا کہ تمام مخلوقات کو ڈرائیں خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی، انسان ہوں یا جن۔رسول کریم ﷺ حکم خداوندی کو بجالائے اور اللہ کے پیغام کو پہنچا دیا۔رسول کریم ﷺ کو دیگر انبیاء علیہم السلام پر یہ فضیلت دی گئی ہے کہ آپ کی رسالت کامل تر ہے (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول مختصراً،ص ۳۱۱)۔

اس حدیث مبارکہ میں جو پانچ خصوصیات بیان کی گئیں ہیں اس سے تحدید وحصر مراد نہیں ہے اور دوسری حدیث میں چھ کا ذکر آیا ہے۔حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ، أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ (رواہ مسلم)۔ترجمہ:مجھے چھ چیزوں کے ذریعے دیگر انبیاء پر فوقیت وبرتری دی گئی ہے(۱) جامع کلمات دیئے گئے ہیں (مراد قرآن مجید اور آپ ﷺ کے ارشادات)(۲) دشمنوں کے دل میں رعب (دبدبہ) ڈالنے کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے(۳) مال غنیمت میرے لئے حلال کردیا گیا ہے(۴) ساری زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے(۵) ساری مخلوق کیلئے مجھے نبی بنا کر بھیجا

گیا(۶) اور انبیاء کا سلسلہ مجھ پر ختم کیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے:(۱) نصرۃ بالرعب (۲) روئے زمین کا مسجد وطہور ہونا (۳) حلت غنائم (۴) عطا منصب شفاعت (۵) بعثت عامہ (۶) عطیہ جوامع الکلم (۷) منصب ختم نبوت (۸) زمین کے خزانوں کی کنجیاں آپ کے سامنے رکھا جانا، اور ان کے علاوہ بھی بے شمار خصائص ہیں۔

ابولہب کے عذاب میں تخفیف: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا ثویبہ ابولہب کی باندی تھی اور ابولہب نے اس کو آزاد کردیا تھا۔پھر اس نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هَذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ (بخاری کتاب الرضاع،حدیث ۵۱۰۱)۔ترجمہ:پس جب ابولہب مرگیا تو اس کے بعض رشتہ داروں کو اس کی بری حالت دکھائی گئی۔انہوں نے اس سے پوچھا:تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ابولہب نے کہا:مجھے تمہارے بعد کوئی خیر نہیں ملی۔البتہ میں نے اپنی اس انگلی سے اشارہ کرکے ثویبہ کو آزاد کیا تھا تو مجھے اس انگلی سے پلایا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ رحمہم اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں ان العباس قال لما مات ابو لھب رأیتہ فی منامی بعد حول فی شر حال فقال ما لقیت بعدکم راحۃ الا ان العذاب یخفف عنی کل یوم الاثنین-وان النبی کریم ﷺ ولد یوم الاثنین وکانت ثوبیۃ بشرت ابالھب بمولدہ فاعتقھا (فتح الباری، ج۱۱،ص ۱۸۰، ارشاد الساری، ج۱۱،ص ۳۷۸)۔

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابولہب مرگیا تو میں نے اس کو ایک سال بعد خواب میں بہت ہی برے حال میں دیکھا اور اس کو یہ کہتے سنا کہ تمہاری جدائی کے بعد آرام نصیب نہیں ہوا بلکہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں مگر ہر پیر کو میرے عذاب میں کمی کردی جاتی ہے۔

ابولہب کے عذاب میں کمی کو وجہ یہ تھی کہ پیر کے روز جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تھی اور ثوبیہ نے ابولہب کو حضور اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو اس نے ثوبیہ کو اس خوشی میں آزاد کردیا تھا (ابولہب نے اس گھڑے کی طرف اشارہ کیا جو انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے درمیان ہوتا ہے)۔یہ اس وجہ سے کہ میں نے ثوبیہ کو آزاد کردیا تھا۔

ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر ابولہب کو دی تو ابولہب نے اس خوشی میں اسے آزاد کر دیا۔ پھر اس نے نبی ﷺ کو دودھ پیلایا تھا۔

کافر کو نیک اعمال سے کوئی نفع نہیں ہوتا مگر وہ عمل، وہ کام جس کا تعلق نبی ﷺ کی ذات سے ہو اس کا فائدہ کافر کو بھی ہوتا ہے کہ اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔

شیخ نورالحق فرماتے ہیں و برتقدیر تسلیم کہ عمل صالح کہ تعلق بآنحضرت داشتہ باشد نفع کند ﷺ (تیسیر القاری، ج ۵، ص ۴۵) کہ اس خواب کو تسلیم کرنے کی صورت میں مطلب یہ ہوا کہ جو عمل نیک حضور ﷺ سے متعلق ہو وہ نفع دیتا ہے۔ نیز حاشیہ تیسیر القاری میں ہے اِنَّهٗ بَقِيَ مِنْ عَمَلِهٖ هٰذَا وَلَمْ يَحْبِطْ كَسَائِرِ اَعْمَالِهٖ بِبَرَكَتِهٖ ﷺ (حاشیہ تیسر القاری بحوالہ خیر جاری) کہ ابولہب کا صرف یہ عمل باقی رہ گیا تھا جو سارے اعمال کی طرح ضائع نہیں ہوا حضور ﷺ کی برکت کی وجہ سے۔

خیال رہے کہ نبی ﷺ کی برکت سے ابولہب کے عذاب میں کمی ہونا اور دونوں انگلیوں کے درمیان سے پانی کا ملنا نبی ﷺ کے خصوصیات میں سے ہے۔ کسی اور کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے کافر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ صاحب حدائق الانوار لکھتے ہیں تَخْفِيْفُ الْعَذَابِ اِنَّمَا هُوَ كَرَامَةُ النَّبِيِّ ﷺ كَمَا خُفِّفَ عَنْ اَبِيْ طَالِبٍ لَا لِاَجْلِ الْمُجَرَّدِ الْعِتْقِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورہ ہود:۱۶)۔ کہ ابولہب کے عذاب میں تخفیف نبی ﷺ کی بزرگی کی وجہ سے ہے جیسا کہ ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی گئی۔ صرف ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور اکارت ہو گیا جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا اور مٹ جانے والا ہے جو وہ کیا کرتے ہیں۔

روزِ قیامت کے خصوصیات: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (سورۃ الضحیٰ:۵)،

ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا (مرتبہ) عطا فرمائیگا کہ آپ راضی وخوش ہو جائیں گے۔

آپ کو جو خصوصیات عطاء کی گئی تھیں ان کا تعلق صرف دنیا سے نہیں تھا بلکہ عالم برزخ اور عالم آخرت سے بھی ہے۔ عالم برزخ میں امت کے صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں جو آپ ﷺ کی بارگاہ میں جا کر سلام عرض کرتے ہیں۔ اور امت کیلئے

بخشش کی دعا فرماتے ہیں اور ہر میت سے قبر میں آپ کے بارہ میں پوچھا جاتا ہے۔

آپ قیامت کے دن سب سے پہلے اٹھیں گے: آپ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ روزِ قیامت سب سے پہلے آپ سے زمین کا پردہ چاک ہوگا اور آپ نمودار ہوں گے اور قیامت کے روز جب لوگوں پر غشی طاری ہوگی تو رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے ہوش میں آئیں گے (آپ پر بے ہوشی نہیں ہوگی) (الفصول فی سیرت الرسول ۲۰۹)

حضرت ابوھریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی (زمین سے میں اٹھوں گا) اور مجھے بہشتی کپڑوں کا ایک سبز سوٹ پہنایا جائے گا۔ پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا جہاں میرے بغیر اور کوئی نہ ہوگا (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ (مسلم)۔ ترجمہ: روزِ قیامت اولاد آدم کا سردار میں ہوں۔ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی۔ سب سے پہلے شفاعت کرنیوالا میں ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت منظور ہوگی۔

جس طرح آپ دنیا میں سردار ہیں اسی طرح قیامت کے دن بھی سب کے سردار ہوں گے بلکہ قیامت کے دن تو سب کے سردار اعظم ہوں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ باہر نکلے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے دائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بائیں طرف تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہمارا حشر اسی طرح ہوگا (انوارِ محمدیہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی پھر ابوبکر کی اور پھر عمر کی۔ پھر میں جنت البقیع کو جاؤں گا تو وہ لوگ اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر اہل مکہ کا انتظار کروں گا اور پھر ہم حرمین کے درمیان کھڑے ہوں گے (انوار محمدیہ)

حادی الارواح کے مصنف نے ایک حدیث میں بیان کیا ہے کہ جب قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ قبر شریف سے اٹھیں گے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ ہوں گے اور آذان کہتے جائیں گے (انوارِ محمدیہ)

ابوبکر صدیق، عمر فاروق ساتھ ہی اٹھیں گے: ترمذی اور حاکم کی ایک روایت میں ابن عمر سے مروی ہے اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِيْ اَهْلَ الْبَقِيْعِ فَيُحْشَرُوْنَ مَعِيْ ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَهْلَ مَكَّةَ (مرقاۃ، ج ۱۰)۔ قیامت کے دن سب سے پہلے میں اٹھایا جاؤں گا، پھر ابوبکر اٹھائے جائیں گے پھر عمر اٹھائے جائیں گے۔ پھر جنت البقیع والوں کو اٹھایا جائے گا تو وہ میرے ساتھ چلیں گے۔ پھر میں مکہ والوں کا منتظر ہوں گا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی نے روایت کیا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے مجھے اٹھایا جائے گا اور جنت کا جوڑا پہنایا جائے گا۔ پھر میں عرش کی دائیں جانب ایسے مقام میں کھڑا ہوجاؤں گا جہاں میرے علاوہ کوئی کھڑا نہ ہوگا (مشکوۃ بحوالہ ترمذی، مرقاۃ)

روزِ قیامت آپ ﷺ علم بردار ہوں گے: ان خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ روز قیامت آپ کے ہاتھ میں بہت بڑا جھنڈا ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَ خَطِيْبُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَ اَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا اَيِسُوْا۔ لِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِيْ وَ اَنَا اَكْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰى رَبِّيْ وَلَا فَخْرَ (الشفاء)۔ ترجمہ: جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں اٹھوں گا اور جب وہ ایک وفد کی صورت بن جائیں گے تو انکا خطیب میں ہوں گا۔ اور جب وہ مایوس ہوجائیں گے تو انہیں بشارت دینے والا میں ہوں گا۔ لِوَاءُ الْحَمْدِ میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں اپنے رب کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد سے مکرم ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا (بطور تحدیث نعمت ہے)۔ اور ارشاد کے مطابق ہے وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (سورۃ الضحیٰ)۔ ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کا چرچا کیا کرو۔

آپ ﷺ صاحب الحوض ہوں گے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (سورہ کوثر)،

ترجمہ: ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔ آپ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ روز قیامت حوض کے مالک ہوں گے اور لوگ اس پر پانی پینے کے لئے آئیں گے۔ ترمذی اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے کہ ہر نبی کا ایک حوض ہوگا مگر آپ کا حوض سب سے بڑا ہوگا اور سب سے زیادہ پانی پینے والے اس پر وارد ہوں گے (الفصول فی سیرت اختصار الرسل، ص ۳۲۳)

امام قرطبی نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دو حوض ہوں گے۔ ایک ان میں سے موقف (میدان حشر) میں ہوگا پل صراط پر گذرنے سے پہلے اور دوسرا جنت میں ہوگا۔ ان دونوں کو کوثر کہا جاتا ہے (مرقاۃ، ج ۵۰۹۹)

لفظ کوثر کا معنی خیر کثیر بھی ہے جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی داخل ہے اور حوضِ کوثر بھی شامل ہے۔ حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا حوض ایک مہینہ چلنے کی مسافت ہے۔ اس کے چاروں گوشے برابر ہیں اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ مفید اور یہ زائد ہے۔ خوشبو مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور اس کے برتن ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے۔ جو اس سے ایک مرتبہ پیئے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا (مشکوۃ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنِّيْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ۔ مَنْ مَّرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَ مَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَاْ اَبَدًا۔ لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَ يَعْرِفُوْنَنِيْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوۃ)، ترجمہ: میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں۔ جو مجھ پر گذرے گا وہ پیئے گا اور جو پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ میرے پاس کچھ قومیں آئیں گی جن کو پہچانتا ہوں اور وہ مجھے پہچانتے ہیں۔ پھر میرے اور ان کے درمیان آڑ کردی جائے گی تو میں کہوں گا یہ تو میرے ہیں۔ تو فرمایا جائے گا آپ ﷺ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا باتیں پیدا کیں (یہ مانعین زکوۃ اور مرتد ہونیوالے لوگ مراد ہیں)۔ میں کہوں گا اسے رحمت سے دوری ہو جو میرے بعد تبدیلی کرے (بخاری و مسلم)

آپ ﷺ کا مقام محمود پر فائز ہونا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (سورہ بنی اسرائیل: ۷۹)، ترجمہ: امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔

مقام محمود وہ عمدہ جگہ ہے کہ جہاں کھڑا ہونے والا اور اس کو جانے الا اسکی حمد اور تعریف کرے۔ مطلقاً مقام محمود ہر عزت کی جگہ کو کہتے ہیں۔ مقام محمود اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی حمد کی جاتی ہے۔ گو حمد اختیاری خوبیوں پر ہوتی ہے اور مقام محمود کی خوبیاں اختیاری نہیں لیکن یا تو شرط اختیاری ہر جگہ نہیں یا حمد بمعنی مدح ہے یا یہ کہ وہ محمود فیہ یعنی اس جگہ کی حمد کی جاتی ہے۔ وہاں کھڑے ہونے والے کی یا کھڑے ہونیوالا اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے (تفسیر حقانی)

مقام محمود سے وہ مقام مراد ہے کہ اس مقام والے کی سب کائنات صفت ثنا کرے گی اور تمام مخلوق اس پر رشک کرے گی اور یہ مقام قرب وشفاعت ہے (اشعۃ اللمعات)

آذان کی دعا میں عرض کیا جاتا ہے وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ (بخاری)، ترجمہ: اے اللہ آپ کو مقام محمود پر کھڑا فرما جسکا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

مقام محمود شفاعتِ عظمٰی کا مقام ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں آپ قیامت کے روز عاصیوں کے لئے شفاعت کرنے کے لئے کھڑے ہوں گے (مظاہر حق)

مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ای مَقَامَ الشَّفَاعَةِ (مرقاۃ، ج ۲ ۳۵۳)، ترجمہ: یعنی یہ مقام محمود شفاعت کا مقام ہے۔

حضرت ملا احمد (جیون) فرماتے ہیں مقام محمود وہ مقام ہے جس میں کھڑا ہونیوالا اور اُسے دیکھنے والا سب اس کی تعریف کریں گے اور مقام محمود جمہور کے نزدیک مقام شفاعت ہے۔ احادیث کثیرہ اسی پر دلالت کرتی ہیں (تفسیرات احمدیہ)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مقام محمود وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کے لئے شفاعت کروں گا (مظہری بحوالہ ترمذی)۔ غرضیکہ مقام محمود سے باتفاق تمام مفسرین کا وہ مقام مراد ہے کہ جہاں حضرت محمد ﷺ قیامت کے روز عاصیوں کے لئے شفاعت کرنے کو کھڑے ہوں گے (حقانی)

شفیع کی تلاش کرنا: میدان حشر میں شفیع کی تلاش اہل ایمان کریں گے۔ چنانچہ حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں اکثر احادیث میں شافع کی جستجو کرنے والوں کا ذکر مومنون کے الفاظ میں فرمایا۔ چنانچہ اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں یُجْمَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کَذٰلِکَ فَیَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰی رَبِّنَا۔ کہ

اسی طرح اہل ایمان قیامت کے دن جمع ہوں گے اور پھر کہیں گے کہ اگر ہم اپنے رب کی جناب میں شفیع تلاش کریں۔ اور بخاری شریف کی دوسری حدیث میں جو صفحہ ۱۱۰۸ میں ہے یہ الفاظ ہیں یُحْبَسُ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یُهِمُّوْا بِذٰلِکَ فَیَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰی رَبِّنَا۔ ایسے ہی اور بکثرت احادیث میں یہی ہے کہ ایماندار شافع کی جستجو میں پھریں گے اگرچہ بعض احادیث میں الناس کا لفظ بھی وارد ہے جیسے کہ بخاری شریف، ج ۲ صفحہ ۱۱۱۸، پارہ ۳۰ کی حدیث میں ہے۔ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِیْ بَعْضٍ الخ یا بخاری شریف ج ۲، پارہ ۲۷، صفحہ ۹۷۱ کی حدیث یَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الخ میں۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ الناس سے بھی مومنین مراد ہیں کیونکہ تفصیل وتصریح اجمال وابہام کا بیان ہوتی ہے۔

فتح الباری شرح بخاری مطبوع مطبع انصاری دہلی پارہ ۲۷، صفحہ ۱۹۶ میں ہے بِاَنَّ هٰذَا الَّذِیْ وُصِفَ مِنْ کَلَامِ اَهْلِ الْمَوْقِفِ کُلُّهٗ یَقَعُ عِنْدَ نَصْبِ الصِّرَاطِ بَعْدَ تَسَاقُطِ الْکُفَّارِ فِی النَّارِ۔ جب اہل موقف کا کلام کفار کے جہنم میں پہنچنے کے بعد ہے تو وہ ضرور اہل ایمانداروں ہی کا کلام ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کی تصریح فتح الباری کے صفحہ ۱۹۴ میں یوں ہے لٰکِنِ الَّذِیْ یَطْلُبُ الشَّفَاعَةَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ کہ طالب شفاعت مومن ہی ہوں گے۔ اب یہ نتیجہ صاف نکل آتا ہے کہ طلبگار شفاعت نہ ہونا کفار کی شان وحالت ہے (الطیب البیان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اہل ایمان روزِ قیامت روکے جائیں گے حتی کہ اس کی وجہ سے سخت غمگین ہوں گے تو کہیں گے ہم اپنے رب کی بارگاہ میں شفیع لائے تا کہ وہ اس جگہ سے حرکت دے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس اکھٹے ہوجاہیں گے۔ عرض کریں گے کہ آپ انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے بنایا۔ آپ کو جنت میں رکھا اور آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ آپ کو ہر چیز کے نام بتائے۔ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کریں کہ وہ ہم کو اس جگہ سے نجات دے۔ وہ فرمائیں گے کہ میں تمہارے اس مقام میں نہیں ہوں اور اپنی وہ خطا یاد کریں گے جو انہوں نے کی تھی یعنی درخت سے کھانا جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ لیکن تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے نبی ہیں جنہیں اللہ نے زمین والے کفار کی طرف بھیجا۔ تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ وہ فرمائیں گے میں تمہارے اس مقام میں نہیں اور اپنی خطا یاد کریں گے جو کی تھی یعنی اپنے رب سے بغیر جانے سوال کرنا۔ لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے

پاس جاؤ۔تو وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔وہ کہیں گے کہ میں تمہارے اس مقام کا نہیں اور خلافِ واقعہ باتیں یاد کریں گے۔لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔وہ بندے جنہیں اللہ نے تورات بخشی اور اس سے کلام کیا اور انہیں مشورہ کے لئے قرب بخشا۔تو لوگ جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔وہ فرمائیں گے میں تمہارے اس مقام کا نہیں اور وہ اپنی خطا یاد کریں گے جو انہوں نے کی تھی یعنی قتل۔لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔پھر لوگ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔وہ فرمائیں گے میں تمہارے اس مقام کا نہیں لیکن تم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس جاؤ۔وہ بندے اللہ کے، اللہ نے ان کے سارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے۔فرمایا تو تم سب میرے پاس آؤ گے۔تو میں اپنے رب کے پاس اس کے مقرر گھر میں (مراد مقامِ محمود) حاضری کی اجازت مانگوں گا۔مجھے اجازت دی جائے گی۔میں جب رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا۔پھر اللہ جتنا چاہے گا مجھے چھوڑے رکھے گا۔پھر فرمائے گا اے محمد ﷺ سر اٹھاؤ! کہو تمہاری سنی جائے گی، شفاعت کرو قبول کی جائے گی، مانگو تم کو دیا جائے گا۔فرمایا پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔

سب نبیوں کا عذر پیش کرنا: شیخ محمد عثیمین سلفی لکھتے ہیں: كُلُّهُمْ يَعْتَذِرُوْنَ عَنِ الشَّفَاعَةِ لِلْخَلْقِ حَتّٰى تَصِلَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلَا شَكَّ هٰذَا عَطَاءٌ عَظِيْمٌ لَمْ يَنَلْهُ اَحَدٌ مِنَ الْخَلْقِ (تفسیر جزء عم، ص ۱۹۷)۔ترجمہ: سب مخلوق کی شفاعت کرنے سے عذر پیش کریں گے یہاں تک کے ساری مخلوق نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ جائے گی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بڑی عطاء ہے۔مخلوقات میں سے اس مرتبہ کو کسی نے نہیں پایا۔

آپ ﷺ کا شفاعت فرمانا: پھر شفاعت کروں گا۔میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی۔میں وہاں سے چلوں گا۔انہیں آگ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔پھر دوسری بار اپنے رب سے اس کے گھر (مقام محمود) میں اجازت مانگوں گا۔مجھے اجازت دی جائے گی۔جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا۔جتنا سجدہ میں رب رکھنا چاہے گا اتنا مجھے سجدہ میں چھوڑے گا۔پھر فرمائے گا اے محمد سر اٹھاؤ اور کہو۔تمہاری سنی

جائے گی۔شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔مانگو دیئے جاؤ گے۔فرمایا تب میں اپنا سر اٹھاؤں گا، اپنے رب کی حمد وثناء بیان کروں گا جو وہ سکھائے گا۔پھر شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔میں روانہ ہوں گا۔انہیں آگ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔پھر میں تیسری دفعہ لوٹوں گا۔اپنے رب سے اس کی جگہ میں اجازت مانگوں گا۔مجھے اس پر اجازت دی جائے گی۔تو جب میں رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا۔جتنا اللہ مجھے چھوڑے رکھنا چاہے گا چھوڑے رکھے گا۔پھر فرمائے گا اے محمد ﷺ سر اٹھاؤ، کہو تمہاری سنی جائے گی۔شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔مانگو تمہیں دیا جائے گا۔تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اپنے رب کی حمد وثناء کروں گا جو وہ سکھائے گا۔پھر شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی۔پھر میں وہاں سے روانہ ہوں گا۔انہیں آگ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا حتیٰ کہ آگ میں صرف وہی رہ جائیں گے جنہیں قرآن نے روکا یعنی جن پر ہمیشگی ضروری ہوگی۔پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قَالَ وَهٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِيْ وَعَدَهٗ نَبِيَّكُمْ۔ ترجمہ: قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر کھڑا فرمائے۔فرمایا یہ مقامِ محمود وہ ہے جس کا تمہارے نبی سے وعدہ فرمایا ہے (مشکوۃ بحوالہ بخاری ومسلم)۔

فوائد حدیث: (۱) اس حدیث پاک میں پانچ مشہور نبیوں اور رسولوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ جن کے پاس سب انسان شفاعت کے لئے حاضر ہوں گے۔حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابرہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔حالانکہ اہل محشر ہر ایک سے شفاعت کی درخواست کریں گے۔علامہ زرقانی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ پانچ مشہور حضرات رسل اور اصحاب شریعت ہیں جن کی شرائع پر مدتوں تک اُمتیں اور دنیا کی قومیں عمل پیرا رہیں۔

(۲) انبیاء کرام بطورِ تواضع بے ارادہ خطاؤں کا ذکر فرمائیں گے اور ایک دوسرے کے پاس بھیجیں گے اور خود شفاعت نہیں فرمائیں گے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی رسول اللہ ﷺ کی طرف جانے کا اشارہ بھی نہیں دے گا۔اس میں کیا حکمت ہے؟

شیخ محی الدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں حکمت یہ ہے تا کہ آپ کی فضیلت ظاہر ہو جائے اس وجہ سے کہ اگر آپ

سے پہلے ہی سوال کرلیا جاتا تو آپ شفاعت فرمالیتے تو لوگوں کو خیال گزرتا کہ شاید کسی اور نبی کے پاس جاتے تو وہ بھی شفاعت کردیتے۔ گویا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے افضل واعلیٰ ہیں اور شفاعت کبریٰ آپ ہی کا منصب ہے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا — کہ انکی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

(۳) نیز رسول اللہ ﷺ تین مرتبہ اجازت مانگیں گے اور تین مرتبہ سجدہ بھی کریں گے۔ اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کو دنیا ہی میں شفاعت کرنے کا اذن دیا گیا تھا یا کہ قیامت کے دن اذن ملے گا تو تب شفاعت فرمائیں گے۔ (بعض نے لکھا ہے کہ) اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شفاعت کا اذن آپ کے لئے قیامت کے روز ہوگا۔ اگرچہ یہ درجہ اللہ تعالیٰ نے خاص آپ کے لئے رکھا ہے مگر اس کی اجازت قیامت کو دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (سورۃ البقرہ:۲۵۵)، ترجمہ: وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم سے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (سورہ نبا:۳۸)، ترجمہ: کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمٰن تعالیٰ نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی۔

معلوم ہوا کہ اذن باری تعالیٰ اور اس کی توفیق کے بغیر شفاعت کوئی نہیں کرسکے گا اور اس کے اذن کے بعد شفاعت محقق ہوگی (کوثر الخیرات ۲۹۲)

آپ ﷺ کا شفاعت کے لئے اجازت طلب کرنا: اس حدیث سے ثابت ہے کہ آپ تین بار شفاعت کے لئے اجازت طلب کریں گے اور تین بار سجدہ ریز بھی ہوں گے اور تین بار شفاعت بھی فرمائیں گے۔ اور جب اہل ایمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بتانے پر رسول اللہ ﷺ سے شفاعت کا سوال کریں گے تو آپ فرمائیں گے اَنَا لَھَا، میں شفاعت کروں گا۔ اور میدان حشر میں متعدد شفاعت کی جائے گی۔

جنت کا دروازہ آپ کھولیں گے: جس طرح قیامت کے دن سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ قبر شریف سے اُٹھیں گے اور سب سے پہلے دَرِ شفاعت کھولیں گے، اسی طرح جنت کا دروازہ بھی رسول اللہ ﷺ ہی کھولیں

گے اور پھر دوسرے سب اہل ایمان جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روز قیامت میرے امتی تمام انبیاء سے زیادہ ہوں گے اور سب سے پہلے میں ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا (مسلم)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت میں جنت کے دروازے کے پاس جا کر اسے کھولنے کے لئے کہوں گا۔ خازن جنت کہے گا آپ کون ہیں۔ پھر میں کہوں گا محمد ﷺ۔ پھر وہ کہے گا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے بھی نہ کھولوں (مسلم، مشکوۃ) یعنی یہ دروازہ تو صرف حضور ﷺ ہی کے لیے کھولا جائے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے وَمَفَاتِیْحُ الْجَنَّۃِ یَوْمَ ھٰذَا بِیَدِیْ (ترمذی)، ترجمہ: اور اس روز جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّۃِ فَیَفْتَحُ اللّٰہُ لِیْ فَیُدْخِلُنِیْھَا (مشکوۃ)۔ اور سب سے پہلے جنت کے تالہ کو میں حرکت دوں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے لیے کھولدے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائیگا۔

نہر کوثر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ (سورۃ الکوثر)، ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا کیا۔ اس کی تفسیر کوثر بھی کی گئی ہے۔ علامہ شہاب الدین احمد خفاجی لکھتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں سولہ قول ہیں: کہا گیا ہے کہ نہر کوثر مراد ہے، نبوت، کتاب، قرآن، اسلام، شریعت کی تحقیق، امت کا زیادہ ہونا، ذکر کی بلندی، نور نبوتِ محمدیہ، معجزات کا زیادہ ہونا، نبی کریم ﷺ کی دعاؤں کا قبول ہونا، کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور دین میں تفقہ حاصل کرنا، پانچ نمازیں جنکے ساتھ اس اُمت کو خاص کیا گیا ہے، حوض (چشمہ)۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ خاص کر جنت کی نہر مراد ہے (نسیم الریاض، شرح الشفا، ج ۲۸۳ طبع بیروت) اور جو نعمتیں رسول اللہ ﷺ کو جنت میں عطا کی جائیں گی اور جن کے دینے کا وعدہ کیا گیا ہے وہ تو بیشمار ہوں گے۔ ان میں سے نہر کوثر اور مقام وسیلہ ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نہر کوثر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ نہر کوثر بھی خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ان احادیث کے بارے میں روایت ہے جو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کوثر مرحمت فرمائی ہے جو جنت میں ایک نہر ہے اور میرے حوض میں آکر گرتی ہے

(شفاء)۔ یہ اس حوض کوثر سے ایک ہے جو میدانِ حشر میں ہوگا۔حوض میں گرنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نہر کوثر سے پانی حوض کوثر میں قیامت کے دن گرے گا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو پلائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن سے آذان کے کلمات سنو تو (جواب میں) اسی طرح کہتے جاؤ۔ پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔اس کے بعد میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے۔ وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے صرف ایک کو ملے گا۔اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگی۔

دوسری حدیث میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وسیلہ (درجات جنت میں) سب سے اعلیٰ درجہ ہے (شفاء)

ہزار محلات، حوریں اور خدام ہوں گے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ **وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى** (سورۃ الضحیٰ:۵)، ترجمہ: اور عنقریب آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا تو آپ راضی ہوجائیں گے۔اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہزار محل موتی کے ہیں (جنت میں) جنکی مٹی مشک ہے اور ان کے اندر باقی سامان بھی شایانِ شان ہے۔دوسری روایت میں ہے کہ اس کے اندر حور و غلامان وغیرہ بھی محلات کی امتیازی شان کے مطابق ہیں (شفا زرقانی ج ۱۲)

جن نعمتوں کا ذکر آیت میں عمومی طور پر کیا گیا وہ تو بے شمار ہیں۔صرف بعض کا ذکر حصول ثواب کی خاطر کیا گیا اور یہ آیت کریمہ سورۃ الضحیٰ میں نازل ہوئی تھی۔اس وقت کوئی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ انعامات اپنے اپنے وقت پر ضرور ملیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا وہ دنیا میں بھی پورا فرمایا اور قیامت کے دن بھی وہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

جو نعمتیں اور شانیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیگا ان کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شان کا ظہور قیامت کے دن ہوگا اور رب کا فضل ہوگا۔**ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ** (سورۃ الجمعہ:۴)، ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (سورۃ النساء:۱۱۳)۔ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔اور دیدارِ خداوندی سے ہر وقت جنت میں مشرف ہوں گے۔

اس سے قبل اُن انعامات و احسانات کا ذکر کیا گیا جو آخرت میں عطا کیے جائیں گے اور جن کرامات کے عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔اب اُن احسانات کا ذکر کیا جارہا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں دیئے گئے ہیں جو آیت نمبر ۶، ۷ اور ۸ امیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔

چار سے زیادہ عورتوں سے ایک وقت میں نکاح کرنا: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ** (سورۃ الاحزاب:۵۰)، ترجمہ: اے نبی ہم نے تیرے لئے تیری وہ تمام بیویاں حلال کردی ہیں جن کو مہر تو نے ادا کردیا یا جو مال غنیمت سے تیری لونڈیاں ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل اللہ نے آپ کے لئے حلال قرار دے دیا تھا کہ آپ جتنی عورتوں سے چاہیں شادی کریں۔

ازواج مطہرات کو نکاح کی ممانعت: جن ازواج مطہرات کو آپ چھوڑ کر فوت ہوئے وہ کسی بھی شخص کے لیے ہمیشہ ہمیشہ حرام ہیں۔جن بیویوں کو آپ اپنی زندگی میں چھوڑ چکے تھے ان کے بارے میں بھی زیادہ صحیح یہی ہے کہ وہ بھی دوسروں کے لیے حرام ہیں۔اس کے بارے میں اہل علم نے اس آیت سے دلیل لی ہے **اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ** (سورۃ الاحزاب:۶)۔ترجمہ: نبی مومنین پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

نیز یہ آیت بھی دلیل ہے **وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ** (سورۃ الاحزاب:۵۳)، ترجمہ: تمہارے لیے یہ قطعاً مناسب نہیں کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو یا اس کی وفات کے بعد اس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔

امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصوصیات: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت خیر الامم ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (سورہ آل عمران:۱۱۰)، ترجمہ: ہوتم بہترین امت جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں (کی ہدایت وبھلائی) کے لئے تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ الَّذِيْنَ اَنَا فِيْهِمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ (مدارج)۔ ترجمہ: سب سے بہتر زمانہ میرا وہ زمانہ ہے جس میں میں ہوں پھر وہ جو ان سے متصل ہے پھر وہ جو ان سے متصل ہے۔

آپ ﷺ کی امت خاتم الامم ہے اور کمال دین اور تمام نعمت سے مخصوص ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (سورہ مائدہ:۳)، ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں ہیں۔

خیر الامم (تمام امتوں سے بہترین امت): حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا نبی ﷺ نے فرمایا مجھے وہ خوبیاں دی گئی جو پہلے نبیوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ میری رعب سے مدد کی گئی، مجھے زمین کی کنجیاں دی گئی اور میرا نام احمد رکھا گیا اور میرے لئے زمین پاک بنادی گئی، وَجُعِلَتْ اُمَّتِيْ خَيْرَ الْاُمَمِ
(تاویلات اہل السنۃ، ج ۲، ص ۴۵۵)

اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا وَجُعِلَتْ اُمَّتِيْ خَيْرَ الْاُمَمِ (فتح المبدی، ج ۱، ص ۱۷۵)۔ اور میری امت کو تمام امتوں سے بہتر بنایا گیا۔

اس امت پر خصوصی عنایتیں: (آنحضرت ﷺ کے غلام) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ،فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے روئے زمین کو سمیٹا۔ چنانچہ میں نے زمین کے مشرق ومغرب دیکھ لئے (یعنی روئے زمین مجھے دکھائی) اور بلاشبہ میری امت عنقریب روئے زمین کے ان تمام علاقوں کے بادشاہت سے سرفراز ہوگی جو سمیٹ کر مجھ کو دکھائے گئے ہیں، اور سرخ اور سفید دو خزانے عطا کئے گئے ہیں۔ نیز میں نے اپنے رب سے سوال کیا تھا کہ میری امت کو عام قحط سے ہلاک نہ کرے اور یہ کہ میری امت پر مسلمانوں کے علاوہ کسی (غیر مسلم) دشمن کو مسلط نہ کرے۔ ان کی اجتماعیت اور مرکزیت کو تباہ کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے

محمد جب میں کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہوں تو وہ بدلا نہیں جاتا۔ پس میں تمہاری امت کے حق میں تمہیں اپنا یہ عہد وفیصلہ دیتا ہوں کہ مسلمانوں کو نہ تو عام قحط میں ہلاک کروں گا اور نہ خود ان کے علاوہ کوئی اور دشمن ان پر مسلط کروں گا جو ان کی مرکزیت کو تباہ کر دے اگر چہ ان (مسلمانوں) پر تمام روئے زمین کے غیر مسلم دشمن جمع ہو کر حملہ آور ہوں۔ البتہ یہ خود ہی آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور ایک دوسرے کو قید کریں گے (مشکوۃ بحوالہ مسلم)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ کفار تو آپ کی امت پر غالب ومسلط نہ ہوں گے لیکن آپس میں لڑے گی اور یہ تقدیر الٰہی کا فیصلہ ہے جو بدل نہیں سکتا۔ ہاں اس کا حکم نہیں دیا لہٰذا حکم شرع اس سے متعلق نہ ہوگا (اشعۃ اللمعات)

امت کے لئے خصوصی تین دعائیں: حضرت سعد (بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (انصار کے ایک قبیلہ) بنی معاویہ کی مسجد کے قریب سے گزرے تو اندر (مسجد میں) تشریف لائے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی، ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی (نماز کے بعد) آپ نے اپنے رب سے بڑی طویل دعا مانگی (یعنی دیر تک دعا میں مصروف رہے) پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: میں نے (آج اپنی دعا میں) اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا، ان میں دو چیزیں تو اس نے عطا کر دی ہیں، اور ایک چیز سے منع کر دیا، ایک چیز کی درخواست میں نے یہ کی تھی میری امت کو قحط (عام) میں ہلاک نہ کیا جائے، اس درخواست کو اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا، دوسری درخواست میں نے یہ کی تھی کہ میری امت کو پانی غرق کر کے ہلاک نہ کیا جائے اور میری یہ درخواست بھی قبول فرمالی گئی، تیسری درخواست تھی کہ میری امت کے لوگ آپس میں دست وگریباں نہ ہوں (یعنی مسلمان، مسلمان سے برسرپیکار نہ ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی نہ کریں) تو اس سے مجھے اللہ نے منع فرمادیا (اللہ نے دعا مانگنے سے روک دیا) (مسلم)۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں یہاں سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام کی بعض دعائیں مستجاب نہیں ہوتی (اشعۃ اللمعات، ج ۴)۔ خیال رہے کہ اس قسم کی دعاوں سے حضور انور ﷺ کو منع فرمادینے میں حضور کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے اس ممانعت کا مقصود یہ ہے کہ حضور انور کی زبان خالی نہ جائے سوال نہ کرنے دینے اور سوال رد کر دینے میں بڑا فرق ہے (مراۃ شرح مشکوۃ، ج ۸، ص ۱۴)۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور اس کو خلاف

معمول کافی طویل کیا، ہم نے (نماز سے فراغت کے بعد) عرض کیا کہ یا رسول اللہ آج تو آپ نے اتنی طویل نماز پڑھائی حالانکہ آپ کا معمول اتنی طویل نماز پڑھانے کا نہیں ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں یہ نماز (زیادہ طویل اس وجہ سے کوئی کی یہ) امید اور خوف کی نماز تھی (یعنی اس نماز کے دوران اللہ تعالیٰ سے کچھ دعائیں مانگ رہا تھا اور جہاں ان دعاؤں کی قبولیت کی امید تھی وہیں عدم قبولت کا خوف بھی تھا اس لئے میں بہت زیادہ خشوع وخضوع اور عرض و درخواست میں مصروف رہا جس سے پوری نماز زیادہ طویل ہوگئی) حقیقت یہ ہے کہ میں نے نماز میں اللہ تعالیٰ سے تین (چیزوں) کی درخواست کی، ان میں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے دو عطا کردی ہیں، اور ایک سے مجھے روک دیا، میں نے اللہ تعالیٰ اسے ایک درخواست تو یہ کی کہ وہ میری امت کو یعنی عام قحط (یا اسی طرح کی کسی بھی ایسی بلا) میں مبتلا نہ کرے جس سے (پوری) امت ہلاک وتباہ ہوجائے، میری درخواست پوری ہوئی، دوسرے درخواست یہ تھی کہ مسلمانوں پر کوئی غیر مسلم دشمن مسلط نہ کرنا میری یہ درخواست بھی پوری ہوئی، میں نے (تیسری) درخواست یہ کی تھی کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو ہلاکت وعقوبت سے دوچار نہ کریں (یعنی وہ آپس میں لڑائی نہ کریں) اس سے مجھے منع کردیا گیا (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی، نسائی)

خطاونسیان اور حدیث النفس سے درگزر کرنا: حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لامتی مَا حَدَّثَتْ نَفْسُهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوْا اَوْ يَعْمَلُوْا بِهٖ (بخاری مسلم)۔ ترجمہ: یعنی خطاونسیان سے غلطی ہوگئی اور جو دل میں وسوسے پیدا ہوتے ہیں ان پر پکڑ نہیں ہوئی۔ جب تک کہ بات نہ کرے اور ان پر عمل نہ کرے۔ امت محمدیہ زمین میں اللہ کی گواہ ہے۔ اور نماز میں اس امت کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہوتی ہیں۔

امت محمدیہ ﷺ کا اجماع حجت ہے: رسول اللہ ﷺ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی امت جب کسی شرعی مسئلہ پر متفق ہوجائے تو امت کا قول خطاء سے معصوم ومحفوظ ہوگا اور اسے حق وصواب ٹھہرایا جائے گا جیسا کہ کتب اصول میں طے شدہ ہے۔ یہ آپ ﷺ کی ایسی خصوصیت ہے جو آپ ﷺ کی امت کے سوا کسی دوسری امت کو نصیب نہیں ہوئی (فصول)۔ کیونکہ یہ امت اپنے رسول ﷺ کی وجہ سے امت خیر الامم ہے۔ اور

آپ ﷺ کی امت کا محفوظ ہونا ہے کہ آپ ﷺ کی امت فروع واصول میں گمراہی پر جمع ومتفق نہیں ہوگی (بدایۃ الاول)۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی طرف اشارہ ہے لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ اُمَّتِيْ عَلٰى ضَلَالَةٍ اَبَدًا وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ (ترمذی)۔ اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔ اور اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے۔

۱) اور قیامت میں یہ امت اس طرح حاضر ہوگی کہ ان کے چہرے ہاتھ اور پاؤں چمکتے ہوئے روشن ہوں گے۔ نماز کے وضو کی برکت سے۔

۲) امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلی امتوں کی گواہی دے گی۔

۳) جنت میں امت محمدیہ کی تعداد ساری امتوں سے زیادہ ہوگی۔

۴) اور خصوصیت سے اس امت مسلمہ کی شفاعت ہوگی۔

داماں نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار ☆ گلچین تو از تنگی داماں گلہ دارد

باب سیزدہم: حقوق النبی ﷺ

حقوق العباد کے متعدد شعبے اور قسمیں ہیں مگر حقوق اللہ کے بعد ساری مخلوقات سے سب سے زیادہ مقدم اور اہم حقوق ہی حقوق مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ ان کے بعد دیگر حقوق العباد کا درجہ ہے۔

حقیقت میں حقوق مصطفیٰ ﷺ حقوق اللہ میں داخل ہیں۔ اور حقوق مصطفی ﷺ تو بے شمار ہیں مگر ان میں سے بعض یہاں ذکر کیے جاتے ہیں وباللہ توفیق۔

رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا: رسول کی تعریف کہ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ فِيْ كُلِّ مَا جَاءَ بِهٖ عَنْ رَبِّهٖ وَيَدْخُلُ فِيْهِ الْاِيْمَانُ بِاَنَّهٗ رَسُوْلٌ وَالْاِيْمَانُ بِسَائِرِ الرُّسُلِ وَالْكُتُبِ الْمُنَزَّلَةِ وَقَدَّمَهٗ لِاَنَّهٗ اَصْلٌ (نسیم الریاض، ج۴، ص۳۶۱) اور جو باتیں آپ اپنے رب کی جانب سے لائے ہیں، اور اس میں یہ بات داخل ہے کہ اس بات پر ایمان لانا کہ بیشک آپ ﷺ رسول ہیں اور تمام رسولوں اور نازل شدہ کتابوں پر بھی ایمان لائے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے حقوق مصطفی ﷺ میں سارے حقوق کے ذکر کرنے سے قبل رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا ذکر کیا اس لئے کہ ایمان بالرسول سب کی اصل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ (سورہ اعراف: ۱۵۸)۔ ترجمہ: سوتم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا (سورہ تغابن: ۷)، ترجمہ: تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے اتارا ہے۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فَالْاِيْمَانُ بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ ﷺ وَاجِبٌ مُتَعَيَّنٌ لَا يَتِمُّ اِيْمَانٌ اِلَّا بِهٖ وَلَا يَصِحُّ اِسْلَامٌ اِلَّا مَعَهٗ (الشفاء)۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا واجب اور معین (فرض عین) ہے۔ بغیر اس کے ایمان پورا اور کامل نہیں ہوتا اور اسلام اس کے سوا صحیح نہیں ہوتا۔ اور آپ پر تفصیلی ایمان لانا ضروری ہے کہ (۱) آپ کی رسالت عامہ (ساری مخلوق جن اور انس کے لئے) ہے (۲) آپ کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان لائے کہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا (۳) آپ کی رسالت پہلی شرائع کیلئے ناسخ ہے (۴) آپ کا افضل الرسل ہونا (۵) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دین کا کامل و مکمل ہونا (۶) آپ کی عصمت (معصوم ہونا) (۷) ساری مخلوق کیلئے رحمت ہونا (۸) آپ کا قیامت کے دن شفاعت کبریٰ فرمانا۔

کیا ایمان اور اسلام الگ الگ دو چیزیں ہیں؟ ایمان و اسلام دو الگ الگ چیزیں نہیں کہ جو مومن ہے وہ مسلم ہے اور جو مسلم ہے وہ مومن ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ (سورہ الذریات: ۳۵۔۳۶)، ترجمہ: ہم نے نکال لیا وہاں سے تمام ایمانداروں کو۔ پس نہ پایا ہم نے اس (ساری) بستی میں بجز ایک مسلم گھر کے۔

رسول اللہ پر ایمان لانا، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ اور ایمان وہی معتبر ہے جو اللہ اور رسول دونوں پر ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا (سورہ فتح ۱۳)۔ ترجمہ: اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے پس تحقیق ہم نے کافروں کے لئے آگ تیار کی ہے۔ معلوم ہوا جو رسول اللہ کی رسالت کا منکر ہے وہ کافر ہے۔

اتباع و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: رسول اللہ کی اتباع اور اطاعت ضروری اور فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورہ النساء: ۸۰)۔ ترجمہ: جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ کیونکہ رسول اللہ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (سورہ محمد ۳۳)۔ ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور نہ ضائع کرو اپنے اعمال کو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورہ حشر ۷) ترجمہ: اور جو تمہیں اللہ کا رسول دے تم وہ لے لو اور جس سے تمہیں منع کرے تم اس سے باز رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ ال عمران: ۳۱)، ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (سورہ الاعراف: ۱۵۸)۔ ترجمہ: اور تم ان کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۃ النساء: ۶۵)، ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (سورہ ممتحنہ: ۶)، ترجمہ: بے شک تمہارے لئے ان میں اچھی پیروی تھی اس کے لئے جو اللہ اور پچھلے دن کا امیدوار ہو اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی سے بچنا: چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورہ نور: ۶۳)، ترجمہ: سو جو لوگ حضور کے حکم کی

مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ فتنے میں مبتلا کر دیے جائیں یا آخرت میں دردناک عذاب میں گرفتار کر دیئے جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (سورہ نساء:١١٥)

ترجمہ: اور جس نے ہدایت کے ظاہر ہوجانے کے بعد رسول کی مخالفت کی اور مومنوں کا راستہ چھوڑ کر دوسروں کا راستہ اختیار کرے گا ہم اسے اسی کی طرف موڑ دیں گے جدھر وہ مڑنا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورہ نساء:٦٤)، ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے اذن سے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ (سنن ابوداود، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ)۔

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید ☆ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہ صفا ☆ تواں رفت جز در پئے مصطفی

محبت رسول اللہ ﷺ: نبی کریم ﷺ سے محبت کرنا ایمان وعبادت اور عمل کی جان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (سورہ توبہ:٢٤)، ترجمہ: تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور فاسقوں کو اللہ راہ نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (سورہ احزاب:٦)، ترجمہ: یہ

نبی مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ یعنی ہر دین و دنیا کے امر میں حضور ﷺ مومنوں کو اپنی جانوں سے زیادہ پیارے ہیں۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (مشکوۃ کتاب الایمان)۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کی اولاد و والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہوجاؤں۔

مغز قرآں روح ایماں جان دیں — ہست حب رحمۃ للعالمین
حب محبوب خدائے دل جسے حاصل نہیں — لاکھ مؤمن ہو مگر ایمان میں کامل نہیں
محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے — اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں و در غلبات آں محبت محبت من بحضرت حق سبحانہ تعالیٰ از اں جہت است کہ او تعالیٰ رب محمد ﷺ (مکتوبات، ج٣، مکتوب ٥٥٩)۔ اور میں غلبہ میں کہا کرتا تھا کہ میری محبت اللہ سے اس لئے ہے کہ وہ محمد ﷺ کا رب ہے۔

محبت کی دو قسمیں: محبت کی دو قسمیں ہیں: ایک محبت طبعی (غیر اختیاری) اور ایک محبت عقلی۔ محبت طبعی تو یہ ہے کہ کسی چیز کی طرف انسان طبعاً راغب ہو جیسے کھانے پینے کی محبت کے خود بخود انسان کی طبیعت اس کی راغب ہوتی ہے۔

اور محبت عقلی (اختیاری) ہے کہ ایک چیز میں انسان کی طبیعت راغب نہیں ہوتی مگر اسے استعمال مجبوراً کرنا پڑتا ہے جیسے مریض کے لئے کڑوی دوا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے محبت عقلی اور اختیاری ہی مراد ہے کیونکہ محبت طبعی میں بندے کا اختیار نہیں۔ مگر طبیعت کو ایسا بنانا چاہیئے کہ دل میں محبت طبعی اور عقلی دونوں ہوں کیونکہ آپ ﷺ جامع کمالات وصفات اور صاحب حسن و جمال ہیں۔ آپ سے صرف زبانی محبت اور زبانی محبت کا دعوی کافی نہیں بلکہ روحانی، دلی اور ایمانی محبت چاہیے اور تینوں درجوں کی جامع روحانی، دلی، ایمانی اور عقلی لازمی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کامل مؤمن ہے وہ جس کے دل میں والدین اولاد اور سب لوگوں سے میری محبت زیادہ ہو اور اس میں دوسروں کی محبت کی نفی نہیں بلکہ زیادہ محبت کرنے کا تقاضہ کیا گیا ہے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معنی: علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں **والمحبة من الله ارادة الثواب ومن العبد ارادة الطاعة** (عمدۃ القاری، ج ۲۲،ص ۲۰۳)۔اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے مراد اجر وثواب دینا ہے اور بندے کی محبت اللہ تعالیٰ کی اطاعت مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورہ آل عمران:۳۱)۔ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اتباع رسول، محبت کا معنی ہمیشہ ذکر محبوب کرنا۔ محبت کا معنی محبوب پر سب کچھ نثار کر دینا۔ محبت کا معنی محبوب کا شوق وچاہت ہے۔ رسول کریم اللہ ﷺ کی محبت کی سب سے بڑی علامت اور نشانی آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی کرنا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کا مطیع ہے وہی رب کریم کا محبوب ہے۔

علامات محبت: (۱) آپ کی محبت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ کا ذکر زیادہ سے زیادہ کیا جائے۔ کہا گیا ہے فَمَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ۔ جس چیز سے محبت ہوتی اس کا ذکر زیادہ ہوتا اور ذکر کی ہیشگی دائمی اور زیادتی محبت کا سبب ہے۔ جیسے درود شریف پڑھنا لکھنا وغیرہ (۲) آپ ﷺ کے دیدار اور ملاقات کا شوق رکھنا جیسا کہ صحابہ کرام شوق دیدار کا اظہار کیا کرتے تھے۔ (۳) آپ ﷺ کی سنتوں سے محبت کرنا اور ان پر عمل اختیار کرنا (۴) ان سب افراد واشیاء سے محبت کرنا جن کے ساتھ رسول کریم ﷺ محبت فرماتے تھے۔ آل بیت، صحابہ، مہاجرین، انصار اور ازواج اور اولاد سے محبت کرنا (۵) دنیا سے کم رغبت رکھنا (۶) بدعت سیئہ کے کاموں سے بچنا اور نفرت کرنا (۶) تعلیم قرآن مجید کی جانب زیادہ رغبت رکھنا۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں عَلَامَةُ حُبِّ اللّٰهِ حُبُّ الْقُرْاٰنِ وَعَلَامَةُ حُبِّ الْقُرْاٰنِ حُبُّ النَّبِیِّ ﷺ وَعَلَامَةُ حُبِّ النَّبِیِّ حُبُّ السُّنَّةِ وَعَلَامَةُ حُبِّ السُّنَّةِ حُبُّ الْاٰخِرَةِ وَعَلَامَةُ حُبِّ الْاٰخِرَةِ بُغْضُ الدُّنْیَا وَعَلَامَةُ بُغْضِ الدُّنْیَا اَنْ لَا یَدَّخِرَ مِنْهَا اِلَّا زَادًا وَبُلْغَةً اِلَی الْاٰخِرَةِ (الشفاء)۔ کہ اللہ کی محبت کی علامت قرآن کی محبت ہے۔ اور قرآن کی محبت کی علامت نبی ﷺ کی محبت ہے۔ اور نبی ﷺ کی

محبت کی علامت آخرت کی محبت ہے۔ آخرت کی محبت کی علامت دنیا کی دشمنی ہے اور دنیا کی دشمنی کی علامت یہ ہے کہ اس میں سے سوائے قوت لایموت اور دار آخرت تک سامان پہنچنے کے اور کچھ جمع نہ کرے۔

محبت رسول ﷺ جان ایمان واسلام ہے۔ محبت رسول ﷺ روحوں کی غذا وخوارک ہے۔ محبت رسول مردہ دلوں کی زندگی ہے۔ محبت رسول ﷺ بیداری خبرداری اور ہوشیاری ہے۔ جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے اس کی چیز محبوب ہوتی ،اس کا شہر اور دیگر سب چیزیں پیاری ہوتی ہیں۔ پیارے کی گلی کے محلے کے جانور بھی اچھے لگتے ہیں۔ مجنوں کتے سے پیار کرتا تھا اعتراض کرنے والے کو جواب دیتے ہوئے کہتا ہے

گاہے گاہے کوئے لیلیٰ دفتہ بود   کبھی کبھی لیلیٰ کی گلی میں جاتا تھا

محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوائد: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ آپ ﷺ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم، جماعت سے محبت رکھتا ہو **ولما یلحق بهم** وہ شخص ان سے نہیں ملا۔ آپ نے فرمایا **المرء مع من احب** (بخاری ومسلم)۔ آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔ خیال رہے لفظ عشق سے لفظ محبت اعلیٰ ہے کیونکہ اس کا ذکر قرآن وحدیث میں آیا ہے اور لفظ عشق کا قرآن وحدیث صحیحہ میں ذکر نہیں آیا۔ لفظ عشق کا استعمال زیادہ تر فارسی شعراء وغیرہ نے کیا ہے۔ اللہ اور رسول کی شان میں زیادہ لفظ محبت بولنا، لکھنا اور استعمال کرنا چاہیئے۔ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ۔ اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا۔ یارسول اللہ قیامت کب آئے گی۔ آپ نے فرمایا مَا اَعْدَدْتَ لَهَا کہ تم نے اس کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے۔ کہا مَا اَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِیْرِ صَلَاةٍ وَّلَا صَوْمٍ وَّلَا صَدَقَةٍ کہ میں نے تو بہت سی نمازیں، روزے، صدقے نہیں تیار کئے۔ وَلٰكِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لیکن میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہوں۔ فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ کہ تو اس کے ساتھ ہے جس کو دوست رکھتا ہے (الشفاء، بخاری کتاب الادب)

ملا علی قاری لکھتے ہیں وفیہ ایماء الی ان دعوی المحبۃ مع مجرد الاطاعۃ الواجبۃ کافیۃ وللمعیۃ فی الجملۃ دلالۃ صحیحۃ وافیۃ واما دعوی المحبۃ مع ارتکاب المعصیۃ فمذمومۃ واصحابہا علی ھذا الادعاء مذمومۃ (شرح الشفا، ج ۲، ص ۳۸)۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی فرماتے ہیں وانما المراد انہ یدخل الجنۃ فی زمرۃ المومنین وان کانت مراتبھم متفاوتۃ (نسیم الریاض، ج ۴، ص ۴۲۰)

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کا معنی نظم میں کیا ہے

وَقَائِلٌ هَلْ عَمَلٌ صَالِحٌ　　اَعْدَدْتَهٗ يَنْفَعُ عِنْدَ الْكَرَبِ

فَقُلْتُ حَسْبِي خِدْمَةُ الْمُصْطَفٰى　　وَحُبُّهٗ فَالْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

(نسیم الریاض، ج ۴، ص ۴۲۰)

معلوم ہوا کہ ایک آدمی خود تمام اعمال کی پابندی نہیں کرسکتا لیکن عاملین کے ساتھ محبت رکھتا ہے تو اس کی نجات کے لیے یہ کافی ہے کیونکہ عاملین کے ساتھ محبت بھی ان کی اتباع اور اطاعت کی وجہ سے وہ کرتا ہے اور محبت کا تعلق دل سے ہے تو نیک لوگوں کے ساتھ اس محبت پر بھی اللہ تعالیٰ اجر دیں گے۔ اس لیے کہ اصل چیز نیت ہے، عمل تو اس کا تابع ہے (کشف الباری)

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں وَاِنْ قَصَّرَ فِيْ عَمَلِهٖ وَذٰلِكَ لِاَنَّهٗ لَمَّا اَحَبَّ الصَّالِحِيْنَ لاجل طاعتهم اَثَابَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ثَوَابَ تِلْكَ الطَّاعَةِ اِذِ النِّيَّةُ هِيَ الْاَصْلُ وَالْعَمَلُ تَابِعٌ لَهَا وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ فَضْلَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (عمدۃ القاری ج ۲۲، ص ۳۰۷)۔

خیر خواہی رسول اللہ ﷺ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ توبہ: ۹۱)، ترجمہ: اور ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرسکتے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ کے خیر خواہ ہوں نیکوکاروں پر کوئی گرفت نہیں ہے اور اللہ بہت بڑا بخشنے والا، رحم کرنیوالا

ہے۔ اس آیت میں نصحوا سے مراد خیر خواہ ہونا اور مخلص ہونا ہے۔

حضرت تمیم داری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّ الدِّيْنَ النَّصِيْحَةُ قَالُوْا: لِمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِكِتَابِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ (بخاری کتاب الایمان)۔ ترجمہ: بے شک دین خیر خواہی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کس کے لئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اور اللہ کے رسول کی خیر خواہی اور اس کی کتاب کی اور مسلمانوں کے اماموں کی اور عام مومنوں کی خیر خواہی۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (سورہ حشر: ۸)، ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے ہیں۔

تعظیم محمد مصطفی ﷺ: محمد مصطفی، احمد مجتبیٰ ﷺ کی تعظیم وتکریم ایمان اور عبادت کی جان ہے اور ناموس رسالت کا تحفظ اہل ایمان کے لئے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی تعظیم وتکریم اہل ایمان کے لئے قرض قرار دیا ہے اور ادنیٰ سے ادنیٰ بے ادبی اور گستاخی کے کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورہ بقرہ: ۱۰۴)، ترجمہ: اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (سورہ نور: ۶۳)، ترجمہ: رسول ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ یعنی نام لے کر نہ پکارو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کہہ کر عرض کرو۔ یا محمد، یا احمد کہہ کر مت پکارو جیسے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (سورہ فتح: ۸-۹)، ترجمہ: ہم نے تجھے احوال بتانے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور انکی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو اور خدا کو صبح وشام پاکی کے ساتھ یاد کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورہ حجرات: ۲)، ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ زور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے زور سے بات کرتے ہو کہ کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے عمل اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ جس طرح کفر و شرک کے ارتکاب سے عمل ضائع ہو جاتے ہیں اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بے ادبی سے عمل ضائع ہو جاتے ہیں حالانکہ معصیت سے اطاعت ضائع نہیں ہوتی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا ایسا جرم ہے جس سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ امام ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں وَنَحْنُ نَقُوْلُ: اِنَّ الْمَعْصِيَةَ لَا تُحْبِطُ الطَّاعَةَ وَلٰكِنْ هُوَ اِسْتِخْفَافٌ بِالنَّبِيِّ ﷺ (وذلك كفر و العياذ باللّٰه) (تاویلات القرآن، ج ۱۴ ص ۵۹، مطبوعہ دار المیز ان استانبول ۲۰۰۹ء)۔ ترجمہ: اور ہم کہتے ہیں کہ بیشک گناہ (نافرمانی) اطاعت کو ضائع نہیں کرتا اور لیکن وہ (گناہ) ہلکہ سمجھنا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور یہ کفر ہے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

مولانا رومی دعا فرماتے ہیں:

از خدا جوئیم توفیق ادب ۔۔۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب

ہم خدا سے ادب کی توفیق مانتے ہیں۔ بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہا

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد ۔۔۔ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

بے ادب نے نہ اپنے آپ کو خراب کیا بلکہ اس نے تمام اطراف میں آگ لگا دی

ہر طہ آید بر تو از ظلمات غم ۔۔۔ آں ز بے باکی و گستاخی ست ہم

تجھ پر غم کی اندھیریاں آتی ہیں۔ وہ بے باکی اور گستاخی کی وجہ سے آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ با ادب لوگوں کی تعریف فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (سورہ الحجرات: ۳)۔ ترجمہ: بے شک جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے، یہی وہ لوگ ہیں مختص کر لیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے۔ انہی کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (سورہ الحجرات: ۴)، ترجمہ: بیشک جو لوگ (آپ کا نام لے کر) حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر جاہل لوگ ہیں۔

امام ابو منصور محمد ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَفِي هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَفِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَنْ تَحْبَطَ اَعْمٰلُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنْ قَدْ يَلْحَقُ الْمَرْءَ حُكْمُ الْكُفْرِ وَيَحْبَطُ الْعَمَلُ اِذَا خَرَجَ مَخْرَجَ الْاِسْتِخْفَافِ، وَاِنْ لَمْ يُعْلَمْ بِهٖ، ولم يُقْصَدْ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ (تاویلات القرآن، ج ۱۴، ص ۶۱)

تعظیم کا عنوان بہت وسیع ہے کہ زبان کے ساتھ آپ کی تعریف اور توصیف کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور مناقب کو بیان کرنا اور اعضاء اور جوارح سے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا اور جس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہو ان کی تعظیم اور تکریم کرنا بھی لازمی ہے۔ جس مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا جائے یا سنا جائے تو آپ کا نام سن کر تعظیم کے ساتھ صلوٰۃ و سلام اور آپ پر درود و سلام پڑھنا بھی آپ کی تعظیم ہے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام دنیاوی حیات میں واجب تھا اسی طرح بعد از وفات بھی واجب ہے۔

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واجب القتل اور جہنمی ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (سورہ الاحزاب: ۵۷)، ترجمہ: جو لوگ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔ اور اللہ نے ان کے لیے توہین آمیز عذاب تیار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورہ التوبہ: ۶۱) ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا (سورہ الاحزاب: ۵۳)، ترجمہ: تمہارے لیے یہ درست نہیں کہ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچاؤ، نہ یہ جائز ہے کہ کبھی بھی آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کو اپنے نکاح میں لاؤ کیونکہ بلاشبہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرما تا ہے مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا (سورہ الاحزاب:٦١)
ترجمہ: وہ معلون ہیں۔ جہاں پائے جائیں انہیں پکڑ لیا جائے اور انہیں قتل کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرما تا ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (سورہ النساء:٦٥)۔ترجمہ: تیرے رب کی قسم جب تک وہ اپنے جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہیں بنائیں گے وہ مومن ہی نہیں ہونگے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ علامہ علم الہدی در بحر المحیط گفتہ کہ ہر ملعون کہ در جناب پاک سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشنام دہد یا اہانت کند یا در امرے از امورِ دین او یا صورت مبارک او یا در وصفے از اوصافِ شریفہ او عیب کند خواہ مسلمان بود یا ذمی یا حربی اگرچہ از راہِ ہزل کردہ باشد آن کافر است واجبُ القتل توبہ او مقبول نسیت واجماع امت بر آنست کہ بے ادبی واستخفافِ ہر کس از نبیا کفر است خواہ فاعل او حلال دانستہ مرتکب شود یا حرام دانستہ (مالا بدمنہ ١٤٣)

علامہ علم الہدی نے بحر المحیط میں فرمایا ہے کہ جو ملعون سرور کائنات، فخر موجودات، جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے یا آپ کی اہانت کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دینی امور میں سے کسی امر میں یا صورت مبارک میں یا اوصاف شریفہ میں سے کسی وصف میں عیب لگائے وہ شخص مسلمان ہو یا ذمی یا حربی اگرچہ دل لگی کے طور پر کرے تو وہ کافر ہے۔اس کو قتل کرنا واجب ہے اور اس کی توبہ مقبول نہیں۔اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے جو کوئی بھی ہو ان کے ساتھ بے ادبی کرے اور ان کو ہلکا جانے موجب کفر ہے خواہ بے ادبی کرنے والا اس کو حلال جان کر کرے یا حرام سمجھ کر کرے (زیادہ تفصیل کے لئے دیکھئے الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حصہ دوم، قسم الرابع، الصارم المسلول علی شاتم الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، السیف المسلول علی من سب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا مام تقی الدین علی السبکی متوفی ٧٥٦ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آل، اصحاب و ازواج کی تعظیم و تکریم لازمی ہے: اللہ تعالیٰ فرما تا ہے

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (سورہ احزاب:٣٣)،
ترجمہ: اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اے اہل بیت آپ سے پلیدی دور کر دے۔

اللہ تعالیٰ فرما تا ہے وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (سورہ احزاب:٦)۔ترجمہ: اور آپ کی ازواج مسلمانوں کی دینی مائیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرما تا ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورہ شوریٰ:٢٣) ترجمہ: آپ نے فرمایا میں نہیں مانگتا اس دعوت حق پر کوئی معاوضہ بجز قرابت کی محبت کے (جمال القرآن)

اللہ تعالیٰ فرما تا ہے يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ (سورہ احزاب:٣٢)، ترجمہ: اے نبی کی ازواج مطہرات تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند اگر تم پرہیز گاری کرو۔

اللہ تعالیٰ فرما تا ہے وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا (سورہ احزاب:٥٣)، ترجمہ: نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔

اللہ تعالیٰ فرما تا ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا. ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (سورہ توبہ:١٠٠)، ترجمہ: اور آگے بڑھ جانے والے سب سے پہلے ہجرت کرنیوالوں میں سے اور انصار میں سے اور وہ جو پیروی کرتے ہیں ان کی نیکی کے ساتھ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور ان کے لئے اللہ نے تیار کی جنتیں (باغات) چلتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں۔ ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں ہمیشہ۔ یہ بڑا مراد کو پانا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ دو وعدے کرتا ہے۔اول یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔ دوم یہ کہ وہ جنت میں رہیں گے (حقانی، ج ٢، ص ٥١٣)۔تیسری بات یہ ہے کہ مہاجرین وانصار کی پیروی کرنے والوں پر اللہ راضی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرما تا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ. وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ. كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ. وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (سورہ فتح:٢٩)، ترجمہ: (جان عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ (سعادتمند) جو آپ کے ساتھی ہیں، کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں۔ آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے ہوئے اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے۔طلب گار ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے۔ان (کے ایمان وعبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔ان کے یہ اوصاف تورات میں (مذکور) ہیں۔ نیز ان کی صفات انجیل

میں بھی (مرقوم) ہیں (یہ صحابہ) ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے نکالا اپنا پٹھا پھر تقویت دی اس کو پھر مضبوط ہو گیا۔ پھر سیدھا کھڑا ہو گیا اپنے تنے پر (اس کا جوبن) خوش کر رہا ہے بونے والوں کو تا کہ (آتش) غیظ میں جلتے رہیں انہیں دیکھ کر کفار۔ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے مغفرت کا اور اجر عظیم کا۔ یہ آیت نعت مصطفی ﷺ اور منقبت صحابہ کرام ہے (زیادہ تفصیل فضائل صحابہ واہل بیت میں ذکر کی گئی ہے)۔

صحابہ کرام کی صداقت وعدالت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (سورۃ البقرہ: ۱۴۳)۔ ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں (اے مسلمانو) بہترین امت تا کہ تم گواہ بنو لوگوں پر۔ اس لئے کہ امة وسطا کا معنی اُمَّةً عَدُوْلاً کے ساتھ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (سورہ آل عمران: ۱۱۰)۔ ترجمہ: تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے نفع کے لئے نکالا گیا ہے۔ اور اس آیت کے اول مخاطب صحابہ تھے۔

امام نووی فرماتے ہیں اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ وَغَيْرُهُمْ بِاِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهٖ (التقریب)۔ سب صحابہ عادل میں خواہ فتنوں میں شرکت کی ہو یا نہ کی ہو ان لوگوں کے اجماع کے ساتھ جن کے اجماع کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں وَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدْلٌ عِنْدَ اَهْلِ السنة وَالْجَمَاعَةِ لِمَا اَثْنَى اللهُ عَلَيْهِمْ فِيْ كِتَابِهِ الْعَزِيْزِ وَبِمَا نَطَقَتْ بِهِ السُّنَّةُ النَّبَوِيَّةُ فِي الْمَدْحِ لَهُمْ اَخْلَاقِهِمْ وَاَفْعَالِهِمْ (باعث الحثیث اختصار علوم الحدیث، ص ۱۰۱)۔ عدول عدل کی جمع ہے۔ برابر کرنا۔ مراد حق وانصاف پر قائم ہونا۔ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں جس کی بدعتی فرقوں نے مخالفت کی ہے۔ خطیب نے الکفایہ میں اس پر ایک نفیس فصل قائم کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں صحابہ کی عدالت ثابت ومعلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عدالت وصفائی بیان کی ہے۔ ان کی طہارت و پاکیزگی کی اطلاع دی، انہیں پسند کیا (مقدمہ الاصابہ فتح المغیث، ص ۹۱، ج ۳، الکفایۃ فی علم الدرایہ، ص ۴۶)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ سورہ فتح کی تفسیر میں فرماتے ہیں فَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ اَوْلِيَاءُ اللهِ وَاَصْفِيَاءُهٗ وَخِيَرَتُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ بَعْدَ انبيائِهٖ وَرُسُلِهٖ هٰذِهٖ مَذْهَبُ اهل السُّنَّةِ وَالَّذِيْ عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ مِنَ الْاَئِمَّةِ هٰذِهِ

الْاُمَّةِ (تفسیر قرطبی، ج ۱۶، ص ۲۹۹)۔ کہ تمام عادل ہیں اللہ تعالیٰ کے دوست اور اس کے برگزیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام مخلوق سے افضل اور چنے ہوئے ہیں۔ اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے اور اسی طریقہ پر اس امت کے ائمہ کی جماعت ہے۔

مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں کہ قرآن کریم صحابہ کریم کی حقانیت اور صداقت کا اعلان فرما رہا ہے اور فرماتا ہے آلم۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (سورہ بقرہ: ۱۔۲)، ترجمہ: وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) شک کی جگہ نہیں۔
اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا کہ قرآن میں کوئی شک وتردد نہیں۔ شک کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں: یا تو بھیجنے والا غلطی کرے یا لانیوالا غلطی کرے یا جس کے پاس آیا ہو وہ غلطی کرے یا جنہوں نے اس سے سن کر لوگوں کو پہنچایا انہوں نے دیانت سے کام نہ لیا ہو۔ اگر ان چاروں درجوں میں کلام محفوظ ہے تو واقعی شک وشبہ کے لائق نہیں۔ قرآن شریف کا بھیجنے والا اللہ تعالیٰ اور لانیوالے حضرت جبرائیل علیہ السلام، لینے والے حضور ﷺ اور حضور ﷺ سے ہم تک پہنچانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ۔ اگر قرآن شریف، اللہ تعالیٰ، جبرئیل علیہ السلام، نبی کریم ﷺ تک محفوظ رہے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سچے نہ ہوں اور ان کے ذریعہ قرآن ہم کو پہنچے تو یقینا قرآن میں شک پیدا ہو گیا کیونکہ فاسق کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (سورہ حجرات: ۶)، ترجمہ: اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلیا کرو۔ اب قرآن کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔ قرآن پر یقین جب ہی ہوگا کہ صحابہ کرام کے تقویٰ ودیانت پر یقین ہو (علم القرآن، ص ۱۷۲)۔ تو جس کا صحابہ کرام کی صداقت وعدالت پر یقین نہیں ہوتا تو اس کا قرآن پر کب یقین ہوگا۔

صحابہ کرام کا ذکر خیر سے کیا جائے: چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنَتَوَلَّاهُمْ جَمِيْعًا وَلَا نَذْكُرُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ اِلَّا بِخَيْرٍ (الفقہ اکبر، ص ۳۴)۔ کہ ہم تمام صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور اصحاب رسول کا ذکر بھلائی اور اچھائی سے کرتے ہیں۔

حضرت امام ابوجعفر طحاوی فرماتے ہیں وَنَذْكُرُهُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ وَحُبُّهُمْ دِيْنٌ وَاِيْمَانٌ وَاِحْسَانٌ وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ وَنِفَاقٌ وَطُغْيَانٌ (عقیدۃ الطحاویہ، ص ۲۳)۔ کہ ہم صحابہ کرام کا تذکرہ انتہائی محبت بھرے انداز سے کرتے

ہیں اوران کی محبت دین وایمان اوراحسان کی نشانی ہے اوران سے بغض ودشمنی کفرونفاق اورسرکشی کی علامت ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں وَاِعْتِقَادُ اَهْلِ السُّنَّةِ تَزْكِيَّةُ جَمِيْعِ الصَّحَابَةِ وَالثَّنَاءُ عَلَيْهِمْ كَمَا اَثْنَى اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى وَرَسُوْلُهُ عَلَيْهِمْ (قواعد العقائد،ص ۲۲۶، مسایرہ مع شرح مسامرہ،ص ۲۶۵)

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَعُلَمَاءُ السَّلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ اَهْلِ الْخَيْرِ وَالاَثَرِ وَاَهْلِ الْفِقْهِ وَالنَّظَرِ لَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّا بِالْجَمِيْلِ وَمَنْ ذَكَرَهُمْ بِسُوْءٍ فَهُوَ عَلٰى غَيْرِ السَّبِيْلِ (عقیدۃ الطحاویۃ)۔علماء سلف صالحین جو پہلے گزر چکے ہیں اورانکا اتباع کرنے اوران کے بعد آنے والے علم وفضل والے اورمحدثین اوراہل فقہ اورنظر وقیاس والے علماء سب کا ذکر سوائے نیکی کے درست نہیں ہے اورجو شخص ان برگزیدہ ہستیوں کو برا بھلا کہتا ہے وہ راہ راست پرنہیں ہے۔امام نجم الدین ابوحفص عمر نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نَكُفُّ عَنْ ذِكْرِ الصَّحَابَةِ اِلَّا بِخَيْرٍ (عقائد نسفی)۔ہم صحابہ کا ذکر بھلائی کے سوا نہ کریں۔

امام نورالدین احمد صابونی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَكُفَّ الرَّجُلُ لِسَانَهُ عَنْ جَمِيْعِ الصَّحَابَةِ وَلَا يُذْكَرُهُمْ اِلَّا بِالْجَمِيْلِ۔ اورسنت یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کو تمام صحابہ کو (لعن طعن کرنے سے) روک رکھے اوراچھائی کے سوا ان کا ذکر نہ کیا جائے (کتاب البدایہ من الکفایہ،ص ۱۰۲) قاضی ناصرالدین البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۶۸۵ھ) لکھتے ہیں يَجِبُ تَعْظِيْمُهُمْ وَالْكَفُّ عَنْ مَطَاعِنِهِمْ فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى اَثْنٰى عَلَيْهِمْ فِيْ مَوَاضِعَ كَثِيْرَةٍ (طوالع الانوار،ص ۲۴۶)۔صحابہ کی تعظیم واجب ہے اوران پر لعن طعن سے باز رہنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بہت سے مقامات میں ان کی تعریف کی ہے۔

نیز لکھتے ہیں يَجِبُ تَعْظِيْمُ الصَّحَابَةِ وَالْكَفُّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ عَنِ الطَّعْنِ فِيْهِمْ فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى مَدَحَهُمْ وَاَثْنٰى عَلَيْهِمْ وَرَضِيَ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (مصباح الارواح ص ۱۹۹)۔صحابہ کی تعظیم کرنا ضروری ہے اوران باتوں سے جو ان کے درمیان اختلاف ہوئے ان میں طعن کرنے سے باز رہنا واجب ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح اورتعریف فرمائی ہے۔اللہ ان سے راضی ہوا اوروہ اللہ سے راضی ہوئے۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَلَا يُذْكَرُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ بِسُوْءٍ وَلَا يَغْمِضُ عَلَيْهِ اَمْرٌ بَلْ تُذْكَرُ حَسَنَاتُهُمْ وَفَضَائِلُهُمْ وَحَمِيْدُ سِيَرِهِمْ وَيَسْكُتُ عَمَّا وَرَاءَ ذٰلِكَ كَمَا قَالَ ﷺ اِذَا ذُكِرَ اَصْحَابِيْ

فَاَمْسِكُوْا (الشفاء مع شرح، ج ۲،ص ۹۰)۔اورکسی کو برائی سے یاد نہ کیا جائے، کسی پر عیب نہ لگایا جائے بلکہ ان کی نیکیوں اورفضیلتوں اوراچھی عادات کو یاد کیا جائے اوران کے سواء اوراموار سے سکوت کیا جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو (انکی عیب جوئی کرنے اورطعن سے) چپ رہو۔اس حدیث کو طبرانی نے ذکر کیا اورابن اسامہ نے عبداللہ ابن مسعود سے روایت کیا (شرح شفاء لملا علی قاری، ج ۲،ص ۹۱)۔

قاضی عضدالدین عبدالرحمن شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں اَنَّهُ يَجِبُ تَعْظِيْمُ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ وَالْكَفُّ عَنِ الْقَدَحِ فِيْهِمْ لِاَنَّ اللهَ عَظَّمَهُمْ وَاَثْنٰى عَلَيْهِمْ فِيْ غَيْرِ مَوَاضِعِ مِّنْ كِتَابِهِ وَالرَّسُوْلُ قَدْ اَحَبَّهُمْ وَاَثْنٰى عَلَيْهِمْ فِيْ اَحَادِيْثَ كَثِيْرَةٍ (المواقف،ص ۴۱۳)۔

سب صحابہ کی تعظیم واجب ہے اوران کے بارہ میں جرح وقدح (طعن) کرنے سے رکنا واجب ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے کئی مقامات میں ان کی عظمت بیان فرمائی ہے اوران کی تعریف کی ہے۔اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے محبت کی اوران کی باکثرت احادیث میں تعریف فرمائی۔

علامہ سعدالدین تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۷۹۳ھ) تحریر فرماتے ہیں اِتَّفَقَ اَهْلُ الْحَقِّ عَلٰى وُجُوْبِ تَعْظِيْمِ الصَّحَابَةِ وَالْكَفُّ عَنِ الطَّعْنِ فِيْهِمْ (شرح مقاصد ۳،ص ۵۲۹)۔اہل حق نے اتفاق کیا ہے اس بات پر کہ صحابہ کی تعظیم واجب ہے اوران کی شان میں لعن طعن کرنے اوران پر تنقید کرنے سے باز رہنا ضروری ہے۔

علامہ عبداللہ بن ابوبکر داؤد حنبلی سجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۳۱۶ھ) لکھتے ہیں

وَقُلْ خَيْرَ قَوْلٍ فِي الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ ٭ وَلَا تَكُ طَعَّانًا تُعِيْبُ وَتَجْرَحُ

قَدْ نَطَقَ الْوَحْيُ الْمُبِيْنُ بِفَضْلِهِمْ ٭ فِي الْفَتْحِ آيَ لِلصَّحَابَةِ تُمْدَحُ

اورسب صحابہ کے بارہ میں اچھی بات کر، مت طعن کر عیب لگا اورنہ جرح کر۔ بیشک روشن وحی نے ان کی فضیلتیں سورہ فتح میں بیان کیں ہے اورسب صحابہ کی تعریف کی گئی ہے۔

یہی عقیدہ اہل سنت وجماعت ہے۔اللہ اس پر قائم ودائم رکھے۔امین۔

مشاجرات صحابہ سے سکوت کرنا لازمی ہے: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ اللّٰہَ اللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ (ترمذی کتاب المناقب)۔

تم اللہ سے ڈرو، تم اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے حق میں۔ تم اللہ سے ڈرو، تم اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے حق میں کہ میرے بعد انہیں ہرگز نشانہ نہ بنانا۔ اوران پر اعتراض نہ کرنا (بلکہ ان سے محبت کرنا اور تعظیم کرنا)۔ یعنی جو اختلافات اور نزاعات صحابہ کرام کے درمیان اجتھادی طور پر ہوئے ان کو بیان نہیں کرنا چاہئے۔ تاریخی روایات میں رطب و یابس پایا جاتا ہے۔ زیادہ تاریخی روایات جھوٹی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِیَّاکُمْ وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ (شرح الشفاء لملا علی قاری، ج ٢، ص ٨٩، مکتوبات دفتر ٢، مکتوب ٦٧)۔ بچو تم ان اختلافات اور جھگڑوں سے جو میرے صحابہ کے درمیان ہوئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِکُوْا (شرح شفاء، ج ٢، بحوالہ طبرانی) کہ جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو تم اپنی زبانوں کو روکو۔

علامہ سعدالدین مسعود تفتازانی فرماتے ہیں وَمَا وَقَعَ بَیْنَھُمْ مِنَ الْمُنَازَعَاتِ وَالْمُحَارَبَاتِ فَلَہٗ مَحَامِلُ وَ تَأْوِیْلَاتٌ فَسَبُّھُمْ وَالطَّعْنُ فِیْھِمْ اِنْ کَانَ مِمَّا یُخَالِفُ الْاَدِلَّۃَ الْقَطْعِیَّۃَ فَکُفْرٌ کَقَذْفِ عَائِشَۃَ وَاِلَّا فَبِدْعَۃٌ وَفِسْقٌ۔ اور جو محاربات اور جھگڑے ان کے درمیان ہوئے ان کے لئے محامل و تاویلات (شرح العقائد النسفیۃ ١٦٢، ١٦٣)

کیا صحابہ کرام پر تنقید کرنا جائز ہے: علامہ شہاب الدین الخفاجی مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ھٰذَا سَبَبُ مَا حَکَاہُ اِمَامُ الْحَرَمَیْنِ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنَ الْاِجْمَاعِ عَلٰی عَدَالَتِھِمْ کُلِّھِمْ صَغِیْرِھِمْ وَ کَبِیْرِھِمْ فَلَا یَجُوْزُ الْاِنْتِقَادُ عَلَیْھِمْ بِمَا صَدَرَ عَنْ بَعْضِھِمْ مِمَّا اَدّٰی اِلَیْہِ اِجْتِھَادُہٗ لِمَا اَوْجَبَ الْقَطْعَ فَاِنَّھُمْ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ (نسیم الریاض، ج ٤، ص ٥١٩)۔ صحابہ سب کے سب عادل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام حرمین (امام غزالی کے استاد) نقل فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ چھوٹے بڑے سب کے عادل ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔ اس لئے اپنے اجتہاد کی بناء پر بعض حضرات سے جو کام سرزد ہوئے ان کی وجہ سے ان پر تنقید کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے یقین کرنا کہ صحابہ کرام نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے افضل ہیں۔

قَالَ أَبُو زُرْعَۃِ الرَّازِیْ اِذَا رَأَیْتَ الرَّجُلَ یَنْتَقِصُ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، فَاعْلَمْ أَنَّہُ زِنْدِیْقٌ، وَذٰلِکَ أَنَّ الرَّسُوْلَ ﷺ حَقٌّ، وَالْقُرْآنَ حَقٌّ، وَمَا جَاءَ بِہٖ حَقٌّ، وَاِنَّمَا أَدّٰی اِلَیْنَا ذٰلِکَ کُلَّہُ الصَّحَابَۃُ، وَھٰؤُلَاءِ یُرِیْدُوْنَ أَنْ یَجْرَحُوْا شُھُوْدَنَا لِیُبْطِلُوا الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ، وَالْجَرْحُ بِھِمْ أَوْلٰی وَھُمْ زَنَادِقَۃٌ (المنھل اللطیف فی اصول الحدیث اشریف ص ٧ ١٣ علوم الحدیث ص ١٧٨)۔

ترجمہ: ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں: آپ جب کسی آدمی کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی کو برا بھلا کہتے دیکھیں تو آپ جان لیں کہ وہ بے دین ہے۔ یہ اس لیے کہ بے شک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے نزدیک سچے ہیں اور قرآن سچا ہے اور جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے وہ حق ہیں۔ قرآن اور سنتوں (احادیث) کو اصحاب رسول اللہ نے ہم تک پہنچایا ہے۔ وہ (صحابہ کو بُرا کہنے والے) چاہتے ہیں کہ ہمارے واسطوں (گواہوں) کو مجروح کردیں تا کہ کتاب اور سنت کو باطل کردیں۔ لہٰذا ان پر جرح کرنا زیادہ بہتر ہے اور وہ زنادقہ (بے دین) ہیں۔

علامہ عبدالعزیز پرھاروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

کار ایشاں را بسوئے حق گذار ☆ وزعتاب شان دھان را بستہ دار

ان کے اختلاف کا معاملہ اللہ کی سپرد کردے۔ اوران کو ملامت کرنے سے منہ بند رکھ۔

حب اہل بیت واصحاب نبی ☆ عین ایمان ست بشنوای اخی

اہل بیت اور نبی کے صحابہ کی محبت عین ایمان ہے۔ اے میرے بھائی تو کان لگا کرسن لے۔

مذھب شیعہ شنیع ست وقبیح ☆ خارجی خارج شد از دین ملیح

شیعہ کا مذھب برا ہے۔ خارجی مبارک دین سے خارج ہوگیا ہے۔

مذھب سنی کتاب وسنت ست ☆ جائے سنی درمیاں جنت است

سنی کا مذھب کتاب اور قرآن وحدیث ہے۔ سنی کی جگہ جنت کے درمیان ہے (ایمان کامل)

دیار حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم: مکہ معظمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی جگہ ہے، نزول

قرآن کا مقام ہے اور مدینہ منورہ نزول وحی اور آپ کی دائمی آرام گاہ ہے۔ دونوں شہر آپ کے ہیں۔

ہر دو جائے تست یا بر رالدجی

دونوں جگہیں آپ کی ہیں، اے تاریک رات کے ماہتاب

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ ہر وہ چیز جس کے ساتھ آپ کا تعلق رہا ہے اس کی تعظیم کرے اور حرمین شریفین کے ہر ذرہ سے محبت کرے۔

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ جہاں سید المرسلین ﷺ نے قیام فرمایا اور اسے اپنا ٹھکانہ بنایا، جہاں سے نبوت کے چشمے پھوٹے اور جہاں کثرت سے فیض جاری ہوا، جن مکانات میں نبوت لپٹی گئی اور وہ زمین پہلی زمین ہے جسے حضرت محمد ﷺ کے جسم اطہر نے مس کیا، یہ تو زمین ایسی ہی ہے کہ میدانوں کی تعظیم کی جائے، اس کی خوشبوؤں کو اپنی روح میں رچایا جائے، اس کے مکانوں اور دیواروں کو بوسہ دیا جائے (الشفاء)

ذوقیہ اشعار: کیونکہ یہ محبوب کائنات ﷺ کا دیار ہے اور کوئے محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ دیار مصطفی ﷺ کے شوق میں فرماتے ہیں

يَا دَارَ خَيْرِ الْمُرْسَلِيْنَ وَمَنْ بِهٖ   هُدِيَ الْاَنَامُ وَخُصَّ بِالْاٰيَاتِ

اے سردار انبیاء کے وطن اور وہ جگہ جس کے باعث لوگوں کو ہدایت ملی اور معجزات ظاہر ہوئے

عِنْدِيْ لِاَجْلِكَ لَوْعَةٌ وَصَبَابَةٌ   وَتَشَوُّقٌ مُتَوَقِّدُ الْجَمَرَاتِ

میرے اندر تیرے سبب سوزش اور عشق ہے اور ایسا شوق ہے کہ اس سے انگارے سلگ جائیں

وَعَلَيَّ عَهْدٌ اِنْ مَلَأْتُ مَحَاجِرِيْ   مِنْ تِلْكُمُ الْجُدْرَاتِ وَالْعَرَصَاتِ

میں نے عہد کر رکھا ہے کہ میں اپنی آنکھوں کو تیری دیواروں اور میدانوں کے نظاروں سے بھرلونگا

لَاُعَفِّرَنَّ مَصُوْنَ شَيْبِيْ بَيْنَهَا   مِنْ كَثْرَةِ التَّقْبِيْلِ وَالرَّشَفَاتِ

البتہ میں غبار آلود کولوں گا اپنی سفید داڑھی کو اس زمین کی عمارتوں کو کثرت سے چوم چوم کر اور چوس چوس کر

لَوْلَا الْعَوَادِيْ وَالْاَعَادِيْ زُرْتُهَا   اَبَدًا وَلَوْ سَحْبًا عَلَى الْوَجَنَاتِ

اگر رکاوٹیں اور دشمن نہ ہوتے تو ہمیشہ اس کی زیارت کرتا خواہ میرے رخسار ذلیل ہی کیوں نہ ہوتے

لٰكِنْ سَاُهْدِيْ مِنْ حَفِيْلِ تَحِيَّتِيْ   لِقَطِيْنِ تِلْكَ الدَّارِ وَالْحُجُرَاتِ

لیکن میں عنقریب اپنے کثیر سلام کا نذرانہ بطور تحفہ ان گھروں اور ہجروں کے رہنے والوں کی خدمت میں بھیجونگا

اَزْكٰى مِنَ الْمِسْكِ الْمُفَتَّقِ نَفْحَةً   تَغْشَاهُ بِالْاٰصَالِ وَالْبُكُرَاتِ

جو مشک سے زیادہ پاک ہے اور جسکی خوشبو کی لپٹیں اسے صبح وشام ڈھانکے رکھتی ہیں

وَتَخُصُّهٗ بِزَوَاكِي الصَّلَوَاتِ   وَنَوَامِي التَّسْلِيْمِ وَالْبَرَكَاتِ

اور اسے پاکیزہ درودوں اور بڑھنے والے سلاموا اور برکتوں سے خاص کئے رہتی ہیں

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ج ۲، ص ۵۹)

دیار حبیب کی قسم: اللہ تعالیٰ دیار حبیب کریم کی قسم فرماتا ہے لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (سورہ بلد)، ترجمہ: میں اس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں اس لیے کہ آپ ﷺ اس شہر میں رہتے ہیں۔ مجنون کہتا ہے

اَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِا شَغَفْنَ قَلْبِيْ   اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَا وَذَا الْجِدَارَا

میں لیلیٰ کے گھر کے پاس سے گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِا شَغَفْنَ قَلْبِيْ   وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

اور کوئی ایسی بات نہیں کہ ان گھروں کی محبت میرے جی میں گھر کرگئی ہو بلکہ یہ اس کی محبت ہے جو ان گھروں میں رہتا ہے (نسیم الریاض، ج ۴، ص ۵۳۲)

صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم اور اس کی تاکید: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورہ احزاب ۵۶)۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی رحمت پر۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام عرض کرو۔

اس آیت میں دو خبریں ہیں (۱) اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق اپنے نبی ﷺ پر درود بھیجتا ہے اور اپنے نبی کی تعریف وتوصیف فرماتا ہے (۲) اللہ کے فرشتے بھی نبی ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور

جاری رہے گا۔اوراس آیت میں دوامر ہیں (۱) صَلُّوْا عَلَيْهِ ان پر درود بھیجو (۲) وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اورخوب تم ان پر سلام بھیجو۔

صلوٰۃ کا معنی: صلوۃ کے معنی رحمت، دعا، نماز، مدح وثنا اور تعظیم وتکریم کے ہیں۔اور یہاں زیادہ مناسب مدح وثنا اور تعظیم وتکریم ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (بیشک اللہ اوراس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر)۔ اس کے ماتحت علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری لکھتے ہیں يُعَظِّمُوْنَ النَّبِيَّ كُلَّ بِمَا يُنَاسِبُ مِنْ انواع التَّعْظِيْمِ وَاَصْنَافِ التَّكْرِيْمِ (شرح شفاء، ج۱ص۵۷)۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر قسموں تعظیم وتکریم کرتے ہیں، ان صفتوں (کاموں) کے ساتھ جوان کی شان کے لائق ہے، ای يُعَظِّمُوْنَ بِالثناء عليه (شرح شفاء، ج۲،ص ۱۰۵)۔اللہ اوراس کے فرشتے تعریف وثناء کی صورت میں تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمۃ النہایہ کے حوالہ سے صلوۃ کا معنی بیان فرماتے ہیں اَیْ عَظِّمْهُ فِي الدُّنْيَا بِاِعْلَاءِ ذِكْرِهٖ وَاِظْهَار دَعْوَتِهٖ وَابْقَاءِ شَرِيْعَتِهٖ وَفِي الْآخِرَةِ تَشْفِيْعِهٖ فِيْ اُمَّتِهٖ وَتَضْعِيْفِ اَجْرِهٖ وَمَثُوْبَتِهٖ (مرقاۃ، ج ۳،ص ۶)

اے اللہ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو بڑھا کر ذکر کو بلند فرما اس کے دین کو غلبہ عطا کرنے اوران کی شریعت کو باقی رکھنے سے اس دنیا میں اور آخرت میں ان کی امت کے حق میں شفاعت کے ساتھ اوران کے ثواب واجر کو زیادہ کر۔

فضائل درود وسلام: حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (مسلم)۔جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنی سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا (مسلم) کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہ اس کے بدلہ میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ صَلَّ عَلَيَّ صَلٰوةً وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ عَشْرُ صَلَوٰتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ (نسائی) کہ جو بندہ مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اوراس کے دس درجے بلند کئے جائیں گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرَهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً (ترمذی) کہ قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن تشریف لائے اورخوشی آپ کے چہرہ انور پر نمایاں تھی۔فرمایا میرے پاس حضرت جبریل آئے اور کہا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر راضی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی امتی آپ پر ایک بار درود پڑھے مگر میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں۔اورآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی امتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بار سلام نہ بھیجے مگر اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں۔معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ درود پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔اوراسی طرح ایک مرتبہ سلام عرض کرنے والے پر دس مرتبہ سلامتی نازل ہوتی ہے۔نیز درود وسلام دونوں کا ورد کرنا چاہیے (مشکوۃ بحوالہ،نسائی دارمی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں تو کتنا ورد مقرر کروں۔فرمایا جتنا چاہو۔میں نے کہا چہارم (چوتھا حصہ)؟ فرمایا جتنا چاہو لیکن اگر درود بڑھا دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔میں نے کہا دو تہائی؟ فرمایا جتنا چاہو لیکن اگر درود بڑھا دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔میں نے کہا میں سارا وقت درود ہی پڑھوں گا۔آپ نے فرمایا اِذًا تَكْفِيْ هَمُّكَ وَيُكَفِّرُ لَكَ ذَنْبُكَ (مشکوۃ بحوالہ ترمذی) کہ تب تو تمہارے غموں کو کافی ہوگا اور تمہارے گناہ مٹ جائیں گے۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم سارا وقت مجھ پر درود شریف میں صرف کرو گے تو تمہارے لئے کفآیت ہوگا۔اور تمہارے سب ظاہری باطنی اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے (اشعۃ)۔حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ایک میرا وقت متعین ہے جس میں میں اپنے لئے دعا مانگتا ہوں پس اس وقت سے کتنا وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے میں صرف کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کوئی حد متعین نہ فرمائی تاکہ زیادتی کا دروازہ بند نہ ہو جائے (قول البدیع)

درود نہ بھیجنے کی مذمت: جس طرح درود پڑھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اسی طرح درود نہ بھیجنے والے کے حق میں بڑی مذمت اور وعید آئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ۔ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قبل اَنْ يُّغْفَرَلَهُ۔ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهُ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ (مشکوۃ بحوالہ ترمذی)۔ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو (ذلیل وخوار و ہلاک ہو) جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کو رمضان کا مہینہ نصیب ہو پھر اس کی بخشش سے پہلے گذر جائے اور اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے اس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک بڑھاپا پائے اور وہ اسے جنت میں نہ پہنچائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اَلْبَخِيْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ۔ بڑا کنجوس وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا (ترمذی)۔ بخیل صرف وہی نہیں ہوتا جو راہ خدا میں مال خرچ نہ کرے بلکہ وہ سب سے بڑا بخیل جو رسول اللہ کا نام سن لینے کے باوجود آپ پر درود نہ پڑھے۔

دعا بغیر درود کے قبول نہیں ہوتی: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اِنَّ الدُّعَاءَ موقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى يصَلّٰى عَلٰى نَبِيِّكَ (رواہ الترمذی) کہ بندے کی دعا آسمان اور زمین کے درمیان رہتی ہے۔ اس سے اوپر کوئی چیز نہیں چڑھتی حتی کہ تم اپنے نبی پر درود بھیجو۔ یعنی وہ دعا قبول ہوجاتی ہے جس کے اول آخر درود شریف پڑھا جائے۔ گو یا دعا کی قبولیت کے لئے درود وسیلہ ہے۔

مور مسکیں ھوائے داشت کی بکعبہ رسد	☆	دست پائے کبوتر زد نا گاہ رسد

مسکیں چیونٹی کو کعبہ پہنچنے کی آرزو تھی۔ اس نے ہاتھ پاؤں کبوتر سے چمٹائے اور آنا فانا کعبے پہنچ گئی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

السلام اے سرور عالی جناب	☆	السلام اے شافع یوم الحساب

السلام اے مقتدائے مرسلین	☆	السلام اے رحمۃ اللعالمین
السلام اے ذکر تو ایمان من	☆	السلام ذکر تو درمان من
السلام اے دستگیرے بے کساں	☆	السلام اے چارہ دردنہاں
ہر دم از ما صد درود صد سلام	☆	بر رسول وآل وصحابش تمام
چہ وصفت کند سعدی ناتمام	☆	علیک الصلوۃ اے نبی والسلام

زیارت مدینۃ المنورہ: مدینہ منورہ آپ کا محبوب شہر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سفر سے آتے اور مدینہ پاک کی دیوروں کو دیکھتے تو اپنی سواروں کو تیز فرمادیتے۔ اگر گھوڑے پر ہوتے تو اسے ایڑی لگاتے اس (مدینہ) کی محبت کی وجہ سے (بخاری)

احد سے محبت: پھر آپ ﷺ مدینہ میں دن کو معرس راستہ سے داخل ہوئے (حجۃ الوداع، ص ۴۹)۔ تو جب احد پہاڑ آپ ﷺ کے لئے نمودار ہوا تو فرمایا هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ۔ یہ وہ پہاڑ ہے کہ وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ ارشاد حجۃ الوداع سے واپسی پر فرمایا تھا بعض کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر فرمایا تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

سر حب ازلی در ہمہ اشیا جاریست	ورنہ برگل کے بلبل مسکین فریاد

ازلی محبت کا راز تمام چیزوں میں جاری ہے ورنہ پھول پر بلبل مسکین کب فریاد کرتی (پھولوں سے کب محبت ہوتی) اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ احد پہاڑ سے محبت فرماتے ہیں

مدینہ میں مرنے کی فضیلت: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مدینہ میں مرسکے وہ وہاں ہی مرے کیونکہ میں مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت کروں گی (ترمذی)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے تھے کہ مولیٰ مجھے اپنے محبوب کے شہر میں شہادت کی موت دے۔ آپ کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ سبحان اللہ فجر کی نماز مسجد نبوی محراب النبی مصلی نبی وہاں شہادت (ہوئی) (مراۃ، ج ۴، ص ۲۲۲)۔

حج سے قبل یا حج کے بعد بارگاہ رسالت میں حاضری دینا حج کی روح وجان ہے۔ اس حاضری میں جو لطف حاصل ہوتا ہے وہ

اہل محبت ہی جانتے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام روحاء پہنچے۔ یہ مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے دوسری منزل ہے۔ تو سواروں کی ایک جماعت سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان کو سلام کیا۔ پھر ایک عورت نے اپنی گود سے اپنا بچہ نکالا اور عرض کیا کہ اس کا بھی حج ہو سکتا ہے۔ فرمایا ہاں اور ثواب تجھ کو ہوگا (مسلم)

حج کے مسائل اور مدینہ منورہ کی حاضری کے آداب کا ذکر راقم نے کتاب الحج میں تفصیلاً کیا ہے اس لئے یہاں صرف حصول برکت کی خاطر روضہ انور کی زیارت کا طریقہ تحریر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف اور معاونین سب کو اجر عظیم عطا فرمائے اور سب کے لئے کتب دینیہ کو صدقہ جاریہ بنائے اور سب کو حرمین شریفین کی بار بار حاضری نصیب فرمائے۔ آمین۔

وسعت کے باوجود حاضری نہ دینے پر وعید: چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ وَجَدَ سَعَةً وَّلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِيْ (نور الایضاح، ص ۱۸۶) کہ جس نے وسعت پائی اور اس نے میری قبر کی زیارت نہ کی بلاشبہ اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

ابن عدی نے سند کے ساتھ روایت کی ہے مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِيْ کہ جس نے خانہ کعبہ کا حج کیا اور (طاقت کے باوجود) میری (قبر) کی زیارت نہ کی تو بے شک اس نے ظلم کیا (شفاء السقام، ص ۲۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے مَنْ زَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ فَكَاَنَّمَا زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ وَمَنْ لَّمْ يَزُرْ قَبْرِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ (شرح شفا از ملا علی قاری، شفاء السقام، ص ۲۳)

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی میرے وصال کے بعد گویا کہ میری زیارت کی میری زندگی میں۔ اور جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی بے شک اس نے جفا کی۔

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں وَقَدِ اُسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى وُجُوْبِ الزِّيَارَةِ بَعْدَ الْاِسْتِطَاعَةِ (شرح ملا قاری)۔ اور تحقیق دلیل پکڑی گئی ہے اس حدیث سے استطاعت کے بعد زیارت کے واجب ہونے پر۔

تو پھر حالت وسعت میں زیارت کیلئے قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہ جانا جفا (ظلم) نہیں تو اور کیا ہے۔ یا یہ کہنا کہ وہاں جانا کوئی

ضروری نہیں، وہاں جانے کا کیا فائدہ ہے تو یہ کس قدر بدنصیبی اور شقاوت قلبی کی دلیل ہے۔ حج کرنا عبادت ہے مگر عبادت کی جان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے۔ حج ایک حرف ہے اور اس کے معانی قبر شریف کی زیارت ہے۔ حج ایک جسم ہے مگر اس کی روح مدینہ منورہ کی حاضری ہے۔ جو حاجی حج تو کرے مگر طاقت کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہ کرے یہ بہت بڑی بدنصیبی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ ہاں یہ حج کا رکن نہیں ہے مگر حقوق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک حق ہے۔

ابن تیمیہ کا زیارت قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر سفر کرنے سے منع کرنا اور حرام قرار دینا بہت بری بدعت ہے اور دل خراش انتہائی تکلیف دے بات ہے۔ چنانچہ حافظ احمد بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں وَهِيَ مِنْ اَبْشَعِ الْمَسَائِلِ الْمَنْقُوْلَةِ عَنِ ابْنِ تَيْمِيَةَ (فتح الباری، ج ۴، ص ۸۵ مطبوعہ دار الکتب علمیہ)۔ اور یہ مسئلہ ابن تیمیہ سے منقول شدہ مسائل میں سے سینہ کو جلا دینے والا بدبودار ہے۔ جس طرح ابن تیمیہ کا کلام شنیع وقبیح ہے اسی طرح ابن القیم کا کلام اغاثۃ الھفان میں اور ابن الھادی کا کلام الصارم المبکی میں زیادہ شنیع وقبیح اور دلوں کو زخمی کرنیوالا ہے۔ امام سبکی کا کلام دلوں کیلئے شفاء بخش ہے (شواھد الحق) کہ یہ کتنی بری بات ہے کہ جس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں ان کی قبر شریف کی زیارت کے سفر کو حرام قرار دیتے ہیں۔ امام محمد بن یوسف صالحی شامی (متوفی ۹۴۲ھ) ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں فَاِنَّهٗ قَدْ اَتٰى فِيْ ذٰلِكَ بِشَيْئٍ مُّنْكَرٍ لَا تَغْسِلُهُ الْبِحَارُ (سبل الھدیٰ والرشاد، ج ۱۲، ص ۳۸۴) کہ بیشک ابن تیمیہ نے زیارت قبر شریف کے بارے میں ایسی ناپسندیدہ بات لکھی ہے جس کو سمندر بھی نہیں دھو سکتے۔

علامہ علی قاری نے اسی بنا پر ابن تیمیہ کی تکفیر کو درست قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں وَقَدْ فَرَطَ ابْنُ تَيْمِيَةَ مِنَ الْحَنَابِلَةِ حَيْثُ حَرَّمَ السَّفَرَ لِزِيَارَةِ النَّبِيِّ ﷺ كَمَا اَفْرَطَ غَيْرُهٗ حَيْثُ قَالَ كَوْنُ الزِّيَارَةِ قُرْبَةٌ مَعْلُوْمَةٌ وَجَاحِدُهٗ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ بِالْكُفْرِ وَلَعَلَّ الثَّانِيْ اَقْرَبُ الصَّوَابِ لِاَنَّ التَّحْرِيْمَ مَا اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ فِيْهِ بِالْاِسْتِحْبَابِ يَكُوْنُ كُفْرًا لِاَنَّهٗ فَوْقَ تَحْرِيْمِ الْمُبَاحِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ فِيْ هٰذَا الْبَابِ (شرح الشفاء، ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار الکتب علمیہ)

ترجمہ: اور ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں کوتاہی کی ہے کیونکہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ اس مسئلہ میں بعض لوگوں نے افراط کیا ہے (حد سے گزر گئے) کیونکہ انہوں نے کہا کے زیارت کا عبادت

ہونا ضروریات دینیہ سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے اور یہ دوسرا قول (ابن تیمیہ کی تکفیر کا) صحت وصواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت (جائز) پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب (مستحب ہونے) پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بطریق اولی کفر ہوگا۔

خیال رہے کہ ابن تیمیہ زیارت قبر نبی کریم ﷺ کا منکر نہیں ہے اور نہ صلوۃ سلام عرض کرنے کا انکاری ہے۔ صرف اس کے نزدیک زیارت قبر نبی کریم ﷺ کے لئے سفر کرنا حرام ہے یعنی زیارت کے لئے سفر کرنا حرام ہے۔ زیارت کرنا سلام عرض کرنا حرام نہیں ہے۔ اگر زیارت کرنا اور سلام عرض کرنا جائز ہے تو سفر کیوں حرام ہے حرمت کا استدلال درست نہیں ہے۔

سفر زیارت: قبر نبی ﷺ سے منع کرنیوالے اور حرام کہنے والے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو کہ درست نہیں ہے۔ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ وَ مَسْجِدِ الْاَقْصیٰ (بخاری کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ)۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین مسجدوں کے سوا کی طرف کجاوہ نہ باندھا جائے (سفر نہ کیا جائے): مسجد حرام مسجد رسول ﷺ اور مسجد اقصی (بیت المقدس)

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْمَسْجِدِ الْاَقصی وَ مَسْجِدِی ھٰذَا (متفق علیہ، مشکوۃ)

اس حدیث کا مطلب ہے کہ تین مساجد کے سوا دنیا کی تمام مسجدیں فضیلت کے اعتبار سے برابر ہیں۔ لہٰذا حصول ثواب کے لیے ان تین مساجد کے سوا دنیا کی کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے سفر نہ کرے۔ اس تشریح سے معلوم ہو گیا کہ یہاں استثناء متصل ہے یعنی مستثنی منہ مسجد ہے یعنی عبارت یہ ہوگی لا تشد الرحال الی مسجد الا ثلثة مساجد۔ لا تشد الرحال نفی کا صیغہ نھی کے معنی میں ہے۔ نہ کجاوہ باندھے جائیں کسی مسجد کی طرف مگر تین مسجد کی طرف۔ اس میں مستثنی منہ خاص ہے عام نہیں۔ معلوم ہوا یہ استدلال درست نہیں ہے۔ جب استدلال درست نہیں تو حرمت کیسے ثابت ہو گی۔ نیز شارحین میں سے کسی نے بھی زیارت قبر شریف کے سفر کو اس حدیث کے پیش نظر حرام نہیں کہا۔ نیز یہ جمہور کا عقیدہ ہے اور مذکورہ حدیث سے ممانعت کا تعلق اس خاص سفر زیارت سے نہیں ہے۔ نیز مسجد قبا کی طرف جانے کی بھی ترغیب دی

گئی ہے۔ اس لئے جن مساجد کی طرف سفر کرنے کی اجازت ہے وہ تین نہیں بلکہ وہ چار ہیں (واللہ اعلم)

سفر زیارت کے منکر حج اور عمرہ کی کتابوں میں لکھتے ہیں اور تقریروں میں کہتے ہیں کہ زیارت قبر نبی کریم ﷺ کی نیت سے نہ کریں صرف مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کریں۔ مگر اعلانیہ طور پر جبراً لوگوں کو سفر زیارت سے روک نہیں سکتے۔ علامہ عبدالحی لکھنوی منکرین زیارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور ان کا یہ کہہ دینا کہ زیارت کے متعلق جس قدر حدیث مروی ہے سب ضعیف یا موضوع ہیں باطل ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ زیارت قبر نبی کریم ﷺ کی نیت سے سفر جانب مسجد نبوی مراد ہے لا اصل ہے (مجموعۃ الفتاوی، ج ۳، ص ۲۶۳)

شاہ ولی اللہ دہلوی المصفی شرح المؤطا میں لکھتے ہیں سنت است زیارت قبر شریف آنحضرت ﷺ بعد از فراغ حج باتفاق اہل علم (المصطفیٰ، ج ۱، ص ۳۳۹)۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں سُنَّۃُ الصَّحَابَۃِ وَمَنْ تَبِعَھُمْ مِنَ الْاُمَّۃِ (شرح مسند امام ابوحنیفہ، ص ۲۰۱)

موطا امام محمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کَانَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَوْ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ جَاءَ قَبْرَ النَّبِیِّ ﷺ فَصَلّٰی عَلَیْہِ وَدَعَا ثُمَّ انْصَرَفَ (ص ۳۹۵)۔

ترجمہ: کہ جب سفر کا ارادہ کرتے یا سفر سے واپس آتے تو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے قریب درود پڑھتے اور دعا کرتے، پھر واپس ہوتے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مدینہ منورہ آئے تو اس سے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کو حاضر ہونا چاہئے اور اسی طرح کرنا چاہئے۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر کرنا سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ہے۔ علامہ محمد عبدالحیؒ لکھنوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں اِتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ زِیَارَۃَ قَبْرِہٖ ﷺ مِنْ اَعْظَمِ الْقُرُبَاتِ وَاَفْضَلِ الْمَشْرُوْعَاتِ وَمَنْ نَازَعَ فِیْ مَشْرُوْعِیَّتِہٖ فَقَدْ ضَلَّ وَاَضَلَّ (التعلیق الممجد، ص ۳۹۶)۔ علماء نے اتفاق کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت نیکیوں میں سے سب سے بڑی نیکی اور سب جائز کاموں میں سے افضل کام ہے اور جس نے زیارت قبر شریف کے جائز ہونے میں جھگڑا کیا (منع کیا) تو بیشک وہ خود گمراہ ہوا اور اس نے دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا ہے۔ امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ صرف قبر نبی کریم ﷺ کی (زیارت کی) نیت کی جائے اور مدینہ منورہ پہنچ کر مسجد شریف کی بھی زیارت کرے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس پر کرم کیا تو دوسری مرتبہ دونوں قبر مکرم کی زیارت اور مسجد نبوی کی نیت ایک ساتھ کرے کیونکہ ایسا کرنے میں آپ

(رسول اللہ ﷺ) کے اجلال اور آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے (فتح القدیر)۔ اس سے ان حضرات کے اس قول کی قباحت ظاہر ہوتی ہے۔

علامہ علی قاری فرماتے ہیں قَالَ الْعُلَمَاءُ يَسْتَحِبُّ لِزَائِرٍ اَنْ يَنْوِيَ مَعَ زِيَارَتِهٖ ﷺ التَقرّب بِشَدِّ الرَّحْلِ اِلٰى مَسْجِدِهٖ ﷺ وَالصَّلَاةِ وَالْاِعْتِكَافِ فَاِنَّهُ اَحَدُ الْمَسَاجِدِ الثَّلَاثَةِ الَّتِي تُشَدُّ اِلَيْهَا الرِحَالُ (الدرۃ المضیۃ، ص ۴۷)

حافظ ابن حجر فتح الباری شرح البخاری میں زیارت روضۃ رسول ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں فَاِنَّهَا مِنْ اَفْضَلِ الْاَعْمَالِ وَ اَجَلُ الْقُرُبَاتِ الْمَوصلةِ اِلٰى ذِي الْجَلَالِ وَ ان شرعيتها محل الاجماع بلا نزاع (فتح الباری، ج ۴، ص ۸۵، ارشاد الساری، ج ۳، ص ۲۴۳)

ترجمہ: روضہ رسول ﷺ کی زیارت بہترین اعمال میں سے ہے اور اللہ تک پہنچانے والی بڑی نیکیوں میں سے ہے اور اس کی مشروعیت (جائز ہونے) پر اجماع ہے (اس میں کوئی نزاع نہیں)۔

معلوم ہوا کہ یہ استدلال درست نہیں ہے۔ جب استدلال نہیں تو پھر سفر زیارت کی حرمت کیسے ثابت ہوتی ہے۔

علامہ نورالدین ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں وَمِنْ اَعْظَمِ فَوَائِدِ الزِّيَارَةِ اَنَّ زَائِرَهٗ ﷺ اِذَا صَلّٰى اَوْ سَلَّمَ عِنْدَ قَبْرِهٖ سَمِعَهٗ سِمَاعًا حَقِيْقِيًّا وَرَدَّ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ وَنَاهِيْكَ بِذَالِكَ (الدرۃ المضیۃ، ص ۲۸). نیز کسی نے کیا خوب کہا ہے

بہر سلام مکن رنجہ در جواب ان لب — کہ صد سلام مرا بس یکے جواب تو

مسجد نبوی کی زیارت: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کجاوے نہ باندھے جائیں (سفر نہ کیا جائے) مگر تین مسجدوں کی طرف ایک میری یہ مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) (مسلم)۔ کیونکہ ان کے سوا ساری مسجدیں برابر ہیں۔ اس میں کسی اور سفر کی ممانعت نہیں ہے۔ صحیح احادیث کی روشنی میں مسجد حرام کے سوا مسجد نبوی میں ایک نماز دیگر مساجد کی نسبت ایک ہزار نماز سے افضل ہے (بخاری کتاب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ حدیث: ۱۱۹) حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا ما بين بيتي و منبري روضة من رياض الجنة کہ میرے گھر اور منبر کے درمیان ایک چمن (باغ) ہے جنت کے چمنوں میں ہے (مسلم)

قبر شریف کی زیارت: حقوق مصطفیٰ ﷺ میں سے ایک حق قبر شریف کی زیارت ہے جس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (سورہ نساء: ۶۴) ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جس وقت کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں آپ کے پاس آتے ہیں اور خدا سے بخشش مانگتے ہیں اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتے ہیں تو وہ اللہ کو معاف کرنے والا مہربان پائیں۔

زیارت روضہ مصطفیٰ کریم ﷺ کے سلسلہ میں متعدد روایات مذکور ہیں گو ان پر بعض ائمہ حدیث نے جرح وقدح کی ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ قبر مبارک کی زیارت سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ جمہور ائمہ اس بات کے قائل ہیں کہ حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت مسنون ہے وَصَرَّحَ بَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ بِاَنَّ الْمَشْيَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ اَفْضَلُ مِنَ الْكَعْبَةِ وَبَيْتِ الْمَقْدِسِ (لباب المناسک ۲۹۸)۔ اور زیارت کرنیوالے کے لئے نبی کریم ﷺ روز قیامت شفاعت فرمائیں گے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ (وفاء الوفا)۔ ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لے میری شفاعت واجب ہوگی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ (مشکوۃ ۲۴۱)۔ ترجمہ: جس آدمی نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت سے مشرف ہوا وہ اس ادمی کی طرح ہے جس نے میری زندگی میں زیارت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ زَارَنِيْ فِي الْمَدِيْنَةِ مُحْتَسِبًا كَانَ فِيْ جِوَارِيْ وَ كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (نسیم الریاض)

ترجمہ: اور جو شخص مدینہ منورہ میں میری قبر کی زیارت کیلئے آئے نیت خالص ثواب حاصل کرنے کی ہو تو وہ قیامت کے

دن میرے پڑوس میں ہوگا اور قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔ ان کے علاوہ کی متعدد حدیثیں شفاء السقام وفاء الوفا وغیرہ میں ہیں۔

فتاوٰی عالمگیری کتاب المناسک میں لکھا ہے کہ ہمارے مشائخ کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت مندوب میں سے افضل ہے۔ مناسک فارسی اور شرح مختار میں ہے کہ جس شخص کو استطاعت ہو اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت واجب کے قریب ہے۔ اگر کسی شخص پر حج فرض ہو تو احسن یہ ہے کہ پہلے حج کرے اور پھر ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کرے اور اگر کسی شخص کا حج نفل ہو تو اسے اختیار ہے کہ وہ پہلے حج کرے یا پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کرے۔

جب کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے تو اسے چاہیئے کہ ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد (نبوی) کی زیارت کی بھی نیت کرے۔ اس لئے کہ یہ مسجد ان تینوں میں سے ایک مسجد ہے جس کی طرف سامان باندھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ (مسجدوں کی زیارت کیلئے) تین مسجدوں کی طرف ہی سامان سفر باندھا جائے۔ ان میں سے ایک مسجد حرام، دوسری میری (مسجد نبوی) اور تیسری مسجد اقصی (فتاوی عالمگیریہ ھندیہ) امام کمال الدین محمد بن ھمام (متوفی ۸۶۱ھ) صاحب الفتح القدیر نے فرمایا کہ میرے نزدیک اولٰی یہ ہے کہ صرف زیارت قبر شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی نیت کرے۔ جب وہاں آ گیا تو زیارت مسجد بھی حاصل ہو جائے گی یا پھر اللہ تعالٰی اپنے فضل سے دوسری مرتبہ وہاں جانے کی توفیق دے تو اس مرتبہ زیارت مسجد کی نیت کرے اور یہ اس واسطے کہ صرف زیارت قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیت کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور اجلال زیادہ ہے (نشاط الارواح)

شیخ احمد قسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت قرب الٰہی کا بہترین وعظیم ذریعہ ہے۔ عمدہ ترین اور اعلٰی درجات تک پہنچنے کا نہایت اچھا راستہ ہے۔ جس کا اعتقاد اس سے مختلف ہو وہ دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے اور اللہ ورسول کریم اور جلیل القدر علما کی صریح مخالفت کا مرتکب ہوتا ہے (مواھب لدنیہ، ج ۳، ص ۴۰۳)

زیارت قبر شریف حقوق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہے یعنی وہ حقوق المصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی آدائیگی امت پر ضروری ہے۔ ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک حق یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کی جائے اور وہاں جا کر آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ وسلام عرض کیا جائے اور ان جگہوں کی زیارت وتعظیم کی جائے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے پھرتے تھے یا قیام فرماتے تھے۔ ایسا کرنا گویا کہ آپ کے ایک حق کا ادا کرنا ہے۔ اس لئے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے قبر شریف کی زیارت وتعظیم اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے کا مسئلہ حقوق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بحث میں لکھا ہے (دیکھئے الشفاء حصہ ۲) حدیث شریف میں ہے مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ (الدر المنشور، ج ۱، ص ۴۲۵) ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یُّسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ (مشکوۃ وفا الوفا شفاء السقام نسیم الریاض جذب القلوب وغیرہ) کہ مجھ پر کوئی سلام نہیں بھیجتا مگر مجھ پر میری روح (توجہ) کو اللہ لوٹاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے مَنْ جَآءَنِیْ زَائِرًا لَا تَنْزَعُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ كَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَكُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ (شفاء السقام ۱۴ سبل الھدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۱۲، ص ۳۷۹)۔ جو میری زیارت کے لئے آئے اور اس کو اور کوئی حاجت نہ لائی تو مجھ پر فرض ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِیْ هٰذَا (مشکوۃ)۔ کجاوے نہ کسے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے) مگر تین مسجدوں کی طرف، مسجد اقصی اور میری اس مسجد کی طرف یعنی حصول ثواب کی زیادتی کے لئے صرف ان تین مسجدوں کی طرف سفر کرنا چاہیے کیونکہ ان میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے اور باقی دنیا کی تمام مسجدیں برابر و یکساں ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف بڑے اہتمام ومشقت کے ساتھ سفر نہ کیا جائے۔ اس حدیث میں عام دنیا کی مساجد کی طرف زیادتی ثواب کی خاطر سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے نہ کہ دوسرے مقاصد کے لئے سفروں سے روکا ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِیْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامِ (بخاری)۔ مسجد حرام کے علاوہ میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا (دوسری) مسجدوں میں ہزار نماز پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنَ الرِّیَاضِ الْجَنَّةِ

مِنۡبَرِیۡ عَلٰی حَوۡضِیۡ (فتح المبدی، ج ۲ ص ۱۹)۔ترجمہ: میرے گھر اور میرے منبر کی درمیانی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ بعینہ اس منبر کو حوض پر لوٹا دے گا اور اس کو بلند جگہ پر رکھ دے گا۔دوسرا معنی یہ ہے کہ حوض پر بھی نبی ﷺ کا ایک منبر ہوگا (نعمۃ الباری، ج ۳، ص ۱۴۱۳) کہا گیا ہے کہ آپ کا منبر اسی حالت پر لوٹا دیا جائے گا تو پھر حوض پر رکھا جائے گا (مرقاۃ، ج ۲، ص ۶۷۳) ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے۔**منبری علی ترعۃ من ترع الجنۃ** کہ میرا منبر جنت سے آنے والے پانی کے راستوں میں سے ایک راستے پر واقع ہے (الشفاء)۔اور جنت کا پانی میرے منبر کے پائیہ کے نیچے آتا ہے۔روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے منبر پر تشریف فرما ہوکر فرمایا کہ میرا قدم جنت کی طرف سے آنے والے پانی کے راستوں میں سے ایک راستے پر ہے۔ایک روایت میں اس طرح وارد ہے کہ میرے پاؤں جنت سے آنے والے پانی کی نالی میں ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی شریف کی یہ جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے کہ آپ کا رفیع الشان منبر اس پر قائم ہے۔بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس سے اس منبر کی خبر دینا مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کے لیے قیامت کے دن ہوگا۔اور وہ حوض کوثر پر رکھا جائے گا نہ کہ یہ منبر جو مسجد شریف میں ہے۔مگر یہ قول سیاق حدیث سے بعید ہے۔جیسا کہ پوشیدہ نہیں (اشعۃ اللمعات اردو ج ۲، لمعات التنقیح ج ۳ ص ۴۳)

دنیا بھر میں سب سے افضل جگہ: جس شہر میں آپ مبعوث ہوئے (مکہ مکرمہ) وہ روئے زمین پر سب سے افضل جگہ ہے۔اس کے بعد آپ کی ہجرت گاہ (مدینہ منورہ) بقول جمہور سب سے افضل ہے۔بعض علماء کے نزدیک آپ ﷺ کی ہجرت گاہ (مدینہ منورہ) افضل ترین جگہ ہے جیسا کہ امام مالک اور ان کے جمہور اصحاب سے منقول ہے۔قاضی عیاض نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب سے اسی طرح نقل کیا ہے۔بقول ان کے اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ آپ کی قبر جس میں آپ کا جسد مبارک مدفون ہے سب سے افضل جگہ ہے۔ان سے پہلے اس اجماع کو قاضی ابوالولید الباجی (متوفی ۴۷۴ھ) ابن بطال (متوفی ۴۴۹ھ) اور دیگر علماء نے نقل کیا ہے (الفصول فی اختصار سیرت الرسول)

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں **وَلَا خِلَافَ اَنَّ مَوۡضَعَ قَبۡرِہٖ اَفۡضَلُ بِقَاعِ الۡاَرۡضِ** (الشفا)۔اس بات میں کوئی علماء کے اختلاف نہیں کہ آپ کی قبر شریف جگہ زمین کے تمام حصول سے افضل ہے۔ **هِيَ اَفۡضَلُ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالۡعَرۡشِ وَالۡكَعۡبَةِ كَمَا نقلہ السُّبۡكِيۡ رَحِمَہُ اللّٰہُ لِشَرۡفِہٖ ﷺ وَعُلُوِّ قَدۡرِہٖ** (نسیم الریاض، ج ۵ ص ۱۲۲)۔وہ جگہ آسمانوں، عرش، کعبہ سے افضل ہے۔آپ ﷺ کی بزرگی اور آپ کے بلند مرتبہ کی وجہ سے جیسا کہ اس کو امام سبکی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

شیخ محمد بن علی ابن طونون لکھتے ہیں **و البقعۃ التی دفن فیہا افضل من الکعبۃ و من العرش** (مرشد المختار الی خصائص المختار، ص ۲۳۹)۔وہ جگہ جس میں آپ ﷺ کو دفن کیا گیا ہے وہ کعبہ اور عرش سے افضل ہے۔مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ جنت سے افضل ہے۔ہاں شعراء اپنے کلام میں اس کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔علامہ حسن رضا بریلوی لکھتے ہیں

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ ★ کہ سب جنتیں ہیں نثار مدینہ

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

پاکیزہ تر از عرش و سما، جنت و فردوس ★ آرام گہہ پاک رسول عربی ہے

(عشق رسول اور علماء دیوبند)

یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے یا شاعرانہ رنگ ہے۔دراصل جنت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے دیدار کی جگہ ہے۔اس لئے جنت کی بہت بڑی عظمت ہے اور قرآن و حدیث میں جنت کی بڑی شان بیان کی گئی ہے۔اس لئے جنت اور جنت کی نعمتوں کو ہلکا نہیں سمجھنا چاہیے، اور مدینہ کی عظمت بھی بہت بڑی ہے جس میں نبی کریم ﷺ جلوہ فرما ہیں اللہ تعالیٰ فرق مراتب کی سمجھ عطاء فرما۔آمین!

زائر مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے **اَللّٰهُمَّ افۡتَحۡ لِيۡ اَبۡوَابَ رَحۡمَتِكَ** ۔اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ریاض الجنۃ میں دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھ کر دعا مانگے۔پھر بڑے ادب و احترام کے ساتھ مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر یہ دعا پڑھے۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام عرض کرے۔**اَلسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَا اَبَابَكۡرِ نِ الصِّدِّيۡقِ وَرَحۡمَةُ**

اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی سلام عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عُمَرَ الْفَارُوْق وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف پر کھڑے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر درود شریف پڑھتے دیکھا ہے (درود پڑھنے سے مراد دعا رحمت کرنا ہے)۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (کتاب الایضاح)

مواجہ شریف کی جالی کے پہلے سوراخ پر یوں سلام لکھا ہوا ہے اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ۔ دوسرے سوراخ پر اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہ عنہ۔ تیسرے سوراخ پر اَلسَّلَامُ عَلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہ عنہ۔ راقم الحروف نے مختصر سا یوں سلام عرض کیا السلام علیك ایھا نبی و رحمت اللہ و برکاتہ۔ الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ۔ السلام یا ابا بکر رضی اللہ۔ السلام یا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

زیارت قبور کی دعا: جنت البقیع میں حاضری دے اور یوں دعا کرے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ۔ اے مومنین و مسلمین اہل قبور تم پر سلام ہو۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے اور تمہارے واسطے اللہ سے عافیت مانگتے ہیں

الحمد اللہ! اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کتاب پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہے اور عمر کا بھی آخری حصہ گزر رہا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے اللہ کے

فضل سے ہوا ہے۔

اسی کے فضل سے آغاز کا انجام ہوتا ہے — اسی کی مہربانی سے جہاں کا کام انجام پاتا ہے

جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے — جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

یا رب العالمین اس ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما۔ یا اللہ اس ذکر کی برکت سے ہماری ہر پریشانی دور فرما۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ ہماری دنیا اور آخرت بہتر فرما۔ یا اللہ ہمارے والدین کی بخشش فرما اور ہمارے اہل وعیال میں خیر و برکت نازل فرما۔ دنیا اور آخرت کی مشکلیں اور منزلیں آسان فرما۔ ہر قسم کی رسوائی اور شرمندگی سے محفوظ فرما۔ دنیا، دین اور موت کے فتنوں سے محفوظ فرما۔ یا اللہ ہم سب کو صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرما۔ ایمان، جان، مال اور اولاد کی سلامتی عطا فرما۔ یا اللہ تمام روحانی، جسمانی امراض سے نجات عطا فرما۔ یا اللہ محمد عبد القاہر مرتضیٰ کو شفاء کلی عطا فرما۔ یا اللہ ان سب بچوں کو دینی علوم و کتابوں کا وارث بنا۔ یا اللہ راقم الحروف سے تحریر میں جو لغزشیں اور خطائیں ہوئی ہیں انہیں معاف فرما۔ یا اللہ ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح فرما۔ یا اللہ رزق میں کشادگی عطا فرما اور عمل صالحہ کی توفیق عطا فرما۔ حرمین شریفین کی بار بار حاضری نصیب فرما۔ یا اللہ بندہ مسکین کا دامن نیک اعمال سے خالی ہے۔ اپنے فضل و ذکر حبیب کی برکت سے نزع، قبر و حشر کی منازل کو آسان فرما۔ یا اللہ بندہ ناقص کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرما۔ آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

آمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ!

بندہ مسکین غلام حسین عاصم ماتریدی

ماخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف
۱) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	امام احمد رضا خان بریلوی
۲) جمال القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۴۱۸ھ
۳) الجامع صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسمائیل بخاری متوفی ۲۵۲ھ
۴) فتح الباری	حافظ شہاب الدین احمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۵) عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین محمود عینی متوفی ۸۵۵ھ
۶) صحیح مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ
۷) المنہاج شرح مسلم	امام ابوزکریہ یحی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۸) مشکواۃ المصابیح	امام ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ
۹) جامع ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد ترمذی
۱۰) جامع الاصول فی احادیث الرسول	امام ابوسعادات المبارک ابن اثیر جزری
۱۱) تیسیر القاری	شیخ نور الحق دہلوی
۱۲) فیوض الباری	علامہ سید محمود احمد رضوی
۱۳) تفہیم البخاری	علامہ غلام رسول رضوی
۱۴) شرح مسلم	مولانا غلام رسول سعیدی
۱۵) السیرت نبویۃ ابن ھشام	امام عبدالملک متوفی ۲۱۳ھ
۱۶) الطبقات الکبری	امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ
۱۷) التاریخ الطبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ
۱۸) الشفاء بتعریف الحقوق المصطفیٰ	امام قاضی عیاض متوفی ۵۴۳ھ

۱۹) الروض الانف	امام ابوالقاسم عبدالرحمن سھیلی متوفی ۵۸۱ھ
۲۰) السیرت النبویۃ	حافظ عبدالمؤمن دمیاطی متوفی ۷۰۵ھ
۲۱) السیرت النبویۃ	حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ
۲۲) الفصول فی اختصار سیرت الرسول	حافظ عماد الدین ابن کثیر
۲۳) عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر	علامہ ابوالفتح ابوعبداللہ محمد متوفی ۷۳۴ھ
۲۴) خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ	علامہ نور الدین احمد سمھودی متوفی ۹۱۱ھ
۲۵) المواھب الدنیہ	حافظ احمد قسطلانی
۲۶) سبل الھدا ولرشاد فی سیرت خیر العباد	امام محمد بن یوسف شمتوفی ۹۴۲ھ
۲۷) حدائق الانوار ومطالع الاسرار	علامہ محمد بن عمر بحرق متوفی ۹۳۰ھ
۲۸) شرح الشفاء	ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۹) مرقات شرح مشکوۃ	ملا علی قاری
۳۰) السیرت الحلبیۃ	علامہ نور الدین علی حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ
۳۱) اشعۃ المعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۳۲) مدارج النبوت	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۳۳) بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ اردو	علامہ مخدوم محمد ھاشم سندھی متوفی ۱۱۷۴ھ
۳۴) شرح سفر السعادت	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۳۵) نسیم الریاض شرح شفاء	علامہ احمد شہاب الدین حفاجی متوفی ۱۰۹۹ھ
۳۶) الزرقانی شرح المواھب الدنیہ	علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۴ھ
۳۷) سرور المحزون فی ترجمۃ نور العیون اردو	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۲ھ

۳۸) تلقیح فهوم الاثر فی عیون التاریخ والسیر علامہ جمال الدین عبدالرحمن بن علی الجوزی

۳۹) الاستعاب فی معرفۃ الاصحابہ	حافظ ابو یوسف ابن عبدالبر
۴۰) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	عذالدین اب الاثیر ابوالحسن علی الجزری
۴۱) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ	علامہ حافظ ابن حجر العسقلانی

۴۲) السیرت النبویۃ (الکامل فی التاریخ) عذالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی الجزری

۴۳) غایۃ السول فی سیرۃ الرسول	علامہ عبدالباسط الخنفی
۴۴) تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس	علامہ حسین الریار بکری
۴۵) المغازی	امام موسیٰ بن عقبہ
۴۶) وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ	شیخ علی السمودی
۴۷) تاریخ یعقوبی	الشیخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر

۴۸) جامع الاثار فی السیر ومولد المختار شمس الدین محمد معروف ابن ناصر الدین الدمشقی

۴۹) السیرت النبویۃ محمد رسول اللہ والذین معہ شیخ عبدالحمید جودۃ اسخار

۵۰) السیرۃ النبویۃ	امام شمس الدین ذھبی
۵۱) السیرت النبویۃ	علامہ سید احمد دحلان مکی متوفی ھ
۵۲) الانوار المحمدیہ	علامہ یوسف نبھانی متوفی ۱۳۵۰ھ
۵۳) نبراس شرح شرح العقائد النسفی	علامہ عبدالعزیز پرھاروی
۵۴) مختصر سیرت الرسول	شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ
۵۵) مختصر سیرت الرسول	شیخ عبداللہ بن محمد بالوھاب متوفی
۵۶) جوامع السیرت	علامہ ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ

۵۷) نبی رحمت	مولانا ابوالحسن علی ندوی
۵۸) ضیاء النبی	پیر محمد کرم شاہ ازھری
۵۹) سیرت رسول عربی	علامہ نور بخش توکلی
۶۰) ذکر الحسین	مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی
۶۱) سیرت النبی	علامہ شبلی نعمانی
۶۲) سیرۃ المصطفیٰ	مولانا محمد ادریس کاندھلوی متوفی ۱۳۹۴ھ
۶۳) حیات سرور کائنات	ملا واحد دہلوی
۶۴) رحمۃ اللعلمین	قاضی سلیمان منصور پری
۶۵) تاریخ مدینہ منورہ	عبدالمعبود
۶۶) رحمۃ عالم	علامہ سید سلیمان ندوی
۶۷) فقہ السیر ۃ	ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی
۶۸) سیرت سرور عالم	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
۶۹) تجلیات نبوت	مولانا صفی الرحمن مبارک پری
۷۰) ھذا الحبیب	شیخ عبدالرحمن جزائری
۷۱) نور الیقین	شیخ محمد حضری مصری
۷۲) قصص السیرت النبویۃ	شیخ موفق سلیمہ
۷۳) التاریخ الاسلامی	علامہ محمود شاکر مضری
۷۴) امتاع الاسماع	تقی الدین احمد مقریزی
۷۵) الخلاصۃ البھیۃ	وحید بن عبدالسلام

۷۶)المستدرک الحاکم ابوعبداللہ محمد النیسا پوری

۷۷)الوفا باحوال المصطفیٰ علامہ ابن جوزی

۷۸)تحفۃ العرب علامہ محمد حنیف گنگوہی

۷۹)کتاب نور النبراس علی سیرۃ ابن سید الناس حافظ برہان الدین ابراہیم حلبی ۸۴۱ھ

۸۰)تاریخ الخلفاء امام جلال الدین سیوطی

۸۱)السیرت النبویۃ الصحیحۃ اکرم ضیاء العمری

۸۲)السیرت النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ ڈاکٹر محمد بن ابوشھبہ

۸۳)السیرت النبویۃ فی مصادر الاصلیۃ ڈاکٹر مھدی رزق اللہ

۸۴)زاد المعاد فی ھدیہ خیر العباد حافظ شمس الدین قیم الجوزی

۸۵)الدرر فی اختصار المغازی والسیر حافظ یوسف ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ

۸۶)تواریخ حبیب الہ مفتی عنائت احمد

۸۷)گلذار محمدی (سیرت النبی) منظوم پنجابی مولوی محمد ازھر بھیروی

۸۸)دلائل النبوت امام ابونعیم اصبھانی

۸۹)شمائل الرسول ابوعیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ

۹۰)اخلاق النبی وادابہ حافظ ابومحمد عبداللہ اصبھانی ۳۶۹ھ

۹۱)اعلام النبوۃ شیخ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی ۴۰۵ھ

۹۲)نھایۃ السول فی خصائص الرسول شیخ حافظ ابوالخطاب عمر ابن دحیہ ۶۳۳ھ

۹۳)غایۃ السول فی خصائص الرسول امام ابوحفص عمر بن ملقن ۸۰۴ھ

۹۴)الکلمات الالھیۃ فی الصفات المحمدیۃ شیخ جیلی ۸۳۲ھ

۹۵)علامات النبوۃ (دلائل النبوت) احمد بن ابوبکر بوصیری ۸۴۰ھ

۹۶)الفظ المرکم خصائص النبی المعظم شیخ قطب محمد ۸۹۴ھ

۹۷)غایۃ السول فی سیرت الرسول عبدالباسط حنفی ۹۲۰ھ

۹۸)جمع الوسائل فی شرح السمائل محدث شہیر علامہ ملا علی قاری

۹۹)انموذج اللبیب فی حصائص الحبیب امام جلال الدین سیوطی ۹۲۱ھ

۱۰۰)مرشد المختار الی خصائص المختار شیخ محمد ابن طولون ۹۵۳ھ

۱۰۱)اشرف الوسائل الی فہم الشمائل علامہ احمد بن حجر ھیتمی مکی ۹۷۴ھ

۱۰۲)المنح المکیۃ فی شرح الھمزیۃ شہاب الدین احمد ابن حجر مکی ۹۷۴ھ

۱۰۳)وسائل الوصول الی شمائل الرسول علامہ یوسف ابن اسماعیل نبھانی ۱۳۵۰ھ

۱۰۴)الحقیقۃ المحمدیہ الجامع دکتور عاصم ابراھیم اکتانی

۱۰۵)صحیح السیرۃ النبویۃ علامہ ابراھیم العلی

۱۰۶)السیرت النبویۃ فی القرآن الکریم عبدالصبور مرورق

۱۰۷)تھذیب خصائص الکبریٰ الامام سیوطی

۱۰۸)تھذیب سیرت ابن ھشام عبدالسلام ھارون

۱۰۹)جلوہ جاناں علامہ ابوالنصر منظور احمد شاہ

۱۱۰)شان حبیب الرحمن مفتی احمد یار خان نعیمی

۱۱۱)اعلام المسلمین بحقوق سید المرسلین ولید نور

۱۱۲)الفضائل المحمدیۃ شیخ یوسف بن اسماعیل النبھانی

۱۱۳)آیات عتاب المصطفیٰ فی ضوء العصمۃ والاجتھاد دکتور عویدی بن عیاد

۱۱۴) الکلمات الالھیة فی الصفات المحمدیة شیخ عبدالکریم الجیلی

۱۱۵) نھایة السول فی خصائص الرسول حافظ ابوالخطاب مجدد الدین عمر

۱۱۶) خیر البِشر بخیر البَشر محمد بن علی ابن طولون

۱۱۷) مستعذب الاخبار (شرح او جزالیسر) امام ابومدین بن احمد الفاسی

۱۱۸) بدایة السول فی تفضیل الرسول شیخ عزالدین بن عبدالسلام ٦٦٠ھ

۱۱۹) الامالی فی السیرت النبویة لحافظ ابن احمد المکی

۱۲۰) الشجرة النبویة فی نسب خیر البریة جمال الدین یوسف المقدس (ابن المبدد)

۱۲۱) فقہ السیرت النبویة علامہ محمد سعید رمضان بوطی

۱۲۲) السیرة النبویة فی ضوء المصادر الاصلیة دکتور مھدی رزق اللہ احمد

۱۲۳) السیرت النبویة امام محمد بن اسحاق بیسار مطلبی المدنی

۱۲۴) السیرة النبویة دکتور محمد بن محمد ابوشبہ

۱۲۵) الفتوحات السبحانیة فی شرح نظم السیرت النبویہ علامہ عبدالروف مناوی

۱۲۶) نظم الدرر السنیة فی سیرة الزکیة حافظ زین الدین عبدالرحیم العراقی بن الحسین العراقی

۱۲۷) خلاصة الیسر شیخ محب الدین الطبری

۱۲۸) المختصر الکبیر فی سیرت النبی علامہ عزالدین جماعہ (ابی محمد عبدالعزیز)

۱۲۹) تھذیب سیرت ابن کثیر شیخ مروان کحک

۱۳۰) نقوش رسول نمبر مرید و مرتب محمد طفیل

۱۳۱) محمد رسول اللہ شیخ محمد رضا سابق موید مکتبہ دوادقاھرہ

۱۳۲) محمد رسول اللہ الشیخ محمد الصادق ابراھیم العرجون

۱۳۳) الاشارة الی سیرت المصطفیٰ و تاریخ من بعد من الخلفا حافظ مولطائی بن قلیح

۱۳۴) حیات محمد محمد حسین ھیکل

۱۳۵) النبوت والانبیاء الشیخ محمد علی صابونی

۱۳۶) بھجة المحافل وبغیة الاماثل امام یحی بن ابی بکر العامری

۱۳۷) وقفات تربویة مع السیرت النبویة علامہ احمد فرید

۱۳۸) اطلس السیرت النبویة دکتور شوقی ابوخلیل

۱۳۹) خصائص الکبری امام جلال الدین سیوطی

۱۴۰) خصائص الصغری

۱۴۱) بدایة السول فی تفضیل الرسول قدوة الامام محمد عزالدین بن عبدالسلام

۱۴۲) اللولو المکنون فی سیرة النبی المامون علامہ موسی بن راشد اعظمی

۱۴۳) غایة السول فی سیرت الرسول شیخ عبدالباسط حنفی متوفی ۹۲۰ھ

۱۴۴) سید الوری قاضی عبدالرائم دائم

۱۴۵) السیرة النبویة امام شمس الدین محمد الذھبی

۱۴۶) شمائل المصطفیٰ ھبة الزحیلی

۱۴۷) جواھر الجار فی فضائل النبی المختار علامہ یوسف نبانی

۱۴۸) حقوق النبی علی امتہ فی ضوء الکتاب السنة دکتور محمد بن خلیفہ التمسی

۱۴۹) خصائص المصطفیٰ بین الغلو والجفاء الصادق بن محمد

۱۵۰) النبوة المحمدیہ محمد سید احمد المیسر

۱۵۱) معجزات النبی محمد متولی شعراوی

١٥٢)شمائل المصطفیٰ	علامہ دھبہ الذھیلی
١٥٣)الرحمۃ المھداۃ	خلیل ابراھیم ملا خاطر
١٥٤)ھادی عالم	محمد ولی رازی
١٥٥)خاندان مصطفی	سید محمد سید الحسن شاہ
١٥٦)محسن انسانیت	نعیم اصدیقی
١٥٧)السیرۃ النبویۃ	دکتور علی محمد صلابی
١٥٨)النبذۃ فی السیرۃ النوبیۃ	ابو النصر مبشر الطرازی حسنی ترکستانی
١٥٩)مغازی رسول	عروہ بن ربیر
١٦٠)سیرت طیبہ	علامہ عدر بانی عزیز
١٦١)معارج النبوت	ملا معین واعظ کاشفی الھر وی الفراھی
١٦٢)السیرۃ النبویۃ	علامہ محمد مھدی
١٦٣)الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح	شیخ ابو العباس تقی الدین احمد ابن تیمیہ
١٦٤)الصارم المسلول علی شاتم الرسول	شیخ ابو العباس تقی الدین احمد ابن تیمیہ
١٦٥)مدنی معاشرہ	اکرام ضیاء العمری
١٦٦)اصح السیر	ابو البرکات عبد الرؤف دانا پوری
١٦٧)سیرۃ خاتم النبیین للاطفال	ابو الحسن علی ندوی
١٦٨)منتھی السول علی وسائل الوصول	عبد اللہ بن سعید اللحی
١٦٩)سیرت سرور کونین	رانا محمد سرور خان
١٧٠)سیرت کبری	علامہ ابو القاسم رفیق دلاوی

١٧١)سیرت مصطفی جان رحمت	امام احمد رضا خان
١٧٢)پیغمبر انسانیت	مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری
١٧٣)قصص القرآن	علامہ محمد حفظ الرحمن
١٧٤)السیرۃ العالمیۃ ١٢٩ اجزاء	جماعۃ العلماء
١٧٥)المغازی	عروہ بن زبیر بن عوام
١٧٦)المغازی	امام موسیٰ بن عقبہ
١٧٧)کتاب المغازی نبویۃ	امام محمد بن شہاب الزھری
١٧٨)کتاب المغازی	امام ابو عبد اللہ بن عمر واقدی
١٧٩)تلقیح مفھوم اھل الاثر	علامہ عبالرحمٰن ابن جوزی

١٨٠)روضۃ الاحباب فی سیر الآل والاصحاب علامہ سید جمال الدین محدث شیرازی

١٨١)مقالات سیرت طیبہ	علامہ عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی

١٨٢)تاریخ الاحکام فی تفسیر القرآن وسیرۃ خیر الانام مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری

١٨٣)نھایۃ السول فی خصائص الرسول	شیخ حافظ ابو الخطاب عمر ابن دحیہ ٦٣٣ھ
١٨٤)غایۃ السول فی خصائص الرسول	امام ابو حفص عمر بن ملقن متوفی ٨٠٤ھ

١٨٥)الکلمات الالھیۃ فی الصفات المحمدیۃ شیخ عبد الکریم جیلی ٨٣٢ متوفی ھ

١٨٦)علامات النبوۃ (دلائل النبوت)	شیخ احمد بن ابوبکر بوصیری متوفی ٨٤٠ھ
١٨٧)الفظ المکرم خصائص النبی المعظم	شیخ قطب محمد متوفی ٨٩٤ھ
١٨٨)الخصائص الکبری	امام جلال ادین سیوطی متوفی ٩١١ھ
١٨٩)الخصائص صغریٰ	امام جلال ادین سیوطی

۱۹۰)سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ص ۲۷۴ امام محمد بن یوسف سالحی متوفی ۹۴۲ھ

۱۹۱)مرشد المختار الی خصائص المختار الشیخ محمد بن علی حنفی متوفی ۹۵۳ھ

۱۹۲)مدارج النبوت ج۱ ص۱۶۱ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

۱۹۳)خصائص المصطفیٰ بین الغلو والجفا شیخ صادق محمد بن ابراھیم طبع اولی ۱۴۲۱ھ

۱۹۴)سیرت النبی ج ۳ص ۱۷۷، اور ۴۴۷ علامہ شبلی نعمانی

۱۹۵)المواھب لدنیا علیٰ شمائل ترمذی ابراھیم باجوری شافعی

۱۹۶)شرح الشمائل ترمذی (علیٰ جمع الوسائل)عبدالرؤف المناوی

۱۹۷)انوار غوثیہ شرح شمائل النبویہ علامہ محمد امیر شاہ قادری غیلانی

۱۹۸)شرح شمائل ترمذی مولانا عبدالقیوم حقانی

☆مؤلف کی غیر مطبوعہ کتب☆

عظمت اصحاب مصطفی ﷺ

شرح حج نبوی ﷺ

ذکر مصطفی ﷺ

شرح فقہ اکبر

سفرنامہ حرمین

حج وعمرہ کے احکام

التحفۃ محمدیہ

ترجمہ اردو منیۃ المصلی

تذکرہ مجدد الف ثانی

خلاصۃ الصرف

فضائل اولیاء حدیث قدسی کی روشنی میں

ترجمہ تخلیص المفتاح (مترجم عربی اردو)

تسہیل الصرف اردو صرف میر

زنجانی فی الصرف اردو

شرح بدء الامالی

عقائد امام ابومنصور ماتریدی

کتاب التصوف والاحسان

فضائل مکہ مکرمہ

فضائل مدینہ منورہ

شرح مائۃ عامل (جدید)

صدقہ جاریہ

تذکرہ شیخ سید عبدالقادر جیلانی

تذکرہ ابوالحسن علی ہجویری

ترجمہ مختصر المنار عربی اردو

منار الانوار (مترجم عربی اردو)

تسہیل النحو اردو نحو میر

تسہیل صرف اردو ترجمہ زنجانی

☆مصنف کی مطبوعہ کتب ورسالہ☆

شرف المصطفیٰ فی تفسیر سورۃ الضحیٰ
شرح اسماء الحسنیٰ
عظمت ماہ رمضان
(مع فضائل شب برات)
شرح عقائد نسفی
حقوق العباد
تذکرہ امام ابومنصور ماتریدی
کتاب الحج
فضائل قرآن
فضائل صحابہ واہل بیت
شرح عقیدۃ الطحاویہ
الفتح القدسی فی تفسیر آیۃ الکرسی
شرح اسماء المصطفیٰ
حج مصطفیٰ ﷺ
عقائد نسفی مترجم
تذکرہ امیر معاویہ
معراج مصطفیٰ ﷺ
سیرت خاتم النبیین ﷺ
مجموعہ اشعار (پنجابی)
جمال مصطفیٰ ﷺ
تذکرہ ائمہ دین
شرح قصیدہ بانت سعاد

حاجی شمشیر احمد صاحب کا خصوصی تعاون

محترم حاجی شمشیر احمد صاحب (برنلے) کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں نہایت ہی معروف ومشہور ایک دینی شخصیت ہیں، جن کا دین سے انتہائی لگاؤ ہے۔ عرصہ دراز سے حرمین شریفین کی حاضری دے رہے ہیں، اور اپنے ہمراہ جن حجاج کو لے کر جاتے ہیں ان کی بڑے احسن طریقہ سے رہنمائی کرتے ہیں، حج کے مسائل پر خوب آگاہی رکھتے ہیں حجاج کو مسائل بتاتے ہیں تاکہ حج کی آدائیگی میں کوئی غلطی نہ ہو۔ راقم الحروف کو بھی حاجی صاحب کی معیت میں متعدد بار حرمین شریفین کی حاضری دینے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اور آپ کا حسن سلوک رہا وہ قابل تعریف ہے۔ آپ خود بھی نعتیں لکھتے ہیں اور دوسروں کی نعتیں بھی خوب پڑھتے ہیں۔ اور وسیع المطالعہ ہیں اس لئے مسائل بھی بیان کرتے ہیں۔ ہر سال کئی بار مدینہ شریف جاتے ہیں اور بڑے شوق ذوق سے ھدیہ درود وسلام اور نعتوں کے تحائف بارگاہ رسالت میں پیش کرتے ہیں۔ موصوف بڑے ذوق وشوق محبت والے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی ودنیاوی خوش حالی کے ساتھ دل کی کشادگی بھی عطا فرمائی ہے۔ اس لئے دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر مال خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو قبول فرمائے۔ بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ حاجی صاحب کے خصوصی تعاون سے سیرت مصطفیٰ ﷺ کو قارئین اکرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ اور اس سے قبل بھی آپ نے چار کتابیں کثیر رقم سے چھپوا کر احباب کو تحفتاً دی ہیں۔ میں دل کی گہرائیوں سے حاجی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ حاجی صاحب کی اس دینی خدمت کو شرف قبولیت عطاء فرمائے، اور رسول اللہ ﷺ کی خصوصی شفاعت سے بہرورہ فرمائے۔ اور ایمان وجان، مال اور اولاد کی سلامتی عطاء فرمائے اور ذکر سیرت مصطفیٰ ﷺ اور دیگر دینی کتابوں کو ہم سب کے لئے ذریعہ نجات اور صدقہ جاریہ بنائے۔

حاجی صاحب سے رابطہ کے لیےفون نمبر یہ ہے 00447966226368

محترم حاجی شمشیر احمد صاحب کا نعتیہ وذوقیہ کلام:

یہ میرے اللہ و نبی کی عنایت ہے کرم ہے
مجھ گنہگار کو بار بار بلا لیتے ہیں مکہ و مدینہ میں

کعبہ کے گرد دیوانے مستانے جھومتے ہیں گھومتے ہیں
پھر عید ان کی ہوتی ہے جا کر مدینے میں

طواف کعبہ بھی کرتے ہیں آب زم زم بھی پیتے ہیں
پھر بخشش کی سند ملتی ہے مدینے میں

عرفہ دیکھا مزدلفہ دیکھا منیٰ بھی دیکھا
کیا خوب نظارا ہے گنبد خضریٰ کا مدینے میں

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ میرے نبی کا فرمان ہے
شفاعت کا انعام ملتا ہے جا کر مدینے میں

مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ
امتی جا کے دیکھ لے جنت موجود ہے مدینے میں

وہ امتی کیا ہے جسے محبت نہیں نبی سے
اصحابہ نے روتے دیکھا حنانہ کو مدینے میں

کتنے بلند نصیب ہیں صدیق و فاروق کے
نبی کے ساتھ آرام فرما رہے ہیں مدینے میں

میرے نبی کی شان کیا ہے قرآن پڑھ کے دیکھ
میرے نبی رحیم ہیں کریم ہیں رہتے ہیں مدینے میں

میں نے تو ہر بار مدینہ جا کر خوب مزے لوٹے
ہر طرف نور ہی نور ہے مدینے میں

ملائکہ ہر وقت نبی پر درود و سلام پڑھتے ہیں مدینہ میں
امتی تیرا وظیفہ ہے درود و سلام ہو ہر وقت مدینے میں

نبی اللہ کے خزانوں سے عطا کرتے ہیں
کوئی مانگ کے تو دیکھ لے مدینے میں

وہ امتی کتنا ہی خوش نصیب ہے شمشیر
جس کو موت آ جائے نبی کے مدینے میں

نعت

نعت خوان رسول ﷺ جناب الحاج شمشیر احمد صاحب کی فرمائش پر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا نعتیہ کلام پیش کیا جا رہا ہے

(۱)

ہے کلام الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم — قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم
تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا — کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن ادا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا — کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر وکلام وبقا کی قسم
تیرا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح آمین — تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم
یہی عرض ہے خالق ارض وسما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ہوں ترا — مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم
تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف وعطا ہے تجھی پہ بھروسا تجھی سے دعا — مجھے جلوۂ پاک رسول دکھا تجھے اپنے ہی عز وعلا کی قسم
یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں — نہیں ہند میں واصف شاہ ہدی مجھے شوخئ طبع رضا کی قسم

(۲)

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں — جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں
جب آ گئی ہیں جوش رحمت پہ ان کی آنکھیں — جلتے بجھا دئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں
اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا — تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو — جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں
ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے — اب تو غنی کے در پر بستر جما دیے ہیں
اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا — رو رو کے مصطفیٰ ﷺ نے دریا بہا دیے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا — دریا بہا دیے ہیں در بے بہا دیے ہیں
ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم — جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

(۳)

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں — یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں — وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر — جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے — کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں
وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے — وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکان وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
کروں تیرے نام پر جاں فدا نہ بس ایک جان دو جہاں فدا — دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کروروں جہاں نہیں

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا — میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

(۴)

سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی — سب سے بالا ووالا ہمارا نبی ﷺ
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی — دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی ﷺ
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں — شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی ﷺ
جس کے تلوؤں کا دھوون ہے آب حیات — ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ
خلق سے اولیاء اولیاء سے رُسل — اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
جس کی دو بوند ہیں کوثر وسلسبیل — ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی ﷺ
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی — چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی ﷺ
کون دیتا ہے دینے کو منھ چاہیئے — دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے — پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی ﷺ
ملک کونین میں انبیا تاجدار — تاجداروں کا آقا ہمارا نبی ﷺ
سارے اچھوں میں اچھا سمجھئے جسے — ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی ﷺ
سارے اونچوں میں اونچا سمجھئے جسے — ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی ﷺ
غمزدوں کو رضا مژدہ دیجے کہ ہے — بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ

(۵)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے — میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والا
برستا نہیں دیکھ کر ابر رحمت — بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے
مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے — غریبوں فقیروں کو ٹھہرانے والے
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ — میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے
میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو — کہ رستے میں ہیں جا بجا تھامنے والے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا — اَرے سر کا موقع ہے او جانے والے
رہے گا یوہیں ان کا چرچا رہے گا — پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے
رضا نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا — کہاں تم نے دیکھے ہیں چندرانے والے

کیا میلاد کے موقع پر بیان کی جانیوالی روایات کاذبہ ہیں؟ بعض علماء نے ولادت باسعادت کے وقت جو عجائب وغرائب اور واقعات ظاہر ہوئے ہیں ان سب پر سخت تنقید کی ہے۔ اور ان تمام واقعات کو جو محفل میلاد کے موقع پر بیان کئے جاتے ہیں جیسا کہ م

واهب لدنیه وغیرہ میں ہے، ان کو ضعیف اور بلکہ موضوع قرار دیا ہے اور دلیل یہ دی کہ جو واقعات اسناد کے لحاظ سے ثابت نہیں ان کو حضور ﷺ کی طرف نسبت کرنا معاذ اللہ یہ رسول اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت ہے جو بہت بڑا گناہ ہے اپنی جگہ یہ بات بالکل درست ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ جن محدثین ومؤرخین نے ان واقعات وروایات کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، کیا وہ اس وعید سے بے علم تھے۔ کیا وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ نبی ﷺ کی طرف کذب کی نسبت کرنا سب سے بڑا گناہ ہے جو دخول جہنم کا سبب ہے یقیناوہ اس گناہ اور وعید شدید کو جانتے ہوں گے۔ کیونکہ وہ محدث مفسر ومورخ اور صاحب ورع بھی تھے لھذا جو انہوں نے مواد فضائل ومناقب اور میلاد شریف کے فوائد میں نقل کئے ہیں تو وہ ان کے نزدیک صحیح سندوں سے ہوں گے ممکن ہے کہ وہ کتابیں اب نا یاب ہوں۔ جو ان کا ماخذ تھیں نیز بالکل ان کی نقل کردہ روایات کو رد کرنا بے انصافی کے علاوہ ان محدثین سے بدگمانی کرنا ہے جو ناجائز ہے۔ نیز فضائل ومناقب میں روایت ضعیفہ کا بیان کرنا بھی درست کہا گیا ہے۔ لیکن من گھڑت روایات بیان کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی بہرحال افراط تفریط سے بچنا ضروری ہے۔ اور عمدًا کسی غلط بات کو رسول اللہ ﷺ کی جانب نسبت کرنا بھی جائز نہیں ہے اسی طرح ہر وہ روایت جو فضائل رسول اللہ ﷺ میں ہو اس کا ان کا کر دینا بھی علامت محبت نہیں ہے۔

ماہ ربیع الاول میں ولادت کی کیا حکمت ہے: رسول اکرم ﷺ نے کسی زمانہ کے ساتھ شرافت وبزرگی حاصل نہیں کی بلکہ زمانہ نے آپ سے شرافت وبزرگی پائی۔ جس طرح دیگر مقامات مقدسہ ہیں کہ مکان کو مکین سے شرافت حاصل ہوتی ہے۔ امام احمد القسطلانی متوفی ۹۴۳ھ لکھتے ہیں وَاِنَّمَا کَانَ فِیْ رَبِیْعُ الْاَوَّلِ عَلَی الصَحِیْحِ وَلَمْ یَکُنْ فِیْ الْمُحَرَّمَ وَلَا فِیْ رَجُب وَلَا فِیْ رَمْضَان وَلَا مِنَ الْاَشْھُرِ ذوات الشرف لِاَنَّهٗ عَلَیْهِ صلوٰةُ وَالسَّلَامُ لَا یَتَشَرَّفُ بِالذَمَانِ وَاِنَّمَا الذَّمَانِ یَتَشَرَّفُ بِهٖ کَالْاَمَاکِنِ (مواهب لدنیه)

اور یہی حکمت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت مبارک کسی ایسے مہینے میں نہیں ہوئی جو بزرگی وبرکت کے ساتھ مشہور تھے جیسے ماہ محرم ماہ رجب اور ماہ رمضان جو دیگر مہینوں کی نسبت افضل ہیں۔ مگر آپ ﷺ ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے ہیں جس کو اہل عرب محترم نہیں سمجھتے تھے۔ مگر آپ کی پیدائش سے اس کا درجہ بڑھ گیا اور یہی حکمت روز دوشنبہ میں پیدا ہونے کی ہے کہ آپ کی پیدائش سے اس دن کو بھی عظیم درجہ مل گیا اور سب دنوں کا پیر بن گیا۔ حالانکہ تمام دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا ہے اسی دن حضرت ادم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس دن میں ایک ساعت اَتی ہے کہ اس ساعت میں جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوجاتی ہے۔ مگر جو فضیلت روز شنبہ کی ہے وہ روز جمعہ کی نہیں۔ کیونکہ جمعہ کے دن حضرت اَدم علیہ السلام پیدا ہوئے مگر یوم دوشنبہ کو سردار اولاد آدم تشریف لائے۔ اس لئے یہ یوم جمعہ سے افضل ہے۔ جمعہ کے دن میں ایک ساعت ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے مگر یہ ساعت یوم دوشنبہ کی اس ساعت کو کہاں پہنچ سکتی ہے جس ساعت میں نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے۔ نیز

اگر آپ ﷺ جمعۃ المبارک کے دن یا بزرگ مہینوں میں سے کسی مہینہ میں پیدا ہوتے تو ممکن تھا کہ کوئی مریض دل یہ کہہ دیتا کہ آپ کو تو بزرگی اس لئے حاصل ہوئی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔ یا فلاں بزرگ مہینہ میں تشریف لائے اس لئے اللہ تعالی نے آپ کو جمعہ کے دن اور دیگر کسی محترم مہینے میں پیدا نہیں فرمایا تا کہ دنیا والوں کو یہ پتہ چل جائے کہ نبی ﷺ حصول بزرگی وفضیلت میں کسی زمان ومکان کے محتاج نہیں ہیں بلکہ زمان ومکان حصول عزت وبزرگی میں آپ ﷺ کی محتاج ہیں اسی لئے رب تعالی نے شہر مکہ کی قسم فرمائی کیونکہ وہ آپ ﷺ کی جائے ولادت ہے۔ فرمایا غرض کہ ہر چیز کو نبی ﷺ سے شرف وبزرگی اور عزت حاصل ہوئی ہے اس لیے کہ نسبت رسول ﷺ بڑی چیز ہے۔

سیرت محمدی کی جامعیت رسول کریم ﷺ کی سیرت کے بہت سے پہلوں ہیں اپ ﷺ کے احوال اقوال اور افعال بھی سیرت ہی میں داخل ہے اپ نے جو فرمایا اور جو کام کر کر دیکھائے وہ سب سیرت میں بیان کئی گے ہیں مثلا زاد المعاد المواھب الدنیہ سبل الھدی وغیرہ میں سب عنوانات بیان ہوئے اور پوری شریعت کے احکام مذکور ہیں اسی لئے

امام ابوالمعین نسفی فرماتے ہیں

اِنَّ مَدَارَ أَمُوْرِ الْدِّیْنِ وَالْمِلَلَۃِ عِنْدَ جَمِیْعِ أَرْبَابِ الْدِّیَانَاتِ یَکُوْنُ مُتَعَلَّقًا بِالْاِعْتَقَادَاتِ وَالْعِبَادَاتِ وَالْمُعَامَلَاتِ وَالْمَزَاجِرِ وَالْآدَابِ الْحَسَنَۃِ وَالشِّیَمِ الْحَمِیْدَۃِ: فَأَنَّ مُحَمَّدًا عَلَیْہِ السَّلَامُ أَتَی فِیْ کُلِّ بَابٍ مِنْ ھٰذِہِ الْأَبْوَابِ الْخَمْسَۃِ بِمَا یَشْھَدُ لَہُ الْعَقْلُ الصَّرِیْحُ بِالصِّحَّۃِ: یَظْھُرُ ذٰلِکَ عِنْدَ بَیَانِ کُلِّ جُمْلَۃٍ مِّنْ ھٰذِہِ الْجُمَلِ فَنَقُوْلُ عَلَی التَّفْصِیْلِ، وَالنَّظْرِ فِی کُلِّ مِّنْ ذٰلِکَ بَعَیْنِ الْاَنْصَافِ، فَنَقُوْلُ:

أَمَّا الْاِعْتَقَادَاتُ فَتَنْقَسِمُ عِنْدَ أَرْبَابِ الدِّیَانَاتِ اِلَی الْأَرْکَانِ الْخَمْسَۃِ وَھِیَ: الْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَمَلَائِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ۔

وَالْعِبَادَاتُ تَنْقَسِمُ عِنْدَھُمْ اِلَی خَمْسَۃٌ وَھِیَ: الصَّلَاۃُ وَالزَّکَاۃُ وَالصَّوْمُ وَالْجِھَادُ وَالْحَجُّ وَالْمُعَامُلَاتُ {تَنْقَسِمُ اِلَی خَمْسَۃَ أَقْسَامٍ وَھِیَ: الْمَعَاوَضَاتُ الْمَالِیَۃُ کَالْبُیُوْعِ} وَالْاَجَارَاتُ، وَالْمَنَاکِحَاتُ کَالْتَزْوِیْجِ وَالتَّطْلِیْقِ، وَالْمُخَاصَمَاتُ کَالْدَّعَاوِیْ وَالْبَیِّنَاتُ وَالْأَمَانَاتُ کَالْوَدَائِعِ وَالْعَوَارِیْ، وَالْتَرْکَاتُ کَالْوَصَایَا وَالْمَوَارِیْثُ۔

وَالْمَزَاجِرُ تَنْقَسِمُ أَیْضًا اِلَی خَمْسَۃِ أَقْسَامٍ وَھِیَ: مَزْجَرَۃٌ قَتْلُ النَّفْسِ کَالْقَوْدِ أَوِ الدِّیَّۃِ وَمُزْجَرَۃُ أَخْذُ الْمَالُ کَالْقَطْعِ أَوِ الصَّلْبِ، وَمُزْجَرَۃُ ھَتْکُ السَّتْرِ کَالْجِلْدِ أَوِ الرَّجْمِ، وَمُزْجَرَۃُ ثَلْبُ الْعِرْضِ / کَالْجِلْدِ مَعَ الْتَفْسِیْقِ وَرَدُ الْشَھَادَۃِ عَلَی التَّأْبِیْدِ، وَمُزْجَرَۃُ خَلَعُ الْبَیْضَۃِ کَالْتَقْلِ عَلٰی الرَدَّۃ وَالْآدَابِ وَالشِّیَمُ تَنْقَسِمُ اِلَی أَرْبَعَۃِ أَقْسَامِ: أَحَدُھَا الْأَخْلَاقُ، وَالثَّانِیْ الْآدَاب، وَالثَّالِثُ الْسِّیَاسَاتُ، وَالرَّابِعُ الْمَعَاشِرَاتُ۔ (تبصرۃ الادلۃ ج۱ ص۵۲۲)